اس دور کی سب سے آسان، عام فہم اور مستند تفسیر قرآن کریم

آسان تفسیر

پارہ ۶



مرتب

مولانا محمد یعقوب قاسمی

سابق استاذ حدیث و تفسیر دار العلوم سہارنپور

ترجمہ: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

شائع کردہ

ادارہ دعوت و تبلیغ

گلی ۲ آلی کی چنگی منڈی سمیتی روڈ سہارنپور یوپی

MOBILE : 9837375773

50/-

اس دور کی سب سے آسان و عام فہم اور مستند تفسیر کلام پاک
جسکا ہر گھر میں ہونا نہایت ضروری ہے

آسان تفسیر اردو

ترجمہ قرآن شریف
حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ
مرتب
مولانا محمد یعقوب قاسمی فاضل دار العلوم دیوبند
پارہ لایحب اللہ ۶

(شائع کردہ)

ادارہ دعوت و تبلیغ زکریا آباد، گلی ۲ آلی چنگی سہارنپور (یو۔پی) ۲۴۷۰۰۱

ہدیہ:-

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ

اللہ تعالیٰ بُری بات زبان پر لانے کو پسند نہیں کرتے بجز مظلوم کے اور اللہ تعالیٰ

ظُلِمَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۸﴾ اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ

خوب سنتے ہیں خوب جانتے ہیں اگر نیک کام علانیہ کرو یا اس کو خفیہ کرو

تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴿۱۴۹﴾

یا کسی برائی کو معاف کردو تو اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے ہیں پوری قدرت والے ہیں

ظالم کو معاف کرنے کی ترغیب

اس آیت پاک میں ارشاد ہے کہ کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ دوسروں کی برائی کرے، ہاں جس شخص پر ظلم و زیادتی کی گئی ہے وہ ظالم کے بارے میں لوگوں سے شکوہ و شکایت کر سکتا ہے۔ اور کسی عدالت میں ظالم کی زیادتی بیان کر کے انصاف کا مطالبہ بھی کر سکتا ہے، یہ غیبت حرام میں داخل نہیں۔ اور اسی کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اللہ خوب سننے اور خوب جاننے والے ہیں، اس سے مظلوم کو تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ مظلوم کو بھی کوئی بات خلاف واقعہ کہنے کی اجازت نہیں۔

بہرحال اگرچہ مظلوم کو شکوہ شکایت کرنے کی اجازت ہے مگر بہتر و افضل یہی ہے کہ ظالم کو معاف کر دے اس کی برائی لوگوں میں نہ کرے چنانچہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم کوئی نیک کام کرو ظاہر کر کے یا چھپا کر یا معاف کر دو تو یاد رکھو اللہ پاک باوجود پوری قدرت رکھنے کے بہت زیادہ معاف کرنے والے ہیں باوجودیکہ اللہ پاک اپنے مجرموں سے ہر طرح کا بدلہ لے سکتے ہیں مگر پھر بھی اکثر معاف ہی کر دیتے ہیں، پس انسان جس کو مکمل قدرت و اختیار نہیں جس کی وجہ سے ممکن ہے کہ بدلہ نہ لے سکے، اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ معاف کر کے ثواب حاصل کرے اور اس بات کا امیدوار رہے کہ میں نے مخلوقِ خدا کو معاف کیا ہے اللہ بھی مجھے معاف کرے گا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ

جو لوگ کفر کرتے ہیں اللہ کے ساتھ اور اسکے رسولوں کے ساتھ اور یوں چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے

وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ

رسولوں کے درمیان میں فرق رکھیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعضوں پر تو ایمان لاتے ہیں اور بعضوں کے منکر ہیں اور یوں

اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۵۰﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ

چاہتے ہیں کہ بین بین ایک راہ تجویز کریں۔ ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں

حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۵۱﴾ وَالَّذِيْنَ

اور کافروں کے لئے ہم نے اہانت آمیز سزا تیار کر رکھی ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ

اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ

پر ایمان رکھتے ہیں اور اسکے سب رسولوں پر بھی اور ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے ان لوگوں کو اللہ

سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۵۲﴾

تعالیٰ مزدوران کے ثواب دیں گے اور اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت والے ہیں بڑے رحمت والے ہیں

تفسیر

علامہ بغویؒ نے لکھا ہے کہ یہ آیتیں یہود کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، کیونکہ انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن و انجیل کو نہیں مانا، حالانکہ تمام پیغمبروں اور آسمانی کتابوں کو ماننا اللہ کا حکم ہے مگر انھوں نے اللہ کے حکم کا بھی انکار کرکے گویا اللہ کا انکار کیا ہے، اور ان یہود کا یہ حال ہے کہ زبان سے صاف طور پر کہتے ہیں کہ ہم بعض پیغمبروں کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں اور یوں چاہتے ہیں کہ کوئی درمیانی راہ نکالیں، یعنی نہ تو مسلمانوں کی طرح تمام پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں اور نہ ہی مشرکوں کی طرح تمام پیغمبروں کا انکار کرتے ہیں بلکہ بعض پر ایمان لاتے ہیں بعض پر نہیں، ان کے متعلق اللہ پاک نے صاف فیصلہ فرمادیا ہے کہ یہ مومن نہیں بلکہ پکے کافر ہیں ان کو جہنم کا دردناک عذاب دیا جائے گا

اور جو لوگ اللہ و رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور کسی بھی پیغمبر کا انکار نہیں کرتے ایسے لوگوں کو اللہ پاک کی طرف سے انعامات ملیں گے بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی رحمت و مغفرت والے ہیں

يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ

آپ سے اہل کتاب یہ درخواست کرتے ہیں کہ آپ ان کے پاس ایک خاص نوشتہ آسمان سے منگوادیں سو انھوں نے موسیٰ

فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً

علیہ السلام سے اس سے بھی بڑی بات کی درخواست کی تھی اور یوں کہا تھا کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کو کھلم کھلا دکھلا دو جس پر ان

فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْ

کی اس گستاخی کے سبب ان پر بجلی آپڑی پھر انھوں نے گوسالہ کو تجویز کیا تھا بعد اس کے کہ

۲۱ ع ۱۱ ۱

بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى

بہت سے دلائل ان کو پہنچ چکے تھے، پھر ہم نے اس سے درگذر کر دیا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کو ہم

سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۵۳﴾ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَ

نے بڑا رعب دیا تھا اور ہم نے ان لوگوں سے قول و قرار لینے کے واسطے کوہ طور کو اٹھا کر ان کے اوپر معلق کر دیا

قُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي

تھا اور ہم نے ان کو یہ حکم دیا تھا کہ دروازہ میں عاجزی سے داخل ہونا اور ہم نے ان کو یہ حکم دیا تھا کہ یوم ہفتہ کے

السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۱۵۴﴾

بارے میں تجاوز مت کرنا اور ہم نے ان سے قول و قرار نہایت شدید لئے

شانِ نزول

امام ابن جریرؒ نے لکھا ہے کہ کچھ یہود نے جن میں کعب بن اشرف بھی تھا حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا کہ جس طرح حضرت موسیٰؑ اللہ کی طرف سے لکھی ہوئی تختیاں لائے تھے اسی طرح کچھ تختیاں آپ بھی ہم کو لا کر دیجئے تب ہم آپ کو سچا رسول مانیں گے اس موقع پر اللہ پاک نے یہ آیتیں نازل فرمائیں جن میں یہ بتلایا گیا ہے کہ اے محمد عربیؐ آپ سے تو یہ صرف آسمانی کتاب اور تختیوں ہی کے بارے میں سوال کرتے ہیں انھوں نے حضرت موسیٰؑ سے اس سے بھی بڑا سوال کیا تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے کھلم کھلا دیکھنا چاہتے ہیں بہرحال اللہ پاک نے یہود کے اس سوال کو پورا نہیں کیا اگرچہ اللہ تعالیٰ کو پوری قدرت ہے وہ پورا کر سکتے تھے مگر چونکہ ان کا منشاء سوال کا جواب لینا نہیں بلکہ محمد عربی کو پریشان کرنا اور اپنی ہٹ دھرمی اور ضد دکھانا مقصود تھا، اور اسکے بعد اللہ پاک نے ان کی کچھ بری عادتوں کا ذکر کیا ہے یہ وہی بری عادتیں ہیں جن کو تفصیل کے ساتھ اللہ پاک سورہ بقرہ میں بیان کر چکے ہیں۔

ان یہود کے متعلق فرمایا جا رہا ہے کہ یہ تو وہ نامراد قوم ہے کہ جس نے اللہ و رسول کے بارے میں سب کچھ سمجھنے اور پرکھنے اور اس پر ایمان لانے کے باوجود بچھڑے کی عبادت و پرستش شروع کر دی تھی، مگر چونکہ اللہ تعالیٰ بڑا ہی رحیم و کریم ہے لہٰذا اس نے ان کے اس سنگین جرم کو بھی معاف فرما دیا، اور ایک مرتبہ ہم نے جبرئیل سے کوہ طور کو ان کے سروں پر اٹھوا کر ایمان قبول کرنے کا عہد لیا تھا اور ہم نے ان سے کہا تھا کہ شہر ایلیا کے دروازے سے نہایت عاجزی کے ساتھ داخل ہونا اور اسی طرح ہم نے ان کو حکم دیا تھا کہ سنیچر کے دن مچھلی کا شکار مت کرنا، ان سب باتوں کے متعلق ہم نے ان سے عہد لیا تھا مگر انھوں نے ہمارے تمام احکامات کی خلاف ورزی کی اور اپنے

کئے وعدوں کو توڑ دیا، جس کی وجہ سے اللہ پاک نے ان کو دنیا میں بھی ذلیل و رسوا کیا اور آخرت میں بھی دردناک سزا دی جائے گی۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ

سو ہم نے سزا میں مبتلا کیا ان کی عہد شکنی کی وجہ سے اور ان کے کفر کی وجہ سے احکام الٰہیہ کے ساتھ اور ان کے قتل کرنے

بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ

کی وجہ سے انبیاء کو ناحق اور ان کے اس مقولہ کی وجہ سے کہ ہمارے قلوب محفوظ ہیں بلکہ ان کے کفر کے سبب ان کے قلوب پر اللہ

فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵۵﴾ وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ

تعالیٰ نے بند لگا دیا ہے سو ان میں ایمان نہیں مگر قدرے قلیل، اور ان کے کفر کی وجہ سے اور حضرت مریم علیہا السلام پر ان کے

بُهْتَانًا عَظِيْمًا ﴿۱۵۶﴾ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ

بڑا بھاری بہتان دھرنے کی وجہ سے، اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم کو جو کہ رسول ہیں اللہ تعالیٰ

رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ

کے قتل کر دیا، حالانکہ انھوں نے نہ ان کو قتل کیا اور نہ ان کو سولی پر چڑھایا لیکن ان کو اشتباہ ہو گیا، اور

الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ

جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ غلط خیال میں ہیں، ان کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں ہے

اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ﴿۱۵۷﴾ ۙ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ

بجز تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے اور انھوں نے ان کو یقینی بات ہے قتل نہیں کیا بلکہ ان کو خدا تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھا لیا

وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۵۸﴾ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ

اور اللہ تعالیٰ بڑے زبردست ہیں حکمت والے ہیں، اور کوئی شخص اہل کتاب سے نہیں رہتا مگر وہ عیسیٰ علیہ السلام کی

بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴿۱۵۹﴾ ۚ

اپنے مرنے سے پہلے ضرور تصدیق کر لیتا ہے اور قیامت کے روز وہ ان پر گواہی دیں گے۔

تفسیر ان آیات پاک میں یہود کی ان بری عادتوں اور نافرمانیوں کا ذکر ہے جن کی وجہ سے ان کو رحمت سے دور کیا گیا اور عذاب کا مستحق قرار دیا گیا، اول تو

انھوں نے ان عہدوں کو توڑ دیا جو اللہ تعالیٰ سے کئے تھے ان پر قائم نہ رہے، دوسرے خدا کی آیات واحکامات کا انکار کیا، تیسرے انبیاء علیہم السلام کو ناحق قتل کیا، چوتھے ان کا یہ قول کہ ہمارے دل محفوظ ہیں یعنی ان میں کوئی مخالف مذہب یعنی اسلام داخل نہیں ہوسکتا، ان کے اس قول کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے کفر کی وجہ سے ہم نے ان کے دلوں پر بند لگا دیا ہے جس کی وجہ سے انھیں ایمان واسلام قبول کرنے کی توفیق ہی نہ ہوگی، پس اگر وہ ایمان لائیں گے بھی تو تھوڑا سا جو کہ قابل قبول نہیں یعنی بعض نبیوں اور بعض آسمانی کتابوں کو سچا مانیں گے اور بعض کو جھوٹا اور اس طرح کا ناقص ایمان رکھنے والا کھلا کافر ہے، پانچویں۔ انھوں نے حضرت مریم علیہا السلام پر ایک بڑا زبردست الزام وبہتان لگایا کہ یہ زناکار ہیں اور اس زنا سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے ہیں، چھٹے یہ کہتے ہیں کہ عیسیٰؑ جو اللہ کے رسول ہیں ان کو ہم نے قتل کر دیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے اس گمان کی تردید فرما دی کہ نہ انھوں نے حضرت عیسیٰ کو قتل کیا اور نہ ہی سولی دی بلکہ حضرت عیسیٰ کے ہمشکل ایک دوسرے شخص کو قتل کر کے یہ سمجھنے لگے کہ ہم نے عیسیٰؑ کو قتل کر دیا ہے، ہم نے یہود کے ظلم وستم سے بچا کر اپنے رسول عیسیٰؑ کو زندہ وسلامت بچا کر آسمان پر اٹھا لیا ہے، اس کی تفصیل پ۳ سورۂ آل عمران میں گذر چکی ہے،

اخیر کی آیت میں فرمایا گیا ہے کہ یہ یہود اگرچہ اس وقت بغض وحسد کی وجہ سے حقیقت کی آنکھوں سے دیکھنے کی کوشش نہیں کرتے، اور حضرت عیسیٰؑ کے متعلق غلط خیالات رکھتے ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا بھی انکار کرتے ہیں لیکن ایک وقت ایسا آنے والا ہے جب ان کی آنکھیں کھل جائیں گی اور اس وقت انھیں یقین ہوجائے گا کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو ہمارے خیالات تھے وہ سب غلط اور باطل تھے

اقوال وتحقیق

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ الخ:- اس آیت کی دو تفسیریں منقول ہیں ایک یہ کہ یہودی اپنی موت سے چند لمحے پہلے جب عالم برزخ کو دیکھیں گے تو حضرت عیسیٰ کی نبوت پر ایمان لے آئیں گے اگرچہ اس وقت کا ایمان ان کے لئے نفع بخش نہ ہوگا، جس طرح فرعون کا ایمان اس کے لئے نفع بخش نہ ہوا تھا جب کہ وہ دریائے نیل میں ڈوبتے وقت لایا تھا، اس صورت میں مَوْتِهٖ کی ضمیر اہل کتاب کی طرف راجع ہوگی، دوسری تفسیر جس کو صحابہؓ وتابعینؒ کی اکثریت نے اختیار کیا ہے اور حدیث صحیح سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ اہل کتاب اگرچہ اس وقت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لاتے لیکن حضرت عیسیٰؑ جب قیامت کے قریب دنیا میں تشریف لائیں گے تو تمام اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے، نصرانی تو سب کے سب صحیح اعتقاد کے ساتھ مسلمان ہوجائینگے اور یہود میں جو مخالفت کرینگے ان کو قتل کر دیا جائیگا اور باقی سب ایمان قبول کرلیں گے، اس وقت کفر قطعی طور پر ختم ہوجائیگا اور پوری دنیا میں صرف اسلام ہی پھیلے گا، اس صورت میں مَوْتِهٖ کی ضمیر حضرت عیسیٰ کی طرف راجع ہوگی۔

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ

سو یہود کے ان ہی بڑے بڑے جرائم کے سبب ہم نے بہت سی پاکیزہ چیزیں جو ان کے لئے حلال تھیں ان پر حرام کر دیں

وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿۱۶۰﴾ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ

اور بسبب اس کے کہ وہ بہت سے آدمیوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی راہ سے مانع بن جاتے تھے اور بسبب اس کے کہ وہ سود لیا کرتے تھے

نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَاَعْتَدْنَا

حالانکہ ان کو اس سے ممانعت کی گئی تھی اور بسبب اس کے کہ وہ لوگوں کے مال ناحق طریقہ سے کھا جاتے تھے، اور ہم نے ان لوگوں کے

لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶۱﴾ لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ

لئے جو ان میں سے کافر ہیں دردناک سزا کا سامان کر رکھا ہے، لیکن ان میں جو لوگ علم میں پختہ ہیں اور جو ایمان

مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ

لے آنے والے ہیں کہ اس پر (بھی) ایمان لاتے ہیں جو آپ کے پاس بھیجی گئی اور اس پر بھی جو آپ سے پہلے بھیجی

قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

گئی تھی اور جو نماز کی پابندی کرنے والے ہیں اور زکوٰۃ دینے والے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۶۲﴾ ع

کے دن پر اعتقاد رکھنے والے ہیں سو ایسے لوگوں کو ہم ضرور ثواب عظیم عطا فرمادیں گے۔

۲۲ ۱۰ ۲

تفسیر

ان آیات میں بھی یہود کے متعلق بیان ہے کہ ان کی بے جا حرکتوں اور گناہوں کے سبب اللہ پاک نے ان کے لئے ان چیزوں کو حرام کر دیا جو پہلے سے ان کے لئے حلال تھیں، مثلاً اونٹ کا گوشت اور دودھ، اور اسی طرح ہر ناخن دار جانور، اور یہ چیزیں ہم نے حرام ان پر اس لئے بھی کی ہیں کہ یہ لوگوں کو اللہ و رسول کے احکامات پر چلنے سے روکتے تھے، سود کھاتے تھے، حالانکہ توریت میں ان کو سود خوری سے سختی سے منع کیا گیا تھا، اسی طرح یہ لوگوں کا ناجائز مال ہڑپ کر لیا کرتے تھے، اس کے بعد اللہ پاک فرما رہے ہیں کہ ہم نے ایسے کافروں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے

ہر قوم میں اچھے لوگ ہوتے ہیں

یہ حقیقت ہے کہ ہر قوم میں چاہے وہ کتنی ہی بری ہو کچھ لوگ اچھے بھی ضرور ہوتے ہیں، چنانچہ یہود جن کی داستان جرم و ستم اوراقِ قرآن پر پھیلی ہوئی ہے اس میں بھی کچھ لوگ نیک اور صالح تھے چنانچہ آیت

لٰکِنِ الرّٰسِخُوْنَ میں انہی کا ذکر ہے کہ اس قوم یہود میں جو لوگ اپنے علم میں پختہ تھے یعنی اس کے موافق عمل کرتے تھے وہ صحیح بات تسلیم کرنے والے یعنی ایمان قبول کرنے والے ہیں اور وہ اس کتاب یعنی قرآن مقدس پر بھی ایمان لاتے ہیں، اور جو دوسرے انبیاء علیہم السلام پر نازل کی گئیں ہیں توریت وانجیل ان پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور ان میں سے جو نماز کی پابندی کرنے والے اور زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں اور اللہ و قیامت پر ایمان رکھنے والے ہیں، ایسے لوگوں کو چاہے وہ یہود میں سے ہوں ہم ضرور اجر عظیم عطا فرمائیں گے جو جنت اور اس کی نعمتوں کی شکل میں ملے گا۔

إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ كَمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ نُوحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنۢ

ہم نے آپؐ کے پاس وحی بھیجی ہے جیسے نوحؑ کے پاس بھیجی تھی اور ان کے بعد اور پیغمبروں کے پاس

بَعْدِهٖ ۚ وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰٓ إِبْرٰهِيمَ وَإِسْمٰعِيلَ وَإِسْحٰقَ وَ

اور ہم نے ابراہیم اور اسمعیل اور اسحٰق اور

يَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسٰى وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهٰرُونَ

یعقوب اور اولاد یعقوب اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون

وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُورًا ﴿١٦٣﴾ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ

اور سلیمان کے پاس وحی بھیجی تھی اور ہم نے داؤد کو زبور دی تھی اور ایسے پیغمبروں کو صاحب وحی بنایا جن کا حال

عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۚ وَكَلَّمَ

اس کے قبل ہم آپ سے بیان کر چکے ہیں اور ایسے پیغمبروں کو جن کا حال ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا، اور

اللّٰهُ مُوسٰى تَكْلِيمًا ﴿١٦٤﴾ رُسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ لِئَلَّا

موسیٰ سے اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر کلام فرمایا، ان سب کو خوش خبری دینے والے اور خوف سنانے والے پیغمبر بنا کر

يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۚ وَكَانَ

اس لئے بھیجا تاکہ لوگوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے سامنے ان پیغمبروں کے بعد کوئی عذر باقی نہ رہے، اور اللہ تعالیٰ پورے

اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿١٦٥﴾ لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ أَنْزَلَ إِلَيْكَ

زور والے ہیں بڑی حکمت والے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ بذریعہ اس کتاب کے جس کو آپ کے پاس

أَنْزَلَهُ بِعِلْمِهِ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ

بھیجا ہے اور بھیجا بھی اپنے علمی کمال کے ساتھ شہادت دے رہے ہیں اور فرشتے تصدیق کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کی

شَهِيْدًا ۭ (۱۶۶) اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

شہادت کافی ہے۔ جو لوگ منکر ہیں اور خدائی دین سے مانع ہوتے ہیں

قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا (۱۶۷) اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا

بڑے دور کی گمراہی میں جا پڑے ہیں بلاشبہ جو لوگ منکر ہیں اور دوسروں کا بھی نقصان کر رہے

لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا (۱۶۸) اِلَّا

ہیں اللہ تعالیٰ ان کو کبھی نہ بخشیں گے اور نہ ان کو سوائے جہنم کی راہ کے اور کوئی راہ دکھلاویں گے

طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ

اس طرح پر کہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک

عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرًا (۱۶۹)

یہ سزا معمولی بات ہے

شان نزول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ عدی بن زید یہودی نے کہا تھا کہ ہم نہیں جانتے کہ اللہ نے موسیٰ کے بعد کسی پر آسمانی کتاب اتاری ہو، اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں ارشاد ہے کہ ہم نے آپ کے پاس اسی طرح وحی بھیجی جس طرح حضرت نوح ؑ پر بھیجی تھی اور ان کے بعد اور پیغمبروں کے پاس وحی بھیجی تھی جن میں سے بعضوں کے نام اس آیت کریمہ میں ذکر بھی کئے گئے ہیں، اور کچھ ایسے پیغمبروں کے پاس بھی وحی بھیجی گئی جن کا ذکر اس سے پہلے سورۂ انعام وغیرہ میں ہوا جیسے حضرت شیث ؑ حضرت ادریس ؑ حضرت زکریا ؑ حضرت یحییٰ ؑ حضرت ذوالکفل ؑ وغیرہ اور بعض پیغمبر ایسے بھی ہوئے جن کو ہم نے کتاب دی جیسے حضرت داود ؑ کو زبور دی اور بعضے پیغمبروں سے اللہ نے کلام بھی فرمایا ہے جیسے حضرت موسیٰ ؑ، اور کچھ ایسے پیغمبروں پر بھی وحی بھیجی جن کا ذکر اے محمد ہم نے تم سے نہیں کیا، حضرت ابوذر غفاری رضؓ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ پاک نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان سب پیغمبروں نے یہ کام انجام دیا کہ ہماری نافرمانی کرنے والوں کو ہماری سزا اور عذاب سے ڈرایا اور ہماری اطاعت و فرمانبرداری کرنے پر انعامات خداوندی اور جنت کی خوشخبری سنائی

مقصد آیت اس آیت پاک سے درحقیقت اس اعتراض کو ختم کرنا مقصود ہے جو اس سے پہلے یہود نے کیا تھا کہ اگر آپ حضرت موسیٰؑ کی طرح لکھی ہوئی کتاب لے کر آئیں تو ہم آپ کو نبی مانیں گے ورنہ نہیں، اعتراض کا خاتمہ اس طور پر کیا گیا کہ اے یہود حضرت موسیٰؑ سے پہلے جتنے پیغمبر آئے تم ان سب کو مانتے ہو حالانکہ وہ حضرت موسیٰ کی طرح لکھی ہوئی کتاب نہیں لائے تھے، تو پھر محمد عربی ﷺ سے اس طرح کا مطالبہ کرنا اور اسکے پورا نہ ہونے پر ان کو نبی نہ ماننا یہ سراسر تمہاری حماقت ہے، یا پھر ضد بندی یاد رکھو اس سے نقصان صرف تمہارا ہی ہے، محمد عربی کی نبوت پر تو خدا گواہ ہے اور اسکے فرشتے، اور جس کے بارے میں اللہ گواہی دیدے تو اس کو پھر کسی کی گواہی کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی

آخری آیت میں بیان ہے کہ بلاشبہ جن لوگوں نے کفر کیا اور دوسروں کو راہ خدا پر آنے سے روکا یعنی جن یہودیوں نے خود کافر رہتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کو جو تورات میں واضح طور پر موجود تھے چھپایا اور لوگوں کو دین محمدی اختیار کرنے سے روکا، پس یہ لوگ راہ حق سے دور بھٹک گئے۔ ان کو اللہ پاک کبھی نہ بخشیں گے، اور نہ ان کو جہنم کے علاوہ کوئی راستہ دکھائیں گے یعنی جنت کا راستہ، پس یہ لوگ ہمیشہ جہنم ہی میں پڑے رہیں گے ایسے لوگوں کو جہنم میں ڈالے رکھنا اللہ کے لئے آسان ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَآمِنُوا

اے تمام لوگو تمہارے پاس یہ رسول سچی بات لے کر تمہارے پروردگار کی طرف سے تشریف لائے ہیں سو تم یقین رکھو

خَيْرًا لَكُمْ ۚ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ

یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا، اور اگر تم منکر رہے تو خدا تعالیٰ کی ملک ہے یہ سب جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے

وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٧٠﴾

اور اللہ تعالیٰ پوری اطلاع رکھتے ہیں کامل حکمت والے ہیں

تفسیر اس سے پہلی آیتوں میں حضور علیہ السلام کی نبوت کو ثابت کیا گیا، اب اس آیت میں عام انسانوں کو دین حق کی دعوت دی جارہی ہے، ارشاد خداوندی ہے اے لوگو! ہمارے رسول محمد عربی ﷺ تمہارے پاس سچی بات یعنی قرآن مقدس اور دین حق لے کر آئے ہیں، تم اس پر یقین

رکھو ایمان لے آؤ یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا، اور اگر تم اس دین حق کا اور نبوت محمدیؐ کا انکار کروگے تو اس سے تمہارا ہی نقصان ہوگا، اللہ کا اس میں کوئی نقصان نہیں، اور بلاشبہ اللہ ہی کی ملک ہے جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا

اے اہل کتاب تم اپنے دین میں حد سے مت نکلو اور خدا تعالیٰ کی شان میں غلط بات مت کہو، مسیح

الْحَقَّ ۚ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ ۚ أَلْقَاهَا

عیسیٰ بن مریم تو اور کچھ بھی نہیں البتہ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ایک کلمہ ہیں

إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ ۖ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۖ وَلَا تَقُولُوا

جس کو اللہ تعالیٰ نے مریم تک پہونچایا تھا اور اللہ کی طرف سے ایک جان ہیں سو اللہ پر اور اس کے سب رسولوں پر ایمان

ثَلَاثَةٌ ۚ انتَهُوا خَيْرًا لَّكُمْ ۚ إِنَّمَا اللَّهُ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ سُبْحَانَهُ

لاؤ اور یوں مت کہو کہ تین ہیں باز آجاؤ تمہارے لئے بہتر ہوگا معبود حقیقی تو ایک ہی معبود ہے اور وہ صاحب

أَن يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ ۘ لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَكَفَىٰ

اولاد ہونے سے منزّہ ہے، جو کچھ آسمانوں اور زمین میں موجودات ہیں سب اس کی ملک ہیں، اور اللہ

۲۳ ع ۲۱ ۳ بِاللَّهِ وَكِيلًا ﴿١٧١﴾

تعالیٰ کارساز ہونے میں کافی ہے

حدود سے بڑھنا جرم ہے

اس سے پہلی آیات میں قوم یہود کے متعلق بیان ہوا، اب اس آیت میں نصرانیوں کے متعلق ارشاد ہے کہ تم لوگ دین میں حدود سے مت بڑھو یہ بہت بڑا جرم ہے، نصرانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اتنے آگے بڑھے کہ ان کو نبی و رسول کے حدود سے نکال کر خدا کے درجہ میں لا کھڑا کیا، چنانچہ کچھ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا ماننے لگے، اور کچھ خدا کا بیٹا (نعوذ باللہ) مسند احمد میں... حضور علیہ السلام کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ اے میرے امتیو! تم مجھے ایسا نہ بڑھانا جیسا عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کو بڑھایا میں تو صرف ایک بندہ ہوں پس تم مجھے عبداللہ اور رسول ہی ماننا اور کہنا۔

اس آیت میں اللہ پاک نے اپنے متعلق یہ بات بھی واضح فرمادی کہ میری شان میں غلط بات

مت کہو کہ میرے اولاد ہے، بیوی ہے، یاد رکھو تمہارا رب تو تنہا ہے نہ کوئی اس سے پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا، وہی حقیقی معبود ہے اور جو کچھ آسمان و زمین میں ہے سب اس کی مملوک ہیں اے عیسائیو تم یہ مت کہو کہ خدا تین ہیں جیسا کہ تمہارا عقیدہ ہے کہ ۱ خدا ۲ عیسیٰ ۳ مریم، ہمارے معبود ہیں، معبود صرف خدا کی ذات ہے باقی سب اس کی مخلوق ہے۔

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ

مسیح ہرگز خدا کے بندے بننے سے عار نہیں کریں گے اور نہ مقرب فرشتے۔

وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ

اور جو شخص خدا کی بندگی سے عار کرے گا اور تکبر کرے گا تو خدا تعالیٰ ضرور سب لوگوں کو

جَمِيْعًا ﴿۱۷۲﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ

اپنے پاس جمع کرے گا پھر جو لوگ ایمان لائے ہوں گے اور انھوں نے اچھے کام کئے ہوں گے تو ان کو ان کا

اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا

پورا ثواب دیں گے اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ کردیں گے اور جن لوگوں نے عار کیا ہوگا اور

وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ

تکبر کیا ہوگا تو ان کو سخت دردناک سزا دیں گے اور وہ لوگ کسی غیر اللہ کو

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷۳﴾

اپنا یار و مددگار نہ پاویں گے۔

شان نزول عیسائیوں کے ایک وفد نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ ہمارے آقا حضرت عیسیٰ پر عیب لگاتے ہیں ان کو اللہ کا بندہ اور رسول کہہ کر حضورؐ نے فرمایا اللہ کا بندہ ہونا تو حضرت عیسیٰؑ کے لئے کوئی شرم و عار کی بات نہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا ہے کہ حضرت مسیح (عیسیٰؑ) تو اللہ کا بندہ ہونے سے ہرگز شرم و عار نہ کریں گے، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے تو خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے بندہ ہونے کا اقرار کرتے تھے جو سبھی کو معلوم ہے، اور اگر اب بھی جبکہ وہ دنیا سے آسمان کی طرف اٹھا لئے گئے ہیں کوئی پوچھ سکے تو

وہ ضرور اپنے آپ کو بندہ ہی بتلائیں گے اور اس سے کسی قسم کی شرم و عار محسوس نہ کریں گے جس طرح کچھ لوگ حضرت عیسیٰ کی بندگی کرتے تھے، اسی طرح کچھ لوگ فرشتوں کی بھی بندگی کرتے تھے اس لئے اللہ پاک نے اس کی بھی تردید کرنے کے لئے فرمادیا کہ اور نہ ہی فرشتے مخلوق اور بندہ ہونے میں شرم و عار محسوس کریں گے، حاصل یہ ہے کہ فرشتے بھی خدا کے بندے ہیں اور حضرت عیسیٰ بھی اور اس کا یہ خود بھی اقرار کرتے ہیں، پھر اے احمق انسانو! تم ان کی بندگی کر کے اپنا انجام خراب کرتے ہو اور دوزخ کو اپنا ٹھکانا بناتے ہو

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو تنبیہ فرمائی کہ جو بھی میری بندگی سے شرم عار اور تکبر کرے گا تو اس کا انجام سن لو، ہم سب لوگوں کو قیامت کے دن حساب و کتاب کے لئے جمع کریں گے اور جن لوگوں نے ہماری بندگی سے اعراض کیا ہوگا ہم ان کو دردناک عذاب دینگے اور جن لوگوں نے ہماری بندگی کی ہوگی ہم ان کو جنت کی نعمتوں سے نوازیں گے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا

اے لوگو یقیناً تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک دلیل آ چکی ہے اور ہم

إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا ﴿١٧٤﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا

نے تمہارے پاس ایک صاف نور بھیجا ہے سو جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور انھوں نے اللہ کو مضبوط پکڑا سو

بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ وَيَهْدِيهِمْ إِلَيْهِ

ایسوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں داخل کریں گے اور اپنے فضل میں اور اپنے تک

صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ﴿١٧٥﴾

ان کو سیدھا رستہ بتلا دینگے

تفسیر اللہ پاک تمام انسانوں کو فرمارہے ہیں کہ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی جانب سے واضح دلیل یعنی ایسے معجزات آ گئے ہیں جو محمد عربی کی رسالت و نبوت کو ثابت کرتے ہیں، اور ہم نے تمہارے لئے کھلا نور اور روشنی بھیجدی ہے جس سے تم پر دین حق کی صحیح راہ واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے، اور وہ نور ہے قرآن کریم، مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے لئے اب دین اسلام قبول نہ کرنے کا کوئی عذر باقی نہ رہا، کیونکہ اللہ پاک نے ایک مقدس و مستحکم آسمانی کتاب اور اس کو سمجھانے اور سکھانے والا معلم تمہارے پاس بھیجدیا ہے، پس اب جو شخص اللہ پر

ایمان لائے اور اس کے دین اسلام کو مضبوطی سے تھام لے تو اللہ پاک اس کو اپنے رحمت و فضل میں ڈھانپ لیں گے اور ان کو اپنے پاس تک پہونچنے کا سیدھا راستہ بتلادیں گے، اور جس کو خدائے تعالیٰ کا قرب نصیب ہوگیا سمجھ لو اس کو دونوں عالم کی تمام نعمتیں مل گئیں۔

يَسْتَفْتُونَكَ ۖ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ ۚ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ

لوگ آپ سے حکم دریافت کرتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو کلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی شخص مرجائے

لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ

جس کے اولاد نہ ہو اور اس کے ایک بہن ہو تو اسکو اس کے تمام ترکہ کا نصف ملے گا اور وہ شخص اس کا وارث ہوگا اگر اس

لَهَا وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ ۚ وَإِنْ

کے اولاد نہ ہو، اور اگر بہنیں دو ہوں تو ان کو اسکے کل ترکہ میں سے دو تہائی ملیں گے، اور اگر وارث

كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ۗ يُبَيِّنُ

چند بھائی بہن ہوں مرد اور عورت تو ایک مرد کو دو عورتوں کے حصہ کے برابر، اللہ تعالیٰ

اللَّهُ لَكُمْ أَنْ تَضِلُّوا ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٧٦﴾ ع ۲۴ ۵ ۴

تم سے اس لئے بیان کرتے ہیں کہ تم گمراہی میں نہ پڑو اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں

شان نزول حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کلالہ کی میراث کے متعلق حکم معلوم کیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

کلالہ کی تفصیل سورۂ نساء کے شروع میں جب میراث کے مسائل بیان ہوئے تو کلالہ کا مسئلہ بھی ذکر کیا گیا ہے، اب اس سورت کے آخیر میں پھر سے بیان کیا گیا ہے، کلالہ وہ میت کہلاتی ہے کہ جس نے اولاد اور اولاد کی اولاد نہ چھوڑی ہو، اور نہ ہی والدین اور دادا دادی چھوڑے ہوں اس میت کے ترکہ کو کس طرح تقسیم کیا جائے گا اس کا طریقہ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے جس کو ہم مسئلوں کی شکل میں لکھتے ہیں۔

مسئلہ: ایک شخص مرتا ہے جس کے کوئی اولاد نہیں نہ لڑکا ہے نہ لڑکی، صرف ایک حقیقی بہن ہے تو اس میت کے مال میں سے اس کی بہن کو آدھا مال ملے گا

مسئلہ:۔ اور اگر بہن مرجائے اور وہ بھی کوئی اولاد نہ چھوڑے نہ لڑکا نہ لڑکی تو اس کے بھائی کو اس کا پورا مال دیدیا جائے گا

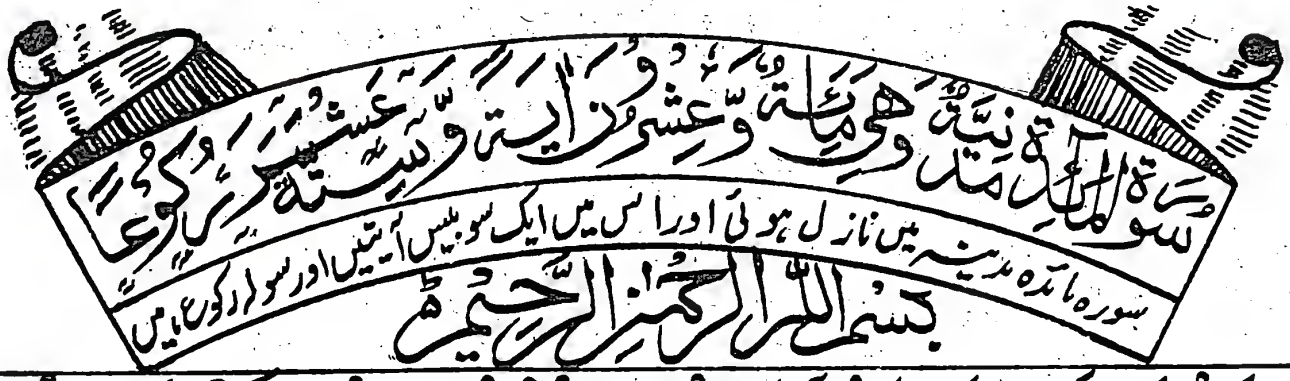
مسئلہ:- ایک شخص مرتا ہے اور اس کے دو یا دو سے زیادہ بہنیں ہیں، بھائی کوئی نہیں تو اس میت کے کل ترکہ کا دو تہائی حصہ ان سب بہنوں کا ہوگا۔

مسئلہ:- اگر میت کے بہن بھائی کئی ہیں تو پھر ان میں ترکہ اس حساب سے تقسیم کیا جائے گا کہ ایک بھائی کا حصہ دو بہنوں کے حصہ کے برابر ہوگا یعنی بھائی کو بہن سے ڈبل ملیگا۔

تنبیہ:- یہ چند مسائل جو ہم نے بیان کئے ہیں یہ اسی وقت ہیں جب کہ میت کے کوئی اولاد یا اولاد کی اولاد نہ ہو جیسا کہ کلالہ کی تفصیل سے معلوم ہو جاتا ہے

انسان جس کے بہکنے کا ہر وقت ڈر ہے اور اللہ پاک انسان کی اس فطرت سے بھی خوب واقف ہے اس لئے وہ تمام مسائل کو کھول کھول کر بیان فرما دیتے ہیں تاکہ یہ ان کی روشنی میں اپنے کو بہکنے سے محفوظ رکھ سکے۔

الحمد للہ سورہ نساء کی تفسیر مکمل ہوئی



يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۭ اُحِلَّتْ لَكُمْ

اے ایمان والو! عہدوں کو پورا کرو تمہارے لئے تمام چوپائے

بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ

جو مشابہ انعام کے ہوں حلال کئے گئے ہیں مگر جن کا ذکر آگے آتا ہے لیکن شکار کو حلال مت سمجھنا

وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ①

جس حالت میں کہ تم احرام میں ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہیں حکم کریں

سورۂ مائدہ کا واقعۂ سبب نزول

حضرت اسماء بنت یزید سے مروی ہے کہ میں سفر میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی عضبا نامی کی نکیل تھامے ہوئے تھی اس وقت آپ پر سورۂ مائدہ نازل ہوئی، وحی کا اس قدر دباؤ اور

بوجھ تھا کہ اونٹنی برداشت نہیں کر پا رہی تھی، آپ اونٹنی کی یہ کیفیت دیکھ کر اس سے نیچے اتر گئے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سورہ مائدہ حضورؐ پر سب سے اخیر میں نازل ہوئی لہذا تم اس سورۃ میں جس چیز کے متعلق حلال کا حکم پاؤ اس کو حلال سمجھو حرام کا حکم پاؤ تو حرام سمجھو، یعنی اس میں نسخ اور منجانب اللہ حکم کے بدلنے کا امکان نہیں بوجہ آخری سورت ہونے کے۔

سورۂ نساء میں معاملات کو بیان کیا گیا ہے کہ شوہر کا حق یہ ہے والدین کا اولاد کا رشتہ داروں کا ..... یتیموں کا وغیرہ وغیرہ اور اس سورۂ مائدہ کو عہد پورا کرنے کے مضمون سے شروع کیا گیا ہے، غور سے دیکھا جائے تو دونوں سورتوں کے بیچ گہرا تعلق ہے کہ پہلی سورت میں ایک دوسرے سے عہد ہوا کہ تمہارا اس پر یہ حق ہے اور اس کا تم پر یہ حق ہے اور اب اس سورت میں اس عہد کو پورا کرنے کا حکم ہے اور انداز بیان اتنا پیارا ہے کہ ہر مومن کے دل میں اترتا چلا جاتا ہے ارشاد ہے کہ اے مومنو! تمہارے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ تم اپنے باہمی عہدوں کو پورا کرو علماء مفسرین نے لکھا ہے کہ اس میں تمام عہد آگئے ہیں وہ عہد بھی جو اللہ اور بندہ کے درمیان اطاعت و بندگی کا ہے اور وہ عہد بھی جو بندہ اپنی ذات سے کرتا ہے جیسے کسی مقصد کے پورا ہو جانے پر نذر مان لینا، اور وہ تمام عہد بھی اس میں داخل ہیں جو ایک انسان دوسرے انسان سے کرتا ہے خواہ وہ کسی بھی قسم کا ہو۔

اس کے بعد اللہ پاک مسلمانوں سے عہد لے رہے ہیں کہ تمہارے لئے پالتو جانور جیسے اونٹ گائے، بھینس وغیرہ اور جو ان کے مشابہ ہیں جیسے ہرن، نیل گائے وغیرہ سب حلال کر دیئے گئے ہیں مگر وہ جانور جن کا ذکر اس سورت کی آیت حرمت علیکم المیتۃ میں آگے آرہا ہے کہ مردار جانور اور خنزیر وغیرہ تمہارے لئے حرام کر دیئے گئے ہیں اور جس وقت تم نے حج کا عمرہ کا احرام باندھ رکھا ہو اس وقت حلال جانوروں کا شکار کرنا بھی تمہارے لئے جرم و گناہ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشَّهْرَ

اے ایمان والو بے حرمتی نہ کرو خدا تعالیٰ کی نشانیوں کی اور نہ حرمت والے مہینے

الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ وَلَا آمِّينَ الْبَيْتَ

کی اور نہ حرم میں قربانی ہونے والے جانور کی اور نہ ان جانوروں کی جن کے گلے میں پٹے پڑے ہوں اور نہ ان لوگوں کی

الْحَرَامَ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ۚ وَإِذَا حَلَلْتُمْ

جو کہ بیت الحرام کے قصد سے جا رہے ہوں اور اپنے رب کے فضل اور رضامندی کے طالب ہوں اور جس وقت تم احرام سے

فَاصْطَادُوْا ۭ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ

باہر آجاؤ تو شکار کیا کرو اور ایسا نہ ہو کہ تم کو کسی قوم سے، جو اسی سبب سے بغض ہے کہ انھوں نے تمکو مسجد حرام سے روک دیا

الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۠ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى

تھا وہ تمہارے لئے اسکا باعث ہو جائے کہ تم حد سے نکل جاؤ اور نیکی اور تقوی میں ایک دوسرے کی اعانت کرتے رہو اور گناہ اور

الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۲

زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔

واقعہ شان نزول

ہجرت کے چھٹے سال حضور علیہ السلام اور صحابہ کرامؓ نے ارادہ کیا کہ عمرہ کریں، حضورؐ ایک ہزار سے زائد صحابہ کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ روانہ ہوئے، مکہ کے قریب مقام حدیبیہ میں پہنچ کر مکہ والوں کو اطلاع دی کہ ہم جنگ کے ارادہ سے نہیں بلکہ عمرہ کے ارادہ سے آئے ہیں، آپ ہمیں عمرہ کرنے کی اجازت دیں، مگر مشرکین مکہ نے اجازت نہ دی اور بہت سخت شرطوں کے ساتھ یہ معاہدہ کیا کہ اس سال آپ لوگ واپس چلے جائیں اور آئندہ سال عمرہ کے لئے اس طرح آئیں کہ ہتھیار نہ ہوں اور یہاں صرف تین دن ٹھہریں اور پھر واپس چلے جائیں، اور بھی ان کے علاوہ ایسی شرطیں تھیں کہ جن کا ماننا بظاہر مسلمانوں کے وقار کے خلاف تھا لیکن حضورؐ کے فرمانے پر صحابہ مطمئن ہو کر واپس چلے گئے اور پھر اگلے سال انہی شرائط کے ساتھ عمرہ قضا کیا، بہرحال اس واقعہ سے مسلمانوں کے دلوں میں مشرکین مکہ کی طرف سے نفرت و بغض پیدا ہو گیا تھا، لہذا بہت ممکن تھا کہ مسلمان کسی موقع پر اپنی اس بے عزتی کا بدلہ لیں اس لئے اس آیت میں مسلمانوں کی تنبیہ فرما کر چند کاموں سے روک دیا گیا ہے۔

تفسیر

اس آیت پاک میں مومنوں کو چند باتوں سے روکا گیا ہے ۱۔ اللہ کی علامات کی بے حرمتی مت کرو، علامات سے مراد ہیں مناسک حج جیسے خانہ کعبہ کا طواف، صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا، کنکریاں مارنا، سر منڈوانا، قربانی کرنا وغیرہ۔ ان کی بے حرمتی یہ ہے کہ ان افعال حج کو ادا نہ کیا جائے یا ادھورا اور ناقص کیا جائے یا پھر مقررہ حدود سے آگے بڑھ جائے۔ ۲۔ دوسری چیز جس سے اللہ نے منع فرمایا ہے وہ شہر حرام یعنی وہ چار مہینے (شوال ذیقعدہ ذی الحجہ اور رجب) ہیں ان میں مشرکین وغیرہ سے جنگ و قتال مت کرو۔ لیکن جمہور علماء کے نزدیک اب یہ حکم منسوخ ہے یعنی اگر ان چار مہینوں میں جنگ و جہاد کی ضرورت پڑ جائے تو لڑا جا سکتا ہے، ۳۔ حرم مکہ میں قربان ہونے والے جانور اور خصوصاً وہ جن کے گلے میں قربانی کی علامت کے طور پر

قلادہ ڈالا گیا ہے ان کی بے حرمتی مت کرو، ان جانوروں کی بے حرمتی کی ایک صورت تو یہ ہے کہ ان کو حرم تک پہونچنے سے روک دیا جائے یا چھین لیا جائے اور دوسری صورت یہ ہے کہ ان سے قربانی کے علاوہ کوئی دوسرا کام سواری یا دودھ حاصل کرنے کا لیا جائے ۔۴ چوتھی چیز جس سے اللہ پاک نے اس آیت میں منع فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ ان لوگوں کی بے حرمتی مت کرو جو حج کے لئے کعبہ شریف کے ارادہ سے گھر سے نکلے ہیں اور اس سفر سے ان کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے رب کا فضل اور رضا حاصل کریں ان کی بے حرمتی نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان سے قتل و قتال اور لوٹ مار مت کرو اور نہ ہی ان کو کسی طرح کی کوئی تکلیف پہونچاؤ۔

پہلی آیت میں احرام کی حالت میں شکار کرنے کی ممانعت کی گئی تھی اب وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا میں اس کی حد بتلادی کہ جب تم احرام سے فارغ ہوجاؤ تو اب شکار کرسکتے ہو

اس کے بعد فرمایا کہ اے مسلمانو! جس قوم یعنی مشرکین مکہ نے تمھیں عمرہ کرنے سے روک دیا تھا اور تم سخت غم و غصہ کی حالت میں ناکام لوٹے تھے اب جبکہ تم کو قوت و قدرت حاصل ہے ایسا نہ ہونا چاہئے کہ پچھلے واقعہ کے غم و غصہ کا بدلہ اس طرح لیا جائے کہ تم ان کو بیت اللہ شریف اور مسجد حرام میں داخل ہونے اور حج کرنے سے روکنے لگو یاد رکھو یہ ظلم ہے اور مذہب اسلام ظلم کا بدلہ ظلم سے لینے کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ انصاف پر قائم رہنے کو سکھاتا ہے۔

اور نیکی و تقویٰ میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہو یعنی دوسرے لوگوں کو بھی اعمال صالحہ کی دعوت و رغبت دیتے رہو اور گناہ و ظلم پر مدد مت کرو یعنی اگر کوئی ناجائز اور حرام کام کرنے لگے تو تم اسکے ساتھ کسی بھی طرح شریک مت ہو اور خدائے تعالیٰ سے ڈرتے رہو اللہ بڑا سخت عذاب دینے والے ہیں۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ

تم پر حرام کئے گئے ہیں مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جو جانور کہ

لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ

غیر اللہ کے نام زد کر دیا گیا ہو اور جو گلا گھٹنے سے مرجاوے اور جو کسی ضرب سے مرجاوے اور جو اونچے سے گر کر مرجاوے اور جو

وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۭ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ

کسی ٹکر سے مرجاوے اور جس کو کوئی درندہ کھانے لگے لیکن جس کو ذبح کر ڈالو اور جو جانور پرستش گاہوں پر ذبح کیا جاوے اور یہ

تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ۭ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ۭ اَلْيَوْمَ يَىِٕسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

کہ تقسیم کرو بذریعہ قرعہ کے تیروں سے یہ سب گناہ ہیں ۔ آج کے دن ناامید ہوگئے کافر لوگ

مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ؕ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ

تمہارے دین سے کسوان سے مت ڈرنا اور مجھ سے ڈرتے رہنا آج کے دن تمہارے لئے تمہارے

دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ

دین کو میں نے کامل کردیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تام کردیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند کرلیا

دِيْنًا ؕ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ

پس جو شخص شدت کی بھوک میں بیتاب ہوجاوے بشرطیکہ کسی گناہ کی طرف اس کا میلان نہ ہو

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳﴾

تو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے ہیں رحمت والے ہیں

حرام جانوروں کی تفصیل

جن جانوروں کا گوشت انسان کیلئے نقصان دہ ہے خواہ جسم کے لئے کہ اس سے کوئی بیماری ہونے کا اندیشہ ہو یا روحانی طور پر اس کے کھانے سے انسان کے اخلاق اور اس کی دلی کیفیات خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسے جانوروں کے گوشت کھانے کو قرآن وحدیث سختی سے منع کرتا ہے اور جن جانوروں کے کھانے سے جسم وروح میں کسی قسم کی خرابی پیدا نہیں ہوتی ان کے کھانے کی اجازت دیتا ہے

اس آیت پاک میں ارشاد ہے کہ حرام کئے گئے ہیں تمہارے لئے مردہ جانور یعنی وہ جانور جن کا ذبح کرنا شرعاً ضروری ہے اور وہ بلا ذبح کئے ہی مرجائیں وہ حرام ہیں اور جن جانوروں کا ذبح کرنا ضروری نہیں ہے جیسے مچھلی اور ٹڈی یہ بغیر ذبح کئے ہی حلال ہیں چاہے خود مرجائیں یا کسی کے مارنے سے مریں۔ اور وہ جانور جو گلا گھٹنے سے مرگیا ہو، اور وہ جو کسی سخت مار کی وجہ سے مرگیا ہو مثلاً لاٹھی یا پتھر وغیرہ سے، اور وہ جو کسی اونچائی سے گر کر مرجائے، مثلاً کسی اونچی دیوار یا ٹیلہ وغیرہ سے اور وہ جانور جو کسی کی ٹکر سے مرگیا ہو مثلاً موٹر وغیرہ سے ٹکرا کر ہلاک ہوگیا ہو، اور وہ جانور جس کو کسی درندہ نے پکڑ لیا ہو اس کی دہشت سے یا اس کے پھاڑ دینے کی وجہ سے مرگیا ہو۔

ان سب طریقوں سے مرنے والے جانور اگرچہ مردہ ہی کہلاتے ہیں مگر زمانۂ جاہلیت میں ان کو حلال سمجھا جاتا تھا، اس لئے قرآن عظیم نے ان کو واضح طور پر بیان فرمایا ہے تاکہ کوئی شبہ ہی باقی نہ رہے، اس طرح سے مرنے والے جانوروں کے متعلق قرآن کہتا ہے کہ اگر ان میں سے تم نے کسی کو زندہ پالیا مثلاً ایک جانور موٹر سے ٹکرایا اور تم نے قریب جاکر دیکھا کہ وہ ابھی زندہ ہے اس میں سانس باقی ہے تو اگر تم اس کو ذبح کرلوگے تو وہ حلال ہوجائیگا۔

اسی طرح وہ جانور بھی حرام ہے جس کو غیر اللہ کے نام زد کیا گیا ہو پھر اگر ذبح کے وقت بھی اس پر غیر اللہ کا نام لیا ہے تو یہ کھلا شرک ہے جیسا کہ مشرکین عرب اپنے بتوں کے نام پر ذبح کیا کرتے تھے، یا جیسے بہت سے جاہل کسی پیر فقیر کے نام پر ذبح کرتے ہیں، اگر ذبح کرتے وقت نام تو اللہ کا لیا مگر جانور کسی غیر اللہ کے نام پر نذر کیا ہو، نیز اس کی رضامندی کے لئے ذبح کیا ہو تو جمہور فقہاء علیہ الرحمہ نے اس کو بھی حرام قرار دیا ہے۔

خنزیر کا گوشت اور اسکے بدن کا ہر حصہ حرام ہے اسے کسی بھی طرح استعمال کرنا جائز نہیں اور اسی طرح بہنے والے خون کا استعمال کرنا بھی حرام ہے، بہنے والا خون اس لئے فرمایا گیا ہے کہ جگر اور تلی جو کہ جما ہوا خون ہے اس کو حدیث پاک میں حلال فرمایا گیا ہے۔

وہ جانور بھی حرام ہے جو نُصب پر ذبح کیا گیا ہو، نصب وہ پتھر ہیں جو کعبہ کے گرد کھڑے کئے ہوئے تھے اور زمانۂ جاہلیت کے لوگ ان پتھروں کی پوجا کرتے تھے اور ان کے پاس لاکر جانور ذبح کیا کرتے تھے۔ اور اس کو عبادت سمجھتے تھے۔

اور یہ بھی حرام ہے کہ گوشت کو تیروں کے ذریعہ تقسیم کروا ہل عرب نے کچھ تیر خانہ کعبہ کے خادم کے پاس جمع کر رکھے تھے جن میں سے کسی پر چوتھائی کسی پر دو تہائی کسی پر پورا کسی پر خالی وغیرہ لکھا ہوا تھا اسی سے وہ گوشت وغیرہ تقسیم کیا کرتے تھے مثلاً چار آدمیوں نے شرکت میں ایک اونٹ کاٹا اور پھر اس کو ان تیروں کے ذریعہ قرعہ اندازی کر کے تقسیم کرتے تھے جس کی وجہ سے کسی کو پورا اونٹ مل جاتا تھا اور کوئی بالکل ہی محروم رہ جاتا تھا چونکہ یہ کھلم کھلا جوا ہے اور جوا کے ذریعہ جو مال حاصل ہو وہ حرام ہے اس لئے یہ گوشت بھی حرام ہے۔

اوپر چند قسم کے حرام کھانوں کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اخیر میں فرما رہے ہیں کہ تم میں سے اگر کوئی بھوک سے لاچار ہو جائے کہ اس کو اپنی جان بچانا مشکل ہو جائے تو اس کے لئے ہماری طرف سے اجازت ہے اس شرط کے ساتھ کہ کھانے والے کا مقصد لذت حاصل کرنا اور پیٹ بھرنا نہ ہو بلکہ صرف اتنا ہی کھائے جس سے اس کی جان بچ جائے

اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا الخ یعنی آج کے دن کفار تمہارے دین پر غالب آنے سے مایوس ہو چکے ہیں اس لئے اب تم ان سے کوئی خوف نہ رکھو البتہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔

یہ آیت ہجرت کے دسویں سال حجۃ الوداع کے یوم عرفہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی جبکہ مکہ اور تقریباً پورا عرب فتح ہو چکا تھا، پورے جزیرۂ عرب پر اسلامی قانون جاری تھا۔ اسپر فرمایا کہ اب سے پہلے کفار جو منصوبے بنایا کرتے تھے کہ مسلمانوں کی جماعت ہمارے مقابلہ میں کم بھی ہے اور کمزور بھی ان کو ختم کر دیا جائے، اب نہ ان میں یہ حوصلے باقی رہے اور نہ ان میں وہ طاقت رہی

اسلئے مسلمان ان سے مطمئن ہوکر اپنے رب کی اطاعت وعبادت میں لگ جائیں

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ الآیہ یعنی آج کے دن تمھارے لئے میں نے دین کو ہر طرح سے مکمل کردیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کردیا اور میں نے تمھارے لئے مذہب ... دین اسلام کو پسند کرلیا ہے۔

اس آیت کے نزول کی خاص شان ہے، جس دن یہ آیت نازل ہوئی وہ عرفہ کا دن تھا جو تمام دنوں کا سردار کہلاتا ہے اور اتفاق سے یہ عرفہ بھی جمعہ کے دن ہوا جس سے اس کی فضیلت اور بڑھ گئی اور پھر نازل ہونے کا وقت بھی بہت ہی متبرک ہے یعنی عصر کے بعد کا جو عام دنوں میں بھی مبارک وقت ہے اور جمعہ کے دن تو عصر کے بعد کا وقت دعا قبول ہونے کا ہے اور پھر عرفہ کے دن اور زیادہ خصوصیت کے ساتھ دعائیں قبول ہونے کا خاص وقت ہے۔

جیسے فضیلت وبرکت والے دن یہ آیت نازل ہوئی اسی طرح فضیلت والے ہی مقام پر نازل ہوئی یعنی میدان عرفات میں۔ یہ آیت عرفہ کے دن عصر کے بعد میدان عرفات میں جبلِ رحمت کے قریب نازل ہوئی، اس موقع پر حج کے لئے مسلمانوں کا سب سے بڑا اور پہلا عظیم اجتماع تھا جس میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ صحابۂ کرام موجود تھے، اس آیت میں اللہ پاک نے ایک بہت بڑی خوش خبری سنائی ہے کہ آج دین کو ہر طرح سے مکمل کردیا ہے اور اپنا انعام واحسان بھی آج تم پر کامل کردیا ہے گویا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے جو دین حق اور نعمت الٰہی کے اترنے کا سلسلہ شروع ہوا تھا وہ آج مکمل طور پر خاتم الانبیاء محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو عطاء کردی گئی اور ساتھ ہی یہ خوشخبری بھی امت محمدیہ کو سنادی گئی کہ میں نے مذہب کے معاملہ میں تمھارے لئے دین اسلام کو پسند کرلیا ہے یعنی قیامت تک تمھارا یہی دین رہے گا اس سے پہلے مذہبوں کی طرح اس میں رد وبدل نہیں کی جائے گی۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت (اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ) تقریباً قرآن شریف کی آخری آیت ہے، اسکے بعد کوئی آیت احکام سے متعلق نازل نہیں ہوئی صرف ترغیب وترہیب کی چند آیتیں ضرور اس کے بعد نازل ہوئی ہیں اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں صرف اکیاسی دن حیات رہے کیونکہ ۹ ذی الحجہ ۱۰ھ کو یہ آیت نازل ہوئی اور ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو آپ اس دنیا سے کوچ فرما گئے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ۭ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ

لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا کیا جانور ان کے لئے حلال کئے گئے ہیں، آپ فرمادیجئے کہ تمھارے لئے کل حلال جانور حلال کئے گئے

مِنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ فَكُلُوْا مِمَّآ

ہیں اور جن شکاری جانوروں کو تم تعلیم دو اور تم ان کو چھوڑ دو بھی اور ان کو اس طریقہ پر تعلیم دو جو تم کو اللہ نے تعلیم دیا ہے تو

اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ

ایسے شکاری جانور جس شکار کو تمہارے لئے پکڑیں اس کو کھاؤ اور اس پر اللہ کا نام بھی لیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو

اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝۴

بے شک اللہ تعالیٰ جلدی حساب لینے والے ہیں

شکاری جانوروں کا بیان بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے شکاری کتے کا حکم معلوم کیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی، جس میں بتلایا گیا ہے کہ کتے اور باز سے شکار کیا ہوا جانور اس وقت حلال ہے جب کہ یہ چار شرطیں پائی جائیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ کتا یا باز سکھایا اور سدھایا ہوا ہو، جس کے لئے شریعت نے یہ اصول مقرر کیا ہے کہ جب کتے کو شکار کے لئے چھوڑا جائے تو وہ شکار تمہارے پاس لائے خود نہ کھائے اور باز کے لئے یہ اصول مقرر ہے کہ جب تم اس کو واپس بلاؤ تو فوراً واپس آجائے اگرچہ وہ شکار کے پیچھے جا رہا ہو، جب یہ شکاری جانور ایسے سدھ جائیں تو اس سے ثابت ہوگا کہ وہ جو شکار کرتے ہیں تمہارے لئے کرتے ہیں اپنے لئے نہیں اب ان شکاری جانوروں کا شکار خود تمہارا شکار سمجھا جائے گا اور اگر وہ کسی وقت اس تعلیم کے خلاف کریں مثلاً کتا خود شکار کو کھانے لگے اور باز آواز سن کر واپس نہ آئے تو ایسی صورت میں یہ شکار تمہارا نہیں رہا اس لئے اس کا کھانا جائز نہیں۔ دوسری شرط یہ ہے کہ تم خود اپنے ارادہ سے کتے یا باز کو شکار کے لئے چھوڑ دو یہ نہ ہو کہ وہ خود بخود کسی شکار کے پیچھے دوڑ کر اسکا شکار کر لے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ جب شکاری جانور کو شکار کے لئے چھوڑو تو بسم اللہ کہہ کر چھوڑو، چوتھی شرط یہ ہے کہ شکاری جانور شکار کو خود نہ کھانے لگیں بلکہ تمہارے پاس لے کر آئیں، جب یہ چاروں شرطیں پائی جائیں اور جانور تمہارے پاس آنے تک دم توڑ چکا ہو تو بھی حلال ہے ذبح کرنے کی ضرورت نہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایک پانچویں شرط یہ بھی ہے کہ شکاری جانور شکار کو زخمی بھی کر دے، یہ شرط اگرچہ صراحۃً اس آیت میں نہیں ہے مگر اسی آیت میں جو لفظ جوارح ہے اس میں اس پانچویں شرط کیلئے اشارہ موجود ہے اس آیت کے آخر میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہا کرو مثلاً شکار میں ایسے منہمک مت ہو جاؤ کہ نماز وغیرہ قضا ہو جائے یا اس قدر حرص و طمع مت کرو کہ بغیر پانچوں شرطوں کے پائے ہوئے ہی شکار کو حلال سمجھ کر کھا لو یاد رکھو اللہ پاک بہت جلد حساب لینے والے ہیں۔ لہٰذا کوئی کام شریعت کے خلاف مت کرنا۔

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ

آج تمہارے لئے حلال چیزیں حلال کی گئیں، اور جو لوگ کتاب دیئے گئے ہیں ان کا ذبیحہ تم کو حلال ہے

لَّكُمْ ۖ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۫ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ

اور تمہارا ذبیحہ ان کو حلال ہے اور پارسا عورتیں بھی جو مسلمان ہوں اور پارسا عورتیں

مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ

ان لوگوں میں سے بھی جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے ہیں جب کہ تم ان کو ان کا معاوضہ دیدو

مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ

اس طرح سے کہ تم بیوی بناؤ نہ تو علانیہ بدکاری کرو اور نہ خفیہ آشنائی کرو اور

يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۖ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ

جو شخص ایمان کے ساتھ کفر کرے گا تو اس شخص کا عمل غارت ہو جائے گا، اور وہ شخص آخرت

مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝٥ ع

میں بالکل زیاں کار ہوگا۔

تفسیر

اس آیت میں بیان ہے کہ آج کے دن تمہارے لئے حلال ہوئیں تمام صاف ستھری چیزیں آج سے مراد وہ دن ہے جس میں یہ آیت اور اس سے پہلی آیات نازل ہوئی ہیں یعنی حجۃ الوداع ۱۰ھ کا یوم عرفہ، مطلب یہ ہے کہ آج جیسے تمہارے لئے دین کامل و مکمل کر دیا گیا اور اللہ کی نعمت تم پر مکمل ہو گئی، اسی طرح اللہ پاک نے وہ تمام پاکیزہ چیزیں جن کو تمہارے لئے پہلے سے حلال کر رکھا تھا، اب وہ ہمیشہ کو تمہارے لئے حلال کر دی گئی ہیں اب ان میں رد و بدل کا کوئی امکان نہیں کیونکہ اب جلد ہی یہ سلسلہ ختم ہونے والا ہے۔

اہل کتاب کا ذبیحہ جائز ہے

دوسری بات اس آیت میں یہ بیان کی گئی ہے کہ اہل کتاب کا ذبح کیا ہوا جانور تمہارے لئے حلال ہے بالکل اسی طرح جس طرح مسلمانوں کا ذبح کیا ہوا جانور ان کے لئے کھانا حلال ہے، حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ علماء اسلام کا اس پر اتفاق اور اجماع ہے کہ مسلمانوں کے لئے اہل کتاب کا ذبیحہ جائز ہے اور وجہ یہ ہے کہ اہل کتاب بھی غیر اللہ کے نام سے ذبح کرنا جائز نہیں سمجھتے یہ بھی ذبح کے وقت اللہ کے علاوہ کسی کا نام نہیں لیتے اگرچہ ان کے عقیدے سراسر باطل اور فاسد ہیں۔

ع ۱ ۵/۵

تیسری بات اس آیت میں یہ بیان کی گئی ہے کہ پاک دامن مسلمان عورتوں سے نکاح کرنا تمہارے لئے جائز ہے، اور اسی طرح اہل کتاب یہود و نصرانی کی پاکباز عورتوں سے بھی تمہارے لئے نکاح کر لینا جائز[1] ہے، جب تم ان کو ان کا معاوضہ یعنی مہر دیدو، اسکے بعد فرمایا گیا ہے کہ یہ عورتیں ہم نے تمہارے لئے اس لئے حلال کی ہیں کہ ان سے نکاح کر کے ان کو اپنی بیوی بنا لو، ایسا نہ ہو کہ تم ان سے علی الاعلان بدکاری کرنے لگو یا چھپ کر یارانہ کرنے لگو، اور جو ایمان یعنی قوانین اسلام کا انکار کرے گا تو اس کے نیک اعمال اکارت جائیں گے اور وہ آخرت میں گھاٹا پانے والوں میں ہوگا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ

اے ایمان والو جب تم نماز کو اٹھنے لگو تو اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو بھی

وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ

کہنیوں سمیت اور اپنے سروں پر ہاتھ پھیرو اور دھوؤ اپنے پیروں کو بھی

إِلَى الْكَعْبَيْنِ ۚ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا ۚ وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ

ٹخنوں سمیت اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو سارا بدن پاک کرو، اور اگر تم بیمار ہو یا

أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ

حالت سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص استنجے سے آیا ہو یا تم نے بیبیوں سے

النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا

قربت کی ہو پھر تم کو پانی نہ ملے تو تم پاک زمین سے تیمم کر لیا کرو یعنی اپنے چہروں اور ہاتھوں

بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ ۚ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ

پر ہاتھ پھیر لیا کرو اس زمین پر سے اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں کہ تم پر کوئی

عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَٰكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ

تنگی ڈالیں لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ تمکو پاک صاف رکھے اور یہ کہ تم پر اپنا انعام تام فرمادے

عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٦﴾

تاکہ تم شکر ادا کرو۔

[1] اس کی مکمل تفصیل پارہ ۲ صفحہ ۵۸ پر ملاحظہ کیجئے ۱۲ محمد یعقوب قاسمی غفرلہٗ

تفسیر اس آیت میں ارشاد ہے کہ اے مومنو جب تم نماز کو اٹھنے لگو یعنی نماز پڑھنے کا ارادہ کرو اور تم اس وقت بے وضو ہو تو وضو کر لیا کرو اور پھر وضو کا طریقہ بتلایا گیا کہ اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوؤ، چہرہ دھوؤ، سر کا مسح کرو، اور پیروں کو ٹخنوں سمیت دھوؤ۔

وضو کے فرائض و سنن اور مستحبات اس آیت میں صرف وضو کے فرائض کا ذکر ہے، باقی جو سنن و مستحبات ہیں وہ احادیث پاک کے ذخیرہ میں موجود ہیں ان کا خلاصہ یہاں لکھا جاتا ہے، وضو میں چار فرائض ہیں جیسا کہ اوپر آیت کی تفسیر میں معلوم ہوا سنتیں نو ہیں (۱) شروع میں بسم اللہ پڑھنا (۲) دونوں ہاتھ دھونا (۳) کلی کرنا (۴) مسواک کرنا (۵) ناک میں پانی ڈالنا (۶) کانوں کا مسح کرنا (۷) ڈاڑھی کا خلال کرنا (۸) انگلیوں کا خلال کرنا (۹) ہر حصہ کو تین تین بار دھونا، مستحبات پانچ ہیں (۱) نیت کرنا (۲) پورے سر کا مسح کرنا (۳) پہلے داہنا ہاتھ و پاؤں دھونا (۴) دھونے میں ترتیب کا لحاظ رکھنا (۵) وضو میں ڈھلنے والے حصوں کو یکے بعد دیگرے دھونا۔

اس کے بعد اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ اگر تم حالت جنابت میں ہو یعنی تم نے اپنی بیویوں سے قربت کی ہے تو اپنا پورا بدن پاک کرلو جس میں کلی کرنا اور ناک میں پانی دینا بھی داخل ہے، اور اگر تم نے پیشاب پاخانہ کیا ہے تو وضو کرو۔ اور اگر تمکو کسی موقع پر پانی دستیاب نہ ہو یا بیماری وغیرہ کی وجہ سے پانی کا استعمال نقصان دہ ہو تو پھر تیمم کرو۔

تیمم کا طریقہ تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ کسی مٹی جیسی چیز پر دونوں ہاتھ مار کر چہرہ پر پھیرے اور پھر اسی طرح دوبارہ دونوں ہاتھ زمین پر مار کر دونوں ہاتھوں پر کہنیوں تک پھیرے۔

آیت کے اخیر میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر کوئی تنگی ڈالنا نہیں چاہتے بلکہ تم کو پاک وصاف رکھنا چاہتے ہیں اور تم پر اپنا انعام فرمانا چاہتے ہیں تاکہ تم اسکا شکر ادا کرو یعنی اس کی اطاعت و بندگی کرو۔

اقوال و تحقیق اس آیت پاک میں جو وضو کا حکم فرمایا گیا ہے اس کے متعلق اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ یہ جبھی ہے جبکہ آدمی بے وضو ہو اور بعض مفسرین نے اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ جب تم کھڑے ہو یعنی نیند سے بیدار ہو، بعض مفسرینؒ نے فرمایا ہے کہ آیت تو عام ہے اور اپنے عموم پر ہی رہے گی لیکن جو بے وضو ہے اسکے لئے وضو کرنے کا حکم وجوبا ہے اور جو باوضو ہے اس کے لئے استحبابا، مفسرینؒ کی ایک جماعت فرماتی ہے کہ ابتدار اسلام میں ہر نماز کے لئے وضو کرنا ضروری تھا خواہ پہلے سے اس کا وضو ہو، مگر پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ واللہ اعلم۔

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ اِذْ قُلْتُمْ

اور تم لوگ اللہ تعالیٰ کے انعام کو جو تم پر ہوا ہے یاد کرو اور اسکے عہد کو بھی جس کا تم سے معاہدہ کیا ہے۔ جب کہ تم نے کہا تھا کہ

سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۫ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۷

ہم نے سنا اور مان لیا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ دلوں تک کی باتوں کی پوری خبر رکھتے ہیں

تفسیر اس آیت میں اس عظیم انعام کو یاد دلایا گیا ہے جو اسلام جیسا پاکیزہ دین اور محمد عربی جیسا مقدس رسول بھیجکر اس امت پر احسان فرمایا اور مسلمانوں کو اس عہد پر مضبوطی سے قائم رہنے کی ہدایت کی گئی ہے جو مسلمانوں نے حضور کی تابعداری وفاداری، نصرت اور دین پر قائم رہنے اس کو دوسروں تک پہونچانے کا کیا تھا، صحابہ کرامؓ کا فرمان ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی کہ ہم سنتے رہیں گے اور مانتے رہیں گے چاہے ہمارا جی چاہے یا نہ چاہے

بعض مفسرین رح نے فرمایا کہ اس آیت میں یہودیوں کو یاد دلایا جارہا ہے کہ تم سے حضور کی تابعداری کا عہد ہو چکا تھا پھر تم آپؐ کی نبوت کو کیوں تسلیم نہیں کرتے، بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس آیت میں وہ عہد مراد ہے جو تمام انسانوں کی روحوں کو آدم علیہ السلام کی پیٹھ سے نکال کر لیا گیا تھا کہ بتلاؤ تمہارا رب کون ہے سب نے جواب میں کہا تھا اللہ تعالیٰ، لہٰذا اے انسانوں آج تم اس عہد کو پورا کرو اور خدا کے علاوہ کسی کی بندگی مت کرو عبادت کا جو طریقہ خدا نے بتلایا ہے اس کے مطابق کرو اپنی طرف سے نئے نئے طریقے مت نکالو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَاۗءَ بِالْقِسْطِ ۡ

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کیلئے پوری پابندی کرنے والے انصاف کے ساتھ شہادت ادا کرنے والے رہو

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ

اور خاص لوگوں کی عداوت تمہارے لئے اس کا باعث نہ ہوجائے کہ تم عدل نہ کرو عدل کیا کرو کہ وہ

هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

تقویٰ سے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری

۝۸ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ

اطلاع ہے اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے جو ایمان لے آئے اور انھوں نے اچھے کام کئے وعدہ کیا ہے کہ ان کیلئے مغفرت

وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝۹ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ

اور ثواب عظیم ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہمارے احکام کو جھوٹا بتلایا،

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ۝۱۰

ایسے لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں

تفسیر اس آیت میں بیان ہے کہ اے مومنوں تم اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے حق پر قائم ہو جاؤ اور اگر کبھی گواہی دینے کی ضرورت پڑ جائے تو انصاف کے ساتھ گواہی دو اور کسی خاص قوم کی عداوت و دشمنی تمکو حق و انصاف سے نہ روکنے والی ہو بس ہر حال میں تمکو حق بات کا ساتھ دینا چاہئے، یہی طریقہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے (گواہی سے متعلق مکمل تفصیل ہم سورۂ نساء میں بیان کر چکے ہیں) اس کے بعد اللہ پاک نے اپنے اصول کے مطابق فرمایا ہے کہ جو لوگ ایمان قبول کر کے اعمال صالحہ کریں گے ہم ان کو جنت کے عیش و آرام دیں گے اور جو لوگ ایمان قبول نہیں کریں گے ہماری نافرمانی کرتے رہیں گے ہم ان کو دوزخ میں پھینکدینگے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ هَمَّ

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کے انعام کو یاد کرو جو تم پر ہوا ہے جب کہ ایک

قَوْمٌ اَنْ یَّبْسُطُوْۤا اِلَیْكُمْ اَیْدِیَهُمْ فَكَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ

قوم اس فکر میں تھی کہ تم پر دست درازی کریں سو اللہ تعالیٰ نے ان کا قابو تم پر نہ چلنے دیا

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱۱ ع

اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اہل ایمان کو حق تعالیٰ ہی پر اعتماد رکھنا چاہئے۔

تفسیر اس آیت میں ارشاد ہے کہ اے مومنوں ہمارا وہ احسان یاد کرو جب کہ ایک قوم نے تم پر دست درازی کرنی چاہی مگر تمہارے پروردگار نے ان کے ہاتھوں کو تم تک پہونچنے سے روک دیا، تاریخ اسلام میں اس طرح کے بے شمار واقعات موجود ہیں کہ دشمنوں نے حضورؐ اور صحابہ پر حملے کرنے چاہے مگر اللہ نے ان کی غیب سے مدد فرمائی اور دشمنوں کے حملہ سے محفوظ کر دیا، قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں ایک خاص واقعہ لکھا ہے اسی کو ہم بھی لکھتے ہیں۔

ع ۲

واقعہ: حضرت قتادہ رض فرماتے ہیں کہ یہ آیت عرب کے ایک قبیلہ کے سلسلہ میں نازل ہوئی جس نے دھوکہ سے حضور ... اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دینے کا ارادہ کیا تھا، اس کام کے لئے انھوں نے ایک دیہاتی کو بھیجا جس وقت یہ آپ کے قریب پہونچا تو آپ ایک پڑاؤ پر سو رہے تھے اس دیہاتی نے آپ کی تلوار پر قبضہ کر لیا اور کہنے لگا اب مجھے تم پر تلوار چلانے سے کون روک سکتا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا اللہ، یہ سنتے ہی فوراً اسکے ہاتھ سے تلوار گر پڑی مگر آپ نے اس کو کسی قسم کی سزا نہیں دی۔

اس آیت کے اخیر میں فرمایا گیا ہے کہ مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے وہی ان کی حفاظت وکفایت کرنے والا ہے۔

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا

اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا اور ہم نے ان میں سے

مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ

بارہ سردار منتخب کئے اور اللہ تعالیٰ نے یوں فرمادیا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم

اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ

نماز کی پابندی رکھوگے اور زکوۃ ادا کرتے رہوگے اور میرے سب رسولوں پر ایمان لاتے رہوگے

وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ

اور ان کی مدد کرتے رہوگے اور اللہ تعالیٰ کو اچھے طور پر قرض دیتے رہوگے تو میں ضرور تمہارے گناہ تم سے دور کر دوں گا

لَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ

اور ضرور تم کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور جو شخص اس کے

ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۱۲﴾

بعد بھی کفر کرے گا تو وہ بے شک راہ راست سے دور جا پڑا

تفسیر

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو عہد پورا کرنے، حق پر قائم رہنے اور انصاف کی گواہی دینے کا حکم دیا تھا اور ساتھ ہی اپنے انعامات واحسانات بھی یاد دلائے تھے کہ ان کا خیال کر کے تمکو ہمارے حکموں کا پابند رہنا چاہئے اس آیت میں

یہودیوں سے جو عہد لیا تھا اس کا ذکر ہے کہ اگر تم نماز کی پابندی رکھو گے، زکوۃ ادا کرتے رہو گے، اور میرے سب رسولوں پر ایمان لاؤ گے یعنی حضرت موسیٰ اور ان کے بعد آنے والے تمام رسولوں کو مانو گے اور ان رسولوں کی دشمنوں کے مقابلے میں مدد کرو گے، اور اللہ کو قرض حسنہ دو گے یعنی زکوۃ کے علاوہ ویسے بھی ضرورت مند لوگوں کی مالی امداد کرو گے تو میں تمہارے ساتھ ہوں یعنی جب تم ان مذکورہ عہدوں کو پورا کرو گے تو میری نصرت و مدد، رحمت و شفقت تمہارے ساتھ ہوگی، ان عہدوں کو پورا کرانے کے لئے اللہ پاک نے ان کے قبیلوں کی تعداد کے مطابق (جن کی تعداد بارہ تھی) سردار متعین کر دیئے تھے یعنی ہر قبیلہ کا ایک سردار مقرر کر دیا تھا کہ وہ اپنی قوم کو اللہ کا عہد یاد دلا کر ان سے عمل کراتا رہے، اور اسی کے ساتھ ان کو یہ خوشخبری بھی سنادی تھی کہ اگر تم ان مذکورہ عہدوں کو پورا کرو گے تو میں تمکو ایسی جنت میں داخل کرونگا جس کے درختوں اور کوٹھیوں کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی

آیت کے اخیر میں یہ فرما کر بھی ان کو متنبہ کر دیا کہ اس عہد و پیمان کے بعد تم میں سے جو شخص بھی ان عہدوں کو توڑے گا ہمارے احکامات کا انکار کرے گا بس سمجھ لو کہ وہ سیدھے اور حق راستے سے بھٹک گیا۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً ۖ

تو صرف ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا اور ہم نے ان کے قلوب کو سخت

يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ ۙ وَنَسُوا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا بِهِ ۚ

کر دیا وہ لوگ کلام کو اس کے مواقع سے بدلتے ہیں اور وہ لوگ جو کچھ ان کو نصیحت کی گئی تھی اس میں سے ایک بڑا

وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَىٰ خَائِنَةٍ مِّنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ

حصہ فوت کر بیٹھے اور آپ کو آئے دن کسی نہ کسی (نئی) خیانت کی اطلاع ہوتی رہتی ہے جو ان سے صادر ہوتی ہے بجز ان میں کے

عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٣﴾

معدودے چند شخصوں کے سو آپ ان کو معاف کر دیجئے اور ان سے درگزر کیجئے بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوش معاملہ لوگوں سے محبت کرتا ہے

یہود کی عہد شکنی اور اس کی سزا

یہودیوں سے جو عہد لئے گئے تھے انھوں نے ان سب کو توڑ ڈالا جس کی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت و پھٹکار ہوئی، ہدایت سے دور ہو گئے، دل سخت ہو گئے، سمجھ بگڑ گئی، خدا کی کتاب کی تعلیم سے محروم ہو گئے، اس میں ہیرا پھیری اور غلط تاویلیں گھڑنے لگے، اور خدا کی طرف منسوب کر کے غلط مسائل بتلانے لگے، دین سے اور

خدا کی کتاب سے بالکل ہی بے رغبت اور بے عمل ہو گئے، دل گندے ہو گئے، فطرتیں بدل گئیں، غداری ومکاری کو اپنا شیوہ بنالیا اور ہر دن نئے نئے جال محمد عربی اور آپ کے اصحابؓ کے خلاف بنتے رہے ان کی تمام حرکتوں کے باوجود حضور علیہ السلام کو اللہ کا حکم ہوتا ہے کہ آپ ان سے چشم پوشی کیجئے، درگذر کیجئے، بیشک اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر آپ کے خلاف پلان بنا رہے ہیں تو ان کو بنانے دیجئے، آپ ان کی بدسلوکی کا جواب اچھے سلوک سے دیجئے۔

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا

اور جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں ہم نے ان سے بھی ان کا عہد لیا تھا سو وہ بھی جو کچھ ان کو

مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى

نصیحت کی گئی تھی اس میں سے ایک بڑا حصہ فوت کر بیٹھے تو ہم نے ان میں باہم قیامت تک کے لئے بغض وعداوت ڈالدی

يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝۱۴

اور ان کو اللہ تعالیٰ ان کا کیا ہوا جتلادیں گے

عیسائیوں کی عہد شکنی اور اسکی سزا

اس سے پہلی آیت میں یہود کی عہد شکنی اور اس کی سزا کا بیان ہوا، اب اس آیت میں عیسائیوں کی عہد شکنی اور اس کی سزا کا بیان ہے، اللہ تعالیٰ نے یہود کی طرح ان سے بھی انجیل میں عہد لیا تھا کہ ہمارے رسول محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جب اس دنیا میں بعثت ہوگی تو تم ان کی نبوت کو تسلیم کرنا، دین کے معاملہ میں ان کی مدد کرنا وغیرہ مگر انھوں نے اس عہد کی پروا نہ کی، اس جرم کی سزا ان کو مرنے کے بعد دی جائیگی کہ جہنم میں ڈالدیا جائیگا، اور دنیا میں ان کو یہ سزا دی گئی کہ ان میں باہمی عداوت ودشمنی پیدا کردی جو قیامت تک اسی طرح چلتی رہے گی۔

ایک شبہ کا جواب

اس پر آج کل کے عیسائیوں کے حالات سے یہ شبہ پیدا ہوسکتا ہے کہ وہ تو آپس میں سب متفق اور متحد نظر آتے ہیں، اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ قرآن عظیم نے آپس میں دشمنی کا ہونا ان لوگوں کا بیان کیا ہے جو واقعی عیسائی ہوں اور مذہب سے عیسائیت کے پابند ہوں اور جو خود اپنے مذہب کو چھوڑ کر دہریے بن گئے وہ حقیقت میں عیسائیوں کی فہرست سے خارج ہیں چاہے وہ قومی طور پر اپنے آپ کو عیسائی کہتے ہوں ایسے لوگوں میں اگر وہ مذہبی کھچاؤ اور ایسی عداوت ودشمنی نہ ہو تو وہ اس آیت کے منافی نہیں، کیونکہ اختلاف اور عداوت تو مذہب کی بنیاد پر تھی جب مذہب ہی نہ رہا تو اختلاف ودشمنی بھی نہ رہی۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا

اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے رسول آئے ہیں کتاب میں سے جن امور کا تم

كُنتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ ۚ قَدْ جَاءَكُم مِّنَ

اخفا کرتے ہو ان میں سے بہت سی باتوں کو تمہارے سامنے صاف صاف کھول دیتے ہیں اور بہت سے امور کو

اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ ﴿١٥﴾ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ

واگذاشت کر دیتے ہیں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک روشن چیز آئی ہے اور ایک کتاب واضح کہ اسکے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ

سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ

ایسے شخصوں کو جو رضائے حق کے طالب ہوں سلامتی کی راہیں بتلاتے ہیں اور ان کو اپنی توفیق سے تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف

وَيَهْدِيهِمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿١٦﴾

لے آتے ہیں اور ان کو راہِ راست پر قائم رکھتے ہیں

تفسیر

ان آیات میں اہل کتاب یہودیوں اور عیسائیوں کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ ہم نے اپنے رسول محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دین حق دیکر بھیجا ہے آپ سابقہ آسمانی کتابوں توریت و انجیل کی وہ باتیں جن کو تم چھپاتے تھے کھول کھول کر بیان کر دیتے ہیں مثلاً توریت میں زناکار کی سزا پتھراؤ کر کے مار دینا تھا یہودیوں نے اس کو بدل کر صرف سو کوڑے اور سر منڈانا سزا مقرر کر دی تھی، اسی طرح عیسائیوں نے حضور علیہ السلام کے ان تمام صفات کو چھپا لیا تھا جن کو انجیل میں واضح طور پر بیان کیا تھا، اور تمہاری ردوبدل کی ہوئی بعض ان باتوں کو چھوڑ بھی دیتے ہیں جن پر کوئی دینی بات موقوف نہیں۔

اسکے بعد ارشاد ہے کہ اسی مقدس رسول کے ذریعہ تمہارے پاس ایک روشن چیز آئی ہے اور وہ ہے ایک واضح کتاب یعنی قرآن مقدس جس میں ہدایت کا پورا سامان موجود ہے اسکے ذریعہ اللہ پاک ایسے لوگوں کو جو رضاء حق کے طالب ہوں سلامتی کی راہیں بتلاتے ہیں یعنی وہ اعمال و عقائد اس کتاب میں تعلیم کئے گئے ہیں جن پر عمل کر کے آدمی جنت میں پہونچ کر مکمل راحت و سلامتی اور سکون و اطمینان حاصل کر سکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جس پر مہربان ہو جاتے ہیں تو اس کو کفر و شرک کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان و اسلام کی روشنی کی طرف لے آتے ہیں اور ان کو ہمیشہ سیدھے راستے پر قائم رکھتے ہیں۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ

بلاشبہ وہ لوگ کافر ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عین مسیح ابن مریم ہے

قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ

آپ یوں پوچھئے کہ اگر ایسا ہے تو یہ بتلاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم کو اور ان کی

ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ

والدہ کو اور جتنے زمین میں ہیں ان سب کو ہلاک کرنا چاہیں تو کوئی شخص ایسا ہے جو خدا تعالیٰ سے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ

ان کو ذرا بھی بچا سکے اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے خاص ہے حکومت آسمانوں پر اور زمین پر اور جتنی چیزیں ان دونوں کے درمیان ہیں

عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾

ان پر اور وہ جس چیز کو چاہیں پیدا کر دیں، اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے۔

عیسائیوں کا باطل عقیدہ

یقیناً وہ لوگ کافر ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ اللہ عیسیٰ مسیح ابن مریم ہی ہے، عیسائیوں میں ایک فرقہ یعقوبیہ نام کا ہے اس کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ عیسیٰ مسیح کو اللہ کا عین سمجھتا ہے جو کہ کھلا کفر ہے ان کے اس باطل عقیدہ کی اس آیت میں اس طرح تردید کی گئی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم اور ان کی والدہ حضرت مریمؑ کو اور جس قدر مخلوق اس زمین پر ہے ان سب کو ہلاک کرنا چاہیں تو کون ایسا ہے جو ان سب کو اللہ کی ہلاکت سے بچا سکے بس یاد رکھو جس ذات کا ہلاک و فنا کر دینا دوسرے کے قبضے میں ہو وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے، لہٰذا تمہارا حضرت عیسیٰ کو خدا ماننا سراسر غلطی اور بے وقوفی ہے، اللہ تعالیٰ جو کہ اصل معبود ہے تمام مخلوق کا اس کی شان تو یہ ہے کہ آسمان و زمین اور ان کی ہر ہر چیز پر مکمل اس کی ہی حکومت ہے وہ جس چیز کو جس طرح چاہیں پیدا کر دیں اس کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے، لہٰذا اگر عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا کرایا تو اس میں عیسیٰؑ کے قدرت و اختیار کو کوئی دخل نہیں جس کی وجہ سے تم ان کو خدا اور معبود سمجھنے لگے ہو۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ

اور یہود اور نصاریٰ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں آپ یہ

فَلِمَ يُعَذِّبُكُم بِذُنُوبِكُم ۖ بَلْ أَنتُم بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ۚ

پوچھئے کہ اچھا پھر تمکو تمہارے گناہوں کے عوض عذاب کیوں دیں گے بلکہ تم بھی منجملہ اور مخلوقات کے ایک معمولی آدمی ہو۔

يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ۚ وَلِلَّهِ مُلْكُ

اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں گے بخشیں گے اور جس کو چاہیں گے سزا دیں گے اور اللہ ہی کی ہے سب حکومت

السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ﴿١٨﴾

آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے ان میں بھی اور اللہ ہی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے

یہود و نصاریٰ کی غلط فہمی

یہودی اور نصرانی دونوں کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور اسکے محبوب اور چہیتے ہیں ان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ ہم انبیاء علیہم السلام کی اولاد میں سے ہیں اس لئے اللہ کے یہاں ہماری ایک خصوصیت ہے کہ اگر ہم گناہ بھی کریں تو اس پر اتنی ناراضگی نہیں ہوتی جتنی دوسروں پر ہوتی ہے جیسے باپ کو اپنے بیٹے کی سرکشی پر اتنا غصہ نہیں آتا جتنا کہ غیر کی اولاد پر آتا ہے بس یہی حال خدا کے یہاں ہمارا ہے، اس آیت میں ان کی اس غلط فہمی کا جواب دیا گیا ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان سے پوچھئے کہ پھر تم کو تمہارے گناہوں اور سرکشی و نافرمانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آخرت میں عذاب کیوں دیں گے اور اس بات کو تم دونوں فرقے بھی مانتے ہو کہ آخرت میں ہمارے برے کاموں کی سزا ہمیں ضرور ملے گی، تو کیا بھلا کوئی باپ اپنی اولاد کو عذاب دیا کرتا ہے، بس تمہارا اپنے کو خدا کی اولاد ثابت کرنا سراسر غلط ہے بس تم بھی دوسرے انسانوں کی طرح ایک انسان ہی ہو بیٹے ویٹے کچھ نہیں تمہارے غلط کاموں پر تمھیں بھی اتنی ہی سزا ملے گی جتنی دوسرے کو، اور پھر جبکہ خدا نے خود اعلان فرمادیا کہ نہ میں کسی سے پیدا ہوا ہوں اور نہ مجھ سے کوئی پیدا ہوا ہے اس صریح اعلان کے بعد اس طرح کی باتیں کرنا درحقیقت خدا پر الزام اور بہتان لگانا ہے جس کی سخت سزا بھگتنی پڑے گی، بلاشبہ آسمان و زمین کی ہر ہر چیز کے تنہا مالک خدا تعالیٰ ہی ہیں وہ اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہیں گے بخش دیں گے اور جس کو چاہیں گے عذاب دینگے اور یاد رکھو سب کو مرکر خدا ہی کے دربار میں پہونچنا ہے وہاں سب سے حساب و کتاب ہوگا۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَىٰ فَتْرَةٍ

اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے یہ رسول آپہنچے جو کہ تمکو صاف صاف بتلاتے ہیں ایسے وقت میں کہ رسولوں

مِنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ۫ فَقَدْ جَآءَكُمْ

کا سلسلہ موقوف تھا تاکہ تم یوں نہ کہنے لگو کہ ہمارے پاس کوئی بشیر اور نذیر نہیں آیا سو تمہارے

بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿19﴾ ع ۳ ۷

پاس بشیر اور نذیر آچکے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں

تفسیر اس آیت میں بھی یہودیوں اور عیسائیوں کو مخاطب کرکے فرمایا گیا ہے کہ تمہارے پاس ہمارے یہ رسول محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم آپہونچے جو کہ تمکو دین کی باتیں صاف صاف بتلاتے ہیں اور یہ رسول ایسے وقت میں تمہارے پاس آئے جب کہ ایک مدت سے رسولوں کے آنے کا سلسلہ موقوف اور بند تھا چنانچہ حضرت عیسیٰؑ سے لے کر حضور علیہ السلام تک درمیان میں کوئی رسول نہیں آیا جبکہ ان دونوں رسولوں کے درمیان کا وقت چھ سو سال کا ہے، الغرض حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے یہ جہاں بالکل تاریک پڑا تھا پہلے رسولوں کی تعلیمات بالکل مٹ چکی تھی، دنیا توحید کو بھلا چکی تھی اور کفر و شرک کو گلے لگائے ہوئے تھی، معبود حقیقی کو چھوڑ کر پوری دنیا مخلوق پرستی میں مشغول تھی، چاند سورج اور آگ وغیرہ کی خوب پوجا ہو رہی تھی، دنیا کے چپہ چپہ پر ظلم و زیادتی پھیلی ہوئی تھی، انصاف کیا بلکہ انسانیت کا نام و نشان قطعاً ختم ہو چکا تھا اس پُر آشوب اور تاریک ترین دور میں سخت ضرورت تھی کہ اللہ اپنے کسی مقدس و معظم رسول کو اس دنیا میں بھیجے تاکہ ان تمام مذکورہ خرافات کا خاتمہ کرکے لوگوں میں انسانیت جگائی جائے اور ان میں دین و مذہب کی روح پھونکی جائے اس اہم ترین کام کے لئے اللہ پاک نے اپنے پیارے رسول خاتم الانبیاء جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کی دولت سے سرفراز فرما کر اس تاریک جہاں کو منور کرنے کے لئے بھیجا

اسکے بعد اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ایسے بگڑے ہوئے وقت میں ہم نے رسول اسلئے بھیجا تاکہ تم قیامت کے دن یوں نہ کہہ سکو کہ دین کے معاملے میں غلطی اور کوتاہی میں ہم اس لئے معذور ہیں کہ ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا یا خوشخبری دینے والا رسول ہی نہیں آیا جس سے ہم کو دین و مذہب کا صحیح علم ہوتا اور پھر عمل کا جذبہ پیدا ہوتا، بس اب تمہارے لئے دین اسلام قبول نہ کرنے کے سلسلہ میں کوئی عذر پیش کرنے کی گنجائش ہی نہ رہی کیونکہ اب تمہارے پاس ڈرانے والے اور خوشخبری دینے والے رسول محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم آچکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں کہ جب چاہیں اپنی رحمت سے متواتر اور مسلسل رسول بھیجتے رہیں جس طرح حضرت موسیٰ اور عیسیٰؑ کے درمیانی پندرہ سو برس کی مدت میں ایک ہزار نبی بھیجے

اور جب چاہیں اپنی حکمت و مصلحت سے ان کو روک لیں جس طرح حضرت عیسیٰؑ سے لے کر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی رسول نہیں بھیجا

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

اور وہ وقت بھی ذکر کے قابل ہے جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم اللہ تعالیٰ کا انعام جو تم پر ہوا ہے یاد کرو

اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ

جب کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے پیغمبر بنائے اور تم کو صاحب ملک بنایا اور تم کو وہ چیزیں دیں جو دنیا جہان والوں

يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۰﴾ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ

میں سے کسی کو نہیں دیں اے میری قوم اس متبرک ملک میں داخل ہو

الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا

کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے حصہ میں لکھ دیا ہے اور پیچھے واپس مت چلو کہ پھر بالکل خسارے

خٰسِرِيْنَ ﴿۲۱﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ

میں پڑ جاؤ گے کہنے لگے کہ اے موسیٰ وہاں تو بڑے بڑے زبردست آدمی ہیں

وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا

اور ہم تو وہاں ہرگز قدم نہ رکھیں گے جب تک کہ وہ وہاں سے نہ نکل جاویں ہاں اگر وہ وہاں سے کہیں اور چلے

فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿۲۲﴾ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ

جائیں تو ہم بے تک جانے کو تیار ہیں ان دو شخصوں نے جو کہ ڈرنے والوں میں سے تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے فضل

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ

کیا تھا کہا کہ تم ان پر دروازہ تک تو چلو سو جس وقت دروازہ میں قدم رکھو گے اسی

اقوال و تحقیق

سورۂ یٰسین میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تین رسولوں کا تذکرہ موجود ہے پھر یہ کہنا کس طرح صحیح ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اور محمد مصطفےٰ صلعم کے درمیان کوئی رسول نہیں، ج وہ تینوں درحقیقت حضرت عیسیٰؑ کے فرستادہ قاصد تھے جن کو لغوی معنی کے لحاظ سے رسول کہہ دیا گیا ۔ محمد یعقوب غفرلہ ولوالدیہ

فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۳﴾

وقت غالب آجاؤ گے اور اللہ پر نظر رکھو اگر تم ایمان رکھتے ہو

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا

کہنے لگے کہ اے موسیٰ ہم تو ہرگز کبھی بھی وہاں قدم نہ رکھیں گے جب تک وہ لوگ وہاں موجود ہیں تو آپ اور

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ

آپ کے اللہ میاں چلے جایئے اور دونوں لڑ بھڑ لیجئے ہم تو یہاں سے سرکتے نہیں۔ دعا کرنے

رَبِّ اِنِّىْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِىْ وَاَخِىْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ

لگے کہ اے میرے پروردگار میں اپنی جان اور اپنے بھائی پر البتہ اختیار رکھتا ہوں سو آپ ہم دونوں کے اور اس

الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ

بے حکم قوم کے درمیان فیصلہ فرما دیجئے ارشاد ہوا تو یہ ملک ان کے ہاتھ چالیس برس تک نہ لگے گا۔

ع ۴ ۷ ۸

سَنَةً يَتِيْهُوْنَ فِى الْاَرْضِ ؕ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ ع

یوں ہی زمین میں سرمارتے پھرتے رہیں گے سو آپ اس بے حکم قوم پر غم نہ کیجئے۔

یہود کی سرکشی کا ایک خاص واقعہ

اس پورے رکوع میں اللہ پاک نے ایک خاص واقعہ بیان فرمایا ہے یہ قوم مصر میں رہتے ہوئے فرعون بادشاہ کی غلام تھی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرما کر ان کو فرعون کی غلامی سے نجات دلائی یہی نہیں بلکہ جس ملک میں یہ غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے اس ملک کی باگ ڈور ہی ان کے ہاتھ میں تھما دی جب یہ قوم ہر اعتبار سے خوش حال ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنی قوم کو لے کر ملک شام کو اپنے قبضہ میں لے لو اس میں ہم تمہاری مکمل نصرت و فتح فرمائیں گے یعنی بہت جلد وہ ملک تمہارے قبضہ میں آجائے گا، خدا کے اس حکم پر آمادہ کرنے کیلئے حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے اس طرح خطاب فرمایا کہ اے میری قوم اللہ تعالیٰ کے وہ انعامات و احسانات یاد کرو جو اس نے تم پر وقتاً فوقتاً کئے ہیں اور اس وقت کے تمام انسانوں پر تمکو ہر طرح کی فوقیت و فضیلت عطا فرمائی کہ دنیوی دولت سے بھی مالا مال فرمایا اور اخروی نعمتیں جو کہ نبوت و قربت خداوندی کی شکل میں ہیں اس سے بھی تمکو نواز رکھا ہے، اس خدائے پاک کے ان انعامات و احسانات کے شکریہ میں تم پر لازم ہے کہ وہ جو بھی حکم کرے اس کو مانو۔ سنو آج خدا نے تمہارے لئے ایک

حکم بھیجا ہے اس میں سراسر تمہارا ہی فائدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ملک شام جو اس وقت قوم عمالقہ کے قبضہ میں ہے اس سے جہاد کرکے تم لوگ اس ملک کو اپنے قبضہ میں کرلو، مگر قوم بنی اسرائیل قوم عمالقہ سے ایسی مرعوب ہوئی کہ ایک دم ہمت ہار بیٹھی کیونکہ قوم عمالقہ بڑی طاقتور اور لمبے چوڑے قدوقامت والی قوم تھی لہٰذا یہودی ان کی ظاہری طاقت سے گھبرا گئے اور خدا پر بھروسہ بالکل چھوڑ دیا، قوم بنی اسرائیل میں سے صرف دو آدمی ایسے تھے جن کو خدا پر بھروسہ ویقین تھا اور ساتھ ہی خدا کی نافرمانی کا ڈر بھی، یہ دو حضرات تھے حضرت یوشع بن نون، اور کالب بن یوفنا انھوں نے بھی اپنی قوم کو بہت سمجھایا اور کہا کہ ہمت کرکے تم ملک شام کے دروازہ تک تو چلو پھر دیکھو اللہ کی نصرت و فتح کس طرح آتی ہے اللہ کی شان سے کیا بعید ہے کہ وہ ہمارا رعب ان کے دلوں پر مسلط کردے اور وہ گھبرا کر بھاگ جائیں مگر انھوں نے کسی کی ایک نہ سنی اخیر وقت تک انکار ہی کرتے رہے، اور مزید گستاخی کرتے ہوئے انھوں نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ آپ اور آپ کا رب جاکر ان سے لڑے ہم تو بس یہیں بیٹھے ہیں ان کا یہ سخت اور کڑوے لہجہ والا جواب سنکر حضرت موسیٰ عاجز آکر اپنے پروردگار سے کہتے ہیں کہ اے میرے رب میں اپنی قوم سے عاجز آچکا ہوں اس پر میرا کوئی بس نہیں چلتا میں مجبور ہوں، بس میرا اختیار تو خود اپنے پر اور اپنے بھائی ہارون پر ہے لہٰذا آپ اس قوم کے اور ہمارے درمیان کوئی مناسب تجویز فرمادیجئے یعنی یہ قوم جس سزا کی مستحق ہے اس کو وہ سزا دی جائے اور ہم دونوں جس صورت حال کے مستحق ہیں ہم سے وہ فرمایا جائے، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی اس درخواست کے جواب میں فرمایا کہ اب ہمارا یہ فیصلہ ہے کہ اب ملک شام اس قوم کو چالیس سال تک نہیں ملے گا اور نہ ہی اپنے ملک مصر میں واپس جانا نصیب ہوگا بلکہ اسی میدان میں چالیس برس تک پڑے رہیں گے، یہ میدان وادی تیہہ ہے جسکا تفصیلی واقعہ سورۂ بقرہ پارہ الم میں گزر چکا، بعض روایات میں اس میدان کی لمبائی تیس میل اور چوڑائی اٹھارہ میل لکھی ہے، یہ میدان ملک شام اور ملک مصر کے درمیان تھا، بہرحال اس میدان میں اللہ پاک نے اس نافرمان اور سرکش قوم کو ایسا قید اور نظر بند کیا کہ باوجود مکمل کوشش کے نہ تو آگے بڑھ کر ملک شام پہونچ سکے اور نہ ہی پیچھے ہٹ کر اپنے ملک مصر میں جاپائے، صبح سے شام تک اس میدان میں گھومتے مگر ان کو کوئی راستہ نہ ملتا، یہ قوم اپنی سرکشی کی وجہ سے اگرچہ اس کی مستحق تھی کہ ان کو کھانے پینے کا کوئی سامان نہ ملتا مگر چونکہ ان کے ساتھ حضرت موسیٰ وہارون ؑ بھی تھے لہٰذا ان کی برکت سے اللہ نے اس بدبخت قوم پر پھر احسان فرمایا کہ آسمان سے تیار کھانا بھیجا جس کو پکانا بھی نہ پڑا اور پتھروں سے پانی کا بندوبست کیا اور مکان کا کام بادلوں کے ذریعہ کرایا کہ بادل ان کے اوپر سایہ کرکے ان کو دھوپ کی تپش سے بچالیا کرتے تھے۔

اس وادی تیہہ میں پہلے حضرت ہارون علیہ السلام انتقال فرماتے ہیں اور ان کے چھ مہینے کے بعد یا ایک سال بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بھی انتقال ہوجاتا ہے، ان کے بعد اللہ نے حضرت یوشع بن نون ؑ

کو اس قوم کا نبی بنایا اور پھر چالیس سال مکمل ہو جانے پر انہی کی زیر قیادت یہ قوم جہاد کے ارادہ سے ملک شام کو روانہ ہوئی اور پھر اللہ نے اپنے وعدہ کے مطابق ان کو ملک شام پر قبضہ عطا فرمایا۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ ۘ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ

اور آپ ان اہل کتاب کو آدم کے دو بیٹوں کا قصہ صحیح طور پر پڑھ کر سنائیے جب کہ دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی اور

مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ ۚ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ ۖ قَالَ

ان میں سے ایک کی تو مقبول ہوئی اور دوسرے کی مقبول نہ ہوئی وہ دوسرا کہنے لگا میں تجھ کو ضرور قتل کروں گا اس ایک

إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿٢٧﴾ لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَيَّ يَدَكَ

نے جواب دیا کہ خدا تعالیٰ متقیوں ہی کا عمل قبول کرتے ہیں اگر تو مجھ پر میرے قتل کرنے کے لئے دست درازی کرے گا

لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ ۖ إِنِّي أَخَافُ

تب بھی میں تجھ پر تیرے قتل کرنے کیلئے ہرگز دست درازی کرنے والا نہیں، میں تو خدائے پروردگار عالم

اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿٢٨﴾ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ تَبُوءَ بِإِثْمِي وَإِثْمِكَ

سے ڈرتا ہوں میں یوں چاہتا ہوں کہ تو میرے گناہ اور اپنے گناہ سب اپنے سر رکھ لے

فَتَكُونَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ﴿٢٩﴾

پھر تو دوزخیوں میں شامل ہو جاوے اور یہی سزا ہوتی ہے ظلم کرنے والوں کی

فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِينَ

سو اسکے جی نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کر دیا پھر اس کو قتل ہی کر ڈالا جس سے بڑے نقصان اٹھانے

﴿٣٠﴾ فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ

والوں میں شامل ہو گیا پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کوا بھیجا کہ وہ زمین کھودتا تھا تاکہ وہ اس کو تعلیم کر دے کہ اپنے

يُوَارِي سَوْءَةَ أَخِيهِ ۚ قَالَ يَا وَيْلَتَىٰ أَعَجَزْتُ أَنْ أَكُونَ

بھائی کی لاش کو کس طرح چھپائے کہنے لگا افسوس میری حالت پر کیا میں اس سے بھی گیا گذرا

مِثْلَ هَٰذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِيَ سَوْءَةَ أَخِي ۚ فَأَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِينَ ﴿٣١﴾

کہ اس کوے ہی کے برابر ہوتا اور اپنے بھائی کی لاش کو چھپا دیتا سو بڑا شرمندہ ہوا۔

واقعۂ ہابیل وقابیل

ان آیات میں حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں ہابیل اور قابیل کا واقعہ بیان فرمایا گیا ہے واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت آدم و حوا کو جنت سے نکال کر اللہ پاک کو ان کی نسل چلانا مقصود تھا چنانچہ حضرت حوا علیہا السلام کو ایک وقت میں دو بچے ہوتے تھے ایک لڑکا ایک لڑکی اس طرح انھوں نے بیس مرتبہ بچے جنے، جن کی کل تعداد چالیس ہوگئی تھی، اس وقت زمین پر حضرت آدم کی اولاد کے علاوہ اور کسی کی اولاد نہیں تھی لہٰذا اس وقت کے لئے اللہ نے شادی کی اجازت اسطرح دیدی تھی کہ جو لڑکا لڑکی ایک دفعہ میں پیدا ہوئے ہیں ان کا نکاح آپس میں جائز نہیں۔ بلکہ ایک مرتبہ کا لڑکا اور دوسری مرتبہ کی لڑکی کا آپس میں نکاح کیا جائے۔

حضرت حوا سے سب سے پہلے قابیل اور اسکی بہن اقلیما پیدا ہوئی اور اسکے بعد ہابیل اور اس کی بہن لبودا پیدا ہوئی، قابیل کی بہن اقلیما بہت ہی حسین وجمیل اور خوبصورت تھی اس لئے قابیل بضد تھا کہ میں اسی سے شادی کروں گا مگر حضرت آدمؑ اس کی اجازت قطعاً نہیں دے رہے تھے اور فرمارہے تھے کہ تیری بہن اقلیما ہابیل کے نکاح میں جائے گی اور اسکی بہن لبودا تیرے نکاح میں آئے گی، مگر جب قابیل نے حد سے زائد ہٹ دھرمی کی تو حضرت آدمؑ نے فرمایا اچھا تم دونوں اللہ کے لئے قربانی اور بھینٹ چڑھاؤ جس کی بھینٹ قبول کرلی جائے گی اسکے ساتھ اقلیما کی شادی کردی جائے گی، حضرت آدم کو چونکہ پورا یقین تھا کہ قابیل حق پر نہیں ہے لہٰذا اس کی بھینٹ قبول نہیں ہوگی اور پھر اللہ کے حکم کے مطابق قابیل کا نکاح لبودا سے کرادیا جائیگا

قابیل کاشتکار تھا اس نے چند غلے جمع کرکے بھینٹ چڑھائے اور ہابیل جانور پالتا تھا، لہٰذا اس نے موٹا تازہ دنبہ بھینٹ چڑھایا، اس وقت بھینٹ چڑھانے کا یہ طریقہ شریعت آدم میں مقرر تھا کہ اپنی بھینٹ کو کسی اونچی جگہ پہاڑ ٹیلہ وغیرہ پر لے جاکر رکھ دی جاتی تھی اگر اس کو قبول کرنا ہوتا تو اللہ پاک آسمان سے ایک آگ بھیجتے وہ اس بھینٹ کو کھا جاتی جلا جاتی ورنہ وہ جوں کی توں وہیں پڑی رہتی، چنانچہ ہابیل کا دنبہ اللہ نے قبول کرلیا آگ اس کو کھا گئی اور قابیل کا غلہ وہیں پڑا رہا، جب قابیل نے دیکھا کہ میری بھینٹ قبول نہیں ہوئی تو غصہ میں آگ بگولہ ہوگیا اور ہابیل سے کہنے لگا کہ میں تجھے ضرور مار ڈالوں گا، ہابیل نے نرمی سے جواب دیا بھائی قابیل اگر تیری بھینٹ قبول نہیں ہوئی تو اس میں میری کیا غلطی ہے اللہ تعالیٰ تو اس کی قربانی قبول کرتے ہیں جو متقی و پرہیزگار اور خدا کا خوف رکھنے والا ہو، مگر قابیل نے ہابیل کی اس عمدہ نصیحت پر غور نہیں کیا اور اسکے قتل پر بضد رہا ہابیل نے کہا کہ اگر تو مجھ پر قتل کے لئے حملہ بھی کرے گا تو میں تب بھی اپنی طرف سے تجھ پر کوئی قاتلانہ حملہ نہیں کروں گا کیونکہ مجھے اس خدائے تعالیٰ کا ڈر ہے جو دونوں جہان کا پروردگار ہے میں تجھے قتل کرکے

اس کو کیا جواب دوں گا۔ ہابیل نے اپنی اس بات میں بھی قابیل کو خدا سے ڈرایا اور انجام بد سے محفوظ رہنے کے لئے بڑا اچھا مشورہ دیا۔ اور کہا میں تو یوں چاہتا ہوں کہ مجھ سے کوئی گناہ کا کام نہ ہو چاہے تو مجھ پر کتنا ہی ظلم کیوں نہ کرے جس سے کہ تو میرے گناہ اور اپنے گناہ سب اپنے سر رکھ لے گا، مطلب یہ ہے کہ چونکہ میں مظلوم اور تو ظالم ہے لہذا اللہ پاک قیامت کے دن میرے گناہ بھی تیرے نامہ اعمال میں چڑھا کر اس کی سزا بھی تجھ ہی کو دیں گے، چنانچہ مسلم شریف میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ قیامت کے دن میری امت میں سب سے زیادہ غریب و مفلس وہ شخص ہوگا جو نماز روزہ وغیرہ تمام نیکیاں لے کر آئے گا مگر اسی کے ساتھ اس نے کسی کو گالی بھی دی ہوگی، کسی کا ناحق مال بھی کھایا ہوگا، کسی کو ناحق قتل بھی کیا ہوگا، لہذا اس کی کچھ نیکیاں اس کو اور کچھ اسکو دیدی جائیں گی اور جب ان کے حقوق کی پوری ادائے گی نہ ہوگی تو پھر ان حقداروں کے گناہ بھی اس شخص پر ڈالدیئے جائیں گے، اور پھر اس کو جہنم کے دہکتے ہوئے انگاروں میں پھینک دیا جائیگا اس کے بعد ہابیل نے کہا کہ پھر تو جہنمیوں میں شامل ہو جائیگا اور یاد رکھ یہی سزا ہوتی ہے ظلم کرنے والوں کی، قابیل نے ان باتوں کو سنی ان سنی کر دی اور اپنے جی میں ٹھان لی کہ یہ اقلیما سے شادی کرنے میں میرے لئے سب سے بڑی رکاوٹ ہے اس لئے میں اس کو بہر حال قتل کر کے رہوں گا، اور پھر موقع پاکر ہابیل کو قتل کر ہی ڈالا جس کی وجہ سے کمبخت دین دنیا میں رسوا و ذلیل اور مستحق عذاب شدید ہوا۔ حافظ ابن کثیرؒ نے حضور علیہ السلام کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو انسان ظلم سے قتل کیا جاتا ہے اس کے خون کا بوجھ آدم کے اس پہلے لڑکے قابیل پر بھی پڑتا ہے کیونکہ اسی نے سب سے پہلے دنیا میں ناحق خون کیا قتل کیا۔

بہر حال ہابیل کو قتل کر کے قابیل حیران و پریشان ہو جاتا ہے اور سوچتا ہے کہ اس کو کہاں چھپاؤں اسی ادھیڑ بن میں پریشان تھا کہ اللہ پاک نے ایک کوا بھیجا جس نے اپنی چونچ اور پنجوں سے ایک گڑھا کھودا اور پھر اس کوے کو جو اس کے قریب مرا پڑا تھا اس کو اس گڑھے میں دھکیل کر پنجوں سے مٹی اس کے اوپر ڈالدی، یہ ماجرا دیکھ کر قابیل اپنے اوپر بہت ہی نادم و شرمندہ ہوا کہ پھٹکار ہے مجھ پر کہ میں کوے سے بھی جاتا رہا، اسے جانور ہونے کے باوجود اتنی عقل و سمجھ ہے کہ مردہ کو کس طرح دفن کیا جاتا ہے اور میں انسان ہو کر بھی کچھ نہ کر پایا اور پھر اس کے بعد اس نے بھی اسی طرح گڑھا کھود کر اپنے بھائی ہابیل کو اس میں دفن کر دیا۔

واقعہ کا مقصد

قرآن مقدس کوئی واقعات و حکایات کی کتاب یا کوئی ناول نہیں کہ جس کا مقصد صرف واقعات کو بیان کرنا ہو، بلکہ یہ تو رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے اس کا مقصد تو صرف لوگوں میں انسانیت پیدا کرنا اور اپنے حقیقی خالق و مالک کو پہچان کر اس کی بندگی

کرانا ہے پھر جو واقعات قرآن عظیم میں بیان کئے جاتے ہیں ان کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے چنانچہ قرآن عزیز میں جتنے بھی واقعات بیان ہوئے ہیں کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے جو عبرت و نصیحت اور ہدایت کا سبق نہ سکھاتا ہو، اسی واقعہ پر آپ غور فرمائیے کہ قاتل و ظالم کو اس سے کس قدر سبق ملتا ہے کہ وہ دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا اور تباہ و برباد ہو جاتا ہے اور اسی کے ساتھ خاص طور پر اس واقعہ سے اہل کتاب یہودیوں اور عیسائیوں کو سبق دینا مقصود ہے کہ جو کہتے تھے کہ ہم انبیاء علیہ السلام کی اولاد اور رشتہ دار ہیں، لہٰذا خدا کے بھی چہیتے اور محبوب ہیں ہمیں کوئی سزا نہ دی جائے گی خود اللہ پاک نے یہ واقعہ بیان فرما کر ان کی آنکھیں کھول دیں کہ تم اپنی کیا بات کرتے ہو ہم تو سب سے پہلے اور مقدس و معظم پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام کے سب سے پہلے لڑکے قابیل کو بھی اس کی غلط حرکت پر معاف نہیں کریں گے اس کو بھی اپنی نافرمانی کرنے پر جہنم کا ایندھن بنا دیا تمہارے ساتھ بھی ہمارا یہی معاملہ رہے گا، خوب سمجھ لو۔

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚۛ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ

اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ لکھ دیا کہ جو شخص کسی شخص

نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ

کو بلا معاوضہ دوسرے شخص کے یا بدون کسی فساد کے جو زمین میں اس سے پھیلا ہو قتل کر ڈالے تو گویا اس

جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ

نے تمام آدمیوں کو قتل کر دیا اور جو شخص کسی شخص کو بچا لیوے تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو بچا لیا، اور بنی

وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۫ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ

اسرائیل کے پاس ہمارے بہت سے پیغمبر بھی دلائل واضحہ لے کر آئے، پھر اس کے بعد بھی بہتیرے ان میں سے

بَعْدَ ذٰلِكَ فِى الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ﴿۳۲﴾

دنیا میں زیادتی کرنے والے ہی رہے۔

تفسیر اس سے پہلی آیات میں جو قابیل کا واقعہ بیان ہوا اسی کے متعلق اس آیت میں ذکر ہے کہ قابیل کے اپنے بھائی کو ناحق قتل کرنے کی وجہ سے ہم نے قوم بنی اسرائیل سے صاف صاف فرما دیا یعنی ان کی کتاب میں لکھ دیا اور ان کے لئے اس حکم کو شرعی حکم کر دیا کہ جو شخص کسی کو ناحق اور بلا وجہ مار ڈالے کہ نہ اس نے کسی کو قتل کیا اور نہ ہی زمین میں فساد پھیلایا ایسے

بے گناہ شخص کو قتل کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا ہو، اور اگر کسی بے گناہ شخص کی جان بچائی جائے مثلاً کوئی کسی کو ناحق قتل کر رہا تھا آپ نے اس کو بچا لیا یا کسی کو دریا وغیرہ میں ڈوبنے سے بچا لیا یا کسی کو آگ میں جلنے سے بچا لیا یا کسی کے اوپر دیوار وغیرہ گر رہی تھی اس کو اس سے بچا لیا تو ان تمام صورتوں میں اس بچانے والے نے گویا کہ تمام لوگوں کو بچا لیا، چنانچہ حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان کو قتل کرنے والا گویا تمام لوگوں کو قتل کرنے والا ہے اور ایک مسلمان کی جان بچانے والا گویا کہ تمام لوگوں کی جان بچانے والا ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال لکھنے کے بعد فرمایا ہے کہ دراصل ان تمام اقوال کا حاصل صرف یہ ہے کہ اللہ نے اس آیت کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں قتل کی مذمت اور جان بچانے کی عظمت بٹھانا چاہی ہے اور اس بات کی ترغیب و ترہیب فرمائی ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے مارنے سے بچیں اور رکیں۔

اسکے بعد فرمایا کہ ہمارے پیغمبر محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) اس قوم بنی اسرائیل کے پاس واضح دلیلیں روشن احکام اور کھلے معجزے لے کر آئے لیکن اس کے بعد بھی اکثر لوگ اپنی سرکشی اور ظلم و زیادتی سے باز نہ آئے، برابر اس زمین پر فساد پھیلاتے رہے اور اتنے آگے بڑھے کہ خود ان انبیاء ہی کو قتل کر ڈالا جو ان کو ہدایت و سلامتی کی راہ دکھا رہے تھے۔

إِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ

جو لوگ اللہ تعالیٰ سے اور اسکے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلاتے پھرتے

فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوٓا أَوْ يُصَلَّبُوٓا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ

ہیں، ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کئے جائیں یا سولی دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ

مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ۚ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا

دیئے جائیں یا ان کو زمین پر سے نکال دیئے جائیں، یہ ان کے لئے دنیا میں سخت رسوائی ہے

وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٣٣﴾ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ

اور ان کو آخرت میں عذاب عظیم ہوگا ہاں مگر جو لوگ قبل اسکے کہ تم ان کو گرفتار

قَبْلِ أَنْ تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ ۖ فَاعْلَمُوٓا أَنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٣٤﴾ ع ۵

کرو توبہ کرلیں تو جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ بخشش دیں گے مہربانی فرما دیں گے۔ ۹

قتل اور ڈکیتی کی سزا

ان آیات میں ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول سے لڑتے ہیں۔ اور لڑنے کا مطلب یہ ہے کہ ملک میں فساد و بدامنی پھیلاتے پھرتے ہیں۔ قرآن نے فساد و بدامنی پھیلانے والوں کے لئے چار قسم کی سزائیں بیان فرمائی ہیں۔ ۱ اول یہ کہ ان کو قتل کر دیا جائے، یہ ان لوگوں کی سزا ہے جو لوگوں پر لوٹ مار کرنے کے لئے مستقل گروہ بنائے ہوئے ہیں، انھوں نے اگر کسی کو صرف قتل کیا ہے مال نہیں لوٹ پائے تو اس کی سزا یہ ہے کہ اس پورے گروہ کو قتل کر دیا جائیگا قتل کرنے والا اگرچہ ایک ہو پورے گروہ کو قتل اسلئے کیا جائیگا کہ تمام ہی ساتھیوں کی مدد اور تعاون سے یہ قتل ہوا ہے۔ دوسری سزا یہ ہے کہ ان کو سولی پر چڑھا دیا جائے یہ سزا ان کو اس صورت میں بھی دی جائے گی جبکہ انھوں نے کسی کو قتل بھی کیا ہو اور اس کا مال بھی لوٹ لیا ہو۔

تیسری سزا یہ ہے کہ ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیئے جائیں یعنی داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں یہ سزا اس گروہ کو اس صورت میں ... دی جائے گی جب کہ انھوں نے صرف مال لوٹا ہو کسی کو قتل نہ کیا ہو، اور چوتھی سزا یہ ہے کہ اس کو شہر بدر کر دیا جائے، یہ سزا ان کو اس صورت میں ... دی جائے گی جبکہ وہ قتل اور لوٹ مار سے پہلے ہی گرفتار کر لئے گئے ہوں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس طرح کے مجرموں کو اپنے دور حکومت میں قید خانہ اور جیل میں بند کرنے کی سزا دی ہے اور وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ اگر ان کو اس شہر سے باہر نکال کر دوسری جگہ بھیجدیا جائے گا تو یہ اپنی عادت کے مطابق وہاں بھی لوگوں کو ستانا، لوٹ مار اور قتل کرنا شروع کر دیں گے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ نے بھی عمر فاروق رضی کی رائے سے اتفاق فرمایا ہے۔

اس کے بعد اللہ پاک فرما رہے ہیں کہ یہ سزا تو ان کے لئے دنیا میں ہے آخرت کی سزا اس سے الگ ہے جو جہنم میں سخت عذاب دیا جائے گا۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ جو گروہ تمھارے گرفتار کرنے سے پہلے ہی توبہ کرلے کہ اب ہم ڈکیتی کا پیشہ قطعاً چھوڑتے ہیں تو اللہ اپنے حقوق بخش دیں گے اور ان کے حال پر مہربانی فرمائیں گے، مطلب یہ ہے کہ جو چار سزائیں ان کے لئے اوپر بیان کی گئیں اب ان کو ان میں سے کسی قسم کی سزا نہیں دی جائے گی، یہ سزا اللہ نے ان کے لئے مقرر فرمائی تھی اور اب وہی ان کو معاف کر رہا ہے البتہ حقوق العباد یعنی جو مال لوٹا ہوگا اس کا نقصان دینا ہوگا اور جو قتل کیا ہوگا اس کا قصاص دینا ہوگا، لیکن اگر صاحب مال اور مقتول

اقوال و تحقیق یہاں پر لڑنے کی نسبت اللہ و رسول کی طرف کی گئی ہے، حالانکہ ڈاکوؤں کا یہ گروہ عام انسانوں کے ساتھ لڑتا تھا۔ جواب اس کا یہ ہے کہ چونکہ وہ درحقیقت اللہ و رسول کے قانون کو توڑنے اور اسکی مخالفت و نافرمانی کرتے ہیں لہذا یہ لڑنا درحقیقت اللہ و رسول ہی سے ہوا اور پھر اسکی سزا بھی اللہ پاک ان لوگوں کو دینگے۔

کے وارثین معاف کردیں گے تو معاف ہوجائیگا پھر کسی قسم کی سزا نہیں دی جائے گی۔ عام لوگوں کے لئے سزا کا جو اصول ہے اس سے تھوڑا ہٹ کر شریعت نے ڈاکوؤں کے لئے قانون بنایا ہے مثلاً اگر عام آدمی چوری زنا وغیرہ جرم کرنے اور قاضی کی عدالت میں جرم ثابت ہوجانے کے بعد سچی توبہ بھی کرے تو اس کی سزا معاف نہیں کی جائے گی، البتہ آخرت میں جو سزا و عذاب ملنے والا تھا وہ معاف ہوجائیگا اور ڈاکوؤں کے لئے یہ ہے کہ اگر وہ سچی توبہ کرلیں تو ان کی سزا دنیا میں بھی معاف ہوجاتی ہے اور آخرت میں بھی۔ درحقیقت اس میں ایک خاص مصلحت ہے وہ یہ کہ ایک طاقت ور اور مسلح گروہ پر قابو پانا آسان نہیں اس واسطے ان کے لئے کچھ رعایت کا دروازہ کھلا رکھا تاکہ وہ توبہ کی طرف مائل ہوجائیں، ان کے سدھر جانے سے یقیناً ہزاروں لاکھوں انسان چین وسکھ کی زندگی گذار سکیں گے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَ

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ کا قرب ڈھونڈو اور

جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اللہ کی راہ میں جہاد کرو امید ہے کہ تم کامیاب ہوجاؤ گے یقیناً جو لوگ کافر ہیں

لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ

اگر ان کے پاس تمام دنیا بھر کی چیزیں ہوں اور ان چیزوں کے ساتھ اتنی چیزیں اور بھی ہوں تاکہ وہ اس کو

مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

دے کر روز قیامت کے عذاب سے چھوٹ جائیں تب بھی وہ چیزیں ان سے ہرگز قبول نہ کی جائیں گی اور ان کو دردناک عذاب

﴿۳۶﴾ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ

ہوگا اس بات کی خواہش کریں گے کہ دوزخ سے نکل آویں اور وہ اس سے کبھی نہ نکلیں گے۔

مِنْهَا ۡ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۳۷﴾

اور ان کو عذاب دائمی ہوگا

تفسیر اس سے پہلی آیات میں قابیل کا واقعہ اور پھر قتل و ڈکیتی وغیرہ کی سزا کا بیان ہوا، اب اس آیت میں ارشاد ہے کہ اے ایمان والو خدا سے ڈرو، اگر حقیقت میں دیکھا جائے تو خدا کا خوف ایک ایسی چیز ہے کہ جس کے دل میں یہ ہوگا وہ کسی گناہ کی طرف مائل ہی نہیں ہوسکتا قتل و ڈکیتی تو

بہت دور کی بات ہے اس لئے اللہ تعالیٰ عام طور پر اپنی سزا اور عذاب سے ڈرانے کے ساتھ یہ حکم فرماتے ہیں کہ اللہ کا خوف کرو اس سے ڈرو حاصل یہ کہ خدا کا خوف اپنے دل میں پیدا کرو اور گناہوں اور برائیوں سے بچ جاؤ، اور پھر نیک کام کرکے خدائے تعالیٰ کا تقرب حاصل کرو اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا کرو کامیاب ہو جاؤ گے، قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جہاد کرو اللہ کے دشمنوں سے اور اللہ کا دشمن وہ ہے جو اس کی نافرمانی کی طرف ابھارتا ہو اب چاہئے وہ خود انسان کا اپنا نفس ہو، چاہے شیطان ہو اور چاہے مشرکین و کافر ہوں، یہ سب اللہ کے دشمن ہیں ان سے جس وقت بھی جہاد اور مقابلہ کی ضرورت پڑے تو فوراً مقابلہ کے لئے تیار ہو جاؤ، اس سے انشاء اللہ دین و دنیا کی کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔

اور جو لوگ کافر ہیں وہ یقیناً جہنم میں جائیں گے اور وہاں ان کو ان کا یہ مال جس پر وہ دل وجان نچھاور کئے ہوئے ہیں کچھ فائدہ نہ دے گا، اگر عذاب خداوندی سے بچنے کے لئے یہ اپنا تمام مال بلکہ پوری دنیا کا مال اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اگر اتنا ہی مال اور بھی دیکر عذاب خداوندی سے چھٹکارہ پانا چاہیں گے تو نہیں پا سکیں گے، اور ہمیشہ جہنم کے دہکتے ہوئے انگاروں میں بھنتے رہینگے

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا

اور جو مرد چوری کرے اور جو عورت چوری کرے سو ان دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو ان کے کردار کے عوض میں

نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۳۸﴾ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ

بطور سزا کے اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ بڑے قوت والے ہیں بڑے حکمت والے ہیں پھر جو شخص توبہ کرلے اپنی

ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

اس زیادتی کے بعد اور اعمال کی درستی رکھے تو بیشک اللہ تعالیٰ اس پر توجہ فرمائیں گے بیشک اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت والے ہیں

﴿۳۹﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يُعَذِّبُ

بڑی رحمت والے ہیں کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہی کے لئے ثابت ہے حکومت سب آسمانوں کی اور زمین کی وہ جس کو

مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۰﴾

چاہیں سزا دیں اور جس کو چاہیں معاف کردیں اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے۔

چوری کی سزا ان آیات میں چوری کی سزا کا بیان ہے ارشاد ہے کہ جو مرد اور عورت چوری کرے تو ان کے داہنے ہاتھ گٹے سے کاٹ دو تاکہ اس کو بھی تنبیہ ہو اور دوسروں

کو بھی عبرت حاصل ہو۔

اس مقام پر یہ بات تحقیق طلب ہے کہ جس چوری کی یہ سزا دی جا رہی ہے وہ کس طرح کی چوری ہے چنانچہ شریعت نے اس کی وضاحت فرمائی ہے اول یہ کہ جس مال کی چوری ہوئی ہے اس کی قیمت کم از کم دس درہم ہونی چاہیئے دوسرے یہ کہ وہ مال کسی محفوظ جگہ میں ہو کہ تالے وغیرہ بند کر کے اس کی حفاظت کر دی گئی ہو، تیسرے یا تو چوری کرنے والا خود اقرار کرے یا پھر اس کی چوری پر دو مرد گواہی دیں، اور اس چوری میں کسی طرح کا شبہ نہ ہو، بہرحال اگر مال دس درہم سے کم ہے یا غیر محفوظ جگہ مثلاً گلی وغیرہ میں رکھا تھا وہاں سے چوری ہوا ہے، یا گواہ موجود نہیں اور نہ ہی چور اقراری ہے یا اس چوری میں کسی طرح کا شبہ ہے تو ان تمام صورتوں میں چور کو کسی قسم کی سزا نہیں دی جائے گی، البتہ اگر کسی نے واقعتاً چوری کی ہے خواہ وہ ایک نئے پیسے کی ہو تو اگرچہ اس کو دنیا میں ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں دی جائے گی لیکن آخرت میں خدا کے دربار میں اس ایک پیسے کی چوری کا بھی حساب دینا ہوگا اور پھر اس کی سزا بھی بھگتنی ہوگی،

اس کے بعد ارشاد خداوندی ہے کہ اگر چور سچی توبہ کرلے اور آئندہ چوری نہ کرنے کا پختہ ارادہ کر کے اس پر قائم ہو جائے تو اللہ پاک اس پر رحمت کے ساتھ متوجہ ہو جاتے ہیں یعنی اس کی توبہ قبول کر لیتے ہیں اور اسکا پچھلا گناہ معاف فرما دیتے ہیں بلاشبہ اللہ پاک بڑی رحمت و مغفرت کرنے والے ہیں،

آیت کے اخیر میں فرمایا گیا ہے کہ اے لوگو کیا تم کو معلوم نہیں کہ آسمان و زمین کی ہر ہر چیز پر اللہ ہی کی حکمرانی ہے وہ جس کو چاہیں معاف کر دیں، یہ بات دھیان رہے کہ اللہ پاک کا ہر کام حکمت سے پُر ہوتا ہے لہٰذا اس کے معاف کرنے میں بھی کوئی نہ کوئی حکمت و مصلحت ہوتی ہے اور سزا دینے میں بھی اگرچہ کبھی کبھی وہ مصلحت اس انسانِ کوتاہ عقل کی سمجھ میں نہ آئے۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ

اے رسول جو لوگ کفر میں دوڑ دوڑ گرتے ہیں آپ کو مغموم نہ کریں خواہ وہ

قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ ۛ وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا

ان لوگوں میں سے ہوں جو اپنے منہ سے تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور ان کے دل یقین نہیں لائے اور خواہ وہ ان لوگوں میں

سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ سَمَّاعُونَ لِقَوْمٍ آخَرِينَ ۙ لَمْ يَأْتُوكَ ۖ

سے ہوں جو کہ یہودی ہیں یہ لوگ غلط باتوں کے سننے کے عادی ہیں آپ کی باتیں دوسری قوم کی خاطر کان دھر دھر سنتے ہیں

يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا

جس قوم کے یہ حالات ہیں وہ آپ کے پاس نہیں آئے کلام کو بعد اس کے کہ وہ اپنے موقع پر ہوتا ہے بدلتے رہتے ہیں کہتے ہیں کہ اگر

فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ۭ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ

تم کو یہ حکم ملے تب تو اس کو قبول کر لینا اور اگر تم کو یہ حکم نہ ملے تو احتیاط رکھنا اور جس کا خراب ہونا خدا

فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَمْ

ہی کو منظور ہو تو اس کے لئے اللہ سے تیرا کچھ زور نہیں چل سکتا یہ لوگ ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو ان کے

يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ۭ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۚ وَّلَهُمْ

دلوں کا پاک کرنا منظور نہیں ہوا، ان لوگوں کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت

فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۴۱ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ

میں ان کے لئے سزائے عظیم ہے یہ لوگ غلط باتوں کے سننے کے عادی ہیں بڑے

لِلسُّحْتِ ۭ فَاِنْ جَاۗءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ

حرام کھانے والے ہیں تو اگر یہ لوگ آپ کے پاس آویں تو خواہ آپ ان میں فیصلہ کر دیجئے یا ان کو ٹال دیجئے

وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْـــًٔا ۭ وَاِنْ حَكَمْتَ

اور اگر آپ ان کو ٹال ہی دیں تو ان کی مجال نہیں کہ آپ کو ذرا بھی ضرر پہنچا سکیں اور اگر آپ فیصلہ کریں

فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝۴۲ وَ

تو ان میں عدل کے موافق فیصلہ کیجئے - بیشک اللہ تعالیٰ عدل کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور

كَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ

وہ آپ سے کیسے فیصلہ کراتے ہیں حالانکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم ہے پھر

يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۭ وَمَآ اُولٰۗىِٕكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝۴۳ ع

اسکے بعد پھر جاتے ہیں اور یہ لوگ ہرگز اعتقاد والے نہیں -

تفسیر | قرآن کریم یہ بات بہت سی مرتبہ بیان کر چکا کہ یہودیوں کی یہ عادت بن چکی تھی کہ وہ دنیوی

لالچ کی خاطر لوگوں کو غلط فتوے دیتے تھے اور امیر و غریب کا نمایاں فرق کرتے تھے، ایک مرتبہ یہود کے ایک مرد اور ایک عورت نے آپس میں منہ کالا کر لیا تھا یہ دونوں مالدار تھے لہذا علماء یہود نے ان کیلئے کوئی آسانی کی راہ نکالنی چاہی اور اس کیلئے یہ تجویز پاس کی کہ محمد عربی کے دین میں نرمی ہے وہ سزائیں بڑی ہلکی پھلکی دیتے ہیں لہذا زنا کا فتویٰ ان سے لیا جائے اگر وہ نرم ہوگا تو ہم قبول کر لیں گے وہ ہمارے لئے سند بن جائیگا کہ محمد عربی بھی یہی فتویٰ دیتے ہیں اور اگر سخت ہوا تو اس کو چھوڑ دیں گے۔ چنانچہ یہ مسئلہ معلوم کرنے کیلئے کچھ یہودی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا حضور شادی شدہ مرد و عورت اگر زنا کریں تو انکی کیا سزا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے معلوم کیا کہ آپ کے یہاں توریت میں کیا سزا ہے! انھوں نے کہا ہم تو زنا کار کو کوڑے مار کو رسوا کر کے چھوڑ دیتے ہیں، اس مجلس میں حضرت عبداللہ بن سلام جو پہلے یہودی تھے فوراً بولے تم جھوٹ بول رہے ہو توریت میں اس جرم کی سزا سنگسار کر دینا ہے لاؤ توریت دکھاؤ چنانچہ توریت کھولی گئی اور جس آیت میں یہ مسئلہ تھا یہودیوں نے وہاں ہاتھ رکھ لیا حضرت عبداللہ بن سلام نے ہاتھ اٹھوایا اور ان کو دکھا کر ان سے قبول کرایا کہ ہاں توریت میں بھی اس جرم کی سزا سنگسار کر دینا ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان زنا کاروں کو سنگسار کر دیا گیا۔

حضور پاک چونکہ رحمۃ للعالمین تھے لہذا ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی غم ستائے رکھتا تھا کہ کسی طرح پوری دنیا کے انسان کفر و شرک سے باز آجائیں اور عذاب خداوندی سے بچ جائیں۔ اس سلسلہ میں یہود کی طرف آپکی توجہ زیادہ تھی کیونکہ یہ اہل کتاب تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے تھے لہذا انکے دین اسلام پر آنیکی زیادہ توقعات تھیں اور پھر دوسرے مشرکین وغیرہ بھی انھیں دیکھ کر دین اسلام قبول کر لیتے کہ جب وہ لوگ جن کے پاس پہلے سے آسمانی کتاب ہے اور ان کا مستقل نبی ہے جب وہی محمد عربی کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں تو یقیناً محمد عربی کا دین ہی اسوقت برحق ہے۔ مگر ہوا یہ کہ ان اہل کتاب کیساتھ جتنی محنت کی گئی اتنے ہی یہ گمراہی کے راستے پر بڑھتے رہے اسی لئے اللہ پاک نے ان آیات میں ان کے متعلق فرمایا ہے کہ ان یہودیوں نے اسقدر غلط کام کر رکھے ہیں کہ ان کے دل بالکل سیاہ ہو چکے اللہ نے بھی ان کیلئے یہی منظور کر لیا ہے کہ یہ اب ہدایت نہیں پا سکیں گے۔

بس اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان کے غم میں نہ پڑیئے یہ سیدھے راستے پر نہیں آنے والے ہیں۔ ہم ان کو آخرت میں دردناک عذاب دیں گے اور دنیا میں بھی رسوا و ذلیل کریں گے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ

ہم نے توریت نازل فرمائی تھی جس میں ہدایت تھی اور وضوح تھا

يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّانِيُّونَ

انبیاء جو کہ اللہ تعالےٰ کے مطیع تھے اسکے موافق یہود کو حکم دیا کرتے تھے اور اہل اللہ

وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ

اور علماء بھی بوجہ اسکے کہ انکو اس کتاب اللہ کی نگہداشت کا حکم دیا گیا تھا اور وہ اسکے اقراری ہو گئے تھے

فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا

سو تم بھی لوگوں سے اندیشہ مت کرو اور مجھ سے ڈرو اور میرے احکام کے بدلہ میں متاع قلیل

قَلِيلًا ۚ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ

مت لو اور جو شخص خدا تعالےٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے سو ایسے لوگ

الْكَافِرُونَ ﴿٤٤﴾ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَ

بالکل کافر ہیں اور ہم نے اُنپر اسمیں یہ بات فرض کی تھی کہ جان بدلے جان کے اور

الْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَ

آنکھ بدلے آنکھ کے اور ناک بدلے ناک کے اور کان بدلے کان کے اور

السِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ ۚ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ

دانت بدلے دانت کے اور خاص زخموں کا بھی بدلہ ہے پھر جو شخص اس کو معاف کر دے تو وہ اسکے

كَفَّارَةٌ لَهُ ۚ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ

لئے کفارہ ہو جاویگا اور جو شخص خدا کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے سو ایسے لوگ بالکل ستم

الظَّالِمُونَ ﴿٤٥﴾

ڈھا رہے ہیں

تفسیر

ارشاد خداوندی ہے کہ ہم نے توریت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا اس میں ہدایت

وروشنی ہے جو توحید اور اعمال صالحہ کی راہ دکھانے والی ہے۔ حضرت موسیٰ اور آپ کے بعد والے تمام انبیاء جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے تشریف لائے ہیں وہ تمام اسی توریت کے مطابق سب یہودیوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ اس کام کو توریت کرنے کا حکم دیتی ہے اور اس کام سے منع کرتی ہے، اور اسی نقش قدم پر بعد والے اہل اللہ اور حضرات علماء چلتے رہے کہ وہ بھی یہودیوں کو توریت کی صحیح صحیح تعلیم دیتے رہے، ان حضرات کو اللہ پاک نے توریت کی حفاظت کا حکم دیا تھا اور اس کی حفاظت یہ ہے کہ خود بھی اس پر صحیح طور سے عمل کرے اور دوسروں تک بھی اس کی صحیح تعلیمات پہونچا کر عمل کی دعوت دے، چنانچہ ان حضرات نے خدا کے اس حکم یعنی توریت کی حفاظت کو اپنے ذمے لیا اور وہ ہمیشہ اس کے پابند رہے، پس اے اس زمانہ کے امراء وعلماء یہود جب ہمیشہ سے تمہارے بڑے توریت کو مانتے آئے ہیں تو تم بھی محمد عربی کی نبوت کی تصدیق کے سلسلہ میں توریت کی بات مانو جو تم کو واضح طور پر حکم کرتی ہے کہ محمد عربیؐ سچے رسول ہیں ان کی نبوت کا اقرار کرو اور دین میں ان کی نصرت ومدد کرو اور لوگوں سے کسی قسم کا خطرہ واندیشہ مت محسوس کرو کہ اگر ہم محمد عربی کی نبوت کی تصدیق کریں گے تو لوگوں کی نظروں میں ہماری جو عزت ومقام ہے وہ جاتا رہے گا بس تم صرف مجھ سے ڈرو کہ اگر تم محمد عربی کی نبوت کی تصدیق نہیں کروگے تو میں سزا دوں گا اور تم لوگ میرے احکام کے بدلہ میں حقیر معاوضہ مت لو جیسا کہ یہود کے علماء کی عادت بن چکی تھی کہ وہ اپنے عوام سے رشوتیں لیا کرتے تھے، بس جو شخص اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے احکام کے خلاف حکم کرے تو وہ کھلا کافر ہے جس طرح یہ یہودی کیا کرتے تھے کہ جو حکم توریت میں اللہ پاک نے نازل فرمایا تھا یہ اسکے خلاف لوگوں کو حکم اور فتویٰ دیا کرتے تھے بنونضیر نے اپنی طاقت وقوت کے بل بوتہ پر بنوقریظہ کو اس پر مجبور کر رکھا تھا کہ بنونضیر کے کسی آدمی کو ان کا آدمی قتل کردے تو اس کا قصاص جان کے بدلہ جان سے لیتے اور ساتھ ہی دیت یعنی خون بہا بھی لیتے اور اگر بنوقریظہ کا آدمی بنونضیر کے ہاتھوں قتل ہوجاتا تو کوئی قصاص نہ دیتے بلکہ صرف خون بہا دیتے تھے اور وہ بھی آدھا۔

اس آیت میں اللہ پاک نے یہود سے واضح طور پر فرما دیا کہ دیت اور قصاص میں برابری ہے اس میں غریب وامیر اور چھوٹے بڑے کا کوئی فرق نہیں اور یہ مسئلہ ہم نے توریت میں بھی اسی طرح بیان کر رکھا ہے کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور اسی طرح دوسرے خاص زخموں کا بدلہ بھی یہی ہے کہ زخم کا بدلہ زخم دے کر لیا جائے گا پس جو شخص ہمارے احکام کی خلاف ورزی کر رہا ہے وہ بہت ظلم ستم ڈھا رہا ہے جس کا انجام وہ جلد بھگت لیگا۔

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا

اور ہم نے ان کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم کو اس حالت میں بھیجا کہ وہ اپنے سے قبل کی کتاب یعنی

بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۖ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى

توریت کی تصدیق فرماتے تھے اور ہم نے ان کو انجیل دی جس میں ہدایت تھی۔

وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ

اور روشنی تھا اور اپنے سے قبل کی کتاب یعنی توریت کی تصدیق کرتی تھی اور

هُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ

وہ سراسر ہدایت اور نصیحت تھی خدا سے ڈرنے والوں کے لئے اور انجیل والوں کو چاہئے کہ

بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس میں نازل فرمایا ہے اسکے موافق حکم کیا کریں اور جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے

فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾

کے موافق حکم نہ کرے تو ایسے لوگ بالکل بے حکمی کرنے والے ہیں۔

تفسیر اس آیت پاک میں ارشاد ہے کہ پھر ہم نے بہت سے انبیاء علیہم السلام کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا اور ان کو بھی ایک آسمانی کتاب انجیل عطا فرمائی جو لوگوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہے، حضرت عیسیٰ اور انجیل یہ دونوں توریت کی تصدیق کرنے والے ہیں اور اسکے احکام و مسائل کی لوگوں کو تعلیم و ترغیب دیتے ہیں سوائے ان چند احکام کے جن کو انجیل نے آکر منسوخ کر دیا۔
درحقیقت اس آیت میں اس وقت کے عیسائیوں کو خطاب کیا گیا تھا کہ خبردار جو شخص ہمارے احکام کی خلاف ورزی کرے گا وہ سخت سزا کا مستحق ہوگا۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ

اور ہم نے یہ کتاب آپ کے پاس بھیجی ہے جو خود بھی صدق کے ساتھ موصوف ہے اور اس سے پہلے

مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا

جو کتابیں ہیں ان کی بھی تصدیق کرتی ہے اور ان کتابوں کی محافظ ہے تو ان کے باہمی معاملات میں اسی بھیجی

تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ

ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور یہ جو سچی کتاب آپ کو ملی ہے اس سے دور ہو کر ان کی خواہشوں پر عملدرآمد نہ کیجئے

شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً

تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے خاص شریعت اور خاص طریقت تجویز کی تھی اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو تم سب کو ایک

وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ

ہی امت کر دیتے لیکن ایسا نہیں کیا تاکہ جو جو دین تمکو دیا ہے اس میں تم سب کا امتحان فرما دیں تو مفید باتوں کی طرف دوڑو

مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۸﴾

تم سب کو خدا ہی کے پاس جانا ہے پھر وہ تم سب کو جتلا دیگا جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ

اور ہم یہ حکم دیتے ہیں کہ آپ ان کے باہمی معاملات میں اس بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور

وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ

ان کی خواہشوں پر عملدرآمد نہ کیجئے اور ان سے یعنی ان کی اس بات سے احتیاط رکھئے کہ وہ آپ کو خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کسی

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ

حکم سے بچا دیں پھر اگر یہ لوگ اعراض کریں تو یہ یقین کر لیجئے کہ بس خدا ہی کو منظور ہے کہ ان کے بعضے جرموں پر ان کو

ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ اَفَحُكْمَ

سزا دیں اور زیادہ آدمی تو بے حکم ہی ہوتے ہیں یہ لوگ پھر

الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ

کیا زمانۂ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں اور فیصلہ کرنے میں اللہ سے کون اچھا ہوگا یقین

يُّوْقِنُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع ۷ ۱۱

رکھنے والوں کے نزدیک۔

تفسیر ان آیات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے کہ ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا جو اپنے سے پہلی کتابوں توریت انجیل کی تصدیق بھی کرتا ہے اور حفاظت بھی

کیونکہ جب یہودیوں نے توریت میں اور عیسائیوں نے انجیل میں رد و بدل کی تو قرآن ہی وہ محافظ اور نگراں ثابت ہوا جس نے ان کی رد و بدل کا پردہ چاک کیا اور حقیقت کو روشن کر دیا، توریت و انجیل کی اصل تعلیمات آج بھی قرآن ہی کے ذریعہ دنیا میں باقی ہیں جبکہ ان کے ماننے والوں نے ان کا حلیہ ایسا بگاڑ دیا ہے کہ حق و باطل میں فرق کرنا ناممکن ہو گیا ہے۔

آخری آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہی حکم دیا گیا ہے جو اس سے پہلی آیات میں یہود و نصاریٰ کو دیا تھا کہ آپ کے احکام اور فیصلے اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کے مطابق ہونے چاہئیں، اور یہ لوگ جو آپ سے اپنی خواہشات کے مطابق فیصلہ کرانا چاہتے ہیں، ان کے مکر سے باخبر رہیں، حضورؐ کو اس بات پر خاص طور سے اسلئے تنبیہ فرمائی گئی ہے کہ ایک مرتبہ یہود کے کچھ علماء حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ جانتے ہیں کہ ہم یہود کے علماء و پیشوا ہیں اگر ہم مسلمان ہو گئے تو وہ بھی سب مسلمان ہو جائیں گے، لیکن ہماری ایک شرط ہے وہ یہ ہے کہ ہمارا ایک مقدمہ آپ کی قوم کے لوگوں کے ساتھ ہے ہم یہ مقدمہ آپ کے پاس لائیں گے آپ اس میں فیصلہ ہمارے حق میں فرما دیں تو ہم مسلمان ہو جائیں گے، اللہ تعالیٰ نے اس پر حضورؐ کو متنبہ فرمایا کہ آپ ان لوگوں کے مسلمان ہو جانے کے پیش نظر عدل و انصاف اور اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قانون کے خلاف فیصلہ ہرگز نہ دیں اور اس کی پرواہ نہ کریں کہ یہ مسلمان ہوں یا نہ ہوں۔

آسمانی کتاب میں اختلاف کی حکمت

ان آیات میں ایک اہم اصولی سوال کا جواب بھی بیان فرمایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ جب تمام انبیاء علیہم السلام اللہ ہی کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں اور ان پر نازل ہونے والی کتابیں اور صحیفے اور ان کی شریعتیں سب اللہ ہی کی طرف سے ہیں تو پھر ان کتابوں اور شریعتوں میں اختلاف کیوں؟ اور آنے والی کتاب اور شریعت پچھلی کتاب و شریعت کو کیوں منسوخ اور ناقابل عمل بتلاتی ہے، اس سوال کا جواب اور اس کی حقیقت مع حکمت خداوندی کے اس آیت میں واضح فرمائی گئی ہے۔ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا الایۃ یعنی ہم نے تم میں سے ہر طبقہ کے لئے ایک خاص شریعت اور خاص طریق عمل بنایا ہے جس میں اصول مشترک اور متفق علیہ ہونے کے باوجود فروعی اور جزئی احکام میں کچھ اختلاف کسی مصلحت کی وجہ سے ہوتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو ان کے لئے کچھ مشکل نہ تھا کہ تم سب کو ایک ہی امت اور ایک ہی ملت بنا دیتے سب کی ایک ہی کتاب ایک ہی شریعت ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ نے اسکو اسلئے پسند نہیں کیا کہ لوگوں کی آزمائش مقصود تھی کہ کون لوگ ہیں جو عبادت کی حقیقت سے واقف ہو کر ہر وقت تیار رہیں کہ خدائے تعالیٰ کا جو بھی حکم ملے اس پر عمل کریں، جو نئی کتاب یا شریعت آئے اسکا اتباع کریں اگرچہ پہلی شریعت و کتاب ان کو کتنی ہی محبوب کیوں نہ ہو، اور اسی طرح اپنا آبائی مذہب کتنا ہی پیارا کیوں نہ ہو اس کو چھوڑ کر اللہ کے

حکم پر لبیک کہیں اور کون ہے جو اس حقیقت سے غافل ہو کر کسی خاص شریعت یا کتاب کو مقصد بنا بیٹھیں اور اس کو اپنے بڑوں کا مذہب سمجھ کر اسکے خلاف خدا کے کسی حکم کو ماننے کے لئے تیار نہ ہوں

یہ بات جیسا کہ ابھی معلوم ہو چکی کہ آسمانی کتب کا اختلاف اصول میں نہیں بلکہ جزئی اور فرعی مسائل میں ہے اور اس کی ایک بہت بڑی حکمت و مصلحت ہے وہ یہ کہ دنیا کے ہر دور اور ہر طبقہ کے انسانوں کے مزاج اور طبائع مختلف ہوتی ہیں، زمانہ کا اختلاف طبیعت انسانی پر بہت زیادہ اثر انداز ہوتا ہے، اگر سب کے لئے جزئی احکام ایک ہی کر دیئے جائیں تو انسان بڑی مشکل میں مبتلا ہو جائے، اسی لئے حکمت الٰہیہ کا تقاضا یہ ہوا کہ ہر زمانہ اور ہر مزاج کے جذبات کی رعایت رکھ کر فروعی احکام میں مناسب تبدیلی کی جائے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ

اے ایمان والو تم یہود اور نصاریٰ کو دوست مت بنانا وہ ایک دوسرے

بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ

کے دوست ہیں اور جو شخص تم میں سے ان کے ساتھ دوستی کرے گا بے شک وہ ان ہی

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ فَتَرَى الَّذِيْنَ فِىْ

میں سے ہوگا یقیناً اللہ تعالیٰ سمجھ نہیں دیتے ان لوگوں کو جو اپنا نقصان کر رہے ہیں اسی لئے تم ایسے لوگوں کو جن کے

قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا

دل میں مرض ہے دیکھتے ہو کہ دوڑ دوڑ کر ان میں گھستے ہیں کہتے ہیں کہ ہم کو اندیشہ ہے کہ ہم پر کوئی حادثہ

دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِىَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا

پڑ جائے سو قریب امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کامل فتح کا ظہور فرما دے یا کسی اور بات کا خاص اپنی طرف سے، پھر وہ

عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ

اپنے پوشیدہ دلی خیالات پر نادم ہوں گے اور مسلمان لوگ

اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ

کہیں گے ارے کیا یہ وہی لوگ ہیں کہ بڑے مبالغہ سے اللہ کی قسمیں کھایا کرتے تھے کہ ہم تمہارے

لَمَعَكُمْ ؕ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۵۳﴾

ساتھ ہیں ان لوگوں کی ساری کارروائیاں غارت گئیں جس سے یہ ناکام رہے۔

تفسیر

اس آیت میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ یہودیوں اور نصرانیوں سے گہری دوستی نہ کریں، جیسا کہ عام غیر مسلموں کا اور خود یہود و نصاریٰ کا یہی دستور ہے کہ وہ گہری دوستی کو صرف اپنی قوم تک مخصوص رکھتے ہیں، مسلمانوں سے گہرا دوستانہ نہیں کرتے، پھر اگر کسی مسلمان نے اس کی خلاف ورزی کر کے کسی یہودی یا نصرانی سے گہری دوستی کر لی تو وہ اسلام کی نظر میں بجائے مسلمان کے اسی قوم کا فرد شمار ہونے کے قابل ہے۔

اس آیت میں جو گہری دوستی کی ممانعت کی گئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح کی گہری دوستی نہ کی جائے کہ جس کی وجہ سے تم اپنے قومی و ملی راز ان تک پہونچانے لگو، اور پھر اس سے تمہاری قوم کو نقصان پہونچے، مطلقاً تعلق کرنے سے نہیں روکا گیا، غیر مسلموں سے رواداری، ہمدردی، خیر خواہی، عدل و انصاف اور احسان و سلوک سب کچھ کر سکتے ہیں اور ایسا کرنا چاہیئے کیونکہ مذہب اسلام اس کی تعلیم دیتا ہے

شان نزول

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا الخ اس آیت کا شان نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں مقیم ہوئے تو اطراف کے یہود و نصاریٰ سے ایک معاہدہ اس پر کر لیا تھا کہ مسلمانوں کے خلاف نہ تم جنگ کرو گے اور نہ ہی مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ کرنے والی قوم کی مدد کرو گے بلکہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر اس قوم کا مقابلہ کرو گے اور اسی طرح مسلمان بھی نہ تم لوگوں سے جنگ کریں گے نہ تمہارے خلاف کسی قوم کی مدد کریں گے بلکہ ضرورت پڑنے پر تمہاری مدد ہی کریں گے، کچھ عرصہ تک دونوں فریق اس معاہدہ پر قائم رہے مگر یہودی جن کی فطرت میں سازش اور اسلام سے دشمنی تھی وہ اس معاہدہ پر زیادہ دن قائم نہ رہ سکے، اور آخر مسلمانوں کے خلاف مشرکین مکہ سے سازش کر کے ان کو اپنے قلعہ میں بلانے کا خط لکھدیا، حضور علیہ السلام کو اس سازش کا پتہ چلا تو آپ نے ان کے مقابلہ کے لئے ایک دستہ مجاہدین کا بھیجدیا، بنو قریضہ کے یہ یہودی ایک طرف تو مشرکین مکہ سے سازش کر رہے تھے اور دوسری طرف مسلمانوں میں گھسے ہوئے بہت سے مسلمانوں سے دوستی کے معاہدے کئے ہوئے تھے، اس لئے یہ آیت نازل ہوئی جس نے مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کی گہری دوستی سے روک دیا تاکہ یہ مسلمانوں کی خاص خبریں اور راز معلوم نہ کر سکیں، اس وقت بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسے حضرت عبداللہ ابن صامت رضی اللہ عنہ وغیرہ نے تو کھلے طور پر ان سے اپنی دوستی و معاہدہ ختم کرنے کا اعلان کر دیا، بعض لوگ جو منافقانہ طور پر مسلمانوں میں ملے ہوئے تھے یا ابھی ایمان ان کے دلوں میں رچا نہیں تھا، یہ ان لوگوں سے تعلقات ختم کرنے میں یہ خطرہ محسوس کرتے تھے کہ ممکن ہے مشرکین و یہود کی سازش کامیاب ہو جائے اور مسلمان مغلوب ہو جائیں لہذا ہمیں ان لوگوں سے بھی ایسا معاملہ رکھنا چاہیئے کہ اس وقت ہمارے لئے مصیبت نہ بن جائے، عبداللہ بن ابی سلول منافق نے تو اسی وجہ سے کہا تھا کہ ان لوگوں سے تعلقات ختم کر کے مجھے خطرہ ہے اس لئے میں ایسا نہیں کر سکتا، اس پر یہ دوسری آیت فَتَرَی الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ الخ نازل ہوئی، اس

میں بیان ہے کہ گہری دوستی کی ممانعت کا حکم سن کر وہ لوگ جن کے دلوں میں نفاق کا مرض ہے اپنے کافر دوستوں کی طرف دوڑنے لگے اور کہنے لگے کہ ان سے تعلقات ختم کرنے میں خطرہ ہے ہمیں، اللہ نے ان کو جواب میں فرمایا کہ یہ لوگ اس وہم وگمان میں ہیں کہ مشرکین و یہود مسلمانوں پر غالب آجائیں گے مگر اللہ تعالیٰ فیصلہ فرما چکے ہیں کہ ایسا نہیں ہوگا بلکہ قریب ہے کہ مکہ فتح ہونے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ ان منافقوں کے نفاق کا پردہ چاک کرکے ان کو رسوا و ذلیل کردے تو اس وقت یہ لوگ اپنے ان خیالات پر جن کو یہ چھپائے ہوئے ہیں نادم و شرمندہ ہوں گے۔

اور پھر اس کی واضح طور پر تشریح اس طرح بیان فرمائی کہ جب منافقین کے نفاق کا پردہ چاک ہوگا اور ان کی دوستی کے دعوؤں اور قسموں کی حقیقت کھلے گی تو مسلمان حیرت میں رہ جائیں گے اور کہیں گے کہ کیا یہ وہی لوگ ہیں جو ہم سے اللہ کی قسمیں کھا کر دوستی کا دعویٰ کرتے تھے اور آج ان کا یہ حشر ہوا کہ ان کے سب اسلامی اعمال جو محض دکھاوے کے لئے کیا کرتے تھے ضائع ہوگئے۔

اللہ پاک نے ان آیات میں جو فتح مکہ اور منافقین کی رسوائی کا ذکر فرمایا ہے وہ چند روز بعد سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ

اے ایمان والو جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی

يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ

قوم کو پیدا کردے گا جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی مہربان ہونگے

اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ

وہ مسلمانوں پر تیز ہوں گے کافروں پر جہاد کرتے ہوں گے اللہ کی راہ میں اور وہ لوگ کسی ملامت

لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ

کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہیں عطا فرمائیں اور اللہ تعالیٰ

وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝۵۴

بڑی وسعت والے ہیں بڑے علم والے ہیں

تفسیر ان آیات میں بیان ہے کہ اے مسلمانوں تم میں سے جو شخص ایمان سے پھر جائے گا مرتد ہو جائے گا تو وہ مذہب اسلام کو کچھ نقصان نہیں پہونچائے گا

حضرت حسن بصری رح نے فرمایا کہ اللہ کو معلوم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کچھ لوگ دین اسلام چھوڑ دیں گے اس لئے اللہ نے پہلے ہی خبر دیدی کہ ایسا ہوگا، اور اللہ تعالیٰ ان کے بدلے ایسی قوم پیدا فرمائیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے اور اللہ ان سے محبت کرے گا، یہ قوم مسلمانوں پر مہربان ہوگی اور کافروں پر تیز ہوگی اور اللہ کی راہ میں جہاد کرے گی اور خدا کے احکامات پر عمل کرنے میں کسی برا کہنے والے کے برا کہنے سے خوف زدہ نہیں ہوگی اور نہ ہی کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈرے گی، اس قوم میں یہ صفات مذکورہ خدا کے فضل و کرم کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔

فتنۂ ارتداد اور اس کا مقابلہ

اس آیت پاک میں جس فتنہ ارتداد کا ذکر ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد نبوت کے آخری دنوں میں اس فتنہ نے جنم لیا اور پھر آپ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد ایمان سے پھر جانے کا یہ فتنہ پورے عرب میں طوفان کی طرح پھیل گیا، ایک طرف مسیلمہ کذاب جو اپنی نبوت کا دعویٰ حضور ص کے سامنے ہی کر چکا تھا اس نے لوگوں کو مذہب اسلام سے گمراہ کرنا شروع کر دیا اور ملک یمن میں قبیلہ مذحج کے سردار اسود عنسی نے اپنی نبوت کا اعلان کر دیا اور اسی طرح قبیلہ بنو اسد کے سردار طلیحہ بن خویلد بھی اپنے کو نبی بتلانے لگا۔

ان تینوں جھوٹے نبیوں کے ماننے والے تو حضور ص کی حیات ہی میں مذہب اسلام سے پھر کر مرتد و کافر ہو چکے تھے اور آپ کی وفات کے بعد مختلف جگہوں کے سات قبیلے مرتد ہو گئے اور ان سب نے خلیفۂ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اسلامی قانون کے مطابق زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا، مگر حضرت ابوبکر صدیق رض نے ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، حضرت خالد بن ولید رض کو ایک بڑا لشکر دیکر مسیلمۂ کذاب کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا جس میں ان کو فتح ہوئی اور مسیلمۂ کذاب حضرت وحشی رض کے ہاتھوں مارا گیا اور بالآخر اس کے ماننے والے مسلمان ہوئے اور اسی طرح طلیحہ بن خویلد کے مقابلہ کیلئے بھی حضرت خالد بن ولید رض ہی کو بھیجا گیا مگر وہ پہلے ہی گھبرا کر کہیں بھاگ گیا اور پھر کچھ عرصہ بعد خود بخود مسلمان ہو کر لوٹ آیا، اور اسی طرح اسود عنسی بھی قتل کیا گیا اور اس کے ماننے والے مسلمان ہو گئے اور اسی طرح ان تمام قبیلوں سے جنھوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا، جہاد کیا گیا اور وہ سب زکوٰۃ دینے پر آمادہ ہو گئے بہر حال ہر طرف سے صحابہ کرام کو اللہ پاک نے مکمل کامیابی عطا فرمائی، انھی حضرات یعنی حضرت ابوبکر رض اور ان کے ساتھی مجاہدین صحابہ رض کے متعلق یہ آیت ہے کہ ہم دوسری ایسی قوم پیدا فرما دیں گے اس سے یہی حضرات مراد ہیں۔

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ

تمہارے دوست تو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول اور ایماندار لوگ ہیں جو کہ اس حالت سے نماز کی

الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ﴿٥٥﴾ وَمَنْ يَتَوَلَّ

پابندی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں کہ ان میں خشوع ہوتا ہے اور جو شخص اللہ

ع ۸ ۶ ۱۲ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ ﴿٥٦﴾ ع

سے دوستی رکھے گا اور اسکے رسول سے اور ایماندار لوگوں سے سو اللہ کا گروہ بلاشک غالب ہے۔

تفسیر

اس سے پہلی آیت لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ الخ میں فرمایا گیا تھا کہ یہودیوں اور عیسائیوں سے گہری دوستی مت کرو اس پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ دوستی کن لوگوں سے کی جائے اس آیت پاک میں اس کا جواب دیدیا گیا کہ تمہارے دوست تو اللہ تعالیٰ، اسکا رسول اور مؤمنین ہیں اور ان مومنین کی یہ صفت ہے کہ یہ نماز اور زکوٰۃ پابندی سے ادا کرتے ہیں اور یہ حضرات رکوع بھی کرتے ہیں، یعنی ان کی نماز یہودیوں اور عیسائیوں جیسی نہیں کہ وہ بغیر رکوع کے نماز پڑھتے ہیں بلکہ یہ اپنی نماز میں رکوع بھی کرتے ہیں، رَاكِعُونَ کی دوسری تفسیر خَاشِعُونَ سے کی گئی ہے کہ یہ حضرات اپنی نماز اور زکوٰۃ خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرتے ہیں، بعض مفسرین نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ یہ حضرات عاجزی اور انکساری کرتے ہیں، تکبر اور بڑائی ان میں بالکل نہیں، اس کے بعد فرمایا کہ جن کے دوست اللہ اور اس کا رسول اور مومن ہوں تو یہ اللہ کا گروہ ہے اور اللہ کا گروہ ہی سب پر غالب آکر رہے گا چنانچہ تاریخ اسلام نے یہ بات ثابت کردی کہ اللہ کا گروہ دوسرے گروہوں پر غالب آکر رہا، حضرت ابوبکر صدیق رض اور آپ کے ساتھیوں کو دیکھئے کہ کس طرح غیروں پر غالب آئے اور اسی طرح ان کے بعد کے خلفاء غالب رہے .... جب تک مسلمانوں نے یہودیوں اور عیسائیوں سے گہری دوستی ترک کرکے اللہ ورسول اور مومنوں کو اپنا حقیقی دوست بنائے رکھا تو یہ پورے عالم کے لوگوں پر غالب رہے اور جو طاقت بھی ان سے ٹکرائی چکنا چور ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ

اے ایمان والو جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب مل چکی ہے جو ایسے ہیں کہ انھوں نے

هُزُوًا وَلَعِبًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ

تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے ان کو اور دوسرے کفار کو

وَالْكُفَّارَ أَوْلِيَاءَ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٥٧﴾ وَ

دوست مت بناؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اگر تم ایمان دار ہو

إِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوهَا هُزُوًا وَلَعِبًا ۚ ذَٰلِكَ

اور جب تم نماز کے لئے اعلان کرتے ہو تو وہ لوگ اسکے ساتھ ہنسی اور کھیل کرتے ہیں یہ اس سبب

بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٥٨﴾

سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ بالکل عقل نہیں رکھتے

تفسیر

اس آیت پاک میں دوبارہ پھر تاکیداً غیر مسلموں سے گہری دوستی سے منع کیا جا رہا ہے ارشاد ہے اے مومنو ان لوگوں کو دوست مت بناؤ جنھوں نے تمھارے دین کا مذاق اڑا رکھا ہے چاہے وہ یہودی و نصرانی ہوں چاہے کفار اور مشرکین، پس اگر تم سچے مومن ہو تو اللہ سے ڈرتے رہو اور ان سے دوستی قطعاً نہ کرو

اس کے بعد ان کی مذاق کے متعلق ان کی ایک ذلیل حرکت کا ذکر فرمایا ہے کہ جب مسلمان نماز کے لئے اذان دیتے ہیں تو یہ کمبخت مذاق اڑاتے ہیں چنانچہ ابن ابی حاتم سے منقول ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایک عیسائی تھا یہ جب موذن کو اشہد ان محمداً رسول اللہ کہتے سنتا تو کہتا اللہ جھوٹے کو جلا دے، اتفاق کی بات ہے کہ ایک رات اس کا ایک نوکر آگ لے کر آیا، عیسائی اور اسکے بیوی بچے سو رہے تھے اس آگ میں سے ایک چنگاری ان کے اوپر جا گری جس سے ان کے کپڑوں وغیرہ میں آگ لگنی شروع ہو گئی، اور رفتہ رفتہ یہ عیسائی مع اپنے بیوی بچوں اور مکان کے جل کر راکھ ہو گیا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے کلبی کی روایت سے ایک دوسرا واقعہ یہ بھی نقل کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مؤذن اذان دیتا اور لوگ نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے تو یہودی مذاق سے کہتے کھڑے ہو گئے، نہیں کھڑے ہوئے، نماز پڑھی، نہیں پڑھی، یہ کہہ کر خوب ہنستے۔

آیت کے اخیر میں فرمایا کہ یہ لوگ دین اسلام کا مذاق اس لئے اڑاتے ہیں کہ یہ بیوقوف ہیں، اگر انھیں ذرا بھی سمجھ بوجھ اور عقل ہوتی تو یہ کبھی بھی انجام سے غافل ہو کر خدا کے پسندیدہ دین کا مذاق نہ اڑاتے اس مذاق کے بدلے یقیناً ان کو جہنم کا عذاب بھگتنا پڑے گا۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ هَلْ تَنْقِمُونَ مِنَّا إِلَّا أَنْ آمَنَّا بِاللَّهِ

آپ کہئے کہ اے اہل کتاب تم ہم میں کون سی بات معیوب پاتے ہو بجز اسکے کہ ہم ایمان لائے

وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ

اللہ پر اور اس پر جو ہمارے پاس بھیجی گئی ہے اور اس پر جو پہلے بھیجی جا چکی ہے باوجود اس کے کہ تم میں اکثر لوگ

﴿۵۹﴾ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ

ایمان سے خارج ہیں آپ کہئے کہ کیا میں تمکو ایسا طریقہ بتلاؤں جو اس سے بھی خدا کے یہاں پاداش ملنے میں زیادہ

لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ

برا ہو اور وہ ان اشخاص کا طریقہ ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے دور کر دیا ہو اور ان پر غضب فرمایا ہو اور ان کو بندر اور سور

وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ

بنا دیا ہو اور انھوں نے شیطان کی پرستش کی ہو ایسے اشخاص مکان کے اعتبار سے بھی بہت برے ہیں اور راہ راست

السَّبِيْلِ ﴿۶۰﴾ وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ

سے بھی بہت دور ہیں اور جب یہ لوگ تم لوگوں کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے حالانکہ وہ کفر ہی

وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ﴿۶۱﴾

کو لے کر آئے تھے اور کفر ہی کو لے کر چلے گئے اور اللہ تعالیٰ تو خوب جانتے ہیں جس کو یہ پوشیدہ رکھتے ہیں۔

واقعۂ شانِ نزول

ان آیات پاک کا سبب نزول حضرت ابن عباسؓ سے یہ منقول ہے کہ کچھ یہودی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور سے دریافت کیا آپ کا ایمان کن کن پیغمبروں پر ہے آپ نے فرمایا میں ایمان رکھتا ہوں اللہ پر اور جو کچھ حضرت ابراہیم، حضرت اسمٰعیل اور حضرت یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل ہوا اور جو کچھ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوا اور جو کچھ ان کے علاوہ دوسرے انبیاءؑ کو اللہ کی جانب سے عطا کیا گیا ہے سب پر میرا ایمان ہے؛ میں ان میں سے کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتا کہ بعض کو سچا مانوں اور بعض کو جھوٹا، اور میں اللہ کا فرمانبردار ہوں۔ ان یہودیوں نے حضرت عیسیٰ کا نام سنکر کہا ہم عیسیٰؑ کو پیغمبر نہیں مانتے اور نہ اس کو مانتے ہیں جو عیسیٰ کو پیغمبر مانے، اس واقعہ کے پیش آنے پر اللہ پاک نے یہ آیتیں نازل فرمائیں جن میں ارشاد ہے کہ اے محمد آپ ان اہل کتاب یہودیوں سے کہہ دیجئے کہ تم لوگ ہم مسلمانوں میں اس کے علاوہ اور کوئی کمی و عیب نہیں پاتے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور اس کتاب پر بھی جو اللہ نے ہمیں دی ہے یعنی قرآن شریف اور اسی طرح اس کتاب پر بھی ایمان لاتے ہیں جو ہم سے پہلے نازل کی گئی ہیں یعنی توریت و انجیل بس ان چیزوں پر ایمان لانا تمکو مسلمانوں میں عیب معلوم ہوتا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان چیزوں پر

ایمان نہ لانا بہت بڑی کمی اور سخت عیب اور سنگین گناہ ہے جس میں تم مبتلا ہو چنانچہ اللہ پاک نے اس آیت کے اخیر میں فرمایا کہ یقیناً یہودیوں میں سے اکثر لوگ ایمان سے خارج ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ نہ تو ان کا ایمان قرآن کریم پر ہے جس کا اقرار یہ خود کرتے ہیں اور نہ ہی ان کا ایمان توریت و انجیل پر ہے کیونکہ اگر ان پر ایمان ہوتا تو یہ ضرور قرآن کریم اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے کیونکہ توریت و انجیل میں قرآن اور حضورؐ پر ایمان لانے کی سخت ہدایت موجود ہے بہر حال ان کا تو یہ حال ہے کہ یہ کسی کتاب پر بھی ایمان نہیں رکھتے اور مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ اپنی کتاب قرآن مقدس پر بھی اور دیگر تمام انبیاء اور ان پر نازل شدہ کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں، ذرا غور تو کرو یہودیو! عیب تم میں ہے یا مسلمانوں میں؟۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضورؐ سے فرمایا کہ آپ ان سے کہئے کہ اے یہودیو کیا میں تم کو ایسا طریقہ بتلاؤں جو عذاب ملنے میں ہمارے اس طریقہ یعنی مذہب اسلام سے جس کو تم برا اور معیوب سمجھ رہے ہو زیادہ برا ہے، اور وہ ان لوگوں کا طریقہ ہے جن کو اللہ نے اپنی رحمت سے دور کر دیا، ان پر لعنت کی اور ان پر غضب ناک ہوئے اور ان میں سے بعض کو بندر اور بعض کو سور بنا دیا اور انھوں نے شیطان کی پوجا کی، اور اے یہود وہ لوگ تم ہو تم ہی میں سے ایک قوم کو بندر اور ایک قوم کو سور بنا دیا گیا، پس کیا تمہارا طریقہ بندگی صحیح ہے اگر صحیح ہوتا تو تم کو دنیا میں ایسی ذلت آمیز سزا نہ دی جاتی، اور یاد رکھو آخرت میں تمھیں اس سے بھی بڑی سزا دی جائے گی کہ جہنم کے دہکتے ہوئے انگاروں میں پھینک دیا جائیگا

وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا الخ اس آیت میں منافقوں کے متعلق ارشاد ہے کہ جب یہ منافق تم لوگوں کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے حالانکہ وہ کفر ہی کے ساتھ مسلمانوں کی مجلس میں آتے تھے اور کفر ہی کے ساتھ واپس لوٹتے تھے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں جس کو یہ اپنے دل میں چھپائے ہوئے ہیں، لہذا ان کا نفاق (یعنی باہر سے کچھ اندر سے کچھ) اللہ کے سامنے کچھ کام نہیں دیگا اور اپنے کفر کرنے کی وجہ سے سخت قسم کا عذاب بھگتیں گے۔

وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَ

اور آپ ان میں بہت آدمی ایسے دیکھتے ہیں جو دوڑ دوڑ کر گناہ اور ظلم اور

اَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٢﴾ لَوْلَا

حرام کھانے پر گرتے ہیں واقعی ان کے یہ کام برے ہیں ان کو

يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَ

مشائخ اور علماء گناہ کی بات کہنے سے اور حرام مال کھانے سے

أَكَّٰلُونَ لِلسُّحْتِ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴿٦٣﴾

کیوں نہیں روکتے واقعی ان کی یہ بری عادت ہے

تفسیر

ان آیات میں یہود کی بعض بری خصلتوں کا بیان ہے، حضورؐ کو مخاطب کرکے فرمایا جارہا ہے کہ آپ ان میں سے بہت سوں کو دیکھیں گے کہ وہ تیزی کے ساتھ گناہ، ظلم اور حرام خوری میں گھسے جارہے ہیں، یاد رکھو ان کی یہ حرکت بہت ہی بری ہے، اسکے بعد یہود کے علماء و مشائخ کو تنبیہ فرمائی گئی کہ یہ ان کو گناہ کی باتوں اور حرام مال کھانے سے کیوں نہیں روکتے ان کی یہ عادت بہت بری ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس آیت میں یہود کے علماء و مشائخ کو سخت قسم کی دھمکی دی گئی ہے کیونکہ ان کا فرض تو یہ تھا کہ وہ عوام کو برائی سے روکتے اس کے بجائے وہ عوام کو برائی کرنے کا حکم دیتے اور خود بھی کرتے۔

مفتی شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ جس قوم کے لوگ جرائم اور گناہوں میں مبتلا ہوں اور ان کے علماء و مشائخ کو یہ غالب گمان ہو کہ اگر ہم ان کو روکیں گے تو یہ رک جائیں گے ایسے حالات میں اگر یہ حضرات کسی دنیوی لالچ یا خوف و ڈر کی وجہ سے نہیں روکتے تو ان کا جرم اصل مجرموں اور بدکاروں سے بھی زیادہ سخت ہے اسی لئے حضرت عبداللہ ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ علماء و مشائخ کے لئے پورے قرآن عظیم میں اس آیت سے زیادہ سخت تنبیہ کہیں نہیں ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ ۚ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ

اور یہود نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بند ہوگیا ہے ان ہی کے ہاتھ بند ہیں

وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا ۘ بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ ۙ يُنفِقُ كَيْفَ

اور اپنے اس کہنے سے یہ رحمت سے دور کردیئے گئے بلکہ ان کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں جس طرح چاہتے

يَشَاءُ ۚ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُم مَّا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن

ہیں خرچ کرتے ہیں اور جو مضمون آپ کے پاس آپ کے پروردگار کی طرف سے بھیجا جاتا ہے وہ ان میں سے بہتوں

رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۚ وَأَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ

کی سرکشی اور کفر کی ترقی کا سبب ہوجاتا ہے اور ہم نے ان میں باہم قیامت تک عداوت اور بغض

إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۚ كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِّلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ ۙ وَ

ڈال دیا — جب کبھی — لڑائی کی آگ — بھڑکانا چاہتے ہیں — حق تعالیٰ اس کو فرو

يَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا ۚ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿٦٤﴾ وَ

کردیتے ہیں اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں ۔ اور اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو محبوب نہیں رکھتے — اور

لَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ

اگر یہ اہل کتاب ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے — تو ہم ضرور ان کی تمام برائیاں معاف کردیتے

وَلَأَدْخَلْنَاهُمْ جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿٦٥﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَاةَ

اور ضرور ان کو چین کے باغوں میں داخل کرتے — اور اگر یہ لوگ — توریت کی اور

وَالْإِنجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِم مِّن رَّبِّهِمْ لَأَكَلُوا مِن فَوْقِهِمْ

کی اور جو کتاب ان کے پروردگار کی طرف سے بھیجی گئی اسکی پوری پابندی کرتے — تو یہ لوگ اوپر سے اور نیچے سے خوب

وَمِن تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ ۚ مِّنْهُمْ أُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ۖ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ

فراغت سے کھاتے — ان میں ایک جماعت راہ راست پر چلنے والی ہے اور زیادہ ان میں ایسے

سَاءَ مَا يَعْمَلُونَ ﴿٦٦﴾ ع

ہیں کہ ان کے کردار بہت برے ہیں

ع ۹ ۱۰ ۱۳

یہود کی ایک گستاخی کا جواب

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہودی بڑے مالدار اور دولت مند تھے مگر جب انھوں نے اللہ کی نافرمانی اور محمد عربی کی نبوت کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مالداری کو تنگدستی اور غربت میں بدل دیا، اس وقت ان کم بختوں نے اللہ کی شان میں گستاخی کرنی شروع کی اور کہنے لگے کہ اب اللہ کا ہاتھ بندھ گیا ہے یعنی بخل کرنا شروع کر دیا ہے، اللہ نے اس کا جواب اس آیت پاک میں یہ دیا ہے کہ انھی کے ہاتھ بندھ گئے ہیں یعنی وہی غریب اور محتاج ہوگئے ہیں اور ان پر ہماری لعنت و پھٹکار رہے چنانچہ دنیا میں قتل و قید اور شہر بدر جیسی سزاؤں میں مبتلا ہوئے اور آخرت میں دردناک عذاب دیا جائیگا۔

اور پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہمارے تو دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں یعنی سخی ہیں کہ دونوں ہاتھوں سے خزانے لٹاتے ہیں جس طرح چاہتے ہیں اپنی حکمت و مصلحت کے پیش نظر جس کو دینا مناسب ہوتا ہے

اس کو خوب دیتے ہیں اور جس کو دینا حکمت و مصلحت کے خلاف ہوتا ہے اس کو نہیں دیتے، اس کی طرف سے اپنے ہاتھ بند کر لیتے ہیں۔

ایک شبہ کا جواب بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ الخ (اللہ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں) اس آیت سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اللہ کے بھی ہمارے جیسے ہاتھ ہیں کیونکہ ہاتھ سے مراد بخل اور فراخی لی گئی ہے چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ دونوں ہاتھوں کے کشادہ ہونے سے انتہائی سخاوت مراد ہے، دونوں ہاتھ کہنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قطعاً بخیل نہیں جیسا کہ یہودیوں کا باطل خیال ہے بلکہ وہ تو مکمل طور پر سخی ہے کیونکہ سخاوت کی انتہا یہی ہوتی ہے کہ دونوں ہاتھوں سے اپنا مال لٹا دے۔

پھر فرمایا ہم جو قرآن کریم کی آیات اے محمدؐ آپ پر بھیجتے ہیں بجائے اس کے کہ اس سے یہودی ہدایت حاصل کریں اور ان کی سرکشی اور کفر میں زیادتی ہوتی ہے، اسکا مطلب بعض علماء نے یہ فرمایا ہے کہ جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی تھی تو یہودی اس کا انکار کرتے تھے جس سے ان کی سرکشی اور کفر میں زیادتی ہوتی تھی، اور بعض علماء نے یہ مطلب لکھا ہے کہ آیات قرآنی نازل ہونے سے ان کو جلن اور حسد ہوتا اور وہ کفر اور نافرمانی میں بڑھتے چلے جاتے اور اللہ نے ان یہودیوں میں دین و مذہب کے بارے میں باہمی عداوت و بغض پیدا کر دیا ہے جو ان میں قیامت تک رہے گا یہ جب بھی مسلمانوں کے خلاف آگ بھڑکانا چاہتے ہیں تو اللہ اس کو بجھا دیتے ہیں یعنی جب یہود مسلمانوں کے ساتھ لڑائی کا ارادہ کرتے ہیں تو ان میں آپس میں اختلاف ہو جاتا ہے اور لڑائی کا ارادہ ختم ہو جاتا ہے اور جب لڑ نہیں پاتے تو اپنی دشمنی اس طرح نکالتے ہیں کہ ملک میں فساد کرتے ہیں مثلاً تو مسلموں کو بہکانا توریت کے مضامین کو بدل کر لوگوں کو سنا کر مذہب اسلام قبول کرنے سے روکنا وغیرہ، اللہ تعالیٰ فسادیوں کو قطعاً پسند نہیں کرتے لہذا ان کو سخت سزا دی جائے گی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر یہود اور نصاریٰ جو کتاب ان پر نازل کی گئی ہے اس کے احکامات پر اور قرآن عظیم اور محمد عربیؐ پر ایمان لے آتے اور کفر و سرکشی سے پرہیز کرتے تو ہم ضرور ان سے ان کے تمام چھوٹے بڑے گناہ معاف کر دیتے اور ان کو فراخی کا رزق عطا فرماتے اور ان کو ایسے باغات یعنی جنت میں داخل کرتے جہاں راحت ہی راحت اور آرام ہی آرام ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان اہل کتاب میں تمام ہی لوگ نافرمان اور سرکش نہیں بلکہ ایک جماعت صحیح راستہ پر بھی چلنے والی ہے جیسا کہ یہود میں سے حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی اور نصاریٰ میں حضرت نجاشی اور ان کے ساتھی۔

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ

اے رسول جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے آپ سب پہنچا دیجئے اور اگر

تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۭ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۭ

آپ ایسا نہ کریں گے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا ایک پیغام بھی نہیں پہنچایا، اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھیگا

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۶۷

یقیناً اللہ تعالیٰ ان کافر لوگوں کو راہ نہ دیں گے

شان نزول حضرت حسن بصری رح سے منقول ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغام دے کر مجھے مبعوث فرمایا، میں نے اپنے دل میں بڑی تنگی محسوس کی اور خیال کیا کہ لوگ مجھے ضرور جھٹلائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے وعید آمیز حکم دیا کہ یا تو میرا پیغام پہونچاؤ ورنہ میں تم کو عذاب دوں گا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

حضورؐ کو تبلیغ دین کی تاکید اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو اپنے دین کے پیغامات و احکامات پہونچانے کا حکم فرمایا ہے اور دین کی تبلیغ کرنے کی تاکید فرمائی ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے پروردگار کی طرف سے جو پیغام آپ کو بھیجا گیا ہے اس کو لوگوں تک پہنچا دیجئے، اور اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو بالکل اس کا پیغام نہیں پہنچایا یعنی اگر آپ نے ہر حکم اور پیغام نہیں پہنچایا اور کوئی حکم پہنچانے سے چھوڑ دیا تو آپ نے کوئی پیغام نہیں پہنچایا، کیونکہ بعض حصہ چھپانے سے وہ حصہ بھی بیکار ہو جاتا ہے جو پہونچا دیا گیا ہو جیسے نماز کے بعض ارکان ادا نہ کرنے سے پوری نماز بیکار ہو جاتی ہے، اسی طرح اگر دین کے بعض احکام کی تبلیغ چھوٹ جائے تو ظاہر ہے کہ لوگوں کا ایمان اس چھٹے ہوئے حصہ پر نہ ہوگا پس بعض حصہ پر ایمان ہوگا اور بعض حصہ پر نہیں ہوگا اور اس کو ایمان نہیں کہا جا سکتا جس طرح کہ قرآن مقدس نے یہود کے ایمان کو تسلیم نہیں کیا کیونکہ یہ بعض احکامات پر ایمان لاتے تھے بعض پر نہیں۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ الخ دین اسلام کی تبلیغ کرنے میں حضور علیہ السلام کو کیا کیا تکالیف و مصائب سے دوچار ہونا پڑا ہے، یہ کسی مسلمان کی نظر سے اوجھل نہیں، اس تبلیغ ہی کی وجہ سے ہزاروں آدمی آپ کی جان کے دشمن تھے اور یہود آپ کو تبلیغ دین سے روکنے کے لئے طرح طرح کے جال پھیلاتے تھے چنانچہ ترمذی شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت و چوکیداری کیا جاتا تھا یہاں تک کہ اللہ نے یہ آیت وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ الخ نازل فرمائی جس میں ارشاد ہے کہ اللہ لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائیں گے، اس آیت کے نازل ہونے کے بعد

آپ نے اپنی چوکیداری ختم کرادی اور فرمایا اب میری حفاظت کا ذمہ اللہ نے خود لے لیا ہے، چنانچہ اس آیت کے نزول کے بعد کسی کی مجال نہیں ہوئی کہ خدا کے احکامات و پیغامات کی تبلیغ میں حضورؐ کو کوئی تکلیف پہونچاتا جنگ و جہاد میں عارضی طور پر تکلیف پہونچ جانا اسکے منافی و خلاف نہیں۔

آیت کے اخیر میں ارشاد ہے کہ یقینی طور پر اللہ ان کافر لوگوں کو راہ نہیں دیں گے، یعنی اللہ تعالیٰ ان کافروں کو اتنی قدرت و ہمت نہیں دیں گے کہ وہ آپ کو قتل کرکے دین اسلام کو مٹا کر اپنا مقصد پورا کرسکیں۔ یہ جرأت ان کو کبھی نہیں ہوگی۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ

آپ کہئے کہ اے اہل کتاب تم کسی راہ پر بھی نہیں جب تک کہ توریت کی اور انجیل کی اور جو کتاب تمہارے پاس

وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا

تمہارے رب کی طرف سے بھیجی گئی ہے اسکی بھی پوری پابندی نہ کروگے اور ضرور جو مضمون آپ کے

مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ

پاس آپ کے رب کی طرف سے بھیجا جاتا ہے وہ ان میں سے بہتوں کی سرکشی اور کفر کی ترقی کا سبب بن جاتا ہے

عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝۶۸ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا

تو آپ ان کافر لوگوں پر غم نہ کیا کیجئے یہ تحقیقی بات ہے کہ مسلمان اور یہودی اور فرقہ

وَالصّٰبِـُٔوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ

صابئین اور نصاریٰ میں سے جو شخص یقین رکھتا ہو اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر اور کارگذاری

صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۶۹

اچھی کرے، ایسوں پر نہ کسی طرح کا اندیشہ ہے اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔

تفسیر

چونکہ اہل کتاب یہودی اور نصرانی اپنے موجودہ مذہبی طریقہ کو صحیح اور حق کہتے تھے اس آیت میں اس کی تردید کردی گئی ہے، چنانچہ ارشاد ہے کہ اے اہل کتاب تم کسی راہ پر نہیں، کیونکہ غیر مقبول راہ پر ہونا ایسا ہے جیسے آدمی بے راہ ہو، مطلب یہ ہے کہ تم دین کے بارے میں ایک ایسی راہ اور طریقہ اختیار کئے ہوئے ہو جو اللہ کے نزدیک قابل اعتبار نہیں تم صحیح راہ اور صحیح طریقہ پر اسی وقت آسکتے ہو جبکہ توریت و انجیل اور قرآن عظیم کی پوری پابندی کروگے

اور توریت و انجیل تم کو اس بات کا حکم دیتی ہے کہ محمد عربی ﷺ کے متعلق جو علامات اور خوشخبری توریت اور انجیل میں ہیں وہ لوگوں کو سناؤ، اور محمد عربی کی رسالت کا اقرار کرو، اور توریت و انجیل پر عمل کرتے رہو یہاں تک کہ اللہ کی طرف سے اس کے احکام کو منسوخ کر کے کوئی دوسرا حکم نہ آجائے جب دوسرا حکم آجائے تو انجیل اور توریت کے حکم کو چھوڑ کر اس پر عمل کرو۔

اس کے بعد اللہ پاک نے واضح طور پر نجات کا قانون بیان کر دیا ہے کہ جو آدمی اللہ پر اور قیامت پر یقین رکھے گا اور اس وقت کی موجودہ شریعت پر عمل کرے گا جس میں اس وقت کے رسول کو ماننا بھی ضروری ہے، بس ایسے لوگوں پر آخرت میں نہ کسی طرح کا اندیشہ ہے اور نہ وہ وہاں غمگین ہوں گے یعنی خدا کے عذابات سے بچ کر جنت کے راحت و آرام لوٹیں گے۔

لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ

ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان کے پاس بہت سے

رُسُلًا ؕ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ ۙ

پیغمبر بھیجے جب کبھی ان کے پاس کوئی پیغمبر ایسا حکم لایا جس کو ان کا جی نہ چاہتا تھا

فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ

سو بعضوں کو جھوٹا بتلا دیا اور بعضوں کو قتل ہی کر ڈالتے تھے اور یہی گمان کیا کہ کچھ سزا نہ ہوگی

فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَ

اس سے اور بھی اندھے اور بہرے بن گئے پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر توجہ فرمائی پھر بھی اندھے اور بہرے

صَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۷۱﴾

بنے رہے یعنی ان میں کے بہتیرے اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو خوب دیکھنے والے ہیں

تفسیر

اللہ تعالیٰ نے قوم بنی اسرائیل (یہود) سے توریت میں عہد لیا تھا کہ توریت پر ایمان لاؤ اور اسکے احکامات پر عمل کرو اور تمام انبیاء خصوصاً محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور اس عہد کو یاد دلانے کے لئے اللہ تعالیٰ ان کے پاس وقتاً فوقتاً پیغمبر بھی بھیجتا رہا مگر انھوں نے ان پیغمبروں کے ساتھ یہ معاملہ کیا کہ جب پیغمبر کا کوئی حکم اپنی منشاء اور خواہشات نفس کے خلاف ہوا تو اس کو جھٹلانا شروع کر دیا کہ تو خدا کا پیغمبر نہیں اور ان کم بختوں نے یہاں تک ظلم و زیادتی کی کہ بہت سے پیغمبروں کو ناحق قتل کر ڈالا، اور یہ سمجھتے رہے کہ ہم پر خدا کی طرف

سے کوئی عذاب اور وبال نہیں آئیگا، پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد یہ قوم اندھی اور بہری ہوگئی تھی، یعنی دین کے دلائل کو دیکھنے میں اندھے اور حق بات سننے سے بہرے ہوگئے تھے، مگر پھر کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا جب حضرت عیسیٰؑ اس دنیا میں تشریف لائے تو اس قوم نے اپنی حرکتوں سے توبہ کی اور حضرت عیسیٰ پر ایمان لائے مگر جیسے ہی حضرت عیسیٰؑ اس دنیا سے تشریف لے گئے تو پھر ان کی خباثت لوٹ آئی اور انھوں نے پھر سے گندی حرکتیں کرنی شروع کردیں اور پھر سے ان میں سے اکثر لوگ اندھے اور بہرے ہوگئے کہ نہ ان کو دین کی سچائی نظر آتی تھی اور نہ حق بات سنائی دیتی تھی۔

آیت کے اخیر میں ان کی تنبیہ کے لئے فرمایا گیا ہے کہ اللہ ان کی حرکتوں کو خوب دیکھ رہا ہے ان کے کئے کی پوری پوری سزا دیں گے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۖ

بیشک وہ لوگ کافر ہوچکے جنھوں نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ عین مسیح ابن مریم ہے حالانکہ

وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۖ

مسیح نے خود فرمایا تھا کہ اے بنی اسرائیل تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی

إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ

رب ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک قرار دے گا سو اس پر اللہ تعالیٰ جنت کو حرام کردے گا اور

النَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ﴿٧٢﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا

اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا بلاشبہ وہ لوگ بھی کافر ہیں جو کہتے ہیں

إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۚ وَإِنْ لَمْ

کہ اللہ تعالیٰ تین میں کا ایک ہے حالانکہ بجز ایک معبود کے اور کوئی معبود نہیں اور اگر یہ لوگ اپنے ان

يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ

اقوال سے باز نہ آئے تو جو لوگ ان میں سے کافر رہیں گے ان پر دردناک عذاب واقع

أَلِيمٌ ﴿٧٣﴾ أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهُ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ

ہوگا۔ کیا پھر بھی خدا تعالیٰ کے سامنے توبہ نہیں کرتے اور اس سے معافی نہیں چاہتے حالانکہ اللہ تعالیٰ

رَّحِيمٌ ﴿٧٤﴾ مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِن

بڑی مغفرت کرنے والے بڑی رحمت فرمانے والے ہیں، مسیح ابن مریم کچھ بھی نہیں صرف ایک پیغمبر ہیں جن سے

قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۖ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ ۖ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ ۗ انظُرْ

پہلے اور بھی پیغمبر گذر چکے ہیں اور ان کی والدہ ایک ولی بی بی ہیں دونوں کھانا کھایا کرتے تھے دیکھئے

كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انظُرْ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿٧٥﴾ قُلْ

تو ہم کیونکر دلائل ان سے بیان کر رہے ہیں پھر دیکھئے وہ الٹے کدھر جا رہے ہیں، آپ فرمائیے کیا

أَتَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا ۚ

خدا کے سوا ایسے کی عبادت کرتے ہو جو کہ تمکو نہ کوئی ضرر پہنچانے کا اختیار رکھتا ہو اور نہ نفع پہونچانے کا

وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٧٦﴾ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا

حالانکہ اللہ تعالیٰ سب سنتے ہیں اور سب جانتے ہیں آپ فرمائیے کہ اے اہل کتاب تم اپنے دین میں

فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا

ناحق کا غلو مت کرو اور ان لوگوں کے خیالات پر مت چلو جو پہلے خود بھی غلطی میں

مِن قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَن سَوَاءِ السَّبِيلِ ﴿٧٧﴾ ع

پڑ چکے ہیں اور بہتوں کو غلطی میں ڈال چکے ہیں اور وہ لوگ راہ راست سے دور ہو گئے

ع ۱۰ ۱۱ ۱۲

حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا نہیں

ان آیات میں اللہ پاک نے نصرانیوں کے باطل عقیدوں کی تردید فرمائی ہے ان میں دو فرقے ہیں ایک کہتا ہے کہ خدا خود عیسیٰ ہے اور عیسیٰ خود خدا ہے یعنی دونوں ایک ہیں، اس کا حاصل یہ ہے کہ عیسیٰ خدا ہیں، اور دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ خدا تین معبودوں میں سے ایک ہے ان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ خدا درحقیقت تین ہیں ۱ اللہ تعالیٰ ۲ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۳ حضرت مریم، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں فرقوں کے عقیدوں کی تردید فرمائی ہے کہ اول تو خود حضرت عیسیٰ اپنی حیات میں یہ فرما گئے تھے کہ اے قوم بنی اسرائیل تم اللہ کی بندگی وعبادت کرو وہ میرا بھی معبود ہے اور تمہارا بھی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس واضح بیان کے بعد کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی کہ ان کو خدا مانا جائے اور دوسرے یہ کہ اگر تم ان کے معجزات دیکھ کر ان کو معبود تسلیم کرتے ہو تو اس سے پہلے بھی بہت سے رسل آئے اور سب سے طرح طرح کے معجزات

صادر ہوئے ان سب کو بھی معبود تسلیم کرو، حالانکہ تم کسی رسول کو معبود نہیں مانتے، پھر اس اصول کا تقاضہ یہ ہے کہ تم حضرت عیسیٰ کو معبود نہ مانو، اور تیسرے یہ کہ حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ حضرت مریم جو ایک نیک وصالحہ اور ولی عورت تھیں دونوں کھانا کھاتے تھے یعنی کھانے کے لئے مجبور تھے بغیر کھائے عام انسانوں کی طرح زندہ نہیں رہ سکتے تھے اور اس کے علاوہ دنیوی ضروریات کی چیزوں کی ان کو ضرورت پڑتی تھی، پس جس کو ان چیزوں کی ضرورت پڑتی ہو وہ کبھی بھی خدا اور معبود نہیں ہوسکتا وہ تو خدا ہی کا محتاج ہے بس معبود صرف ایک اللہ کی ذات پاک ہے اس کے سوا کسی کو معبود بنانا کھلا شرک ہے اور شرک کرنے والوں کے لئے خدا فرما رہا ہے کہ ہم نے ان پر جنت حرام کردی ہے اور جہنم ہمیشہ کے لئے ان کا ٹھکانا بنادیا ہے اور کوئی بھی حمایتی ان کا ایسا نہیں ہے جو ان کو جہنم میں جانے سے بچا سکے،

اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان کو بطور شفقت کے سمجھا رہے ہیں کہ کیا تم شرک چھوڑ کر ہم سے توبہ نہیں کروگے یعنی ان کو ہم سے توبہ کرلینی چاہئے ہم توبہ قبول کرنے والے اور بخشش کرنے والے غفور ورحیم ہیں۔

قربان جائیں اللہ تعالیٰ کی شان کے کہ وہ کس کس طریقہ اور دلیل سے اپنے بندوں کو سیدھا راستہ دکھا رہے ہیں۔

اسکے بعد پھر بطور افسوس کے فرماتا ہے کہ اے اہل کتاب کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ایسی ذات کی بندگی کروگے جو تمہارے کسی نفع ونقصان پر کسی طرح قدرت وقابو نہیں رکھتا یعنی وہ نہ تم کو نقصان پہونچا سکتا ہے نہ نفع، پس اے اہل کتاب تم دین کے معاملہ میں غلو مت کرو کہ حد سے آگے بڑھ جاؤ اور جو ہمارا بندہ اور رسول ہے اس کو خدا اور معبود بنالو اور تم ان لوگوں کے نقش قدم پر مت چلو جو شریعت محمدیہ سے پہلے خود بھی گمراہ تھے اور انھوں نے دوسروں کو بھی گمراہی میں مبتلا کر رکھا تھا، — ہوش وعقل سے کام لو اور جو دین خدا کی طرف سے بھیجا ہوا ہے اس کا اتباع کرکے اپنے آپ کو عذاب خداوندی سے بچا کر جنت میں جانے کے مستحق بنو۔

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى

بنی اسرائیل میں جو لوگ کافر تھے ان پر لعنت کی گئی تھی داؤد اور عیسیٰ ابن مریم

ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۷۸﴾ كَانُوْا لَا

کی زبان سے یہ لعنت اس سبب سے ہوئی کہ انھوں نے حکم کی مخالفت کی اور حد سے نکل گئے، جو برا کام

يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۹﴾

انھوں نے کر رکھا تھا اس سے ایک دوسرے کو منع نہ کرتے تھے واقعی ان کا فعل بے شک برا تھا

تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ

آپ ان میں بہت آدمی دیکھیں گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں جو کام انھوں نے آگے کیلئے

لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ

کیا ہے وہ بے شک برا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر ناخوش ہوا اور یہ لوگ عذاب میں دائم رہیں گے

خٰلِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ

اور اگر یہ لوگ اللہ پر ایمان رکھتے اور پیغمبروں پر اور اس کتاب پر

اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۱﴾

جو ان کے پاس بھیجی گئی تھی تو ان کو کبھی دوست نہ بناتے لیکن ان میں زیادہ لوگ ایمان سے خارج ہی ہیں

قوم بنی اسرائیل کا انجام بد

ان آیات میں ارشاد ہے کہ قوم بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا تھا ان پر لعنت فرمائی گئی حضرت داؤد کی زبانی زبور میں اور حضرت عیسیٰؑ کی زبانی انجیل میں، چنانچہ شہر ایلیا کے رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد کے ذریعہ یہ حکم دیا تھا کہ سنیچر کے دن مچھلی کا شکار نہ کریں مگر انھوں نے اس کے خلاف کیا تو حضرت داؤد نے ان کے لئے بد دعا کی اور فرمایا الٰہی ان پر لعنت فرما اور ان کو ایسی سزا دے کہ یہ لوگوں کے لئے عبرت بن جائیں چنانچہ ان کی شکلیں بندروں کی طرح کر دی گئیں، اور اسی طرح حضرت عیسیٰ نے اپنے پروردگار سے اہل مائدہ کے لئے بد دعا کی جب کہ وہ ایمان نہ لائے چنانچہ ان کو خنزیر بنا دیا گیا، اس کے بعد اللہ پاک نے فرمایا کہ ان لوگوں پر یہ پھٹکار اس لئے ڈالی گئی تھی کہ انھوں نے ہماری نافرمانی کی تھی اور اس میں وہ حد سے آگے بڑھ گئے تھے اور ان کی یہ حالت تھی کہ برے کاموں پر جمع ہوئے تھے اور اگر ان میں سے ایک آدمی ہماری نافرمانی کرتا تھا تو دوسرا اسے روکتا نہیں تھا چنانچہ ابوداؤد شریف کی روایت ہے کہ جن لوگوں میں گناہ کئے جا رہے ہوں اور دوسرے لوگ ان گناہوں کے کرنے والوں کو روکنے کی طاقت رکھنے کے باوجود نہ روکیں تو اغلب یہ ہے کہ اللہ کا عذاب ان سب پر آجائے۔

اس قوم بنی اسرائیل نے ایک نافرمانی یہ کی کہ مشرکین مکہ سے گہری دوستی اور ہمدردی کی جب کہ ان کو توریت میں حضرت موسیٰ کی زبانی منع کیا گیا تھا پس اگر یہ لوگ اللہ پر ایمان لاتے اور توریت اور حضرت موسیٰ کی بات مانتے تو ان سے گہری دوستی کر کے کفر کے جال میں نہ پھنستے، حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ ان لوگوں کی گمراہی نتیجہ تھی غلط ماحول اور کفار سے گہری دوستی کا

جس نے ان کو تباہی و بربادی کے گڑھے میں دھکیل دیا تھا۔

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ

تمام آدمیوں سے زیادہ مسلمانوں سے عداوت رکھنے والے آپ ان یہود اور ان مشرکین کو پائیں گے

وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً لِّلَّذِينَ

اور ان میں مسلمانوں کے ساتھ دوستی رکھنے کے قریب تر ان لوگوں کو پائیے گا جو اپنے کو نصاریٰ

آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيسِينَ

کہتے ہیں یہ اس سبب سے ہے کہ ان میں بہت سے علم دوست عالم ہیں اور بہت سے

وَرُهْبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٨٢﴾

تارک دنیا درویش ہیں اور اس سبب سے یہ لوگ متکبر نہیں ہیں۔

تفسیر اس آیت پاک میں ارشاد ہے کہ آپ مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن یہودیوں اور مشرکین عرب کو پائیں گے چنانچہ حضرت اُبی کی روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہودی جب بھی مسلمان کو تنہائی میں پاتا ہے اس کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ مسلمان کو قتل کر دوں - اور مسلمانوں سے دوستی رکھنے کے زیادہ قریب بہ نسبت اوروں کے نصرانیوں کو پائیں گے، زیادہ قریب کا مطلب یہ ہے کہ دوست تو وہ بھی نہیں مگر مشرکین عرب اور یہودیوں کے مقابلہ میں غنیمت ہیں - قاضی ثناء اللہ پانی پتی رح نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ جن نصرانیوں کا ذکر اس آیت میں ہے اس سے مراد وہ ہیں جو حضور علیہ السلام کے مبعوث ہونے سے پہلے صحیح اور عیسائیت پر تھے جن میں سے حبشہ کے بادشاہ نجاشی اور ان کے ساتھی بھی ہیں - چنانچہ نسائی شریف کی روایت حضرت عبداللہ ابن زبیر رض سے منقول ہے کہ یہ آیت انہی حضرات کے متعلق نازل ہوئی ہے - حضرت مسیح کو خدا یا تین خدا کے قائل نصرانی مراد نہیں ہیں - عیسائیوں کے یہ باطل فرقے تو یہودیوں کی طرح خواہش پرست اور سنگ دل تھے جیسے شہر نجران کے رہنے والے نصرانی، البتہ جو صحیح عیسائیت پر تھے وہ انصاف پسند نرم دل تھے چنانچہ قرآن کریم کا کہنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کے نصرانی مسلمانوں سے دوستی سے زیادہ سے زیادہ قریب اس وجہ سے تھے کہ ان میں بہت سے انجیل مقدس کے صحیح عالم تھے اور بہت سے مشائخ و درویش تھے اور ان میں تکبر نہیں تھا بلکہ عاجزی اور انکساری تھی - حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رح اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جب اس طرح کے لوگ کسی قوم میں کثرت سے ہوں تو پھر ان کے عوام میں بھی حق اور سچائی سے عداوت و دشمنی نہیں ہوتی، اگرچہ وہ قوم حق کو قبول بھی نہ کرے - الحمد للہ وبتوفیقہ پارہ لا یحب اللہ کی تفسیر مکمل ہوئی۔

قسط وار شائع ہونے والی تین عظیم الشان کتابیں

تاریخ حرمین شریفین

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے فیض یافتہ حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس عظیم الشان کتاب "تاریخ حرمین شریفین" میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ زاد اللہ شرفہما کے فضائل و تاریخ کو بہت عمدہ انداز میں تفصیل کے ساتھ جمع کیا ہے۔ جس کے ضمن میں چاہ زم زم کے نمودار ہونے، مکہ معظمہ کے آباد ہونے، بیت اللہ شریف کی تعمیر ہونے، مقام ابراہیم، حجر اسود وغیرہ۔ نیز مسجد نبوی کی تعمیر، مقام صفہ، اور مدینہ طیبہ کی مختلف تاریخی مساجد اور مقامات مقدسہ کی تاریخ و تعارف بڑے دلچسپ انداز میں بیان کی ہے۔

الحمدللہ یہ مکمل کتاب آٹھ قسطوں میں چھپ کر تیار ہو چکی ہے۔

آسان تفسیر

قرآن کریم کے نزول کا اصل مقصد اس کو سمجھ کر عمل کرنا ہے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے آسان تفسیر کا سلسلہ جاری کیا گیا ہے۔ یہ تفسیر اکابر اُمت کی قدیم و جدید مستند و معتبر تفاسیر کا خلاصہ و نچوڑ ہے۔ جس کو نہایت آسان و عام فہم زبان اور مختصر و جامع انداز میں مولانا محمد یعقوب قاسمی نے قلمبند کیا ہے۔ ترجمہ کلام پاک حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ الحمدللہ یہ تفسیر ۳۲ قسطوں میں مکمل ہو چکی ہے۔

تذکرۃ الانبیاء

اس کتاب میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزماں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تک مشہور پیغمبروں کے واقعات و حالات اور ان کے ماننے والوں کی فلاح و نجات اور جھٹلانے والوں کا انجام تفصیل کے ساتھ مستند طور پر سلیس و عام فہم انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ الحمدللہ یہ کتاب سولہ قسطوں میں تیار ہو چکی ہے۔

ان کتابوں کو آپ فون کر کے گھر بیٹھے پوسٹ مین سے حاصل کر سکتے ہیں۔ (بذریعہ وی پی رجسٹری)

گذارش: خواہش مند حضرات کے مکمل پتے روانہ فرما کر اشاعت دین میں تعاون فرمائیں۔ فجزاکم اللہ

IDARA DAWAT-O-TABLEEGH
GALI NO. 2 AALI KI CHUNGI MANDI SAMITI ROAD SAHARANPUR
PIN 247001 (U.P.) MOB. 09837002261 - 09837375773

اس دور کی سب سے آسان، عام فہم اور مستند تفسیر قرآن کریم

آسان تفسیر

پارہ ۷

مرتب

مولانا محمد یعقوب قاسمی

سابق استاذ حدیث وتفسیر دارالعلوم سہارنپور

ترجمہ: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

شائع کردہ

ادارہ دعوت وتبلیغ

گلی ۲ آلی کی چنگی منڈی سمیتی روڈ سہارنپور یوپی

MOBILE : 9837375773

50/-

بسم اللہ تعالیٰ

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

اور ہمنے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے آسان کردیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا ہے

قرآن شریف کی آسان تفسیر اردو

قدیم و جدید مستند و معتبر کتب تفاسیر کے ماخذ کی روشنی میں

ترجمہ قرآن شریف
حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی
رحمۃ اللہ علیہ

مرتب
مولانا محمد یعقوب قاسمی
فاضل دار العلوم دیوبند

ادارہ دعوت و تبلیغ گلی ۲ آلی کی چنگی سہارنپور یوپی ۲۴۷۰۰۱

ظہیر انور قاسمی

ہدیہ :-

وَاِذَا سَمِعُوْا

اور جب وہ اس کو سنتے ہیں

مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا

جو کہ رسُول کی طرف بھیجا گیا ہے تو آپ اُن کی آنکھیں آنسوؤں سے بہتی ہوئی دیکھتے ہیں اس سبب سے کہ انہوں نے حق کو

مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَمَا لَنَا لَا

پہچان لیا (یوں) کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم مسلمان ہو گئے، تو ہم کو بھی ان لوگوں کے ساتھ لکھ لیجئے جو تصدیق کرتے ہیں،

نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ

اور ہمارے پاس کونسا عذر ہے کہ ہم اللہ تعالےٰ پر اور جو حق ہم کو پہنچا ہے اس پر ایمان نہ لاویں، اور اس بات کی اُمید رکھیں کہ ہمارا رب ہم کو نیک لوگوں کی معیت

الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ

میں داخل کردے گا، سو ان کو اللہ تعالےٰ اُن کے قول کے صلہ میں ایسے باغ دینگے جن کے نیچے

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَالَّذِيْنَ

نہریں جاری ہوں گی، یہ اُن میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے اور نیکوکاروں کی یہی جزا ہے اور جو لوگ

كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۸۶﴾ ع ۱۱ ۹

کافر رہے اور ہماری آیات کو جھوٹا کہتے رہے وہ لوگ دوزخ والے ہیں

شانِ نزول

جمہور مفسرین رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ آیات نجاشی (شاہ حبشہ) اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جب کہ ان کے دلوں پر خوف الٰہی طاری ہوا تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔

شاہ حبشہ کے واقعۂ ایمان کی تفصیل

جس وقت مسلمان قریش مکہ کے ظلم و ستم سے زیادہ ہی پریشان ہونے لگے تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مشورہ دیا کہ تم ملک حبشہ چلے جاؤ، میں نے سنا ہے کہ وہاں کا بادشاہ نجاشی نہ خود ظلم کرتا ہے اور نہ دوسروں کو ظلم کرنے دیتا ہے، آپ کے اس مشورہ پر گیارہ ۱۱ حضرات ملک حبشہ پہنچے جن میں

حضرت عثمانؓ اور ان کی اہلیہ محترمہ اور رسول اکرم کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ بھی شریک تھیں، اور اسکے بعد پھر حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کی نگرانی میں مسلمانوں کا ایک بڑا قافلہ جس میں عورتوں کے علاوہ بیاسی مرد شریک تھے، حبشہ پہنچا، شاہ حبشہ اور وہاں کے رہنے والوں نے اس قافلہ کا استقبال کیا، اور یہ لوگ وہاں پورے امن واطمینان سے رہنے لگے، مگر قریش مکہ کی عداوت ودشمنی کا حملہ ان پر وہاں بھی ہوا کہ قریش نے اپنے ایک وفد کو بہت سے تحفے دیکر شاہ حبشہ کی خدمت میں بھیجا اور یہ درخواست کی کہ آپ اپنے ملک سے ان مسلمانوں کو نکال دیں، شاہ حبشہ نے قریش مکہ کی درخواست پر عمل کرنے سے پہلے مسلمانوں کے حالات کی تحقیق کی اور حضرت جعفرؓ اور ان کے ساتھیوں سے محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور مذہب اسلام کے متعلق معلومات حاصل کیں تو ان کو انجیل مقدس کی پیشین گوئی کے عین مطابق پایا، نجاشی حضرت عیسیٰ کا ماننے والا تھا لہذا ان کی باتوں سے متاثر ہوکر قریش کے تمام تحفے واپس کردیئے اور کہلا بھیجا کہ میں ایسی قوم کو کبھی اپنے ملک سے نکلنے کا حکم نہیں دے سکتا، ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت جعفرؓ نے شاہ حبشہ کی مجلس میں سورۂ کہیعص تلاوت کی جس کو سنکر شاہ حبشہ اور اہل مجلس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے مدینہ طیبہ ہجرت فرمائی اور وہاں راحت وآرام کی زندگی بسر کرنے لگے تو حضرت جعفرؓ اور ان کے ساتھیوں نے بھی مدینہ طیبہ حضورؐ کی خدمت میں آنے کا ارادہ کیا تو شاہ حبشہ نے ان کے ساتھ اپنے ہم مذہب نصاریٰ کے بڑے بڑے علماء ومشائخ کا ایک وفد جس میں باسٹھ حضرات حبشہ کے اور آٹھ ملک شام کے تھے حضور علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا، نصرانیوں کا یہ وفد درویشانہ لباس پہنے ہوئے تھے، جب یہ حضورؐ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے ان کو سورۂ یٰسین شریف سنائی، سنکر ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور کہنے لگے کہ یہ کلام انجیل مقدس کے کتنا مشابہ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوتا تھا، اور پھر یہ تمام حضرات مسلمان ہوگئے، ان کی واپسی کے بعد شاہ حبشہ نے بھی اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کردیا،

اسکے بعد اللہ پاک نے فرمایا کہ ہم ایسے لوگوں کو جو ہمارا کلام سنکر روئیں گے یعنی ہمارے کلام میں غور وفکر کریں گے اور پھر مذہب اسلام کی حقیقت کو پہچان کر اسے قبول کریں گے جیسے شاہ حبشہ اور اسکے ساتھیوں نے کیا تو ہم ایسے حضرات کو جنت کے ایسے محلوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی،

اور اس کے برخلاف ان لوگوں کو جنھوں نے ہمارے کلام کو سنکر اس کا مذاق اڑایا اس سے روگردانی کی اسکے احکامات کی خلاف ورزی کی ان کو دوزخ کے دہکتے ہوئے انگاروں میں پھینک دیا جائیگا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ

اے ایمان والو اللہ تعالےٰ نے جو پاک و لذیذ چیزیں تمہارے واسطے حلال کی ہیں اُنہیں حرام مت کرو۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠

اور حد سے آگے مت نکلو بیشک اللہ تعالےٰ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔ اور خدا تعالےٰ نے جو چیزیں تم کو دی ہیں انہیں سے حلال مرغوب چیزیں کھاؤ

وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

اور اللہ تعالےٰ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو

شانِ نزول

ترمذی شریف میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ ایک شخص رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ جب میں گوشت کھاتا ہوں تو میری مردانہ خواہشات میں جوش پیدا ہو جاتا ہے، اس لئے میں نے اپنے لئے گوشت حرام کر لیا ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں ارشاد ہے کہ اے مومنوں جو چیزیں تمہارے لئے حلال ہیں چاہے وہ کھانے پینے کی ہوں یا پہننے کی اور چاہے نکاح کے لئے ان کو اپنے اوپر حرام کر کے شرعی حد سے آگے مت بڑھو اور یاد رکھو تمہارا رب حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا، لہذا اس سے ڈرتے رہو اور اس کے احکام کی خلاف ورزی مت کرو

اقوال و تحقیق

مفتی شفیع صاحبؒ نے لکھا ہے کہ کسی حلال چیز کو حرام سمجھنے کی تین صورتیں ہیں ۱ جو چیز دلائل قطعیہ سے حلال ثابت ہو اس کو حرام سمجھنا بوجہ قانون الٰہی کی صریح مخالفت کے کفر ہے ۲ زبان سے کسی چیز کو اپنے اوپر حرام کرلے مثلاً قسم کھا کر یہ کہے کہ یہ چیز نہیں کھاؤں گا یہ گناہ ہے، اس کے متعلق فقہاء نے لکھا ہے کہ قسم توڑ کر اس چیز کو کھائے اور قسم کا کفارہ ادا کرے ۳ کسی حلال چیز کے متعلق حرام ہونے کا نہ اعتقاد ہے اور نہ ہی زبان سے کہتا ہے بس یوں ہی ہمیشہ کے لئے اسکے استعمال کو چھوڑے ہوئے ہے اگر یہ کام وہ ثواب سمجھ کر کئے ہوئے ہے تو بدعت ہے جو سخت گناہ ہے اسکو فوراً ترک کر دینا چاہیئے اور اگر کسی جسمانی یا روحانی بیماری کے پیدا ہو جانے کے خوف سے چھوڑے ہوئے ہے تو اس میں کوئی گناہ نہیں بعض صوفیا اور بزرگوں سے جو حلال چیزیں چھوڑ دینے کے واقعات منقول ہیں وہ سب اسی قسم سے ہیں۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ

اللہ تعالےٰ تم سے مواخذہ نہیں فرماتے تمہاری قسموں میں لغو قسم (توڑنے) پر لیکن مؤاخذہ اس پر فرماتے ہیں کہ تم قسموں کو مستحکم

الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ

کرو پھر توڑ دو) سو اس کا کفارہ دس محتاجوں کو کھانا دینا ہے اوسط درجہ کا جو اپنے گھر والوں کو کھانے کو

اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ

دیا کرتے ہو، یا انکو کپڑا دینا یا ایک گردن (یعنی ایک غلام یا لونڈی) آزاد کرنا اور جس کو مقدور نہ ہو تو تین دن کے روزے ہیں

اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ

یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا، جب کہ تم قسم کھالو (پھر توڑ دو)۔ اور اپنی قسموں کا خیال رکھا کرو۔

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۸۹

اسی طرح اللہ تعالےٰ تمہارے واسطے اپنے احکام بیان فرماتے ہیں تاکہ تم شکر کرو

قسم اور اس کا کفارہ

قسم سے متعلق کچھ تفصیل پارہ سیقول آیت ۲۲۵ آسان تفسیر صفحہ نمبر ۶۰ پر گذری، اس آیت پاک میں قسم اور اس کا کفارہ دونوں ذکر کئے گئے ہیں، ارشاد ہے کہ جو تم لغو قسم کھاتے ہو اس پر تم سے مواخذہ نہیں، مثلاً آدمی جانتا ہے کہ میں نے یہ کام کیا ہے اور پھر قسم کھاتا ہے کہ میں نے یہ کام نہیں کیا، تو اس طرح کی قسم پر اگرچہ کوئی کفارہ نہیں مگر جھوٹی قسم ہونے کی وجہ سے گناہِ کبیرہ ہے اور دنیا و آخرت کے وبال کا سبب ہے، ایسی قسم کھانے پر توبہ و استغفار کرنا ضروری ہے، دوسری قسم جس کے توڑنے پر کفارہ لازم ہے وہ یہ ہے کہ آدمی آئندہ کے لئے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائے اور پھر اس کے خلاف کرے تو اس صورت میں کفارہ ادا کرنا لازمی ہے۔

اور کفارہ اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دس محتاجوں کو درمیانی قسم کا کھانا کھلائے یا دس محتاجوں کو درمیانی قسم کے کپڑے دے جس سے وہ اپنا ستر چھپا سکیں مثلاً ایک کرتا ایک پجامہ یا ایک غلام یا باندی آزاد کرے۔

ان تینوں صورتوں میں سے کسی ایک صورت پر عمل کرنے سے کفارہ ادا ہو جائے گا، اور اگر کسی میں ان تینوں میں سے کسی ایک پر بھی عمل کرنے کی ہمت نہیں ہے تو اس کے لئے یہ رعایت ہے کہ تین

دن کے روزے رکھنے سے کفارہ ادا ہو جائیگا، امام اعظم ابو حنیفہ رح کے نزدیک یہ تین روزے مسلسل رکھنے ضروری ہیں یعنی تین دن کے بیچ کوئی ناغہ نہ کرے۔

اس کے بعد اللہ پاک نے فرمایا کہ اپنی قسموں کا خیال رکھا کرو کہ ان کو توڑو مت اور اگر توڑ دو تو پھر اس کا کفارہ ادا کر دیا کرو، اللہ تعالیٰ اس طرح کے احکام و مسائل بیان فرما کر مسلمانوں پر احسان فرماتے ہیں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ

اے ایمان والو! (بات یہی ہے کہ) شراب اور جوا اور بت (وغیرہ) اور قرعہ کے تیر (یہ سب)

مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ

گندے شیطانی کام ہیں سو ان سے بالکل الگ رہو تاکہ تم کو فلاح ہو شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب

اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ

اور جوئے کے ذریعہ سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کر دے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے

ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ

تم کو باز رکھے۔ سو اب بھی باز نہیں آؤ گے؟ اور تم اللہ کی اطاعت کرتے رہو اور رسول کی اطاعت

وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾

کرتے رہو، اور احتیاط رکھو اور اگر اعراض کرو گے تو یہ جان رکھو کہ ہمارے رسول کے ذمہ صرف صاف صاف پہنچا دینا تھا۔

تفسیر

ان آیات میں ارشاد خداوندی ہے کہ اے مومنو! شراب نوشی اور جوا یہ گندی چیزیں اور شیطانی کام ہیں، تم ان سے پرہیز کرو کامیاب رہو گے۔

شیطان ان دونوں کاموں میں مبتلا کر کے یہی چاہتا ہے کہ تم آپس میں لڑو جھگڑو، گالم گلوچ کرو اور ایک دوسرے کے دشمن ہو جاؤ، چنانچہ واقعات شاہد ہیں کہ شراب نوشی اور جوا کھیلنے والوں میں جھگڑا ہونا لازمی بات ہے اور اس طرح کی آیات کا نزول بھی اسی قسم کے واقعات پیش آنے پر ہوا ہے جس کی مکمل تفصیل پارہ سیقول آیت ۲۱۹ آسان تفسیر ص ۵۴ پر گذری۔ اور شیطان ان دونوں کاموں میں مبتلا کر کے تمکو خدا کی یاد اور نماز جیسی اہم عبادت سے بے پروا اور غافل کر دیتا ہے، حاصل یہ کہ ان دونوں چیزوں کی وجہ سے انسان کا دنیوی اور اخروی زبردست نقصان ہے، پس کیا اب بھی تم ان دونوں کاموں سے باز آؤ گے کہ نہیں، یقیناً یہ تمہاری دنیا و آخرت کو تباہ و برباد کرنے والی ہیں، پس تم اللہ و رسول کی فرماں برداری کرو

وہ تم کو ان گندی چیزوں سے منع کرتے ہیں، تم کو ان سے رک جانا چاہیئے، اور یاد رکھو اگر نہیں رکو گے تو ہمارے رسول کے ذمہ تو صرف احکامات کا صاف صاف پہونچا دینا ہے، عمل نہ کرنے کی صورت میں اس کا وبال تمہارے ہی اوپر آئیگا، عذاب آخرت تم ہی کو بھگتنا پڑے گا۔

شراب نوشی پر وعیدات

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے جو بندہ دنیا میں اس کو پیئے گا اس کے لئے اللہ کا قطعی فیصلہ ہے کہ قیامت کے دن اس کو طینۃ الخبال یعنی دوزخیوں کا پسینہ پلائیگا، حضرت ابن عمرؓ کی دوسری روایت یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی لعنت ہے شراب پر، شراب پینے والے پر، شراب پلانے والے پر، بیچنے والے پر، خریدنے والے پر نچوڑنے والے پر، بنانے والے پر، اٹھانے والے پر، جس کے لئے اٹھائی جارہی ہے اس پر، اور شراب کی قیمت کھانے والے پر۔

ایک عبرت ناک واقعہ

حضرت عثمان بن عفان رضؓ کا فرمان ہے کہ شراب تمام برائیوں کی جڑ ہے، چنانچہ ایک عابد صاحب کا واقعہ ہے کہ اس پر ایک بدچلن عورت فریفتہ ہوگئی، اس نے عابد صاحب کو گواہی کے بہانے اپنی باندی کے ذریعہ بلوایا وہ باندی کے ہمراہ چل دیئے، باندی ایک محل کے دروازے پر پہنچی اور ایک دروازے کے بعد دوسرے اور تیسرے دروازے میں اس کو داخل کرتی گئی اور دروازے بند کرتی چلی گئی، اور ایک گورے رنگ کی حسینہ کے پاس لا کھڑا کیا، اس عورت کے پاس ایک معصوم بچہ بیٹھا تھا اور ایک شراب کی بوتل رکھی تھی، اس عورت نے عابد صاحب سے کہا کہ اب آپ ایسی جگہ پھنس گئے ہیں جہاں سے نکلنا ناممکن ہے، اب آپ کی نجات کا ایک ہی راستہ ہے کہ ان تین چیزوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرو، یا تو مجھ سے ہمبستری کرو یا یہ شراب پیو یا پھر اس معصوم بچے کو قتل کردو، عابد صاحب حد درجہ حیران و پریشان ہوئے، بالآخر مجبوراً شراب پینے کا فیصلہ کیا کیونکہ یہ گناہ تینوں گناہوں سے کم درجہ کا تھا، شراب پی کر ہوش کھو بیٹھے، تھوڑی پینے کے بعد تھوڑی اور پی اسی طرح خوب پی گئے، جب عورت نے دیکھا کہ عابد صاحب نشے میں مدہوش ہوگئے تو اپنے سے چمٹا لیا اور ہمبستری کرکے اپنی خواہش پوری کی، اور پھر اسی نشہ کے عالم میں عابد صاحب سے اس بچہ کا قتل بھی کرا دیا تاکہ اس قتل کے خوف سے یہ ہمارے جال میں پھنسا رہے۔

غور کیجئے چند گھونٹ شراب حلق سے نیچے اتر جانے کے بعد عابد صاحب کی دنیا و آخرت کیسے برباد ہوئی

اقوال و تحقیق:- پ۲ میں قدرے اس کی تفصیل سپرد قرطاس ہوئی کہ شراب کی حرمت بتدریج ہوئی حالات و موقع کے اعتبار سے اس کی مذمت بیان ہوئی، چنانچہ ترمذی میں بقیہ ص۸ پر

لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا

ایسے لوگوں پر جو ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں، اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جس کو وہ کھاتے پیتے ہوں

اتَّقَوا وَّآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوا وَّآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوا وَّأَحْسَنُوا ۗ

جبکہ وہ لوگ پرہیز رکھتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں۔ پھر پرہیز کرنے لگتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں، پھر پرہیز کرنے لگتے ہوں

وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿٩٣﴾ ع ۱۲ ۷ ۲

اور خوب نیک عمل کرتے ہوں اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں سے محبت رکھتے ہیں

شانِ نزول

شراب سے متعلق وعیدات اور مذمت سنکر بعض صحابۂ کرام کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ہم میں سے فلاں جنگ احد میں شہید ہوگیا، اس کے پیٹ میں شراب تھی اس کا کیا ہوگا، اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ سے کچھ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں سے بہت سے آدمی شراب پیتے تھے اور جوا کا مال کھاتے تھے وہ اس حکم کے نازل ہونے سے پہلے ہی انتقال کر چکے ان کا کیا ہوگا اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں ارشاد ہے کہ ایسے لوگوں پر کوئی گناہ نہیں جنھوں نے شراب اور جوئے کے مال کو حرام ہونے سے پہلے استعمال کیا ہو، اور جن لوگوں نے ایمان قبول کر کے نیک کام کئے ہوں اور اس وقت کی حرام شدہ چیزوں سے پرہیز رکھا ہو اگرچہ بعض وہ چیزیں بھی استعمال کی ہوں جو اس وقت حرام نہیں تھی اب حرام ہیں تو یہ حضرات نیک اور صالح ہیں، اور اللہ پاک ایسے نیک لوگوں سے محبت رکھتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللَّهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهُ أَيْدِيكُمْ

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ قدرے شکار سے تمہارا امتحان کرے گا جن تک تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے پہنچ سکیں گے

وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ

تاکہ اللہ تعالیٰ معلوم کرے کہ کون شخص اس سے بن دیکھے ڈرتا ہے سو جو شخص اس کے بعد حد سے نکلے گا،

ہے حضرت عمر بن خطابؓ نے دعا کی اے اللہ شراب سے متعلق کوئی تسکین بخش بیان نازل فرما اس پر آیت سورۂ بقرہ — یسئلونک عن الخمر الخ نازل ہوئی، اسکے بعد حضرت عمرؓ نے پھر دعا کی تو آیت سورہ نساء یا ایہا الذین آمنوا لا تقربوا الصلوٰۃ الخ نازل ہوئی اس سے بھی مکمل تسلی نہ ہوئی تو پھر دعا کی کہ الٰہی شراب سے متعلق واضح اور جامع احکام نازل فرما تو اس پر یہ آیت سورۂ مائدہ انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ الخ نازل ہوئی۔

فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۴﴾

اس کے واسطے دردناک سزا ہے

شانِ نزول ماہ ذی قعدہ ۶ھ میں حدیبیہ کے سال مسلمان عمرہ کا احرام باندھے ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے مقام حدیبیہ کی طرف جارہے تھے، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی، جس میں ارشاد ہے کہ اے ایمان والو اللہ تعالیٰ تمھیں شکار بھیج کر تمھاری آزمائش فرمائیں گے، اس طور پر کہ وہ جانور تمھارے آس پاس گھومتے ہوں گے اور تم ان کو اپنے برچھیوں سے شکار کرسکتے ہو اور ہاتھوں سے بھی پکڑ سکتے ہو مگر چونکہ تم حالت احرام میں ہوگے اس لئے ان کا شکار تمھارے لئے جائز نہیں، بس اس حالت میں دیکھنا ہے کہ کون ہمارے خوف سے شکار سے رکتا ہے اور کون لالچ میں آکر شکار کرلیتا ہے، چنانچہ اس پیشین گوئی کے مطابق جنگل کے جانور ان کے پڑاؤ اور خیموں کے بالکل قریب آگئے، صحابہ کرام باوجودیکہ شکار کے عادی تھے، لیکن انھوں نے خدا کے حکم کے پیش نظر شکار نہیں کیا، اور آزمائش میں کامیاب ہوئے، کیونکہ باری تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ان کے سامنے تھا کہ یاد رکھو جو شخص ہمارے حکم کی نافرمانی کرے گا ہم اس کو دردناک عذاب دیں گے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ

اے ایمان والو! (وحشی) شکار کو قتل مت کرو جبکہ تم حالت احرام میں ہو اور جو شخص تم میں سے اسکو جان

مُتَعَمِّدًا فَجَزَاۗءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ

بوجھ کر قتل کرے گا تو اس پر پاداش واجب ہوگی، جو کہ مساوی ہوگی اس جانور کے جسکو اسنے قتل کیا ہے، جسکا فیصلہ تم میں سے دو معتبر شخص کریں

هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ

خواہ وہ پاداش خاص چوپایوں میں سے ہو بشرطیکہ نیاز کے طور پر کعبہ تک پہنچائی جائے، خواہ کفارہ مساکین کو کھانا دے دیا جائے، خواہ اسکے برابر روزے رکھ لئے

وَبَالَ اَمْرِهٖ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ۭ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ۭ وَاللّٰهُ

جائیں تاکہ اپنے کئے کی شامت کا مزہ چکھے۔ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ کو معاف کردیا۔ اور جو شخص پھر ایسی ہی حرکت کریگا، تو اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لینگے اور اللہ

عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ

تعالیٰ زبردست ہیں انتقام لے سکتے ہیں۔ تمہارے لئے دریا کا شکار پکڑنا اور اس کا کھانا حلال کیا گیا ہے تمہارے انتفاع کے واسطے اور

وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ

مسافروں کے واسطے، اور خشکی کا شکار پکڑنا تمہارے لئے حرام کیا گیا جب تک کہ تم حالت احرام میں ہو۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو

اِلَیۡہِ تُحۡشَرُوۡنَ ﴿۹۶﴾

جس کے پاس جمع کئے جاؤ گے

حالتِ احرام میں شکار کی ممانعت اور اس کی سزا

ارشاد خداوندی ہے کہ اے مسلمانوں، تم احرام کی حالت میں وحشی شکار کو قتل مت کرو چاہے اس کا گوشت کھایا جاتا ہو یا نہ کھایا جاتا ہو، امام اعظم ابوحنیفہ رح نے یہی فرمایا ہے کہ حالتِ احرام میں کسی بھی جانور کا شکار کرنا اس کو قتل کرنا جائز نہیں سوائے ان چند جانوروں کے جن کے مارنے کی اجازت حدیث پاک میں دی گئی ہے وہ ہیں سانپ، بچھو، چوہا، کوا، چیل ہڑکایا کتا، بھیڑیا اور اسی طرح وہ درندہ جو خود حملہ کرے۔

بہرحال ان جانوروں کے علاوہ دوسرے کسی جانور کو اگر حالتِ احرام میں مار دیا تو اس پر یہ سزا واجب ہوگی کہ اس جانور کی قیمت دو معتبر شخص جو کہ دیندار بھی ہوں اور تجربہ کار بھی ٹھہرائیں، اس قیمت سے کوئی چوپایہ یعنی اونٹ، گائے، بھینس، بھیڑ، بکری خرید کر نیاز کے طور پر حرم کے اندر پہونچائی جائے اور چاہے اس قیمت کے برابر غلہ خرید کر بطور کفارہ کے مسکینوں کو دیدیا جائے اور چاہے اس غلہ کے برابر روزے رکھ لئے جائیں، اس کی صورت یہ ہوگی کہ اس غلہ کو پونے دوسیر کے حساب سے تقسیم کرلیا جائے اس میں جتنے پونے دوسیر بنیں اتنے روزے رکھ لئے جائیں۔

آیت کے اخیر میں ارشاد ہے کہ حالت احرام میں جس نے پہلی بار شکار کیا، ہم نے اس کو معاف کردیا اور جو اسی حرکت کو دوبارہ سہ بارہ کرے گا ہم اس سے آخرت میں بدلہ لیں گے، اس کا مطلب حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رح نے یہ بیان کیا ہے کہ کفارہ تو ہر بار میں اسی طرح دینا واجب ہے، البتہ پہلی بار میں سزا نہیں دی جائے گی، مگر چونکہ دوبارہ اسی حرکت کو کرنے میں زیادہ جرأت ہوتی ہے اسلئے اس کی سزا بھی ملے گی، البتہ اگر کوئی شخص توبہ واستغفار کرلے تو پھر اس کو معاف کردیا جائیگا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ہم نے حالت احرام میں تمہارے لئے پانی کا شکار یعنی مچھلی وغیرہ اور اس کا کھانا حلال کردیا ہے، تاکہ تم بھی اس شکار سے فائدہ اٹھاؤ اور تم میں سے جو مسافر ہیں وہ بھی فائدہ اٹھائیں

اقوال وتحقیق:۔ صید البحر وطعامہ اس کی جو تفسیر حضرت تھانوی رح نے فرمائی ہے وہ ہم نے تفسیر میں لکھدی کہ دریا کا شکار کرنا اور اسکا کھانا محرم کیلئے حلال ہے دوسری تفسیر حضرت ابوبکر صدیق رض اور حضرت عمر فاروق رض نے فرمائی ہے وہ یہ کہ صید البحر سے مراد وہ شکار ہے جو سمندر سے کیا جائے اور طعامہ (ای طعام البحر) سے مراد ہے وہ چیز جس کو سمندر خود باہر پھینک دے۔

دوبارہ پھر تاکیداً فرمایا جارہا ہے کہ خشکی کے جانوروں کا شکار حالت احرام میں مت کرو، اور خدائے تعالیٰ سے ڈرو تم سب کو لوٹ کر اسی کے پاس جانا ہے، لہذا اگر خدائے تعالیٰ کی نافرمانی کروگے تو وہ تمھیں سخت سزا دے گا۔

مسئلہ:۔ جو حلال شکار غیر احرام اور غیر حرم میں کیا جائے گا اس کا کھانا محرم کے لئے جائز ہے۔

مسئلہ:۔ محرم کو (یعنی حالت احرام میں) جس جانور کا شکار کرنا حرام ہے اس کا ذبح کرنا بھی حرام ہے اور اگر اس کو ذبح کرے گا تو اس کا حکم مردار کے مثل ہوگا مسئلہ:۔ محرم کے لئے شکار میں اشارہ یا کسی طرح کی مدد کرنا مثل شکار کرنے کے حرام ہے مسئلہ:۔ حرم کے جانور کو جسطرح جان بوجھ کر قتل کرنے پر سزا ہے اسی طرح غلطی اور بھول سے کرنے پر بھی یہی سزا ہے۔

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ

خدا تعالیٰ نے کعبہ کو جو کہ ادب کا مکان ہے، لوگوں کے قائم رہنے کا سبب قرار دے دیا اور عزت والے مہینہ کو بھی، اور حرم میں قربانی

وَالْقَلَآئِدَ ۭ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ

ہونے والے جانوروں کو بھی اور ان جانوروں کو بھی جنکے گلے میں پٹے ہوں، یہ اسلئے کہ تم اس بات کا یقین کرلو کہ بیشک اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں اور زمین کے

اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۹۷ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

اندر کی چیزوں کا علم رکھتے ہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ اسب چیزوں کو خوب جانتے ہیں تم یقین جان لو کہ اللہ تعالیٰ سزا بھی سخت دینے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے اور

رَّحِيْمٌ ۝۹۸ مَا عَلَي الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ۝۹۹

رحمت والے بھی ہیں۔ رسول کے ذمہ تو صرف پہنچانا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اسب جانتے ہیں، جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ پوشیدہ رکھتے ہو

تفسیر

کعبہ شریف جو کہ ادب واحترام کا مکان ہے اس کو اللہ پاک نے لوگوں کے لئے دین و دنیا کی درستگی اور قیام امن کا ذریعہ بنادیا ہے، دین کی درستگی تو ظاہر ہے کہ اس کا حج کیا جاتا ہے اور دنیا کی درستگی یہ ہے کہ اس کے اندر لوٹ مار قتل وغارت گری نہیں کی جاتی، اس میں جان ومال اور عزت وآبرو کی مکمل حفاظت رہتی ہے، اسی طرح اللہ پاک نے اشہر حرم کو بھی قیام امن بنایا ہے، اشہر حرم سے وہ چار مہینے (ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم، رجب) مراد ہیں جن میں قتل وقتال جائز نہیں، عرب جو جنگجو قوم تھی وہ بھی ان مہینوں کا احترام کرتی تھی اور ان مہینوں میں کسی بھی طرح کی لڑائی اور قتل وغارت گری نہ کرکے امن قائم کرتی تھی، اسی طرح ہدی کو بھی قیام امن کا ذریعہ بنایا، ہدی وہ جانور ہے جس کی قربانی حرم شریف میں کی جائے، ایسا جانور جس کے ہمراہ ہوتا تھا، وہ

مامون و محفوظ ہو کر سفر کرتا کوئی اس پر غلط نظر نہ اٹھاتا اور وہ صحیح وسالم منزل مقصود تک پہونچ جاتا، اور اسی طرح قلائد بھی قیام امن کا ذریعہ ہے، قلائد پٹے اور ہار کو کہا جاتا ہے، جس جانور کے گلے میں پٹہ ڈالدیا جاتا تو وہ محفوظ ہو جاتا تھا کیونکہ اس علامت سے لوگ سمجھ جاتے تھے کہ یہ قربانی کا جانور ہے لہذا اس کو کوئی نقصان نہ پہونچاتا، اور اسی طرح زمانۂ جاہلیت میں یہ رسم تھی کہ جو شخص حج کے لئے جاتا تو اس کے گلے میں ہار ہوتا تھا جس کو دیکھ کر سمجھ لیا جاتا تھا کہ یہ حج کے لئے جارہا ہے، لہذا اس کو بھی کسی طرح کا نقصان اور تکلیف نہ پہونچائی جاتی۔

بہر حال ان چاروں چیزوں کو اللہ پاک نے دین و دنیا کی درستگی اور قیام امن کا ذریعہ بنایا ہے اور اس کے ذریعہ مومنوں کا اعتقاد درست اور پختہ کرنا بھی مقصود ہے، اس طور پر کہ مومن خدا کے ان مصلحت آمیز احکامات میں غور و فکر کرکے اس بات کا یقین جمالیں کہ بلاشبہ حق تعالیٰ شانہٗ آسمان و زمین کی ہر ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔

اسکے بعد ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے بھی ہیں اور بہت معاف کرنے والے بھی، اس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ جو احکامات تمکو دیئے ہیں ان پر پورا پورا عمل کرو نہیں تو سخت عذاب بھگتنا پڑیگا اور اگر کسی وجہ سے ان کی ادائے گی میں کوتاہی ہو جائے تو اس سے توبہ و استغفار کرلو وہ بڑے مہربان ہیں، تم کو معاف کردیں گے۔

اگلی آیت میں یہ بھی ارشاد ہے کہ ہمارے رسول محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری صرف ہمارے احکام و پیغام کا پہونچانا ہے اور وہ اپنا یہ فرض تبلیغ پورا کرچکے، اب تمھیں کسی طرح کا عذر کرنے کی گنجائش نہیں رہی، اور پھر اللہ پاک تمام انسانوں کے ہر ہر عمل سے بخوبی واقف ہیں، ان اعمال سے بھی جن کو یہ ظاہر کرتے ہیں اور ان اعمال سے بھی جن کو یہ چھپاتے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ اللہ پاک نے انسانوں کو جس راہ پر چلنے کا حکم دیا ہے اس کو واضح طور پر اپنے رسول کے ذریعہ سمجھادیا ہے، اب اگر کوئی اس راستہ کے خلاف چلے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہے ہیں، اور اس خلاف ورزی پر سخت قسم کی سزا دیں گے۔

قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ ۚ فَاتَّقُوا اللَّهَ

آپ فرمادیجئے کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں، اگر تجھ کو ناپاک کی کثرت تعجب میں ڈالتی ہو، تو خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو

يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿١٠٠﴾ ع ۱۳ ۱۷ ۳

عقل مندو! تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

شان نزول

جس وقت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب نوشی اور اس کی خرید و فروخت کو حرام فرمایا تو ایک شخص نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ میں نے شراب کے کاروبار سے جو مال جمع کر رکھا ہے اگر میں اس کو نیک کام میں خرچ کردوں گا تو کیا مجھکو اس کا ثواب ملیگا؟ حضورؐ نے فرمایا اگر تم اس مال کو حج یا جہاد جیسے نیک کام میں بھی خرچ کردگے تب بھی اللہ کے نزدیک تمہارے اس مال کی مچھر کے برابر قدر و قیمت نہیں، اللہ تعالیٰ حلال چیز کے علاوہ کچھ قبول نہیں فرماتے، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں ارشاد ہے کہ طیب اور خبیث برابر نہیں، مطلب یہ کہ حلال و حرام مال برابر نہیں پاک اور ناپاک چیز برابر نہیں، ان میں سے ایک رضاء الٰہی کا ذریعہ بنتی ہے اور دوسری ناراضگی کا سبب پس انسان کو چاہئے کہ جو رضاء الٰہی کا ذریعہ بنتی ہے اس کو اختیار کرے اور اسکے علاوہ سے پرہیز کرے اگرچہ دیکھنے میں بعض مرتبہ خراب اور خبیث چیزوں کی کثرت مرعوب کردیتی ہے اور ناسمجھ لوگ اسی کو اچھا سمجھنے لگتے ہیں مگر عقلمند ہمیشہ حلال و پاک اور اچھی ہی چیز کو اختیار کرے گا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آیت کے اخیر میں عقلمندوں کو مخاطب کرکے فرمایا کہ اے عقل والو خدا سے ڈرتے رہو تاکہ کامیاب ہوجاؤ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ

اے ایمان والو! ایسی (فضول) باتیں مت پوچھو کہ اگر تم سے ظاہر کردی جاویں تو تمہاری ناگواری کا سبب ہو۔ اور

تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ

اگر تم زمانہ نزول قرآن میں (کارآمد باتیں) پوچھو تو تم سے ظاہر کردی جاویں وہ (سوالات گذشتہ) اللہ تعالیٰ نے معاف کردئے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں

حَلِيْمٌ ﴿١٠١﴾ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿١٠٢﴾

بڑے حلم والے ہیں۔ ایسی باتیں تم سے پہلے اور لوگوں نے بھی پوچھی تھیں، پھر ان باتوں کا حق نہ بجا لائے۔

شان نزول

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جس وقت حج کی فرضیت کا حکم نازل ہوا تو کچھ لوگوں نے حضور علیہ السلام سے دریافت کیا، کیا ہر سال ہم پر حج فرض ہے؟ حضورؐ نے کوئی جواب نہیں دیا، خاموش رہے، دوبارہ یہی سوال کیا گیا، آپ پھر خاموش رہے، تیسری دفعہ پھر یہی سوال کیا گیا تو آپ نے غصہ کی حالت میں فرمایا اگر میں ہاں کہدوں تو ہر سال تم پر حج فرض ہوجائے گا، اور پھر تم اس کو ادا نہ کرسکو گے اس پر یہ آیت نازل ہوئی، ایک روایت حضرت ابوہریرہ رضؓ سے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ کی حالت میں منبر پر تشریف لائے ایک شخص جس کے باپ کے بارے میں شک کیا جاتا تھا اس نے پوچھا میرا باپ کون ہے حضورؐ نے فرمایا حذافہ دوسرا شخص اٹھا اس نے پوچھا میرے باپ دادا پر آخرت میں کیا گذر رہی ہے، حضورؐ نے فرمایا وہ جہنم میں جل رہے ہیں،

حضرت عمر فاروق رضؓ نے حضورؐ کے غصہ کی یہ کیفیت دیکھی تو کھڑے ہوکر عرض کیا یارسول اللہ ہم اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر، محمدؐ کے نبی ہونے پر اور قرآن کے دستور ہونے پر راضی ہیں، یارسول اللہ دورِ جاہلیت وشرک سے ابھی ہم نکلے ہیں آپ ہمیں معاف فرمایئے، یہ سنکر حضور علیہ السلام کا غصہ ٹھنڈا ہوا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضؓ سے منقول ہے کہ کچھ لوگ حضور علیہ السلام سے بطور مذاق سوال کر رہے تھے، ایک کہہ رہا تھا میرا باپ کون ہے، دوسرا کہہ رہا تھا میری اونٹنی گم ہوگئی ہے بتائیے کہاں ہے، ان واقعات کے پیش آجانے پر یہ آیت نازل ہوئی، جس میں ارشاد ہے اے مومنو! تم ایسی باتیں دریافت مت کرو جس سے تم مشقت اور دشواری میں پھنس جاؤ، جیسا کہ ہر سال حج کرنے کا سوال، اور اپنے باپ دادا کے متعلق سوال، ظاہر ہے کہ یہ سنکر کہ وہ جہنم میں ہیں اس کو کس قدر رنج وتکلیف ہوتی ہوگی،

اس کے بعد ارشاد ہے کہ یہ یعنی حضورؐ کا زمانہ قرآن نازل ہونے کا دور ہے اس میں تم جو سوال کروگے اللہ پاک قرآن نازل فرماکر اس کا جواب دیدیں گے، اور پھر وہ تم پر فرض ہوجائیگا، اس پر عمل نہ کرنے کی صورت میں تمھاری آخرت برباد ہوجائے گی اور تم سخت عذاب کے مستحق بن جاؤ گے، لہذا خیر اسی میں ہے کہ جس قدر احکام خود رسول اکرم تعلیم فرمائیں انہی پر اکتفاء کرو زیادہ کھود کرید کرکے اپنے اوپر سختی مت کراؤ تم سے پہلے بہت سی قومیں اس طرح کے سوالات کرکے تباہ وبرباد اور کافر ہوچکی ہیں، یعنی انھوں نے اپنے پیغمبر سے کوئی سوال کیا، اللہ نے اس کا جواب مرحمت فرمادیا اور پھر انھوں نے اس پر عمل نہ کرکے بربادی مول لی یا اس کا انکار کرکے کفر اختیار کیا۔

دیکھئے قوم بنی اسرائیل کو، حضرت موسیٰؑ کی زبانی حکم دیا گیا تھا کہ ایک گائے ذبح کریں، مگر انھوں نے سوال پر سوال کئے اور پریشانی پر پریشانی خریدتے گئے، اسی طرح حضرت موسیٰؑ کے بعد ان کی قوم نے پیغمبر سے سوال کیا کہ ہمارے لئے بادشاہ مقرر کیا جائے جس کے جھنڈے کے نیچے رہ کر ہم جالوت سے جہاد کریں اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کی قوم نے آسمان سے دسترخوان اترنے کا سوال کیا، اور قوم ثمود نے اپنے پیغمبر حضرت صالحؑ سے سوال کیا کہ پہاڑ سے اونٹنی نکالی جائے، غرض کہ اس طرح کے بے ہودہ سوالات کئے اور پھر ان کا جواب وجود میں آجانے کے بعد اس پر عمل پیرا نہ ہوئے تو پھر اللہ کی سخت گرفت میں آگئے۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّ لَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ

اللہ تعالیٰ نے نہ بحیرہ کو مشروع کیا ہے اور نہ سائبہ کو اور نہ وصیلہ کو، اور نہ حامی کو، لیکن جو لوگ کافر

كَفَرُوا يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۖ وَأَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿١٠٣﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ

ہیں، وہ اللہ تعالےٰ پر جھوٹ لگاتے ہیں ۔ اور اکثر (کافر) اُنہیں کے عقل نہیں رکھتے اور جب اُن سے کہا جاتا ہے

تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ۚ أَوَلَوْ

کہ اللہ تعالےٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں، اُن کی طرف اور رسُول کی طرف رجوع کرو، تو کہتے ہیں، کہ ہم کو وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے

كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ﴿١٠٤﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ

بڑوں کو دیکھا ہے کیا اگرچہ انکے بڑے نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں اور نہ ہدایت رکھتے ہوں۔ اے ایمان والو! اپنی فکر کرو

أَنفُسَكُمْ ۖ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۚ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا

، جب تم راہ پر چل رہے ہو، تو جو شخص گمراہ رہے تو اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں، اللہ ہی کے پاس تم سب کو جانا ہے

فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٠٥﴾

پھر وہ تم سب کو جتلائینگے جو جو کچھ تم سب کیا کرتے تھے ۔

مشرکین کا خدا پر بہتان

زمانۂ جاہلیت کے مشرکین جو طرح طرح غلط کاریوں میں مبتلا تھے انھوں نے جانوروں کے متعلق بھی کچھ رسمیں مقرر کر رکھی تھیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے تھے کہ اس طرح کرنیکا حکم ہم کو خدا نے دیا ہے، اور ان جانوروں کے انھوں نے مستقل نام بھی متعین کر رکھے تھے، اس آیت میں چار قسم کے جانوروں کا ذکر ہے ۱ بحیرہ ۲ سائبہ ۳ وصیلہ ۴ حام۔ بحیرہ اس جانور کو کہتے تھے جس کا دودھ بتوں کے نام وقف کر دیا کرتے تھے، اپنے لئے اس کا استعمال حرام سمجھتے تھے، سائبہ اس جانور کو کہتے تھے جس کو بت کے نام سے چھوڑ دیا جاتا تھا جس طرح ہمارے زمانے میں سانڈ چھوڑ دیئے جاتے ہیں، اس سے بھی کسی طرح کا کام لینا حرام سمجھتے تھے، وصیلہ اس اونٹنی کو کہتے تھے جو مسلسل مادہ جنے کبھی بھی نر کو نہ جنم دیا ہو، ایسی اونٹنی کو بھی یہ بتوں کے نام پر چھوڑ کر اس سے کسی طرح کا فائدہ اٹھانا حرام سمجھتے تھے، حام اس اونٹ کو کہتے تھے جس کے تخم سے دس بچے پیدا ہو چکے ہوں اس کو بھی بتوں کے نام پر چھوڑ دیا جاتا اور جیتے جی اس سے کوئی کام نہ لیا جاتا اور جب یہ مر جاتا تو سب مرد عورتیں اس کو کھاتے۔

مشرکین ان رسموں کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے اور ان کو اللہ کی خوشنودی اور تقرب کا ذریعہ سمجھتے تھے مگر اللہ پاک نے اس کی تردید فرما دی کہ ہم نے ہرگز یہ رسم مقرر نہیں کی بلکہ ان کے بڑوں

ے ہم پر جھوٹ یہ بہتان باندھا ہے، ان مشرکین میں اکثر بے وقوف ہیں کہ جو ان کے بڑوں نے کہا تسلیم کر لیا، اس کو عقل کی کسوٹی پر نہیں پرکھا۔

غلط رسم کے موجد کا انجام بد

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمرو بن عامر خزاعی کو میں نے دوزخ میں پیٹ کے بل گھسٹتے ہوئے دیکھا ہے، اسی نے سب سے پہلے جانوروں کو بتوں کے نام پر چھوڑنے کی رسم چلائی تھی،

حدیث پاک کے اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ کسی بھی غلط رسم کے جنم دینے والے کا انجام برا ہی ہوتا ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ حلال و حرام کے بارے میں ہمیں اپنی رائے اور اپنے بڑوں کے طریقہ کو چھوڑ کر خدائے تعالیٰ کے احکامات اور اس کے رسول کے ارشادات سے روشنی حاصل کرنی چاہیئے، تو یہ جواب دیتے ہیں کہ جس طریقہ پر ہم نے اپنے بڑوں کو پایا ہے بس ہمیں تو وہی طریقہ کافی ہے، اللہ نے فرمایا کیا ان کے طریقہ پر چلنا اس حالت میں بھی درست ہوگا جب کہ ان کو صحیح علم نہ ہو اور نہ ہی وہ ہدایت یافتہ ہوں مگر ان جاہل مشرکوں نے ایک نہ سنی، اسکے بعد اللہ پاک نے فرمایا اے ایمان والو تم اپنی فکر رکھو جب تک تم ہدایت پر چلتے رہو گے تو جو لوگ گمراہی پر چل رہے ہیں وہ تمھیں کچھ نقصان نہ پہونچا سکیں گے۔

ایک شبہ کا جواب

یہ بات کہ "صرف اپنی اصلاح کی فکر کرو" بظاہر قابل اعتراض ہے، کیونکہ مذہب اسلام نے فریضۂ تبلیغ یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو امت محمدیہ کی خصوصیت قرار دیا ہے تو پھر اس آیت میں اس سے کنارہ کش رہنے کی ترغیب کی کیا وجہ۔

حضرت ابن عباس رضؓ نے اس آیت کی جو تفسیر فرمائی ہے اس سے یہ شبہ ختم ہو جاتا ہے فرماتے ہیں کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ بھلائی کا حکم دو اور برائی سے روکو جب تک تمھاری بات مانی جائے اور جب تمھاری اس دعوتِ دین کو ٹھکرا دیا جائے اسکا کچھ اثر نہ لیا جائے تو بس ایسی حالت میں تم اپنی فکر کرو ہدایت پر جمے رہو۔ آیت کے اخیر میں فرمایا گیا ہے کہ تم سب کو یعنی ہدایت یافتہ اور گمراہ کو خدا ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، پس وہ ہر ایک کو اسکے عمل سے مطلع کرے گا اور اچھے عمل والے کو جزا اور برے عمل والے کو سزا دے گا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ

اے ایمان والو! تمہارے آپس میں دو شخصوں کا وصی ہونا مناسب ہے جب کہ تم میں سے کسی کو موت آنے لگے جب وصیت

اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي

کرنے کا وقت ہو وہ دو شخص ایسے ہوں کہ دیندار ہوں اور تم میں سے ہوں یا غیر قوم کے دو شخص ہوں، اگر تم کہیں سفر میں

الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ۭ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ

گئے ہو، پھر تم پر واقعہ موت کا پڑ جائے اگر تم کو شبہ ہو تو ان دونوں کو بعد نماز کے روک لو، پھر دونوں

فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا

خدا کی قسم کھائیں کہ ہم اس قسم کے عوض کوئی نفع نہیں لینا چاہتے۔ اگرچہ کوئی قرابت دار بھی ہو تا، اور اللہ کی بات

نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ۝۱۰۶ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ

کو ہم پوشیدہ نہ کرینگے (ورنہ) ہم اس حالت میں سخت گنہگار ہونگے، پھر اگر اس کی اطلاع ہو کہ وہ دونوں (وصی) کسی گناہ کے مرتکب

اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ

ہوئے ہیں تو ان لوگوں میں سے جن کے مقابلہ میں گناہ کا ارتکاب ہوا تھا، اور دو شخص جو سب میں قریب تر ہیں، جہاں وہ دونوں

فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ ۚ اِنَّآ اِذًا

کھڑے ہوئے تھے یہ دونوں کھڑے ہوں پھر دونوں خدا کی قسم کھاویں کہ بالیقین ہماری یہ قسم ان دونوں کی اس قسم سے زیادہ راست ہے اور ہم نے ذرا تجاوز نہیں کیا

لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۰۷ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰي وَجْهِهَآ اَوْ يَخَافُوْٓا

(ورنہ) ہم اس حالت میں سخت ظالم ہونگے یہ بہت قریب ذریعہ ہے اس امر کا کہ وہ لوگ واقعہ کو ٹھیک طور پر ظاہر کر دیں، یا اس بات سے ڈر جائیں کہ

اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ۭ وَاللّٰهُ لَا

اُنکے قسمیں لینے کے بعد (دوسروں پر) قسمیں متوجہ کی جائیں گی۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سنو، اور اللہ تعالیٰ

يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۱۰۸ ع

فاسق لوگوں کی رہنمائی نہ کریں گے

ع ۱۴ ۱۵ ۱۶

واقعۂ شانِ نزول

یہ آیات ایک خاص قسم کے واقعہ پیش آنے پر نازل ہوئیں، واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص بُدَیل نامی جو مسلمان تھا دو شخصوں تمیم اور عدی جو اس وقت نصرانی تھے کے ساتھ تجارت کے لئے ملک شام گیا، شام پہونچ کر بُدیل بیمار ہوگیا اس نے اپنے مال کی فہرست لکھ کر اپنے سامان میں رکھدی اور اپنے دونوں ساتھیوں کو اس کا علم نہ ہونے دیا، مرض جب زیادہ بڑھ گیا تو اس نے اپنے دونوں ساتھیوں کو وصیت کی کہ میرا تمام مال میرے رشتہ داروں کو پہونچا دینا، اسی درمیان بُدیل کا انتقال ہوجاتا ہے، دونوں نصرانی اپنا مال فروخت کرکے جب اپنے وطن واپس آتے ہیں تو بُدیل کا تمام مال اسکے رشتہ داروں کو پہونچا دیتے ہیں مگر اس میں سے ایک چاندی کا پیالہ جس پر سونے کا طمع یا نقش ونگار تھے نکال لیا، ادھر وارثوں نے جب سامان کو فہرست سے ملایا تو یہ پیالہ نہ ملا، انھوں نے ان دونوں سے پوچھا کہ کیا بُدیل زیادہ دن بیمار رہا کہ علاج کے لئے کچھ سامان بیچا ہو؟ دونوں نے کہا نہیں، آخر معاملہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں پیش ہوا چونکہ وارثوں کے پاس گواہ نہیں تھے، لہذا ان دونوں نصرانیوں سے قسم لی گئی کہ ہم نے میت کے مال میں سے کوئی چیز نہیں چرائی، آخر قسم پر ان دونوں کے حق میں فیصلہ کردیا گیا، کچھ مدت کے بعد پتہ چلا کہ وہ پیالہ ان دونوں نے مکہ میں ایک سُنار کے ہاتھ فروخت کیا ہے، اس کے متعلق جب ان نصرانیوں سے معلوم کیا گیا تو کہنے لگے کہ ہم نے بدیل سے خرید لیا تھا، اور چونکہ خریداری کے گواہ موجود نہ تھے اسلئے ہم نے پہلے اس کا ذکر نہیں کیا اس ڈر سے کہ کہیں ہماری بات کو جھوٹی سمجھا جائے۔

میت کے وارثوں نے یہ معاملہ پھر حضورؐ کی عدالت میں پیش کیا، دونوں نصرانیوں سے قانون کے مطابق گواہ طلب کئے گئے مگر ان کے پاس گواہ نہیں تھے، لہذا میت کے قریبی رشتہ داروں میں سے دو آدمیوں سے قسم لی گئی کہ یہ پیالہ میت کا ہے، اور یہ نصرانی اپنی قسم میں جھوٹے ہیں، بہرحال اس وقت فیصلہ میت کے وارثوں کے حق میں ہوا، اور ان دونوں نصرانیوں سے اس پیالہ کی وہ قیمت جس پر انھوں نے اس کو فروخت کیا تھا یعنی ایک ہزار درہم وارثوں کو واپس دلائی گئی۔

تفسیر

مذہب اسلام یہ چاہتا ہے کہ میرے ماننے والوں کے معاملات آئینہ کی طرح صاف ہوں یہی وجہ ہے کہ قرآن عظیم نے بہت سی جگہ اس طرف توجہ دلائی ہے کہ اپنے لین دین اور دیگر تمام معاملات لکھ لیا کرو اور ان پر گواہ قائم کرلیا کرو، چنانچہ اس چیز کی طرف ان آیات میں بھی توجہ دلائی جارہی ہے، مسلمانوں کو مخاطب کرکے اللہ پاک ارشاد فرما رہے ہیں کہ تمہارے آپسی معاملات

اقوال وتحقیق:- واقعۂ مذکور میں چونکہ وصی دو تھے اسلئے آیات میں دو وصیوں کا ذکر ہے ورنہ باجماع علماء وصیت کے وقت ایک وصی ہونا بھی کافی ہے، اسی طرح قسم کا مسئلہ ہے کہ جب وصی ایک ہوگا تو ایک ہی سے قسم لی جائے گی دو سے قسم لینا بھی ضروری نہیں۔

مثلاً اپنا مال اپنے وارثوں تک کسی کے ذریعہ پہونچانا ہو تو بہتر و مناسب یہ ہے کہ دو آدمیوں کو اس پر گواہ بنا لیا جائے، اور جب تم میں سے کسی کو آثار موت نظر آئیں کہ سخت بیمار پڑ جائے جیسا کہ واقعہ مذکورہ میں بدیل نے کیا تو چاہئے کہ وصیت کے وقت دو مسلمان دیندار آدمیوں کو اس پر گواہ بنالے۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ جس شخص کو مرنے والے نے اپنا مال سپرد کیا ہے اگر اس پر میت کے وارثوں کو شبہ ہونے لگے کہ اس نے پورا مال واپس نہیں کیا جیسا کہ بُدیل کے واقعہ میں ہوا تو ان سے نماز کے بعد قسم لی جائے مفسرین نے لکھا ہے کہ عصر کی نماز کے بعد قسم لی جائے، چونکہ اس وقت نمازی زیادہ ہوتے ہیں اور یہ وقت اطمینان و سکون کا بھی ہوتا ہے کیونکہ تمام لوگ ایک ہی وقت میں فارغ بھی ہو جاتے ہیں، ایسا نہیں ہوتا کہ بعض فارغ ہو چکے ہیں اور بعض سنن و نوافل میں مصروف ہیں، اور پھر یہ وقت بھی معظم ہے، اور ساتھ ہی ساتھ جگہ یعنی مسجد بھی جائے معظم ہے، نیز مجمع بھی نیک اور صالح لوگوں کا ہے، ایسی حالت میں زیادہ توقع ہے کہ قسم کھانے والا جھوٹی قسم نہ کھائے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان دونوں نصرانیوں سے عصر کی نماز کے بعد ہی قسم لی تھی، اور قسم اس طرح لی جائے کہ قسم کھانے والا کہے کہ میں کسی دنیوی لالچ اور کسی رشتہ دار کی طرف داری کے لئے جھوٹی قسم نہیں کھاؤں گا، اور جس بات کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں حکم دیا گیا ہے یعنی حق کو ظاہر کرنے کا ہم اس کو نہیں چھپائیں گے، نہیں تو ہم سخت گنہ گار ہو جائیں گے۔

اس کے بعد اگر اطلاع اور ثبوت ملے کہ اس نے گناہ کا کام کیا ہے، یعنی جھوٹی قسم کھائی ہے، تو پھر میت کے سب سے زیادہ قریبی دو رشتہ داروں سے قسم لی جائے، اور قسم کھلوا کر فیصلہ ان کے حق میں کر دیا جائے، چنانچہ اس آیت کے مطابق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے بُدیل کے دو قریبی رشتہ داروں سے قسم کھلوا کر اس پیالہ کی قیمت ان دونوں نصرانیوں سے واپس کرائی۔

آیت کے اخیر میں ارشاد ہے کہ اللہ سے ڈرو، چونکہ جس کے دل میں خدا کا خوف نہیں ہوگا تو وہ جھوٹی قسم بلا کسی خوف و جھجک کے کھالے گا۔ اے لوگو جو کچھ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس کو غور سے سنو اور اس پر عمل کرو، اور یاد رکھو اللہ پاک فاسقوں کو ہدایت نہیں فرماتے۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۭ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۭ اِنَّكَ

جس روز اللہ تعالیٰ پیغمبروں کو (مع انکی امتوں کے) جمع کرینگے، پھر ارشاد فرمائیں گے کہ تم کو (ان امتوں کی طرف سے) کیا جواب ملا تھا۔ وہ عرض

اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝۱۰۹

کریں گے کہ ہم کو کچھ خبر نہیں، آپ بیشک پوشیدہ باتوں کے جاننے والے ہیں

پیغمبروں سے سوال

اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کی ہولناکی کا ذکر فرمایا ہے اس روز اولین و آخرین تمام انسانوں کو جمع کرکے حساب و کتاب لیا جائیگا، اس آیت میں خاص طور پر پیغمبروں کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ ہم پیغمبروں کو جمع کریں گے، اور پھر ان کی امتوں میں جو لوگ گنہگار ہوں گے ان کو ڈرانے کے لئے فرمائیں گے کہ تم کو اپنی امتوں کی طرف سے کیا جواب ملا تھا وہ عرض کریں گے ہم کو کچھ خبر نہیں بس پوشیدہ باتوں کو آپ ہی بخوبی جانتے ہیں

ایک شبہ کا ازالہ

پیغمبروں کا یہ جواب دینا کہ ہم کو کچھ خبر نہیں " کیسے درست ہوسکتا ہے، جب کہ ہزاروں امتی ان کے ہاتھوں مومن بنے اور سینکڑوں کفر پر قائم رہے اور ان پیغمبروں کے دشمن بنے رہے، اس شبہ کا جواب بعض مفسرین نے یہ دیا ہے کہ قیامت کی ہولناکی کی وجہ سے گھبراہٹ میں کچھ جواب نہ بن پائیگا، لہذا کہہ دیں گے کہ ہم کو کچھ خبر نہیں، یہی تفسیر اس آیت کی حضرت ابن عباس رضؓ نے بیان فرمائی ہے، بعض مفسرین نے یہ جواب دیا ہے کہ پیغمبروں کے جواب کا مطلب یہ ہے کہ اے خدا ہم تیرے علم غیب کے مقابلہ میں کچھ نہیں جانتے، ہماری معلومات کی بنیاد صرف ظاہر پر ہے، اگر کسی نے ایمان ظاہر کیا ہو اور حقیقت میں وہ کافر ہی ہو، جیسا کہ ہر امت میں اس طرح کے منافق لوگ تھے، تو ہم ان کے متعلق کیا عرض کرسکتے ہیں، بس آپ کا علم ظاہر اور باطن ہر ایک کو محیط ہے، لہذا حقیقت حال سے آپ ہی خوب واقف ہیں آپ کے مقابلہ میں ہمیں کچھ بھی خبر نہیں۔

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ

جب اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ اے عیسیٰ ابن مریم! میرا انعام یاد کرو، جو تم پر اور تمہاری والدہ پر (ہوا ہے)

اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۣ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ

جبکہ میں نے تم کو روح القدس سے تائید دی۔ تم آدمیوں سے کلام کرتے تھے گود میں بھی اور بڑی عمر میں بھی اور جبکہ میں نے تم کو

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ

کتابیں اور سمجھ کی باتیں اور تورات اور انجیل تعلیم کیں اور جبکہ تم گارے سے ایک شکل بناتے تھے،

كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ

جیسے پرندے کی شکل ہوتی ہے میرے حکم سے، پھر تم اسکے اندر پھونک مار دیتے تھے جس سے وہ پرندہ بن جاتا تھا میرے حکم سے، اور تم اچھا کر دیتے تھے

وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی بِاِذْنِیْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ

مادرزاد اندھے کو اور برص کے بیمار کو میرے حکم سے اور جبکہ تم مردوں کو نکال کے کھڑا کر لیتے تھے میرے حکم سے، اور جبکہ میں نے بنی اسرائیل کو تم سے (یعنی تمہارے

عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا

قتل و اہلاک) باز رکھا جب تم اُنکے پاس دلیلیں لیکر آئے تھے، پھر اُنمیں جو کافر تھے اُنھوں نے کہا تھا کہ یہ بجز کھلے جادو کے اور

سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۱۰﴾ وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَى الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَبِرَسُوْلِیْ ۚ

کچھ بھی نہیں اور جبکہ میں نے حواریین کو حکم دیا کہ تم مجھ پر اور میرے رسُول پر ایمان لاؤ۔

قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

اُنھوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے آپ شاہد رہیئے کہ ہم پُورے فرمانبردار ہیں

تفسیر

اس آیت پاک میں ان انعامات واحسانات اور معجزات کا ذکر ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیئے گئے، ارشاد ہے اے عیسیٰؑ میرے ان انعامات کو یاد کرو جو میں نے تم پر اور تمہاری والدہ حضرت مریم علیہا السلام پر مختلف اوقات میں مختلف صورتوں میں کئے اس کی کچھ تفصیل پارہ ۳ میں گذری، اور ہم نے روح القدس یعنی حضرت جبرئیلؑ کے ذریعہ تمہیں مدد دی، اور تم لوگوں سے دونوں حالتوں میں یکساں کلام کرتے تھے، ماں کی گود میں بھی اور ادھیڑ عمر میں بھی، شیر خوارگی کی عمر میں بات کرنا تو یقیناً معجزہ ہے مگر ادھیڑ عمر میں معجزہ ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا، کیونکہ اس عمر میں تو سبھی بولتے ہیں لیکن اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات میں غور کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ ان کے لئے ادھیڑ عمر میں بولنا بھی معجزہ ہے، کیونکہ حضرت عیسیٰ ادھیڑ عمر سے پہلے ہی دنیا سے اٹھائے گئے جبکہ ان کی عمر ۳۳ سال تھی، اور پھر دوبارہ دنیا میں تشریف لاکر ادھیڑ عمر میں لوگوں سے کلام کریں گے، بلاشبہ یہ خصوصیت اور معجزہ ہے کہ دنیا سے ایک بار جاکر دوبارہ آنا حضرت عیسیٰ ہی کی خصوصیت ہے اور اسی طرح اے عیسیٰؑ ہم نے تمکو آسمانی کتابیں اور سمجھ کی باتیں اور خاص طور پر توریت و انجیل کی تعلیم سکھلائی اور ہم نے تمکو یہ معجزہ بھی دیا کہ تم گارے سے پرندہ کی شکل بنا کر میرے حکم سے اس میں پھونک مارتے تو وہ حقیقت میں جاندار پرندہ بن جاتا اور اڑ جاتا اور اسی طرح تم ہمارے حکم سے مادرزاد اندھے کو برص (جذام) کے بیمار کو ٹھیک کر دیتے تھے اور اسی طرح میرے حکم سے تم مردہ کو قبر سے زندہ کھڑا کر لیتے تھے، حضرت عیسیٰؑ کے ان معجزات پر تفصیلی کلام آسان تفسیر پارہ ۳ صفحہ ۵۴ پر کیا گیا ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب کسی مردہ کو زندہ کرنے کا ارادہ کرتے تو پہلے دو رکعت نماز پڑھتے تھے پہلی

رکعت میں سورہ ملک (تبارک الذی) اور دوسری رکعت میں الٓمٓ تنزیل اسکے بعد خدا کی حمد وثنا کرتے اور پھر یہ سات اسمار باری پڑھتے یَا قَدِیْمُ، یَا خَفِیُّ، یَا دَائِمُ، یَا فَرْدُ، یَا وِتْرُ، یَا اَحَدُ یَا صَمَدُ۔ اگر کوئی سخت پریشانی آپڑتی تو یہ سات نام پڑھ کر دعا کرتے، یَا حَیُّ، یَا قَیُّوْمُ، یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ، یَا ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ، یَا نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ یَا رَبُّ، اس کے بعد حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یہ نام بڑے زبردست اثر والے ہیں

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ میرے اس احسان کو بھی یاد کرو جب تم قوم بنی اسرائیل کے پاس اپنی نبوت پر دلائل ومعجزات لے کر پہونچے تو انھوں نے تم کو جھوٹا بتلایا اور الزام لگایا کہ تم جادوگر ہو اور انھوں نے تمکو قتل کرنے اور سولی پر چڑھانے کی کوشش کی ایسے وقت میں ہم نے تمھاری حفاظت کی۔

اور اسی طرح ہمارا انعام بھی یاد کرو جبکہ ہم نے حواریوں کو الہام کیا کہ تم حضرت عیسیٰؑ کے ساتھی اور مددگار بن جاؤ اور مجھ پر اور میرے پیغمبر عیسیٰؑ پر ایمان لاؤ تو انھوں نے کہا ہم ایمان لائے، اور انھوں نے تم سے عرض کیا کہ آپ ہمارے ایمان لانے پر گواہ رہئے ہم آپ کے اور خدا کے پورے فرمانبردار ہیں۔

إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنَزِّلَ

(وہ وقت قابل یاد ہے) جبکہ حواریین نے عرض کیا کہ ای عیسےٰ ابن مریم! کیا آپ کے رب ایسا کرسکتے ہیں، کہ ہم پر آسمان سے

عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ ۖ قَالَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿١١٢﴾ قَالُوا نُرِيدُ

خوان (یعنی کچھ کھانا) نازل فرمادیں ؟ آپ نے فرمایا خدا سے ڈرو اگر تم ایمان دار ہو وہ بولے ہم یہ

أَنْ نَّأْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوبُنَا وَنَعْلَمَ أَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُونَ

چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں، اور ہمارے دلوں کو پورا اطمینان ہوجائے اور ہمارا یہ یقین اور بڑھ جائے کہ آپ نے ہم

اقوال وتحقیق:- اَوْحَیْتُ۔ بمعنی وحی کی میں نے، اس پر یہ شبہ کہ حواریین تو نبی نہیں تھے پھر ان پر وحی بھیجنے کا کیا مطلب ہے، اس کا جواب بعض علماء مفسرین نے یہ دیا ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے بواسطہ حضرت عیسیٰؑ حواریین پر وحی بھیجی، دوسرا جواب حضرت سدی وغیرہ نے یہ دیا ہے کہ یہاں پر وحی سے مراد الہام ہے یعنی بات کا دل میں ڈالنا حافظ ابن کثیر نے اسکی نظیر پیش کی کہ جس طرح حضرت موسیٰ کی والدہ کی طرف خدا نے وحی کی کہ موسیٰ کو دودھ پلاؤ، ظاہر ہے کہ یہاں بھی وحی اپنے حقیقی معنی میں نہیں بلکہ اس سے بھی الہام مراد ہے، اسکے علاوہ اور بہت سی جگہ وحی الہام کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً

سے سچ بولا ہے اور ہم گواہی دینے والوں میں سے ہو جاویں۔ عیسےٰ ابن مریم نے دعا کی، کہ اے اللہ! اے ہمارے پروردگار ہم پر آسمان سے خوان

مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ

نازل فرمایئے کہ وہ ہمارے لئے یعنی ہم میں جو اول ہیں اور جو بعد میں سب کیلئے عید یعنی ایک خوشی کی بات ہو جائے) اور آپ کی طرف سے ایک نشان ہو جائے

خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ

اور آپ ہمکو عطا فرمایئے کہ آپ سب عطا کرنے والوں سے اچھے ہیں۔ حق تعالےٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں وہ کھانا تم لوگوں پر نازل کرنیوالا ہوں، پھر جو شخص تم میں سے اسکے

فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ ع

بعد حق ناشناسی کریگا تو میں اسکو ایسی سزا دوں گا، کہ وہ سزا دنیا جہان والوں میں سے کسی کو نہ دوں گا۔

حضرت عیسیٰ پر آسمان سے کھانے کا نزول

ان آیات پاک میں ارشاد ہے کہ حواریین نے حضرت عیسیٰؑ سے عرض کیا کہ کیا آپ کے رب ایسا کر سکتے ہیں کہ ہم پر آسمان سے کچھ کھانا پکا پکایا نازل فرمادیں، اس پر حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا خدا سے ڈرو اگر تم مومن ہو، مطلب یہ ہے کہ تم تو ایمان والے ہو تم کو اس طرح کے معجزات کی فرمائش کرتے ہوئے خدائے تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے، کیونکہ خدائے پاک کی یہ عادت ہے کہ معجزات آجانے کے بعد اگر وہ قوم خدا کی نافرمانی کرتی ہے تو پھر اس کو سخت عذاب دیا جاتا ہے چنانچہ ان سے پہلے بہت سی امتوں نے اپنے رسولوں سے معجزات کی فرمائش کی اور پھر خدا کی نافرمانی کی تو خدائے تعالیٰ نے ان کو عذاب میں مبتلا کر دیا، حضرت عیسیٰ کی بات سنکر حواریین کہنے لگے کہ اس سے ہمارا مقصد ایک تو یہ ہے کہ ہم آسمانی کھانے سے برکت حاصل کریں، اور دوسرے یہ کہ ہمارے دلوں کو ایمان پر پورا اطمینان ہو جائے اور ہمارا یقین بڑھ جائے کہ آپ نے ہم سے اپنے دعوئ رسالت میں سچ بولا ہے کیونکہ جس قدر دلائل بڑھتے جاتے ہیں، اسی قدر دعویٰ کا یقین بڑھتا جاتا ہے اور تیسرے یہ کہ ہم ان لوگوں کے سامنے جنھوں نے یہ معجزہ نہیں دیکھا گواہی دینے والوں میں سے ہو جائیں، یعنی ہم ان کے سامنے آپ کی رسالت ثابت کر سکیں گے اور یہ ان کی ہدایت کا ذریعہ بن جائے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب دیکھا کہ اس فرمائش سے ان کی غرض صحیح ہے تو حق تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ ہمارے رب ہم پر آسمان سے کھانا نازل فرمایئے تاکہ وہ کھانا ہمارے لئے یعنی جو اس زمانہ کے لوگ ہیں اور ہم سے بعد میں آنے والوں کے لئے ایک خوشی کی بات ہو جائے اور میری پیغمبری پر ایک نشان اور دلیل ہو جائے، بس آپ ہمکو آسمان سے کھانا عطا فرما، بیشک آپ عطا کرنیوالوں

میں سب سے اچھے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس درخواست پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ آپ لوگوں سے یہ کہدیجئے کہ میں آسمان سے کھانا تم پر نازل کرنے والا ہوں، اس کے بعد اگر تم میں سے کوئی اپنے رب کی نافرمانی کریگا تو ہم ان کو ایسی سخت سزا دیں گے جو اس وقت کے جہان والوں میں سے کسی کو نہ دیں گے۔

بہرحال ان حواریین کے لئے آسمان سے کھانا آیا جس میں ترمذی شریف کی روایت کے مطابق روٹی اور گوشت تھا، حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ اس آسمانی کھانے میں سات بھنی ہوئی مچھلیاں تھیں اور سات روٹیاں تھیں، اس کھانے میں بڑی عجیب و غریب خوشبو تھی، اس مختصر سے کھانے میں اس قدر برکت تھی کہ تیرہ سو آدمیوں نے شکم سیر ہوکر کھایا، جن غریبوں نے یہ کھانا کھایا وہ مالدار ہوگئے، جن مریضوں نے کھانا کھایا وہ تندرست ہوگئے۔

حواریین کو تاکید کی گئی تھی کہ اس کھانے کو ذخیرہ مت کرنا یعنی جسقدر کھاسکتے ہو خوب کھاؤ کل کے لئے جمع مت کرنا مگر انھوں نے اس میں خیانت کی اور جمع کرکے رکھنے لگے ان کی اس حرکت پر اللہ پاک نے ان سے آسمانی کھانے کو روک لیا، ایک روایت میں یہ ہے کہ یہ لوگ شک کرنے لگے تھے کہ یہ کھانا کیا واقعی آسمان سے آتا ہے، اور کچھ لوگوں نے حضرت عیسیٰ سے یہی سوال کیا تو حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ تم نے اللہ کے فرمان میں شک کیا اس کی طرف سے نازل شدہ نعمت پر شک کیا، لہذا اب تم عذاب کے لئے تیار ہوجاؤ، اب تم کو اس کے عذاب سے کوئی نہیں بچاسکتا، چنانچہ ان پر اللہ کا غضب نازل ہوا اور ان کو خنزیر اور بندر بنادیا گیا، قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ جن لوگوں کی صورتیں مسخ ہوئیں ان کی تعداد تین سو تینتیس ۳۳۳ تھی، یہ لوگ رات کو صحیح حالت میں سوئے اور صبح کو سوروں کی شکل میں اٹھے، راستوں اور کوڑی خانوں میں مارے مارے گندگی کھاتے تھے، جب انھوں نے حضرت عیسیٰؑ کو دیکھا تو ان کے چاروں طرف گھومنے لگے اور رونے لگے، حضرت عیسیٰؑ نے ان کے نام لیکر ان کو پکارا تو یہ اشارہ کرتے اور روتے بول نہیں پاتے تھے، اسی حالت میں تین روز رہے اور پھر مرگئے (اللھم احفظنا من غضبک)

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ قیامت کے روز سخت ترین عذاب تین جماعتوں کو دیا جائیگا ۱ منافقوں کو ۲ حضرت عیسیٰ کے حواریین جن پر آسمانی کھانا نازل ہوا ۳ فرعون کی امت کو۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ

اور (وہ وقت بھی قابل ذکر ہے) جبکہ اللہ تعالیٰ فرمائینگے کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے ان لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھکو اور میری ماں کو بھی علاوہ خدا کے دو

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۢ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ

معبود قرار دے لو، (عیسیٰ علیہ السلام) عرض کریں گے کہ (تو بہ تو بہ ہیں آپ کو شریک سے) منزہ سمجھتا ہوں اور (میں) مجھکو کسی طرح زیبا نہ تھا کہ میں ایسی بات کہتا

قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ

جس (کے) کہنے کا مجھے کوئی حق نہیں اگر میں نے یہ کہا ہوگا تو آپکو اسکا علم ہوگا۔ آپ تو میرے دل کے اندر کی بات بھی جانتے ہیں اور میں آپکے علم میں جو کچھ ہے اسکو نہیں جانتا

عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۱۶﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِيْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ

تمام غیبوں کے جاننے والے آپ ہی ہیں۔ میں نے تو اُن سے اور کچھ نہیں کہا، مگر صرف وہی جو آپنے مجھ سے کہنے کو فرمایا تھا۔ کہ تم اللہ کی بندگی اختیار کرو، جو میرا

رَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ

بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ اور میں ان پر مطلع رہا جب تک انمیں رہا، پھر جب آپ نے مجھ کو اُٹھا لیا تو آپ اُن پر

الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۱۷﴾ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ

مطلع رہے اور آپ ہر چیز کی پوری خبر رکھتے ہیں۔ اگر آپ ان کو سزا دیں تو یہ آپ

عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۱۸﴾

کے بندے ہیں۔ اور اگر آپ انکو معاف فرمادیں تو آپ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔

قیامت میں حضرت عیسیٰؑ سے ایک سوال

قیامت میں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ سے ان کافر نصرانیوں کو جو تین خدا کے قائل ہیں سنانے کے لئے فرمائیں گے اے عیسیٰؑ ابن مریم کیا تو نے ہی لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بنا لو اللہ کے علاوہ، اس پر حضرت عیسیٰؑ عرض کریں گے اے میرے پروردگار آپ تو پاک ہیں یعنی خود میرا عقیدہ یہ ہے کہ آپ شرک سے بالکل پاک ہیں، بھلا میں دوسروں کو شرک کی دعوت کیسے دے سکتا تھا، پس میرے لئے یہ کسی طرح زیبا نہ تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کے کہنے کا مجھے کوئی حق نہیں، اور اگر میں نے کوئی ایسی بات کہی ہوتی تو آپ کو اس کا علم ضرور ہوتا، بلاشبہ آپ تو میرے دل کے اندر کی بات بھی جانتے ہیں، اور میرا تو یہ حال ہے کہ آپ کے علم میں جو کچھ ہے میں نہیں جانتا سوائے ان باتوں کے جو آپ نے مجھے بتلائی ہیں، پس تمام غیبی باتوں کے جاننے والے آپ ہی ہیں، پس میں نے تو صرف ان سے وہی بات کہی جس کے کہنے کا آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی، اور میں ان کا نگراں رہا، ان کی دیکھ بھال کرتا رہا کفر اور غلط عقیدوں سے ان کو روکتا رہا اور ایمان کی طرف بلاتا رہا، اور پھر جب

مجھے اٹھالیا یعنی پہلی بار زندہ آسمان کی طرف اور دوسری مرتبہ موت دے کر اپنے پاس بلالیا تو اسکے بعد کا مجھے کچھ علم نہیں، انھوں نے کہا کیا اس وقت آپ ہی ان کے حالات سے پورے طور پر مطلع تھے، بیشک آپ ہر چیز کی پوری خبر رکھتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ نے عرض کیا اے پروردگار ان شرک کرنے والوں کو اگر آپ عذاب دیں تو یہ عین انصاف ہوگا کیونکہ وہ تیرے بندے اور غلام ہیں اور مالک کو پورا پورا حق ہے کہ جو مناسب سمجھے ان کے ساتھ کرے، اور پھر انھوں نے تو آپ کے حکم سے بغاوت بھی کی ہے اور آپ کے تمام انعامات واحسانات کو بھلا کر آپ کے ساتھ دوسروں کو معبود بنالیا، اس صورت میں تو یہ واقعتاً سخت سزا کے مستحق ہیں، اور اگر آپ ان کو معاف فرمادیں گے تو بلاشبہ آپ ہی غالب اور حکمت والے ہیں مطلب یہ ہے کہ اگر آپ سزا دینگے تو یہ انصاف ہوگا اور اگر معاف کردیں گے تو یہ مہربانی ہوگی۔

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ۭ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے، کہ یہ وہ دن ہے کہ جو لوگ سچے تھے آنکا سچا ہونا اُنکے کام آوے گا، اُن کو باغ ملیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ

جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور خوش، اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی اور خوش ہیں۔ یہ بڑی بھاری کامیابی

الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۹﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ۭ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۲۰﴾ ع ۱۶ ۱۵ ۶

ہے اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں کی اور زمین کی، اور ان چیزوں کی جو ان میں موجود ہیں، اور وہ ہر شے پر پوری قدرت رکھتے ہیں

تفسیر

اس سے پہلے قیامت کے احوال اور حساب وکتاب وغیرہ کا بیان ہوا، اب اس آیت پاک میں ارشاد خداوندی ہے کہ یہ قیامت کا دن وہ دن ہے کہ جو لوگ دنیا میں اپنے عقیدوں، عملوں اور باتوں میں سچے تھے تو ان کا سچا ہونا آج کام آئیگا یعنی ان کی اس سچائی اور اعمال صالحہ کے بدلے ہم جنت کے باغات اور ایسے محلات عطا فرمائیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی یہ لوگ ہمیشہ اسی میں رہینگے، یہ لوگ ایسے خوش نصیب ہوں گے کہ اللہ پاک ان سے راضی ہوں گے اور یہ اللہ سے راضی ہونگے اور یقیناً یہ سب سے بڑی کامیابی ہے کیونکہ جس سے خدا راضی ہوگیا تو سمجھ اس کو سب کچھ مل گیا۔

اس سورت کی آخری آیت میں اللہ پاک نے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار کیا ہے یہ فرماکر کہ جو کچھ آسمان وزمین میں ہے وہ سب حق تعالیٰ شانہ کا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس سے ہر

انسان خصوصاً ان لوگوں کو جو شرک کرتے ہیں اور تین خدا کے قائل ہیں سبق حاصل کرنا چاہیئے کہ جب آسمان و زمین کی ہر ہر چیز خدائے پاک کی ملک ہے اس کی مخلوق ہے تو پھر خدائے تعالیٰ کے برابر یا خدا کیسے ہو سکتی ہے۔

بفضلہ تعالیٰ سورۂ مائدہ کی تفسیر مکمل ہوئی

سُوْرَۃُ الْاَنْعَامِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ مِائَۃٌ وَّخَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰیَۃً وَّعِشْرُوْنَ رُکُوْعًا

سورۂ انعام مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں ایک سو پینسٹھ آیتیں اور بیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو کہ نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۚ

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے لائق ہیں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیوں کو اور نور کو بنایا پھر بھی

ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّھِمْ یَعْدِلُوْنَ ① ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ

کافر لوگ دوسروں کو اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں وہ ایسا ہے جس نے تم کو مٹی سے بنایا، پھر

قَضٰٓی اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّی عِنْدَہٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ② وَھُوَ اللّٰہُ فِی

ایک وقت معین کیا۔ اور دوسرا معین وقت خاص اسی کے (یعنی اللہ ہی کے) نزدیک ہے، پھر بھی تم شک کرتے ہو۔ اور وہی ہے اللہ

السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ ؕ یَعْلَمُ سِرَّکُمْ وَجَھْرَکُمْ وَیَعْلَمُ مَا تَکْسِبُوْنَ ③

آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی، وہ تمہارے پوشیدہ احوال کو بھی اور تمہارے ظاہر احوال کو بھی جانتے ہیں، اور تم جو کچھ عمل کرتے ہو اسکو جانتے ہیں

سورۂ انعام کا واقعہ شان نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا سورۂ انعام کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ پوری سورت علاوہ چند آیات کے ایک رات میں بیک وقت مکہ شریف میں اس طرح نازل ہوئی کہ ستر ہزار فرشتے اس کو لئے ہوئے تھے اور تسبیح پڑھ رہے تھے،

اسماء بنت یزید کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار تھے، میں آپ کی اونٹنی کی نکیل پکڑے ہوئے تھی اس وقت آپ پر سورۂ انعام نازل ہو رہی تھی، وحی کے بوجھ سے اونٹنی ایسی دب رہی تھی کہ مجھے خوف ہو رہا تھا کہ کہیں اس کی ہڈیاں نہ ٹوٹ جائیں، اس سورت کے نازل ہو جانے کے بعد حضور

علیہ السلام تسبیح پڑھنے لگے اور فرمایا اس سورت کو فرشتے آسمان تک گھیرے ہوئے تھے اور فرشتوں کی تسبیح سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ سے زمین و آسمان گونج رہے تھے، حضور بھی یہی تسبیح پڑھ رہے تھے۔

حضرت ابن کعبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس سورت کی تلاوت کرے گا تو ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعاء مغفرت کرتے ہیں۔

تفسیر ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ سکھایا ہے کہ تم اپنے خالق و مالک کی تعریف کرو چنانچہ ارشاد ہے کہ تمام تعریفوں کے مستحق اللہ ہی ہیں، کیونکہ اس نے آسمانوں و زمین اور تاریکی و روشنی کو پیدا فرمایا ہے۔ تاریکی سے مراد کفر اور غلط راستہ اور نور سے مراد ہے ایمان اور سیدھا راستہ، حاصل یہ کہ زمین و آسمان اور اس کی تمام چیزوں میں غور کرو تو تمہارا دل خود یہی کہے گا کہ تعریف و بندگی کے مستحق صرف خدائے تعالیٰ ہی ہیں مگر اس کے باوجود پھر کافروں کا یہ حال ہے کہ وہ اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں

اور اے لوگو یاد رکھو اللہ پاک نے تم کو یعنی تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا جس کا واقعہ مکمل سورہ بقرہ پارہ الم میں گذرا، بعض علماء مفسرین نے اس کا مطلب اس طرح بیان کیا ہے کہ تم سب بھی مٹی ہی سے پیدا کئے گئے ہو اس طور پر کہ جس نطفہ سے انسان پیدا ہوتا ہے وہ مٹی اور زمین ہی کی پیدا شدہ غذا سے بنتا ہے، پس گویا کہ انسان بھی مٹی ہی سے بنا، پھر تمہارے مرنے کا ایک وقت معین کیا، مطلب یہ ہے کہ جب جسمانی ساخت کی تکمیل ہو جاتی ہے تو فرشتہ اس کی زندگی کی میعاد لکھتا ہے، چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ سے منقول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بچہ ماں کے پیٹ میں مکمل ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتہ کے ذریعہ چار باتیں لکھوا دیتا ہے ۱ نیک و بد عمل ۲ رزق ۳ نیک بخت و بد بخت ۴ عمر، جس طرح انسان کی عمر کا وقت مقرر ہے اسی طرح اس دنیا کے فنا ہونے اور قیامت کے آنے کا وقت بھی معین ہے جو صرف خدا ہی کو معلوم ہے، پھر بھی تم میں سے بہت سے لوگ قیامت کے بارے میں شک کرتے ہیں، پس خدائے تعالیٰ کی ذات تو وہ ہے جو تمہارے پوشیدہ اور ظاہرہ تمام حالات سے واقف ہے اور تمہارے ہر عمل کی پوری خبر رکھتا ہے، پس وہی معبود برحق ہے۔

اے غافل لوگو! ہوش پکڑو اور اپنے حقیقی خالق و مالک کو پہچانو صرف اسی کی بندگی کرو اس کے علاوہ کسی کو اپنا معبود مت بناؤ، اسی میں تمہاری نجات اور فلاح ہے۔

وَمَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ۝ فَقَدْ

اور انکے پاس کوئی نشانی بھی انکے رب کی نشانیوں میں سے نہیں آتی مگر وہ اس سے اعراض ہی کیا کرتے ہیں۔ سو انہوں نے

كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَنبَٰٓؤُا مَا كَانُوا بِهِۦ يَسْتَهْزِءُونَ ۝٥

اس سچی کتاب کو بھی جھوٹا بتلایا جبکہ وہ انکے پاس پہنچی۔ سو جلد ہی انکو خبر ملجائے گی اس چیز کی جسکے ساتھ یہ لوگ استہزار کیا کرتے تھے

أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَبْلِهِم مِّن قَرْنٍ مَّكَّنَّٰهُمْ فِى ٱلْأَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّن

کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ ہم ان سے پہلے کتنی جماعتوں کو ہلاک کرچکے ہیں جنکو ہم نے زمین (یعنی دنیا) میں ایسی قوت دی تھی کہ تم کو وہ قوت نہیں دی

لَّكُمْ وَأَرْسَلْنَا ٱلسَّمَآءَ عَلَيْهِم مِّدْرَارًا وَجَعَلْنَا ٱلْأَنْهَٰرَ تَجْرِى مِن تَحْتِهِمْ

اور ہم نے اُن پر خوب بارشیں برسائیں اور ہم نے اُن کے نیچے سے نہریں جاری کیں،

فَأَهْلَكْنَٰهُم بِذُنُوبِهِمْ وَأَنشَأْنَا مِنۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا ءَاخَرِينَ ۝٦

پھر ہم نے اُنکو ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کرڈالا، اور اُنکے بعد دوسری جماعتوں کو پیدا کردیا

تفسیر:- ان آیات پاک میں مشرکین مکہ کے بارے میں ارشاد ہے کہ ان لوگوں کی یہ عادت بن چکی ہے کہ جب بھی خدائے تعالیٰ کی طرف سے کوئی نشان معجزات کی شکل میں آئی تو انھوں نے اس سے روگردانی کی، اور اسی طرح انھوں نے حق کو بھی جھٹلایا جب کہ وہ ان کے پاس پہونچا، حق سے مراد قرآن کریم ہے، بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ حق سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ ہے، بہرحال مشرکین مکہ نے قرآن کریم کو بھی نہیں مانا اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو تسلیم کیا، بس جلد ہی ان کو اس جھٹلانے کا بدلہ اس چیز سے دیا جائیگا جس پر یہ ہنستے تھے اس سے عذاب خداوندی مراد ہے، چنانچہ جب رسول خدا نے ان کو عذاب خداوندی سے ڈرایا تو ہنسنے لگے۔

اس کے بعد اللہ پاک نے ان کو ڈرایا اور سمجھایا ہے کہ تم سے پہلے بہت سی ایسی قوموں کو ہم ہلاک کرچکے ہیں جو طاقت وقدرت اور شان وشوکت میں تم سے زیادہ تھیں جیسے قوم عاد، قوم ثمود وغیرہ، ہم نے ہر طرح سے ان کو خوش حال بنا رکھا تھا ان کے لئے خوب بارشیں برسائیں اور ان کے کھیتوں اور باغوں کے نیچے نہریں جاری کیں جس کی وجہ سے وہ کبھی قحط میں مبتلا نہیں ہوئے مگر خدائے تعالیٰ کی ان مہربانیوں کا انھوں نے غلط فائدہ اٹھانا چاہا اور اسکی نافرمانیوں اور گناہوں میں مبتلا ہوگئے تو پھر حق تعالیٰ نے اس قوم کو ہلاک وتباہ کرڈالا اور اس کی جگہ دوسری قوم کو پیدا کردیا۔

پس اے مشرکین مکہ ان نافرمان تباہ شدہ قوموں سے تم کو عبرت حاصل کرنا چاہئے اور جو غلط حرکتیں تم کررہے ہو اس سے فوراً رک جانا چاہئے اسی میں تمھاری کامیابی اور نجات ہے

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَٰبًا فِى قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ لَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓا۟ إِنْ

اور اگر ہم کاغذ پر لکھا ہوا کوئی نوشتہ آپ پر نازل فرماتے، پھر اُسکو یہ لوگ اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیتے، تب بھی یہ کافر لوگ یہی کہتے

هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝٧ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ

کہ یہ کچھ بھی نہیں مگر صریح جادو ہے۔ اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں، کہ انکے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا؟ اور اگر ہم کوئی فرشتہ بھیج دیتے

الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝٨ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ

تو سارا قصہ ہی ختم ہو جاتا، پھر انکو ذرا مہلت نہ دی جاتی۔ اور اگر ہم اس کو فرشتہ تجویز کرتے، تو ہم اسکو آدمی ہی بناتے اور ہمارے اس فعل سے پھر آپ پر

مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝٩ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا

وہی اشکال ہوتا جواب اشکال کر رہے ہیں اور واقعی آپ سے پہلے جو پیغمبر ہوئے ہیں انکے ساتھ بھی استہزاء کیا گیا ہے، پھر جن لوگوں نے ان سے تمسخر

مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝١٠ ع قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا

کیا تھا ان کو اس عذاب نے آگھیرا جسکا وہ تمسخر اڑاتے تھے۔ آپ فرما دیجئے کہ ذرا زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھ لو کہ تکذیب

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝١١

کرنے والوں کا کیسا انجام ہوا۔

شان نزول

یہ آیات ایک خاص واقعہ پیش آنے پر نازل ہوئیں، نضر بن حارث، عبداللہ بن ابی امیہ اور نوفل بن خویلد ان تینوں حضرات نے حضور علیہ السلام سے کہا اے محمد ہماری ایک شرط ہے آپ اس کو پورا کر دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے وہ شرط یہ ہے کہ ہماری آنکھوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کی طرف آپ کے پاس ایک کتاب آئے اور اس کے ساتھ چار فرشتے ہوں جو اس بات کی گواہی دیں کہ یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں جن میں ارشاد ہے کہ اگر ہم ان کا یہ مطالبہ پورا بھی کر دیں کہ آپ پر آسمان سے کتاب نازل ہو اور اس کو یہ چھو کر محسوس بھی کر لیں جس سے ان کا نظر بندی کا شبہ جاتا رہے تب بھی یہ کافر لوگ یہی کہتے کہ یہ تو کھلا جادو ہے کیونکہ جب کسی بات کو ماننے کا ارادہ ہی نہیں تو پھر ہر دلیل میں کوئی نہ کوئی نئی بات نکال لینا کیا مشکل ہے۔

ان کافروں نے رسول عربیؐ سے یہ بھی کہا کہ آپ کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا جس کو ہم دیکھیں اور باتیں سنیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر ہم کوئی فرشتہ اس طرح بھیج دیتے تو سارا قصہ ہی ختم ہو جاتا پھر ان کو ذرا بھی مہلت نہ دی جاتی، اللہ پاک کی ہمیشہ سے یہ عادت رہی ہے کہ جب بھی کسی قوم نے کوئی مطالبہ کیا اور اس کے پورا ہو جانے پر ایمان نہ لائی تو اس کو بلا کسی مہلت کے فوراً ہلاک کر دیا گیا اور اگر ہم ان کے مطالبہ کے مطابق فرشتہ بھیج بھی دیتے تو اس کو اصلی صورت میں دیکھ کر لوگ ہیبت اور ہول کھا کر فوراً مر جاتے، اور اگر فرشتہ کو انسانی شکل میں بھیجتے جس طرح کہ حضرت جبرئیل

حضور علیہ السلام کے پاس بہت سی مرتبہ تشریف لاتے تو اس صورت میں مطالبہ کرنے والے اس فرشتہ کو انسان ہی سمجھیں گے اور وہی شبہ کرتے جواب کر رہے ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ اگر ان کافروں کا مطالبہ پورا بھی کر دیا جاتا تو یہ اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے ایمان نہ لاتے جس طرح کے اور بہت سے معجزات دیکھنے کے باوجود بھی انھوں نے ایمان قبول نہیں کیا، اور مزید نقصان یہ ہوتا کہ مطالبہ پورا ہو جانے پر یہ ایمان نہ لاتے جس کی وجہ سے ان کو فوراً ہلاک کر دیا جاتا

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر آپ کی قوم آپ کی بات نہیں مان رہی ہے، آپ کا اور آپ کی شریعت کا مذاق اڑا رہی ہے اور آپ سے بیہودہ قسم کے مطالبہ کر رہی ہے تو آپ اس پر غمگین نہ ہوں چونکہ آپ سے پہلے پیغمبروں کے ساتھ بھی اسی طرح کا معاملہ ہوا ہے، اور پھر اس طرح کا معاملہ کرنے والوں کو ہمارے عذاب نے آکر گھیر لیا اگر آپ کی قوم اس کا یقین نہ کرے تو آپ ان سے کہئے کہ دنیا کی سیر کرو پھر تم دیکھو گے کہ خدا اور اسکے رسول کو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا،

اللہ کے دین کا مذاق اڑانے والوں کا انجام

آیات مذکورہ سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے دین کا جو لوگ کسی بھی طرح سے مذاق اڑاتے ہیں تو ایسے لوگوں کو خدائے پاک رسوا کن مصیبتوں میں مبتلا کر کے سزا دیتے ہیں اور آخرت کا عذاب جو اصلی سزا ہے وہ اس کے علاوہ بھگتنا پڑے گا، پچھلی قوموں کے حالات و واقعات اس پر گواہ ہیں کہ جب انھوں نے اپنے رب کی نافرمانی کی اسکے دین کا مذاق اڑایا تو ان کو اسی دنیا میں کیسی دردناک سزا ملی اگر کسی کو قرآن مقدس کی اس خبر پر یقین نہ آئے تو قرآنی چیلنج کے مطابق اس کو دنیا کی سیر کرنا چاہئے تب یہ اپنی آنکھوں سے خود دیکھ لیگا کہ ایسی قومیں خدا کے عذاب اور سزا سے کس طرح تباہ و برباد ہوئیں۔

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلْ لِّلّٰهِ ۭ كَتَبَ عَلٰي نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۭ

آپ کہئے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں موجود ہے یہ سب کس کی ملک ہے؟ آپ کہہ دیجئے کہ سب اللہ ہی کی ملک ہے اُسنے (یعنی اللہ تعالیٰ نے) مہربانی فرمانا

لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا

اپنے اوپر لازم فرمالیا ہے، تمکو خدا تعالیٰ قیامت کے روز جمع کریگے، اسمیں کوئی شک نہیں، جن لوگوں نے اپنے کو ضائع کر دیا ہے سو وہ ایمان نہ

يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳﴾

لاویں گے ۔ اور اسی کی (یعنی اللہ ہی کی) ملک ہے سب جو کچھ رات اور دن میں رہتے ہیں۔ اور وہی ہے بڑا سننے والا بڑا جاننے والا

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ؕ

آپ کہیئے کہ کیا اللہ کے سوا جو کہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے ہیں اور جو کہ کھانے کو دیتے ہیں اور انکو کوئی کھانے کو نہیں دیتا کسی کو

قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۴﴾

معبود قرار دوں؛ آپ فرما دیجیے کہ مجھ کو یہ حکم ہوا ہے، کہ سب سے پہلے میں اسلام قبول کروں، اور تم مشرکین میں سے ہرگز نہ ہونا

تفسیر

ان آیات پاک میں کفار و مشرکین سے پوچھا گیا ہے کہ آسمان و زمین اور ان کی تمام چیزوں کا مالک کون ہے؟ اور پھر خود ہی حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے یہ جواب دیا کہ سب کا مالک اللہ ہے، کفار کے جواب کا انتظار کئے بغیر خود ہی جواب دینے کی وجہ یہ ہے کہ کفار مکہ بھی اس کا یقین رکھتے تھے کہ آسمان و زمین کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے اور وہی ان کا مالک ہے اگرچہ کفر و شرک اور بت پرستی وغیرہ میں مبتلا تھے، اس کے بعد فرمایا کہ جن لوگوں نے کفر و شرک کر کے اپنے کو ضائع کر لیا ہے، کیونکہ فطرت سلیم اور صحیح سمجھ جو کہ اصل پونجی ہے انھوں نے اسی کو کھو دیا ہے، اور اللہ کی رحمت کا جو حصہ ان کو مل رہا تھا ان کو ضائع کر کے آخرت کا عذاب اور غضب خداوندی خرید لیا ہے ورنہ تو اللہ پاک نے اپنے اوپر رحمت و مہربانی کو لازم فرما لیا ہے، چنانچہ مسلم شریف کی روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا فرمایا تو ایک تحریر اپنے پاس عرش کے اوپر رکھ چھوڑی جس میں لکھا ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہو گئی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ جنگلی قیدی حاضر کئے گئے ان میں ایک عورت بھی تھی جس کے پستان دودھ سے بھرے ہوئے تھے جب قیدیوں میں ایک بچہ پر نظر پڑی تو اس عورت نے دوڑ کر بچہ کو اپنے سینہ سے چمٹا لیا اور اس کو دودھ پلایا، حضور علیہ السلام نے فرمایا، کیا یہ عورت اپنے بچہ کو آگ میں پھینک سکتی ہے، صحابہؓ نے عرض کیا نہیں، فرمایا، جس قدر یہ عورت اپنے بچہ پر مہربان ہے اللہ پاک اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے

انھی آیات میں ارشاد ہے کہ اللہ وہ ہے جو سب کو کھانا کھلاتا ہے اور اس کو کوئی نہیں کھلاتا کیونکہ وہ کھانے پینے سے بالاتر ہیں، بہر حال جو ذات پاک ایسی مہربان ہے اس کے علاوہ کسی اور کو معبود کس طرح بنایا جا سکتا ہے، کچھ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بڑوں کا دین اختیار کرنے کی ترغیب دی تو اس پر یہ آیت قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ الخ نازل ہوئی، جس میں ارشاد ہے کہ آپ ان لوگوں سے فرما دیجئے کہ میرے رب کی طرف سے مجھے تو یہ حکم ملا ہے کہ میں سب سے پہلے دین اسلام قبول کروں، اور مجھ سے یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ تم مشرکین میں سے مت ہونا، اور آپ ان سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں گا کہ دین اسلام قبول نہ کروں یا شرک میں مبتلا ہو جاؤں تو وہ مجھے قیامت کے دن عذاب

دے گا، یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں اسلام و ایمان کے خلاف شرک و معصیت کا ہونا آپ سے ناممکن ہے مگر یہاں سنانا چونکہ عام امت کو ہے کہ معصوم رسول بھی اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں، اس کے بعد فرمایا کہ قیامت کے دن جس سے عذاب ہٹا دیا گیا تو سمجھو اس پر اللہ تعم نے بڑا رحم فرمایا، عذاب کا ہٹ جانا اور رحمت خداوندی کا متوجہ ہوجانا بلاشبہ یہی اصل کامیابی ہے ہر شخص کو اس کامیابی کو حاصل کرنے کے لئے اپنی زندگی کو وقف کر دینا چاہیئے۔

قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥﴾ مَنْ يُصْرَفْ عَنْهُ

آپ کہہ دیجئے کہ میں اگر اپنے رب کا کہنا نہ مانوں تو میں ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں جس شخص سے اس روز وہ

يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهُ ۚ وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ ﴿١٦﴾ وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ

عذاب ہٹایا جاوے گا تو اس پر اللہ تعالےٰ نے بڑا رحم کیا۔ اور یہ صریح کامیابی ہے اور اگر اللہ تعالےٰ تجھ کو کوئی تکلیف پہنچاویں، تو اس کا دور

فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِنْ يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٧﴾

کرنے والا سوائے اللہ تعم کے اور کوئی نہیں۔ اور اگر تجھ کو وہ (یعنی اللہ تعالےٰ) کوئی نفع پہنچا دیں تو وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ﴿١٨﴾

اور وہی اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کے اوپر غالب و برتر ہیں اور وہی بڑی حکمت والے اور پوری خبر رکھنے والے ہیں

تفسیر

اپنی نافرمانی کرنے والوں کو اللہ نے قرآن کریم میں جگہ بجگہ عذاب سے ڈرایا ہے اس آیت پاک میں کفر و نافرمانی کرنے والوں کو پُرزور طرز کلام کے ساتھ ڈرایا گیا ہے، ارشاد ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر میں خدائے تعالیٰ کی نافرمانی کروں گا اس کے سوا دوسرے کی عبادت کروں گا تو مجھے قیامت کے عذاب کا خوف ہے۔

ظاہر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر گناہ سے معصوم ہیں، آپ سے حق تعالیٰ کی نافرمانی ہو ہی نہیں سکتی، پس آپ کو مخاطب فرما کر امت کو یہ بتلانا مقصود ہے کہ جب کفر و نافرمانی کرنے پر انبیاء کے سردار کو بھی معاف نہیں کیا جا سکتا تو پھر تمام امتی کی تو حیثیت ہی کیا ہے اس کو تو ضرور عذاب دیا جائیگا

اس کے بعد ارشاد ہے کہ قیامت کے دن جس شخص سے عذاب ہٹا دیا جائے گا تو یہ اس پر اللہ ہی کی رحمت ہوگی کہ محض اپنی مہربانی سے اس کو عذاب سے بچالے گا ورنہ عذاب سے محفوظ رہنے والے کا اللہ پر کوئی واجب الادا حق نہیں ہوگا، عذاب سے بچ جانا ہی بڑی اور کھلی کامیابی ہے اس کامیابی سے مراد جنت میں داخل ہوتا ہے، یعنی جو عذاب سے بچ گیا وہ جنت میں داخل ہوجائیگا۔

وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ الخ اس آیت پاک میں اسلام کا ایک بنیادی عقیدہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر طرح کا نفع و نقصان اللہ کی جانب سے ہے اور ظاہر میں جو خدا کے سوا کسی سے نفع و نقصان پہونچتا ہوا نظر آتا ہے تو وہ صرف اس وجہ سے کہ دنیا دارالاسباب ہے، یہاں کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی ذریعہ و سبب ضرور ہوتا ہے، خود اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اگر ہم تجھ کو کوئی تکلیف پہونچائیں جیسے غریبی، بیماری عذاب تو اس کو ہمارے علاوہ کوئی دور کرنے والا نہیں، اور اگر ہم کوئی بھلائی پہونچائیں جیسے دولت صحت، عافیت تو اس کو بھی کوئی روکنے والا نہیں، بس اللہ ہی ہر چیز پر قادر ہے، وہ جس کو جو بخشنا چاہے بخش دیتا ہے اور جس سے جو چھیننا چاہے چھین لیتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں پر غالب و قادر ہے تمام بندے اس کے محتاج ہیں، یہی وجہ ہے کہ دنیا کا بڑے سے بڑا انسان خواہ وہ نبی ہو چاہے بادشاہ اپنے ہر ارادہ میں کامیاب نہیں ہوتا اس کی ہر مراد پوری نہیں ہوتی

ترمذی شریف میں حضرت ابن عباس رض سے منقول ہے کہ شاہ کسریٰ نے رسول اللہ کی خدمت میں ایک خچر بطور ہدیہ بھیجا تھا، آپ بالوں کی رسی کی لگام دے کر اس پر سوار ہوئے اور مجھے اپنے پیچھے بٹھالیا کچھ دور چلنے کے بعد میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے لڑکے، میں نے عرض کیا حاضر ہوں، کیا حکم ہے، آپ نے فرمایا تم اللہ (کے احکام) کی نگہداشت رکھو اللہ تمہاری حفاظت رکھے گا، تم اللہ کو یاد رکھوگے تو اس کو ہر حال میں اپنے سامنے پاؤگے، تم امن و عافیت اور خوش حالی میں اللہ کو یاد رکھو اللہ تمکو مصیبت اور سختی میں یاد رکھے گا (یعنی تمہاری مدد و نصرت فرمائیگا) تم کو جو کچھ مانگنا ہو تو اللہ سے مانگو، کسی کام میں مدد طلب کرنی ہو تو اللہ ہی سے طلب کرو، جو کچھ دنیا میں ہونے والا ہے قلم تقدیر اس کو لکھ چکا ہے، اگر تمام مخلوق تم کو وہ نفع پہونچانے کی کوشش کرے جو اللہ نے تمہارے حصہ میں نہیں لکھا تو ہرگز تم کو وہ نفع نہیں پہونچا سکتی، اور اگر کوئی نقصان پہونچانے کی کوشش کرے تو بغیر خدا کی مرضی کے وہ بھی نہیں پہونچا سکتی، اگر تم سے ہوسکے تو یقین کے ساتھ صبر پر عمل کرو، اگر اس پر قدرت نہیں تو صبر کرو طبیعت کے خلاف اور ناگوار چیزوں پر صبر کرنے میں بڑی خیر و برکت ہے، اور یہ بھی جان لو کہ صبر کے ساتھ اللہ کی مدد ہوتی ہے اور یہ بھی یاد رکھو کہ مصیبت کے ساتھ راحت ہے، اور تنگی کے ساتھ فراخی ہے۔

قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِیْدٌۢ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ ۫ وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا

آپ کہئے کہ سب سے بڑھ کر چیز گواہی دینے کے لئے کون ہے؟ آپ کہیئے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ گواہ ہے - اور میرے پاس یہ قرآن بطور وحی

الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ اَىِٕنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً

کے بھیجا گیا ہے، تاکہ میں اس قرآن کے ذریعے سے تم کو اور جس جس کو یہ قرآن پہنچے ان سب کو ڈراؤں، کیا تم سب سچ مچ یہی گواہی دوگے کہ اللہ تعالیٰ

أُخْرَىٰ ۚ قُل لَّآ أَشْهَدُ ۚ قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ وَإِنَّنِي بَرِيٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ﴿١٩﴾

کے ساتھ کچھ اور معبود بھی ہیں؛ آپ کہہ دیجئے کہ میں تو گواہی نہیں دیتا، آپ کہہ دیجئے کہ بس وہ تو ایک ہی معبود ہے۔ اور بیشک میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں۔

ٱلَّذِينَ ءَاتَيْنَٰهُمُ ٱلْكِتَٰبَ يَعْرِفُونَهُۥ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَآءَهُمُ ۘ ٱلَّذِينَ خَسِرُوٓا۟

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ لوگ اس (رسول) کو اسطرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں ۔ جن لوگوں نے اپنے کو ضائع کر

أَنفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٢٠﴾ ع

لیا ہے سو وہ ایمان نہ لاویں گے

شان نزول

ایک مرتبہ مکہ کے کچھ لوگ ایک وفد بنا کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ جو اللہ کے رسول ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اس پر آپ کا گواہ کون ہے ہمیں تو کوئی ایسا آدمی نہیں ملا جو آپ کے رسول ہونے کی شہادت دیتا ہو، ہم نے اس بارے میں یہودیوں اور عیسائیوں سے بھی تحقیق کی انھوں نے بھی اسی طرح کا جواب دیا کہ ہماری کتاب میں ان کے رسول ہونے کی کوئی شہادت موجود نہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، جس میں ارشاد ہے کہ آپ ان سے پوچھئے کہ سب سے بڑی اور اہم گواہی تم کس کی سمجھتے ہو اگر وہ جواب دیں تو خیر ورنہ آپ خود ہی فرمائیں کہ سب سے بڑا گواہ اللہ ہے جس کے قبضہ میں کل جہان ہے، بس اللہ ہی میرے اور تمہارے درمیان میرے رسول برحق ہونے کا گواہ ہے، اور اللہ کی گواہی سے مراد وہ تمام معجزات اور واضح آیات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضور کے رسول برحق ہونے کے متعلق ظاہر فرمائی ہیں، اور چونکہ تمام معجزات میں سب سے اہم قرآن کریم ہے اسلئے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس بطور وحی قرآن بھیجا گیا تاکہ اس کے ذریعہ تم کو اور جس جس کو یہ قرآن پہونچے ان سب کو ان وعیدوں سے ڈراؤں جو توحید و رسالت کے انکار کرنے پر اس میں بیان کی گئی ہیں۔

اس کے بعد منکرین توحید و رسالت کو مخاطب کرکے فرمایا گیا ہے کیا تم اللہ تعالیٰ کی اس گواہی کے بعد بھی اسکے خلاف اس کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ دوسرے معبود بھی ہیں اگر ایسا ہے تو اپنے انجام کو تم سمجھو میں تو ایسی گواہی نہیں دے سکتا، بس میں تو یہی کہوں گا کہ عبادت کے لائق صرف اللہ کی ذات ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ الخ اس آیت پاک میں اسکا جواب دیا گیا ہے جو ان اہل مکہ نے کہا تھا کہ ہم نے اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے بھی معلومات کرلی ہے، کوئی بھی آپ کے رسول ہونے کی گواہی نہیں دیتا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ اہل کتاب جھوٹ بولتے ہیں، یہ تو محمد عربی ﷺ کو اس طرح پہچانتے ہیں

جس طرح اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں، توریت و انجیل میں نبی آخر الزماں کا پورا حلیہ، عادات و اخلاق، کارنامے اور وطن اصلی اور پھر وطن ہجرت وغیرہ کا مفصل ذکر تھا، لہذا جو توریت و انجیل پڑھتا ہو وہ اس سے ضرور پورے طور پر واقف ہوگا کہ محمد عربی ﷺ اللہ کے رسول ہیں، بس جنھوں نے پوری حقیقت جان کر بھی شہادت سے انکار کیا انھوں نے اپنے کو ضائع کر لیا اور وہ باوجود سب کچھ جاننے کے محمد عربی کی نبوت پر ایمان نہیں لائیں گے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ

اور اس سے زیادہ اور کون بے انصاف ہوگا، جو اللہ تعالےٰ پر جھوٹ بہتان باندھے یا اللہ تعالےٰ کی آیات کو جھوٹا بتلاوے، ایسے بے انصافوں

الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ

کو رستگاری نہ ہوگی اور (وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے) جس روز ہم ان تمام خلائق کو جمع کریں گے، پھر ہم مشرکین سے (بواسطہ یا بلا واسطہ توبیخ کے طور پر)

الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا

کہیں گے کہ (بتلاؤ) تمہارے وہ شرکاء جنکے معبود ہونیکا تم دعوی کرتے تھے کہاں گئے؟ پھر انکے شرک کا انجام اسکے سوا اور کچھ بھی نہ ہوگا کہ وہ یوں کہیں گے کہ قسم

كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴿۲۳﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ

اللہ کی اپنے پروردگار کی ہم مشرک نہ تھے ذرا دیکھو تو کس طرح جھوٹ بولا اپنی جانوں پر اور جن چیزوں کو وہ جھوٹ موٹ تراشا کرتے تھے،

مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

وہ سب اُن سے غائب ہوگئیں

تفسیر

اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھے، یا اللہ کی آیات کو جھوٹا بتائے یعنی کافر لوگ اللہ کی شان میں ایسی باتیں کہتے ہیں جو اس کے لئے قطعاً مناسب نہیں مثلاً کوئی اسکے ساتھ دوسروں کو عبادت میں شریک کرتا ہے، کوئی بتوں کو بارگاہ خداوندی میں اپنا شفارسی سمجھے ہوئے ہے، کوئی اس کو باپ کہتا ہے وغیرہ وغیرہ، اسی طرح ان کافروں نے معجزات کو اور قرآن کریم کو نہیں مانا جن سے توحید و رسالت کی تصدیق ہوتی تھی ایسے بے انصافوں اور ظالموں کا حال یہ ہوگا کہ ان کو قیامت کے دن عذاب خداوندی سے چھٹکارہ نہیں ہوگا، بس ہر وقت عذاب ہی میں گرفتار رہیں گے

اس کے بعد اللہ پاک فرماتے ہیں کہ جب ہم قیامت کے روز ان کافرین و مشرکین کو جمع کر کے ان سے پوچھیں گے کہ تمہارے وہ شرکار جن کے معبود ہونے کا تم دعوی کیا کرتے تھے کہاں گئے، جن پر تم کو بھروسہ تھا کہ وہ شفارس کریں گے اور تمکو نجات دلادیں گے، اس وقت ان کے شرک کا انجام اس کے

سوا اور کچھ نہ ہوگا کہ وہ خود اس شرک سے بیزاری کا اظہار کریں گے اور بدحواسی کے عالم میں یوں کہیں گے پروردگار کی قسم ہم مشرک نہیں تھے، اس وقت اللہ پاک فرمائیں گے، اے لوگو ذرا دیکھو تو یہ اپنی جانوں پر کس طرح صاف جھوٹ بول رہے ہیں اور ان کے وہ بت، معبود جن کو انھوں نے جھوٹ موٹ تراش رکھا تھا وہ غائب ہوگئے ہیں۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ

اور ان میں بعضے ایسے ہیں کہ آپکی طرف کان لگاتے ہیں اور ہم نے انکے دلوں پر حجاب ڈال رکھے ہیں، اس سے کہ وہ اس کو سمجھیں اور ان کے

وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ

کانوں میں ڈاٹ دے رکھی ہے اور اگر وہ لوگ تمام دلائل کو دیکھ لیں، اُن پر بھی ایمان نہ لاویں، یہاں تک کہ جب یہ لوگ آپ کے پاس

يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَهُمْ يَنْهَوْنَ

آتے ہیں تو آپ سے خواہ مخواہ جھگڑتے ہیں، یہ لوگ جو کافر ہیں یوں کہتے ہیں کہ یہ تو کچھ بھی نہیں، صرف بے سند باتیں ہیں، جو پہلوں سے چلی آرہی ہیں۔ اور یہ لوگ اس سے

عَنْهُ وَيَنْــَٔوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝

اوروں کو بھی روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور رہتے ہیں۔ اور یہ لوگ اپنے ہی کو تباہ کر رہے ہیں اور کچھ خبر نہیں رکھتے۔

واقعۂ شان نزول

یہ آیات ایک واقعہ پیش آنے پر نازل ہوئیں، قاضی ثناء اللہ پانی پتی رح اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ کچھ مشرکین جمع ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت قرآن سننے لگے اور پھر انھوں نے اپنے ایک ساتھی نضر سے جو قصہ گو تھا پوچھا محمد کیا کہہ رہا ہے اس نے کہا مجھے معلوم نہیں بس زبان ہلا رہا ہے اور پرانے لوگوں کی کچھ داستانیں اسی طرح کہہ رہا ہے جس طرح میں تمکو پچھلی قوموں کے قصے سناتا ہوں، ابو سفیان بولا میرے خیال میں تو بعض باتیں سچ کہہ رہا ہے، اس پر ابو جہل بولا ہرگز نہیں۔

اس موقعہ پر یہ آیات نازل ہوئیں جن میں ارشاد ہے کہ ان مشرکین میں بعضے ایسے ہیں کہ آپ کے قرآن پڑھنے کے وقت اس کو سننے کے لئے آپ کی طرف کان لگاتے ہیں مگر یہ سننا چونکہ طلب حق کے لئے نہیں بلکہ محض تماشے اور مذاق کے ارادہ سے ہوتا ہے اس لئے اس سے ان کو کچھ نفع نہیں ہوتا، بس اسی وجہ سے ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں کہ وہ قرآن کے مقصود کو نہ سمجھ سکیں، اور ان کے کانوں میں ڈاٹ لگا دی ہے کیونکہ وہ اس کو ہدایت کے ارادہ سے نہیں سنتے، بس انھوں نے گناہ پر گناہ کرکے ہدایت حاصل کرنے کی تمام صلاحیتیں ختم کر دی ہیں اب ان کا یہ حال ہے کہ اگر آپ کی نبوت و رسالت کے حق ہونے کے تمام دلائل بھی دیکھ لیں یہ تب بھی آپ پر ایمان نہیں لائیں گے، آپ سے ان کو اس قدر

عناد و دشمنی بڑھ گئی ہے کہ بلا وجہ آپ سے جھگڑا کرتے ہیں اور یوں کہتے پھرتے ہیں کہ قرآن تو کچھ بھی نہیں بس پچھلے لوگوں کی داستان کی ایک کتاب ہے، قرآن کریم اور آپ پر ایمان لانے سے یہ دوسروں کو بھی روکتے ہیں اور خود بھی اس سے نفرت کرتے اور دور بھاگتے ہیں، بس یاد رکھو اپنی ان حرکتوں سے یہ اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں کہ اپنے لئے آخرت کا عذاب اور جہنم تیار کر رہے ہیں اور اس کا ان کمبختوں کو احساس تک نہیں کہ کچھ اصلاح کی فکر کریں

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَ

اور اگر آپ (اس وقت) دیکھیں، جبکہ یہ دوزخ کے پاس کھڑے کئے جاویں گے، تو کہیں گے، ہائے کیا اچھی بات ہو کہ ہم پھر واپس بھیج دئے جاویں اور اگر ایسا ہو جاوے تو ہم

نَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا

اپنے رب کی آیات کو جھوٹا نہ بتاویں اور ہم ایمان والوں میں سے ہو جاویں۔ بلکہ جس چیز کو اس سے قبل دبایا کرتے تھے، وہ ان کے سامنے آگئی ہے اور اگر یہ لوگ پھر واپس بھی بھیج دئے

لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا

جاویں، تب بھی یہ وہی کام کریں جس سے انکو منع کیا گیا تھا، اور یقیناً یہ لوگ بالکل جھوٹے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ جینا اور کہیں نہیں، صرف یہی فی الحال کا جینا

وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا

ہے اور ہم زندہ نہ کئے جاویں گے۔ اور اگر آپ (اس وقت) دیکھیں، جبکہ وہ اپنے رب کے سامنے کھڑے کئے جاویں گے، اور اللہ تعالیٰ

بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع

فرماوے گا کہ کیا یہ امر واقعی نہیں ہے؟ وہ کہیں گے بیشک قسم اپنے رب کی، اللہ تعالیٰ فرماوے گا تو اب اپنے کفر کے عوض عذاب چکھو۔

آخرت میں کافرین کی بدحالی

ان آیات میں کافروں کی بدحالی کا ذکر ہے، آخرت میں جب ان کو دوزخ کے کنارے کھڑا کیا جاوے گا تو یہ وہاں ایسا ہولناک عذاب دیکھیں گے جو کبھی ان کے وہم و گمان میں بھی نہ آیا ہوگا تو گھبرا کر بدحواس ہو جائیں گے اور تمنا کریں گے کہ کاش ہمیں پھر سے دنیا میں بھیجدیا جائے تو ہم پروردگار عالم کی قطعاً نافرمانی نہ کریں گے مگر اللہ پاک جو کہ دلوں کے حال سے ہر وقت بخوبی واقف ہے وہ فرماتا ہے کہ اس وقت بھی یہ کافر اپنی تمنا میں جھوٹے ہیں، بالفرض اگر ان کو دنیا میں واپس بھیج بھی دیا جائے تو وہاں جاکر پھر ہماری نافرمانی کریں گے ہماری آیات کو جھٹلائیں گے ہمارے ساتھ کفر و شرک کریں گے اور یوں کہیں گے کہ بس دنیا کی زندگی ہی اصل زندگی ہے، مرنے کے بعد ہم دوبارہ زندہ نہیں ہوں گے کہ کسی قسم کا حساب و کتاب دینا پڑے۔

اس کے بعد اللہ پاک فرما رہے ہیں اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ ان کافروں کو اس وقت دیکھیں جب یہ ہمارے سامنے حساب و کتاب کے لئے کھڑے کئے جائیں گے تو ان کا حال عجیب ہوگا، ہم ان سے معلوم کریں گے کیا مرنے کے بعد دوبارہ قیامت کے دن زندہ ہونا حق نہیں؟ وہ جواب دیں گے بیشک ہے واقعی قسم ہمارے رب کی، اس وقت ہم ان سے فرمائیں گے چونکہ اس بات کو تم نے دنیا میں نہیں مانا تھا اس لئے اب اپنے کفر کا مزہ چکھو اسکے بعد ہم ان کو دوزخ میں بھیجدیں گے۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا

بیشک خسارے میں پڑے وہ لوگ جنہوں نے اللہ سے ملنے کی تکذیب کی، یہاں تک کہ جب وہ معین وقت اُنپر دفعتہً آپہنچے گا تو کہنے

يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا

لگیں گے، کہ ہائے افسوس ہماری کوتاہی پر جو اسکے بارہ میں ہوئی اور حالت انکی یہ ہوگی کہ وہ اپنے بار اپنی کمر پر لادے ہونگے، خوب سن لو کہ بُری

سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ

ہوگی وہ چیز جسکو وہ لادیں گے۔ اور دنیوی زندگانی تو کچھ بھی نہیں بجز لہو و لعب کے اور پچھلا گھر متقیوں کے

خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۲﴾

لئے بہتر ہے کیا تم سوچتے سمجھتے نہیں ہو

تفسیر جو لوگ مرکر دوبارہ زندہ ہونے کا عقیدہ نہیں رکھتے ان کے متعلق اس آیت پاک میں ارشاد ہے کہ تباہ ہوئے وہ لوگ جنھوں نے اللہ سے ملنے کو جھوٹ جانا یعنی قیامت کے دن زندہ ہوکر خداوند قدوس کے سامنے پیشی کو یقین نہ جانا، مگر جب قیامت کا دن ان پر اچانک آپہونچے گا اس وقت کہیں گے ہائے افسوس، ہم نے قیامت کے بارے میں کیسی کوتاہی اور غفلت کی، لیکن اس وقت کا افسوس کچھ فائدہ نہ دے گا اور ان کی یہ حالت ہوگی کہ اپنے کفر و نافرمانی اور گناہوں کا بوجھ اپنے اوپر لادے ہوئے ہونگے اور جس کو یہ اپنے اوپر لادے ہوئے ہوں گے وہ بہت بری چیز ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے اور بہت سی باتیں ارشاد فرمائیں منجملہ ان کے یہ بھی بیان فرمایا، خوب سن لو میں قیامت میں تمکو ایسی حالت میں نہ پاؤں کہ تم میں سے بعض اونٹ کو، بعض گھوڑے کو بعض بکری کو اور بعض سونے چاندی کو اپنی گردنوں پر اٹھائے ہوئے میرے سامنے آئیں اور کہیں یا رسول اللہ ہمیں اس عذاب سے نجات دلائیے اور میں جواب دوں آج اللہ کے سامنے میرا کچھ قابو نہیں، میں تمکو دنیا میں پہلے ہی آگاہ کرچکا تھا

حضرت ابن مسعود رضہ سے منقول ہے کہ جو شخص اپنی ضرورت سے زیادہ جائداد و مکان بنائے گا

قیامت کے دن اس کو مجبور کیا جائے گا کہ اس مکان کو اپنے کندھے پر اٹھائے

ابن ابی حاتم سے مروی ہے کہ قیامت کے دن جب کافر و فاجر اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو ان کے سامنے ایک بدشکل ڈراؤنا اور بدبودار مجسمہ کھڑا ہوا ہوگا، وہ اس سے کہے گا کیا تو مجھے نہیں پہچانتا وہ جواب دے گا نہیں مگر اتنی بات ضرور جانتا ہوں کہ اللہ نے تیری شکل بہت بری اور بدبودار بنائی ہے وہ مجسمہ کہے گا میں دنیا میں بھی ایسا ہی تھا (تو نے مجھے وہاں اختیار کیا) میں تیرا برا عمل ہوں، دنیا میں تو مدت تک مجھ پر سوار رہا آج میں تجھ پر سوار ہوں گا۔

اور جب نیک عمل والے مومن اپنی قبروں سے نکلیں گے تو ایک خوبصورت شکل اور پاکیزہ خوشبو والا مجسمہ اس کا استقبال کر رہا ہوگا وہ کہے گا کہ آپ مجھے پہچانتے ہیں مومن کہے گا نہیں، بس اتنا جانتا ہوں کہ اللہ پاک نے تجھ کو بہت حسین اور بہت پیاری خوشبو والا بنایا ہے، وہ مجسمہ کہے گا میں دنیا میں بھی ایسا ہی تھا اور میں آپ کا نیک عمل ہوں، دنیا میں مدت تک آپ پر سوار رہا، آج آپ مجھ پر سوار ہو جائیے

اس کے بعد اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں کہ دنیاوی زندگی تو بس کھیل اور جی بہلانے والی ہے، اصل گھر تو آخرت کا ہے متقی اور پرہیزگاروں کے لئے کیا تم سوچتے نہیں۔

مفتی شفیع صاحبؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ قرآن کی بہت سی آیات میں جو دنیوی زندگی کو لہو و لعب فرمایا گیا ہے یا بہت سی احادیث میں جو دنیا کی مذمت و برائی آئی ہے اس سے مراد دنیوی زندگی کے وہ اوقات ہیں جو اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری اور اس کی یاد اور ذکر و فکر سے غفلت میں گزرے ورنہ جو وقت اللہ کی طاعت و ذکر میں گزرتا ہے اسکے برابر دنیا کی کوئی نعمت و دولت نہیں۔

ع دن وہی دن ہے، شب وہی شب ہے
جو تیری یاد میں گزر جائے،

قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ

ہم خوب جانتے ہیں کہ آپکو اُنکے اقوال مغموم کرتے ہیں۔ سو یہ لوگ آپ کو جھوٹا نہیں کہتے، لیکن یہ ظالم تو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا

بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ﴿٣٣﴾ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا

انکار کرتے ہیں اور بہت سے پیغمبر جو آپ سے پہلے ہوتے ہیں، اُنکی بھی تکذیب کی جا چکی ہے، سو انہوں

كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّىٰ أَتَاهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۚ

نے اسپر صبر ہی کیا کہ اُنکی تکذیب کی گئی اور ان کو ایذائیں پہنچائی گئیں، یہاں تک کہ ہماری امداد اُنکو پہنچی، اور اللہ تعالیٰ

وَلَقَدْ جَاءَكَ مِن نَّبَإِي الْمُرْسَلِينَ ﴿٣٤﴾

کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور آپ کے پاس بعض پیغمبروں کے بعض قصص پہنچ چکے ہیں

شان نزول ترمذی شریف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ابو جہل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ہم آپ کو جھوٹا نہیں کہتے بلکہ جو چیز آپ نے پیش کی ہے یعنی قرآن اور مذہب اسلام اس کو جھوٹا کہتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی، جس میں ارشاد خداوندی ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کو کافروں کی بے ہودہ باتیں غم میں ڈال رہی ہیں، آپ غم میں نہ پڑیئے بلکہ ان کا معاملہ خدا کے سپرد کیجئے کیونکہ یہ لوگ آپ کو جھوٹا نہیں کہتے بلکہ یہ ظالم تو اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں، اگرچہ اس میں آپ کو بھی جھٹلانا لازم آتا ہے مگر چونکہ ان کا اصل مقصد اللہ پاک کی آیات کو جھٹلانا ہے جیسا کہ اس آیت کے شان نزول سے واضح ہوتا ہے تو ان کا اصل معاملہ خدا کے ساتھ ہوا بس خدا خود ہی ان سے سمجھ لے گا آپ غم میں نہ پڑیئے۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مزید تسلی دینے کے لئے فرمایا گیا ہے کہ ان کافروں کا اس طرح سے جھٹلانا کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ انھوں نے تو اس سے پہلے بھی بہت سے پیغمبروں کو جو آپ سے پہلے آچکے ہیں ان کو جھٹلایا اور طرح طرح کی تکلیفیں پہونچائیں، جس پر انھوں نے صبر ہی کیا یہاں تک کہ ہماری امداد ان کو پہونچی جس سے کافرین مغلوب ہوگئے، بس آپ بھی اسی طرح صبر کیجئے آپ کو بھی اسی طرح خدائے تعالیٰ کی امداد پہونچے گی اور آپ کے مخالفین مغلوب ہوں گے اور یاد رکھو کہ اللہ کی باتوں یعنی اسکے وعدوں کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے وہ جو فرماتا ہے اس کو پورا کرتا ہے لہذا آپ کو امداد ضرور پہونچے گی اور اسی قرآن پاک میں ہم آپ کو بہت سے پیغمبروں کے قصے سنا چکے ہیں جن سے اللہ کی امداد اور مخالفین کا مغلوب ہونا ثابت ہوتا ہے۔

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي

اور اگر آپکو ان کا اعراض گراں گزرتا ہے تو اگر آپ کو یہ قدرت ہے کہ زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں

الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى

کوئی سیڑھی ڈھونڈ لو، پھر کوئی معجزہ لے آؤ تو ایسا کرو اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو ان سب کو راہ راست

الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؕ

پر جمع کر دیتا سو آپ نادانوں میں سے نہ ہو جیئے وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو سنتے ہیں

وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۶﴾

اور مردوں کو اللہ تعالیٰ زندہ کر کے اٹھاوینگے پھر وہ سب اللہ ہی کی طرف لائے جاوینگے۔

حضورؐ کو تمام انسانوں کے ساتھ بے پناہ شفقت ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں نے حد درجہ ستایا اور بے پناہ تکلیفیں پہونچائیں اور آپ کی نبوت پر بے ہودہ قسم کے مطالبے کئے جس سے آپ کو بہت رنج و غم ہوا، اللہ نے آپ کو تسلی دلائی اور فرمایا کہ آپ غم نہ کریں، ان کافروں کے مقابلہ میں ہم آپ کی مدد کریں گے، آپ غالب ہوں گے یہ مغلوب ہوں گے مگر چونکہ حضورؐ کو تمام انسانوں کے ساتھ بے پناہ شفقت و محبت تھی اس لئے آپ باوجود اس تسلی کے یہ چاہتے تھے کہ اگر یہ کافرین و مشرکین موجودہ معجزات اور نبوت کے دلائل پر مطمئن ہوکر ایمان نہیں لاتے تو جس قسم کے معجزات کا یہ مطالبہ کرتے ہیں وہی معجزات واقع ہوجائیں تو شاید ایمان لے آئیں، اس اعتبار سے ان کا کفر دیکھ کر حضورؐ کو صبر نہ آتا تھا اور یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح یہ ایمان لے آئیں بس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتلادیا ہے کہ ہماری حکمت و مصلحت کے پیش نظر ان کے فرمائشی معجزات پورے نہ کئے جائیں گے، لہٰذا آپ کچھ دن صبر کیجئے، اور ان کے غم میں نہ پڑیئے۔

اس لئے آپ سے جب کوئی معجزہ طلب کرتا تو آپ کی یہی خواہش ہوتی کہ اللہ یہ معجزہ کسی طرح پورا کردے تاکہ لوگ ایمان لے آئیں اس پر یہ آیت "وَاِنْ كَانَ كَبُرَ الخ" نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا ہے اگر آپ کو ان لوگوں کا ایمان سے دور بھاگنا گراں گزرتا ہے تو اگر آپ کو یہ قدرت ہے کہ زمین میں جانے کو کوئی سرنگ یا آسمان پہونچنے کے لئے کوئی سیڑھی تلاش کرلیجئے اور پھر اس کے ذریعہ زمین یا آسمان میں جاکر ان کے لئے معجزات لے آیئے، صاحب تفسیر مظہری نے اس کا مطلب یہ لکھا ہے کہ آپ خود کوئی معجزہ پیش نہیں کرسکتے اس لئے خواہ مخواہ اپنے آپ کو پریشان مت کیجئے اور ان کے ایمان قبول نہ کرنے پر غمگین مت ہوجیئے بس صبر کیجئے اگر اللہ کو منظور ہوتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کردیتا مگر چونکہ یہ خود ہی اپنا بھلا نہیں چاہتے، لہٰذا اللہ بھی اپنی مصلحت کے پیش نظر ان کو ہدایت نہیں چاہتے بس صرف آپ کے چاہنے سے کیا ہوتا ہے، بس آپ ان کی فکر چھوڑیئے اور ان نادانوں میں سے مت ہوجیئے، آپ کی دینی دعوت کو تو وہی لوگ قبول کریں گے جو حق کو قبول کرنے کی نیت سے کانوں سے سنتے ہیں۔

آیت کے اخیر میں فرمایا گیا ہے کہ ایمان سے نفرت کرنے والوں کو دنیا میں پوری سزا نہ ملی تو کیا ہوا آخر ایک دن ہم ان کافر مُردوں کو قبروں سے زندہ کرکے اٹھائیں گے اور ان سے حساب و کتاب لیں گے اور پھر ان کی نافرمانی کی مکمل سزا دیں گے۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ان پر کوئی معجزہ کیوں نازل نہیں کیا گیا ان کے رب کی طرف سے آپ فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ کو

عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَمَا

بیشک پوری قدرت ہے اسپر کہ وہ معجزہ نازل فرمادیں لیکن ان میں اکثر بے خبر ہیں اور جتنے

مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ

قسم کے جاندار زمین پر چلنے والے ہیں اور جتنے قسم کے پرند جانور ہیں کہ اپنے دونوں بازوؤں سے اڑتے ہیں ان میں

اَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا فِى الْكِتٰبِ مِنْ شَىْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۸﴾

کوئی قسم ایسی نہیں جو کہ تمہاری ہی طرح کے گروہ نہ ہوں ہمنے دفتر میں کوئی چیز نہیں چھوڑی پھر سب اپنے پروردگار کے پاس جمع کئے جاویں گے

تفسیر

اس آیت پاک میں قریش کے سرداروں کے ایک سوال کا جواب دیا گیا ہے، یہ لوگ کہتے تھے کہ اگر محمد عربی اللہ کا رسول ہے تو اس پر وہ معجزے نازل کیوں نہیں ہوتے جن کی ہم نے ان سے فرمائش کی ہے، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کو اس پر پوری قدرت ہے کہ وہ تمہاری فرمائش کے مطابق محمد عربی پر معجزہ نازل فرمادے مگر اس کے انجام سے اکثر لوگ بے خبر ہیں اس لئے اس طرح کی فرمائش کررہے ہیں، اور وہ انجام یہ ہے کہ اللہ پاک کی عادت ہے کہ جس قوم کو اس کا فرمائشی معجزہ دکھا دیا جائے اور پھر بھی وہ ایمان نہ لائے تو اللہ پاک اس کو ہلاک فرمادیتے ہیں جیسا کہ پچھلی بہت سی قوموں کے ساتھ ہوچکا۔

اس کے بعد فرمایا کہ جتنی قسم کے پرند ہیں اور جتنی قسم کے جانور زمین پر ہیں خواہ وہ خشکی میں ہوں یا پانی میں وہ سب تمہاری طرح قیامت کے دن زندہ ہوکر اٹھنے میں گروہ ہیں

حضرت عمر فاروق رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار مخلوقات (جاندار) پیدا کی ہیں ان میں سے چھ سو سمندری ہیں اور چار سو خشکی کی ہیں، اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ ہم ان سب کے نام رہنے کی جگہ، ان کی تعداد اور ان کے متعلق تمام باتیں پورے طور پر محفوظ کئے ہوئے ہیں قیامت کے دن تمام انسان اور جانور اپنے پروردگار کے پاس جمع ہوجائیں گے، اور پھر ان سے حساب وکتاب ہوگا، حضرت ابوہریرہ رضؓ سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جس مقدمہ کا سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا وہ دو بکریوں کا ہوگا، ان میں ایک سینگ والی ہوگی اور دوسری بغیر سینگ کی۔ ایک دوسری روایت میں حضرت ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ قیامت کے دن تمام جانور دوبارہ زندہ کئے جاویں گے اور اللہ کا انصاف اس حد تک ہے کہ اگر کسی سینگ والے جانور نے بے سینگ کے جانور کو دنیا میں مارا تھا تو آج اس کا بدلہ لیا جائیگا، اسی طرح دوسرے جانوروں کے ظلموں کا بدلہ بھی لیا جائیگا اور پھر ان کو حکم ہوگا کہ مٹی ہوجاؤ تو مٹی کا ڈھیر ہوجائیں گے اس منظر کو دیکھ کر کافر

کہے گا اے کاش میرے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوتا یعنی بدلے کر مجھے بھی مٹی بنا دیا جاتا اور ہمیشہ کے عذاب سے چھٹکارہ پا جاتا۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ ؕ مَنْ يَّشَاِ

جو لوگ ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں وہ تو بہرے اور گونگے ہو رہے ہیں طرح طرح کی ظلمتوں میں ہیں اللہ تعالیٰ

اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ؕ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۹﴾ قُلْ

جس کو چاہیں بے راہ کر دیں اور وہ جس کو چاہیں سیدھی راہ پر لگائیں آپ کہئے کہ

اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ

اپنا حال تو بتلاؤ کہ اگر تم پر خدا کا کوئی عذاب آپڑے یا تم پر قیامت ہی آپہونچے تو کیا خدا کے سوا کسی اور کو

تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۰﴾ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا

پکارو گے اگر تم سچے ہو بلکہ اسی کو پکارنے لگو پھر جس کیلئے تم پکارو

تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ﴿۴۱﴾ ع ۴

اگر وہ چاہے تو اس کو ہٹا بھی دے اور جن جن کو تم شریک ٹھیراتے ہو ان سب کو بھول جاؤ

تفسیر ارشاد خداوندی ہے کہ جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں وہ بہرے ہیں (کہ واضح نشانات حق کی آواز نہیں سنتے) گونگے ہیں (کہ کلمۂ حق ان کی زبان پر نہیں آتا) بس اس وجہ سے وہ طرح طرح کی تاریکیوں اور ظلمتوں میں گرفتار ہیں، اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں حق بات سے اعراض کرنے کی وجہ سے گمراہ کر دیں اور جس کو چاہیں اپنے فضل و کرم سے سیدھی راہ پر لگا دیں

اس کے بعد دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے کہ اچھا آپ ان مشرکین سے کہئے کہ یہ بتاؤ اگر تم پر خدا کا کوئی عذاب آپڑے یا قیامت ہی آجائے تو اس عذاب اور قیامت کی ہولناکی دور کرنے کیلئے تم خدا کے علاوہ کسی کو پکارو گے اور اگر تم اپنے شرک کے دعویٰ میں سچے ہو تو چاہئے کہ خدا کے علاوہ ہی کو پکارو مگر ایسا ہرگز نہیں بلکہ ایسے وقت میں جب تم سخت مصیبت میں پھنس جاتے ہو تو صرف خدا ہی سے مدد چاہتے ہو پھر اگر خدا چاہتے ہیں تو اس مصیبت کو ہٹا دیتے ہیں اور تم لوگ ایسے وقت میں اپنے دیوتاؤں کو بھول جاتے ہو، حاصل یہ ہے کہ جب تم بھی مصیبتوں سے نجات دینے والا خدائے تعالیٰ ہی کو سمجھتے ہو تو پھر اسکے ساتھ کسی کو شریک کر کے تم بلا وجہ اپنی آخرت برباد کر رہے ہو تمکو چاہئے کہ جو مصیبتوں سے نجات دیتا ہے صرف اسی کی اطاعت و عبادت کرو۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ

اور ہم نے اور امتوں کی طرف بھی جو کہ آپ سے پہلے ہو چکی ہیں پیغمبر بھیجے تھے سو ہم نے ان کو تنگدستی اور بیماری

وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا

سے پکڑا تاکہ وہ ڈھیلے پڑ جاویں، سو جب ان کو ہماری سزا پہونچی تھی وہ ڈھیلے کیوں نہ پڑے

تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا

لیکن ان کے قلوب تو سخت رہے اور شیطان ان کے اعمال کو ان کے خیال میں آراستہ

يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ

کرکے دکھلاتا رہا پھر جب وہ لوگ ان چیزوں کو بھولے رہے جن کی ان کو نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے

كُلِّ شَيْءٍ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا

ان پر ہر چیز کے دروازے کشادہ کر دیئے یہاں تک کہ جب ان چیزوں پر جو ان کو ملی تھیں وہ خوب اترا گئے

هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۭ وَالْحَمْدُ

ہم نے ان کو دفعتہً پکڑ لیا پھر وہ بالکل حیرت زدہ رہ گئے، پھر ظالم لوگوں کی جڑ کٹ گئی اور اللہ کا

لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۵﴾

شکر ہے جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔

تفسیر ان آیات میں ارشاد ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ سے پہلے بھی دوسری قوموں کی طرف رسول بھیجے مگر انھوں نے ہمارے رسولوں کی نافرمانی کی ان کے بتلائے ہوئے راستہ کے خلاف چلے تو ہم نے ان کی آزمائش دو طرح سے کی اول ان پر تنگدستی اور بیماری بھیجی تاکہ وہ اس سے گھبرا کر ہماری نافرمانی سے توبہ کرکے ہمارے فرماں بردار بن جائیں مگر اس کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا ان کے دل سخت ہی رہے اور ان کے اعمال بد شیطان ان کو اچھے کرکے دکھاتا رہا اور ان کی نافرمانی میں زیادتی ہی ہوتی گئی تو پھر دوسرے نمبر پر ہم نے ان کو ہر طرح کا عیش و آرام دیکر آزمایا شاید ہماری نعمتوں کو دیکھ کر وہ ہمارے فرماں بردار بن جائیں مگر وہ ہماری نعمتوں پر اترانے لگے اور کفر و شرک اور نافرمانی میں آگے ہی آگے بڑھنے لگے تو بالآخر ہم نے ان کو اچانک عذاب میں ایسا مبتلا کر دیا کہ دنیا سے ان کا نام و نشان ہی ختم کر دیا، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم یہ دیکھو کہ

کسی شخص پر نعمت و دولت برس رہی ہے حالانکہ وہ نافرمانیوں اور گناہوں میں مبتلا ہے تو سمجھ لو کہ اس کو اللہ کی طرف سے ڈھیل دی جا رہی ہے، یعنی اس کی عیش و عشرت اس کو سخت عذاب میں پکڑے جانے کی ایک علامت ہے۔

جب قوم نوح کی نافرمانی حد سے گذر چکی تو ایک پانی کا طوفان آیا اور پوری قوم کو غرق کر گیا، اسی طرح قوم عاد پر ہوا کا شدید طوفان مسلسل آٹھ دن تک رہا اور پوری قوم کو تباہ و برباد کر گیا، قوم ثمود کی سرکشی جب کم نہ ہوئی تو ایک ہیبت ناک آواز کے ذریعہ پوری قوم کو ختم کر دیا، اور قوم لوط کی نازیبا حرکتوں کی بنا پر ان کی بستی کو الٹ کر پوری قوم کا نام و نشان مٹا دیا گیا۔

اخیر میں فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے جو تمام عالم کا پروردگار ہے کہ اس نے ایسے ظالموں کی جڑ کاٹ دی جن سے دنیا میں نحوست پھیلی تھی۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ

آپ کہئے کہ یہ بتلاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری شنوائی اور بینائی بالکل لے لے اور تمہارے دلوں پر

عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ

مہر کر دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود ہے کہ یہ تم کو پھر دیدے، آپ دیکھئے تو ہم کس

نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ

طرح دلائل کو مختلف پہلوؤں سے پیش کر رہے ہیں پھر بھی یہ اعراض کرتے ہیں آپ کہئے یہ بتلاؤ اگر تم پر اللہ

اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ

کا عذاب آپڑے خواہ بے خبری میں یا خبرداری میں تو کیا بجز ظالم لوگوں کے اور بھی کوئی ہلاک

الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ

کیا جاوے گا اور ہم پیغمبروں کو صرف اس واسطے بھیجا کرتے ہیں کہ وہ بشارت دیں اور ڈرا دیں

فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَ

پھر جو شخص ایمان لے آوے اور درستی کر لے سو ان لوگوں پر کوئی اندیشہ نہیں اور نہ وہ مغموم ہوں گے اور

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾

جو لوگ ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلاویں ان کو عذاب لگتا ہے بوجہ اسکے کہ وہ دائرہ سے نکلتے ہیں

تفسیر اس آیت پاک میں مشرکین کو پھر ایک اور طریقہ سے ہدایت کی دعوت دی گئی ہے ارشاد ہے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان سے کہئے کہ یہ بتلاؤ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری شنوائی اور بینائی بالکل لے لے کہ تم کچھ نہ سن سکو نہ دیکھ سکو اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے کہ تم دل سے کسی چیز کو سمجھ نہ سکو تو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون ایسا معبود ہے جو یہ چیزیں تم کو پھر دیدے ظاہر ہے ہر ذی ہوش انسان یہی کہے گا کہ اللہ پاک کے علاوہ کوئی بھی یہ چیزیں واپس نہیں دے سکتا، جب حقیقت یہ ہے تو عقلمندی اسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کو معبود بنانا چاہیئے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرنا چاہیئے

اس کے بعد اللہ پاک ارشاد فرما رہے ہیں اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ دیکھئے کہ ہم کس کس طرح مختلف پہلوؤں سے توحید پر دلائل پیش کر رہے ہیں کبھی عقلی دلائل پیش کر رہے ہیں کبھی رغبت دلا کر ہدایت پر متوجہ کرتے ہیں کبھی خوف دلا کر اور کبھی پچھلی قوموں کے واقعات سنا کر سیدھی راہ پر بلاتے ہیں، مگر یہ لوگ پھر بھی اعراض و بے رخی کرتے ہیں ایسے لوگوں سے اللہ فرما رہے ہیں کہ اگر ہمارا عذاب تمہیں بے خبری یا ہوشیاری میں آجائے تو وہ تمہارے ظلم و زیادتی اور کفر و شرک کی وجہ سے تم ہی کو ہلاک کرے گا۔

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ الخ اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ ہم پیغمبروں کو صرف اسلئے بھیجا کرتے ہیں تاکہ وہ فرماں بردار مومنوں کو اللہ کی رضا و خوشنودی اور جنت کی نعمتوں کی خوشخبری دیں، اور نافرمان کافروں کو خدا کے غضب اور جہنم کے عذاب سے ڈرائیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ پیغمبروں کو اس لئے نہیں بھیجا گیا کہ یہ اس کو ہدایت دیدیں جسکو اللہ نہیں دینا چاہتے ان کو تو صرف ڈرانے اور خوشخبری سنانے کیلئے بھیجا گیا ہے۔

پس جو شخص ایمان لے آئے اور ان پیغمبروں کے لائے ہوئے احکامات کو سچ جانے اور ان پر عمل کرے ایسے لوگوں پر آخرت میں کوئی اندیشہ نہیں اور نہ وہ وہاں مغموم ہوں گے اور جو لوگ ہمارے پیغمبر کے ڈرانے اور خوشخبری سنانے کے بعد بھی ہماری آیتوں کو جھوٹا بتائیں کفر کریں تو ایسے لوگوں پر بہت سی مرتبہ تو دنیا ہی میں عذاب آجاتا ہے نہیں تو آخرت میں ضرور عذاب دیا جائیگا۔

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ

آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں اور نہ میں تمام غیبوں کو جانتا

وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۭ قُلْ

ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو صرف جو کچھ میرے پاس وحی آتی ہے اس کا اتباع کرتا

ع ۵ ۹ ۱۱

هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ۚ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ﴿٥٠﴾ وَأَنذِرْ

ہوں، آپ کہئے کہ اندھا اور بینا کہیں برابر ہو سکتا ہے سو کیا تم غور نہیں کرتے اور ایسے

بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَن يُحْشَرُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُم مِّن

لوگوں کو ڈرائیے جو اس بات سے اندیشہ رکھتے ہیں کہ اپنے رب کے پاس ایسی حالت سے جمع کئے جائیں گے کہ جتنے غیر

دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿٥١﴾

اللہ ہیں نہ ان کا کوئی مددگار ہوگا اور نہ کوئی شفیع ہوگا اس امید پر کہ وہ ڈر جاویں

تفسیر کفار مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف اوقات میں تین مطالبے کئے تھے اول یہ کہ اگر آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں تو بذریعۂ معجزہ ہمارے لئے تمام دنیا کے خزانے جمع کرا دیجئے، دوسرے یہ کہ اگر واقعی آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہمارے مستقبل میں پیش آنے والے تمام مفید یا مضر حالات و واقعات بتا دیجئے تاکہ ہم مفید چیزوں کے حاصل کرنے اور مضر چیزوں سے بچنے کا انتظام پہلے ہی کر لیا کریں، تیسرے یہ کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہماری ہی قوم کا ایک انسان جو ہماری ہی طرح ماں باپ سے پیدا ہوا، اور تمام انسانی صفات، کھانے پینے، نکاح کرنے اور بازاروں میں پھرنے وغیرہ میں ہمارے ساتھ شریک ہے وہ اللہ کا رسول بن جائے، کوئی فرشتہ ہوتا جس کی پیدائش اور صفات ہم سے ممتاز اور جداگانہ ہوتے تو ہم اس کو خدائے تعالیٰ کا رسول اور پیشوا مان لیتے۔

ان تینوں سوالوں کے جواب اس آیت میں دیے گئے ہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی گئی ہے کہ آپ ان لوگوں کے لایعنی سوالوں کے جواب میں صاف طور پر فرما دیجئے کہ تم جو مجھ سے دنیا کے خزانوں کا مطالبہ کرتے ہو تو میں نے کب یہ دعویٰ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام خزانے میرے ہاتھ میں ہیں اور تم جو یہ مطالبہ کرتے ہو کہ آئندہ آنے والی ہر مفید یا مضر چیزوں کو تمہیں بتلا دوں تو میں نے یہ کب دعویٰ کیا ہے کہ میں ہر غیب کی چیز کو جانتا ہوں، اور تم جو مجھ میں فرشتوں کی مخصوص صفات دیکھنا چاہتے ہو تو میں نے کب کہا ہے کہ میں فرشتہ ہوں، حاصل یہ ہے کہ مجھ سے دلیل اس چیز کی مانگی جا سکتی ہے جس کا میں نے دعویٰ کیا ہے، یعنی یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں اس کی بھیجی ہوئی ہدایات انسانوں کی طرف پہونچاتا ہوں اور خود بھی ان کا اتباع کرتا ہوں اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید کرتا ہوں، چنانچہ اس کے لئے ایک دو نہیں بے شمار دلائل پیش کئے جا چکے ہیں۔

وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ :۔ یعنی میں غیب کی باتوں کو نہیں جانتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی

طرف سے وحی کے ذریعہ جن غیب کی باتوں کا علم رسول کو دیدیا جائے قرآنی اصطلاح میں اس کو علم غیب اور اس کے جاننے والے کو عالم الغیب نہیں کہا جاسکتا ۔ پوری امت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو غیب کی لاکھوں چیزوں کا علم عطا کیا گیا تھا بلکہ تمام فرشتوں اور اولین و آخرین کو جتنا علم دیا گیا تھا، ان سب سے زیادہ علم حضور علیہ السلام کو عطا فرمایا گیا تھا، اسی کے ساتھ قرآن و حدیث کی تصریحات کے مطابق تمام ائمہ سلف و خلف کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ تمام کائنات کا علم محیط صرف حق تعالیٰ شانہ کی مخصوص صفت ہے جس طرح اس کے خالق و رازق ہونے میں کوئی رسول اور فرشتہ برابر نہیں ہوسکتا اسی طرح اس کے علم محیط میں بھی کوئی اس کے برابر نہیں ہوسکتا۔

اس آیت کے اخیر میں فرمایا گیا ہے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان کفار سے کہئے کہ اندھا اور بینا کہیں برابر ہوسکتا ہے، اندھے سے مراد کافر ہے جو حق و باطل میں فرق نہیں کرتا اور بینا سے مراد ہے سچا مؤمن کہ جو حق و باطل میں امتیاز کرکے حق کو اختیار کرلیتا ہے، ظاہر ہے کہ اندھا اور بینا برابر نہیں ہوسکتا اس لئے ان سے فرمایا جارہا ہے کیا تم غور نہیں کرتے تاکہ تم پر حق واضح ہو جائے اور تم بھی آنکھوں والوں میں داخل ہو جاؤ۔

وَاَنْذِرْ بِهِ الخ اس آیت میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ہدایت فرمائی گئی ہے کہ ان واضح بیانات کے باوجود بھی اگر یہ مشرکین وغیرہ اپنی ضد سے باز نہ آئیں تو ان سے بحث نہ کیجئے اور جو آپ کا اصل کام ہے تبلیغ دین اس میں مشغول ہو جائیے اور ان لوگوں کو تبلیغ کیجئے جو قیامت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی اور حساب کتاب کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ جیسے مسلمان یا کم از کم وہ لوگ جو قیامت کا صاف طور پر انکار نہیں کرتے اور یہ سمجھتے ہیں کہ شاید ہمارے اعمال کا ہم سے حساب و کتاب لیا جائے ان کو ڈرائیے کہ تم لوگ قیامت میں اپنے رب کے پاس ایسی حالت میں جمع کئے جاؤ گے کہ اللہ کے سوا تم نے جن کو مددگار یا سفارش کرنے والا سمجھا تھا اس وقت ان میں نہ کوئی مددگار ہوگا نہ کوئی شفاعت کرنے والا، شاید یہ لوگ عذاب سے ڈر جائیں اور کفر و نافرمانی سے باز آجائیں،

خلاصہ یہ ہے کہ قیامت سے متعلق عقیدہ رکھنے والے تین قسم کے لوگ ہیں، ایک وہ جو یقین رکھتے ہیں کہ قیامت ضرور آئے گی، دوسرے وہ لوگ جو قیامت کے بارے میں شک کرتے ہیں، تیسرے وہ لوگ جو صاف طور پر قیامت کا انکار کرتے ہیں، تبلیغ کا حکم اگرچہ ان تینوں قسم کے لوگوں کے لئے انبیاء علیہم السلام کے لئے عام ہے جیسا کہ قرآن عظیم کی بہت سی آیات میں واضح طور پر آتا ہے کہ آپ تمام انسانوں کو ہمارے احکامات پہونچائیے مگر چونکہ پہلے دو قسم کے لوگوں سے اثر قبول کرنے کی توقع زیادہ ہے، اس لئے اس آیت میں خاص طور پر انہی دو قسم کے لوگوں کی طرف توجہ کرنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ

اور ان لوگوں کو نہ نکالئے جو صبح و شام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں جس سے خاص اس کی رضامندی

يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا

کا قصد رکھتے ہیں ان کا حساب ذرا بھی آپ سے متعلق نہیں اور آپ کا

مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ

حساب ذرا بھی ان سے متعلق نہیں کہ آپ ان کو نکال دیں ورنہ آپ نامناسب کام کرنے

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ

والوں میں ہو جائیں گے اور اسی طور پر ہم نے ایک کو دوسرے کے ذریعہ سے آزمائش میں ڈال رکھا ہے تاکہ یہ لوگ کہا کریں

مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ﴿۵۳﴾

کیا یہ لوگ ہیں کہ ہم سب میں سے اللہ تعالیٰ نے ان پر زیادہ فضل کیا ہے کیا یہ بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ حق شناسوں کو خوب

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ

جانتا ہے اور یہ لوگ جب آپ کے پاس آویں جو کہ ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو یوں کہدیجئے کہ تم پر سلامتی ہے تمہارے رب نے

رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًا بِجَهَالَةٍ

مہربانی فرمانا اپنے ذمہ مقرر کر لیا ہے کہ جو شخص تم میں سے کوئی برا کام کر بیٹھے

ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۴﴾ وَكَذٰلِكَ

جہالت سے پھر وہ اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح رکھے تو اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ بڑے مغفرت کرنے والے ہیں بڑی رحمت

نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۵۵﴾ ع ۶

والے ہیں اور اسی طرح ہم آیات کی تفصیل کرتے رہتے ہیں اور تاکہ مجرمین کا طریقہ ظاہر ہو جاوے

شانِ نزول

حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں ان آیات کا شانِ نزول یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ کفار قریش کی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اس وقت حضورؐ کی خدمت میں حضرت خبابؓ حضرت صہیبؓ، حضرت عمارؓ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوئے تھے قریش کی جماعت نے حضورؐ سے کہا اے محمدؐ کیا تم کو قوم کے یہ (غریب و بیکار) لوگ

پسند ہیں اور ہم (عزت دار) لوگوں کو چھوڑ دیا کیا اللہ نے انھی پر احسان کیا ہے، بھلا ان لوگوں کے ساتھ مل کر آپ کی مجلس میں ہم کس طرح بیٹھ سکتے ہیں، اور کس طرح آپ کا اتباع کر سکتے ہیں، اگر آپ ان کو اپنے پاس سے ہٹا دیں تو ہم آپ کی پیروی کریں۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس موقع پر حضرت عمر فاروق رض نے حضور سے عرض کیا اس میں کیا حرج ہے کچھ دن کے لئے آپ ایسا کر کے بھی دیکھ لیں یہ مؤمن حضرات تو اپنے بے تکلف ہم نشین ہیں، قریش کے آنے کے وقت ان حضرات کو مجلس سے ہٹا دیا کیجئے، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں جن میں سختی کے ساتھ ان حضرات کو مجلس سے ہٹانے سے منع کر دیا گیا، فرمایا کہ جو لوگ صبح و شام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں جس سے ان کا مقصد صرف خدائے تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنا ہوتا ہے اسکے علاوہ کوئی دنیوی لالچ نہیں ہوتا آپ ایسے لوگوں کو اپنی مجلس سے نہ ہٹائیے بفرض محال اگر آپ نے ایسا کر لیا تو آپ نامناسب کام کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے اور ان کے اندرونی حال کا حساب اور تفتیش ذرا بھی آپ کے ذمہ نہیں، اور نہ ہی آپ کا حساب کچھ ان سے متعلق ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر ان کے باطنی اخلاص کی تحقیق و تفتیش آپ کے ذمہ ہوتی تو اس کی گنجائش تھی کہ جن کے اخلاص کی تحقیق نہ ہو جائے ان کو مجلس سے الگ کر دیا جائے

جب ان حضرات کو مجلس سے نہ ہٹانے کا حکم نازل ہوا تو حضرت عمر فاروق رض کو اپنی رائے کی غلطی کا احساس ہوا اور خدا کی ناراضی کا ڈر ہوا تو اس کی معذرت کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس وقت یہ آیت وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ الخ نازل ہوئی جس میں حضرت عمر فاروق رض اور حضور ﷺ کے ہم مجلس غربا، اصحاب کو بھی تسلی دی گئی ہے، فرمایا گیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جب یہ مؤمنین حضرات آپ کے پاس آئیں تو ان کو سلام علیکم کہئے اسکا ایک مطلب تو یہ ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا سلام پہونچا دیجئے جس سے ان کا انتہائی اعزاز و اکرام ہے، اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ ان کو سلامتی کی خوشخبری سنا دیجئے، کہ اگر ان سے عمل میں کوتاہی یا غلطی بھی ہوئی ہے تو وہ معاف کر دی جائے گی، اور یہ ہر قسم کی آفات سے محفوظ و سلامت رہیں گے، حاصل یہ ہے کہ آپ ان لوگوں کو گذشتہ غلطی پر مواخذہ و گرفت نہ ہونے سے مطمئن فرما دیں اور صرف یہی نہیں بلکہ ان کو مزید ہمارے انعام و احسان کا وعدہ بھی سنا دیں۔

اخیر میں فرمایا گیا ہے کہ ہم اسی طرح آیات کی تفصیل کرتے رہتے ہیں تاکہ اس سے مومنوں کا طریقہ بھی ظاہر ہو جائے اور مجرموں کا طریقہ بھی اور پھر حق و -- باطل واضح ہو جانے پر راہِ حق تلاش کرنے والوں کو سہولت و آسانی ہو جائے۔

قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو اس سے ممانعت کی گئی ہے کہ ان کی عبادت کروں جن کی تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو

قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ لا قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ

آپ کہدیجئے کہ میں تمہارے خیالات کا اتباع نہ کروں گا کیونکہ اس حالت میں تو میں بے راہ ہو جاؤں گا اور راہ پر چلنے

(۵۶) قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ط مَا عِنْدِيْ مَا

والوں میں نہ رہوں گا آپ کہدیجئے کہ میرے پاس تو ایک دلیل ہے میرے رب کی طرف سے اور تم اس کی تکذیب کرتے ہو جس چیز کا

تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ط اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ط يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ

تم تقاضا کر رہے ہو وہ میرے پاس نہیں حکم کسی کا نہیں۔ بجز اللہ تعالیٰ کے، اللہ تعالیٰ واقعی بات کو بتلا دیتا ہے اور سب سے اچھا

الْفٰصِلِيْنَ (۵۷) قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ

فیصلہ کرنے والا وہی ہے، آپ کہدیجئے کہ اگر میرے پاس وہ چیز ہوتی جس کا تم تقاضا کر رہے ہو تو میرا اور تمہارا

الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ط وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ (۵۹)

باہمی قصہ فیصل ہو چکا ہوتا اور ظالموں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے

تفسیر

ان آیات میں حضور علیہ السلام سے فرمایا گیا ہے کہ آپ ان کافروں سے فرما دیجئے کہ مجھے حق تعالیٰ کی طرف سے ممانعت کی گئی ہے کہ میں ان باطل معبودوں کی عبادت کروں جن کی تم لوگ اللہ کی بندگی چھوڑ کر پرستش کرتے ہو، آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میں تم لوگوں کے باطل خیالات کا اتباع و پیروی نہیں کروں گا اگر نعوذ باللہ میں ایسا کروں گا تو بے راہ ہو جاؤں گا اور راہ راست پر چلنے والوں میں سے نہ رہوں گا اور آپ ان سے یہ بھی کہدیجئے کہ میرے پاس تو دین اسلام کے حق ہونے پر ایک دلیل ہے جو میرے رب کی طرف سے ملی ہے اور وہ بہت کافی ہے یعنی قرآن عظیم جو کہ میرا معجزہ ہے اور اس سے میری رسالت و نبوت کی تصدیق ہوتی ہے تم لوگ بلا کسی وجہ کے اس کا انکار کرتے ہو۔

اور کافر لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اگر دین اسلام حق ہے اور قرآن عظیم اللہ کی کتاب ہے تو ان کا انکار کرنے کی وجہ سے ہم پر آسمان سے پتھر برسنے یا اس طرح کا کوئی دوسرا عذاب کیوں نہیں آتا ان کے اس بے ہودہ سوال کا جواب اس آیت مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ الخ میں دیا گیا ہے، یعنی جس عذاب کا تم تقاضا کر رہے ہو وہ میری قدرت میں نہیں، اور حکم سوائے خدا کے کسی کا نہیں چلتا اور اللہ کا حکم ابھی عذاب بھیجنے کا ہوا نہیں تو میں تم کو کیسے عذاب دکھلا دوں، اور اگر عذاب کا لانا میری قدرت میں ہوتا تو اب تک میرے اور تمہارے اختلاف کا فیصلہ ہو چکا ہوتا یعنی عذاب آ جاتا اور تم ہلاک ہو جاتے، اور اللہ تعالیٰ ظالموں (کافروں) کو خوب جانتے ہیں یعنی ان کی حرکتوں سے پورے طور پر

واقف ہیں بس اپنی مصلحت کے مطابق مناسب وقت پر ان کو سخت عذاب دیں گے۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي

اور اللہ ہی کے پاس ہیں خزانے تمام مخفی اشیاء کے، ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے، اور وہ تمام چیزوں کو

الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ

جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہیں اور جو کچھ دریاؤں میں ہیں اور کوئی پتہ بھی نہیں گرتا مگر وہ اسکو بھی جانتا ہے اور کوئی دانہ زمین

ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾

کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر اور خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہیں

وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ

اور وہ ایسا ہے کہ رات میں تمہاری روح کو قبض کر دیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو جانتا ہے پھر

يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ

تم کو جگا کر اٹھاتا ہے تاکہ میعاد معین تمام کر دی جائے پھر اسی کی طرف تم کو جانا ہے پھر

يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

تم کو بتلا دے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔

غیب کا علم صرف خدا کو ہے

غیب کے خزانے اللہ ہی کے قبضہ میں ہیں اور قبضہ میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کو ہر غیب کی چیز کا پورا پورا علم ہے اور ان کو وجود میں لانا بھی اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

صاحب تفسیر مظہری نے لکھا ہے کہ غیب وہ چیز ہے جو ابھی تک عالم وجود میں نہیں آئی جیسے قیامت کے احوال، بارش کا ہونا نہ ہونا، اور کب ہونا، کون کب پیدا ہوگا اور کیا کیا کرے گا، عمر کتنی ہوگی، کب اور کہاں مرے گا، اسی طرح غیب وہ چیز بھی کہلاتی ہے جو عالم وجود میں تو آچکی ہے مگر اللہ نے اس سے کسی کو مطلع نہیں کیا جیسے ماں کے پیٹ میں نر ہے یا مادہ، بس ان غیبی خزانوں کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اس کے بعد مزید وضاحت کے لئے فرمایا گیا ہے کہ جو کچھ خشکی اور دریاؤں میں ہے اللہ اس سے بخوبی واقف ہے، خشکی اور دریا سے مراد پورے عالم کی تمام موجود چیزیں ہیں، آگے اور فرمایا گیا کہ پورے عالم میں جہاں بھی کسی درخت کا جو پتہ گرتا ہے تو اس کا علم خدا تعالیٰ کو ہوتا ہے، اور اسی طرح پورے عالم میں جو دانہ بھی زمین کی گہرائی اور اندھیری میں پڑتا ہے اس کا پورا پورا علم بھی خدائے تعالیٰ کو ہوتا ہے اور

اسی طرح جو بھی تر یا خشک چیز پھل وغیرہ گرتی ہے وہ سب لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے

خلاصہ یہ ہے کہ پورے عالم کی ہر ہر چیز خواہ وہ ابھی وجود میں آئی ہو یا نہیں ان تمام کا پورا پورا علم خدائے تعالیٰ کو ہے اور اسی کو ان تمام چیزوں پر پوری پوری قدرت ہے وہ جس چیز میں جو تصرف کرنا چاہے کر سکتا ہے

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفّٰكُمْ الخ یعنی اللہ تعالیٰ ہر رات میں تمہاری روح کو ایک گونہ قبض کر لیتا ہے اور پھر صبح کو جگا کر اٹھا دیتا ہے تاکہ تمہاری مقررہ عمر پوری کر دے اور پھر پورے دن تم جو کچھ کرتے رہتے ہو وہ سب اس کے علم میں ہے، یہ اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت کاملہ ہے کہ انسان کے جینے مرنے، اور مر کر دوبارہ زندہ ہونے کا ایک نمونہ روز اس کے سامنے آتا رہتا ہے، حدیث پاک میں نیند کو موت کا بھائی فرمایا گیا ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ نیند انسان کے پورے جسم کو ایسا بیکار کر دیتی ہے جیسے موت، نیند اور بیداری کی حالت سے انسان کے لئے یہ سمجھنا آسان ہو جاتا ہے کہ مرنے کے بعد حق تعالیٰ پھر سے زندہ کریں گے، چنانچہ اس کے بعد فرمایا کہ پھر تمکو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے پھر وہ تمکو بتلا دے گا جو کچھ تم عمل کیا کرتے تھے یعنی تمہارے اعمال کا حساب و کتاب ہوگا اور پھر عمل ہی کے مطابق جزا و سزا دی جائے گی۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ

اور وہی اپنے بندوں کے اوپر غالب ہیں برتر ہیں اور تم پر نگہداشت رکھنے والے بھیجتے ہیں یہاں تک کہ جب تم

اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿۶۱﴾ ثُمَّ رُدُّوْۤا

میں کسی کو موت آ پہنچتی ہے اس کی روح ہمارے بھیجے ہوئے قبض کر لیتے ہیں اور وہ ذرا کوتاہی نہیں کرتے پھر

اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ؕ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۫ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿۶۲﴾

سب اپنے مالکِ حقیقی کے پاس لائے جائینگے، خوب سن لو کہ فیصلہ اللہ ہی کا ہوگا اور وہ بہت جلد حساب لے لیگا

تفسیر اللہ پاک اپنے بندوں پر غالب ہے جب تک وہ ان کو زندہ رکھنا چاہتا ہے، تو فرشتوں کے ذریعہ ان کی حفاظت کراتا ہے اور ان کی زندگی بھر کے اعمال لکھواتا رہتا ہے، اور جب ان کو مارنا چاہتا ہے تو انہی حفاظت کرنے والے فرشتوں سے ان کی روح قبض کرا لیتا ہے، وہ اس میں ذرا بھی کوتاہی نہیں کرتے اور پھر تمام بندے دوبارہ زندہ ہو کر اللہ کے پاس لائے جائیں گے ان سے ان کی زندگی بھر کا حساب و کتاب لیا جائے گا اور ان کے حق میں جنتی یا جہنمی ہونے کا فیصلہ کیا جائیگا اور اس دن فیصلہ صرف اللہ ہی کا ہوگا کوئی دوسرا اس میں ذرا بھی دخل نہیں دے سکیگا

یہاں پر ایک سوال ذہن میں یہ آتا ہے کہ ایک ذات اربوں انسانوں کا حساب کس طرح لے گی، اس لئے حق تعالیٰ نے خود فرمایا وَ هُوَ اَسْرَعُ الْحَاسِبِيْنَ یعنی وہ بہت جلد حساب لے لیگا، خدائے تعالیٰ کے کاموں کو اپنے کاموں پر قیاس کرنا بیوقوفی ہے۔

ملک الموت ایک وقت میں بیشمار روحیں کس طرح قبض کرتا ہے

تمام روحوں کے قبض کرنے والے ملک الموت حضرت عزرائیلؑ ہیں اس پر کسی کو یہ خیال ہوسکتا ہے کہ یہ تنہا ایک ہی وقت میں لاکھوں روحیں کس طرح قبض کرتے ہیں اسی طرح کا سوال حضرت یعقوب علیہ السلام نے کیا تھا، ملک الموت نے جواب دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو میرے تابع بنا دیا ہے جس طرح تمہارے سامنے کوئی طشت رکھا ہو اور تم اس میں سے جس کنارہ سے جو چاہو (پھل یا کھانا وغیرہ) لے سکتے ہو اسی طرح دنیا میرے لئے ہے۔

اشعث بن اسلم سے منقول ہے کہ اس طرح کا سوال حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا کہ جب ایک شخص مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہو اور وہ کسی زمین پر پھیلی ہوئی ہو یا دو لشکروں میں جنگ ہو رہی ہو اور لوگ مر رہے ہیں تو آپ ایسے وقت میں کیا کرتے ہیں، ملک الموت نے جواب دیا میں اللہ کے حکم سے روحوں کو پکارتا ہوں تو وہ تمام روحیں میری اس چٹکی میں آجاتی ہیں، زہیر بن محمد کا بیان ہے کہ اسی طرح کا سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ملک الموت کے لئے دنیا اس طرح گھیر دی گئی ہے جس طرح ایک طشت تمہارے سامنے ہوتا ہے دنیا کی کوئی چیز ملک الموت سے چھوٹ نہیں سکتی۔

ابن حبان اور ابو شیخ کا بیان ہے کہ ربیع بن انسؒ سے معلوم کیا گیا کیا تنہا ملک الموت روحوں کو قبض کرتا ہے تو آپ نے جواب دیا کہ روحوں کا ذمہ دار تو تنہا ملک الموت ہے، مگر کچھ فرشتے اس کے مددگار اور کارندے ہوتے ہیں اور سب کا سردار ملک الموت ہے اس کا ایک قدم مشرق سے مغرب تک کا ہوتا ہے، اشعث بن اسلم نے فرمایا کہ اس کی دو آنکھیں آگے کے چہرہ میں ہیں اور دو پیچھے گدی میں ہیں، کلبی کا بیان ہے کہ روح کو قبض کرکے پاک روح کو رحمت کے فرشتوں کے سپرد کر دیتا ہے اور ناپاک روح کو عذاب کے فرشتوں کے سپرد کر دیتا ہے

خلاصہ یہ ہے کہ ملک الموت کو اللہ تعالیٰ نے اتنی قدرت دے رکھی ہے (خواہ وہ اس کی ذات میں ہو یا مددگاروں کے ذریعہ ہو) کہ وہ ایک وقت میں بے شمار روحوں کو بآسانی قبض کر لیتا ہے

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّ

آپ کہئے کہ وہ کون ہے جو تم کو خشکی اور دریا کی ظلمات سے اس حالت میں نجات دیدیتا ہے کہ تم اس کو پکارتے ہو تذلل

خُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۳﴾ قُلِ اللّٰهُ

ظاہر کرکے اور چپکے چپکے، کہ اگر آپ ہم کو ان سے نجات دیدیں تو ہم ضرور حق شناسی والوں سے ہو جاویں آپ کہدیجئے

يُنَجِّيكُمْ مِنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ أَنْتُمْ تُشْرِكُونَ ﴿٦٤﴾

کہ اللہ ہی تم کو ان سے نجات دیتا ہے اور ہر غم سے۔ پھر بھی تم شرک کرنے لگتے ہو۔

مشرکین کو تنبیہ

ان آیات پاک میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو تنبیہ فرمائی ہے اور ان کی غلط کاری پر آگاہ کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ ان لوگوں سے یہ سوال کریں کہ سمندری اور خشکی کے سفر میں جب وہ کسی مصیبت میں گھر جاتے ہیں اور اس وقت تمام بتوں کو بھول کر صرف اللہ کو پکارتے ہیں اور نجات کی اس سے دعا کرتے ہیں، کبھی گڑگڑا کر کبھی چپکے چپکے اور اس بات کا بھی حق تعالیٰ سے وعدہ کرتے ہیں کہ اگر خدائے تعالیٰ نے ہمیں اس مصیبت سے چھٹکارا دیدیا تو ہم شکر گذار ہوں گے، اسی کو اپنا کارساز سمجھیں گے، کیونکہ جب کوئی ہماری مصیبت میں کام نہ آیا تو ہم ان کی پوجا کیوں کریں، تو اب آپ ان سے پوچھئے کہ مصیبت کے وقت کون تمہارے کام آتا ہے اور کون تمکو اس ہلاکت سے نجات دیتا ہے، چونکہ اس کا جواب متعین اور معلوم تھا اور خود ان کو یقین تھا کہ اس حالت میں کوئی دیوتا یا بت ان کے کام نہیں آتا اسلئے حق تعالیٰ نے خود ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ آپ ہی کہدیجئے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی تمکو اس مصیبت سے نجات دیں گے، اور تمہاری ہر مصیبت و پریشانی اور بے چینی کو وہی دور فرمائیں گے، مگر ان سب کھلی نشانیوں کے باوجود پھر بھی جب تم کو نجات و سکون مل جاتا ہے تو تم پھر شرک میں مبتلا ہو جاتے ہو اور بتوں کی پوجا پاٹ میں لگ جاتے ہو یہ کیسی غداری اور حد درجہ کی جہالت ہے۔

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ أَوْ

آپ کہیئے کہ اس پر بھی وہی قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیجدے یا تمہارے

مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ

پاؤں تلے سے یا کہ تم کو گروہ گروہ کرکے سب کو بھڑادے اور تمہارے ایک کو دوسرے کی لڑائی چکھادے

بَعْضٍ ۗ انْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ ﴿٦٥﴾ وَكَذَّبَ

آپ دیکھئے تو سہی ہم کس طرح دلائل مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں شاید وہ سمجھ جاویں اور آپ کی قوم اس

بِهِ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۚ قُلْ لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ ﴿٦٦﴾ لِكُلِّ نَبَإٍ

کی تکذیب کرتی ہے حالانکہ وہ یقینی ہے آپ کہدیجئے کہ میں تم پر تعینات نہیں کیا گیا ہوں۔ ہر خبر کے وقوع

مُّسْتَقَرٌّ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۷﴾

کا ایک وقت ہے اور جلدی ہی تم کو معلوم ہو جاویگا

تفسیر ان آیات پاک میں ارشاد ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان مشرکین سے یہ بھی کہئے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ مصیبت سے نجات دینے پر قادر ہے (جس کا ذکر پچھلی آیت میں ہوا) اسی طرح اس پر بھی قادر مطلق ہے کہ تمھارے کفر و شرک کی وجہ سے تم پر کوئی عذاب اوپر سے بھیجدے جیسا کہ پہلی بہت سی امتوں پر بھیجا گیا مثلاً قوم نوح پر بارش کا سخت سیلاب آیا، قوم عاد پر ہوا کا طوفان آیا، قوم لوط پر اوپر سے پتھر برسائے گئے، قوم بنی اسرائیل پر خون اور مینڈک برسائے گئے اصحاب فیل پر ابابیل پرندوں کے ذریعہ کنکریاں برسائی گئیں، غرضیکہ مختلف صورتوں پر اوپر سے عذاب خداوندی نازل ہوا اور خدائے تعالیٰ کو اس پر بھی پوری پوری قدرت ہے کہ وہ تم پر کوئی عذاب تمھارے پاؤں کے نیچے سے بھیجدے جیسا کہ پچھلی قوموں میں سے بعض کو اس طرح کا عذاب دیا گیا مثلاً فرعون مع اپنی قوم کے دریا میں غرق ہوا اور قارون مع اپنے خزانے کے زمین میں دھنس گیا، اوپر نیچے کے عذاب کی ایک تفسیر تو یہ ہوئی، دوسری تفسیر حضرت عبداللہ ابن عباسؓ و دیگر مفسرین سے یہ مروی ہے، اوپر کے عذاب سے مراد ہے ظالم بادشاہ اور بے رحم حاکم کا مسلط ہو جانا، اور نیچے کے عذاب سے مراد ہے اپنے نوکر خدمتگار اہل و عیال وغیرہ کا نافرمان، بے وفا، کام چور، خائن اور غدار ہو جانا۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو آج اکثریت اس عذاب میں مبتلا ہے اس عذاب سے بچنے کا طریقہ احادیث پاک میں یہ مروی ہے کہ مکمل طور پر خدائے تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے اس کی رضا و خوشنودی کے کام کئے جائیں۔

تیسری قسم کا عذاب جو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ آپس میں نفسانی خواہشات اور دنیوی اغراض و لالچ کی خاطر مختلف گروہ اور پارٹیاں ہو جائیں گے اور پھر آپس میں لڑائی جھگڑا اور خونریزی کر کے اپنے ہاتھوں سے ایک پارٹی دوسری پارٹی کو عذاب میں مبتلا کر دے، چونکہ قرآن ایک کتاب ہدایت ہے اسلئے اللہ پاک خود ہی فرما رہے ہیں اے محمدؐ ذرا دیکھئے تو ہم کس کس طرح توحید کو سمجھانے کے لئے دلائل پیش کرتے ہیں یعنی کبھی یہ سمجھا کر کہ ہم نجات دینے پر مکمل قدرت رکھتے ہیں اور کبھی یہ سمجھا کر کہ ہم عذاب دینے پر پوری پوری قدرت رکھتے ہیں، اس توقع پر کہ شاید مشرکین وغیرہ دولت ایمان سے سرفراز ہو جائیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ ان تمام دلائل وغیرہ کے باوجود آپ کی قوم نے قرآن یا عذاب کو جھوٹ جانا حالانکہ وہ یقینی چیز ہے اور یہ لوگ آپ سے یوں کہتے ہیں کہ اگر عذاب کا آنا حق ہے یقینی ہے تو ذرا یہ بھی بتلائیے

کہ آخرہ کب آئے گا؟ اس کے جواب میں ان سے یہ فرمائیے کہ میں تم کو عذاب دینے پر مقرر نہیں کیا گیا ہوں کہ مجھے عذاب وغیرہ کے آنے کی مکمل اطلاع ہو، پس عذاب کب آئے گا اس کا پورا پورا علم خدائے بالا و برتر کو ہے اور جلد ہی تمکو معلوم ہوجائے گا یعنی جب خدا کا عذاب دنیا و آخرت میں تم پر نازل ہوگا۔

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ

اور جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگوں سے کنارہ کش

حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ

ہو جا یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں اور اگر تجھکو شیطان بھلا دے

الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٦٨﴾

تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھ

تفسیر اس آیت پاک میں مومنوں کو مخاطب کرکے فرمایا گیا ہے کہ ایسی مجلس سے علیحدہ ہوجائیں کہ جہاں اللہ تعالیٰ کے احکامات میں عیب نکالے جا رہے ہوں، آیاتِ قرآنی اور مذہب کے دیگر شعبوں پر غلط قسم کے تبصرے ہو رہے ہوں تو ایسی مجلسوں سے اس وقت تک کنارہ کش رہو جب تک کہ وہ ان تبصروں کو چھوڑ کر دوسری بات شروع نہ کر دیں، اور اگر تم کو شیطان بھلا دے یعنی اس طرح کی مجلسوں میں شرکت کی ممانعت یاد نہ رہے تو یاد آتے ہی ایسے ظالموں کی مجلس سے فوراً اٹھ جاؤ۔

امام رازی کا فرمان تفسیر کبیر میں امام رازیؒ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس آیت کا اصل منشا گناہ کی مجلس سے علیحدہ ہوجانا ہے جس کی بہتر صورت تو یہی ہے کہ مجلس سے اٹھ جائے، لیکن اگر وہاں سے اٹھنے میں اپنی جان یا مال یا آبرو کا خطرہ ہو تو عوام کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ کنارہ کشی کی کوئی دوسری صورت اختیار کرلیں مثلاً دوسرے کسی شغل میں لگ جائیں اور ان لوگوں کی طرف توجہ نہ کریں مگر خواص جن کی دین میں اقتدا کی جاتی ہے ان کے لئے وہاں سے بہرحال اٹھ جانا ہی مناسب ہے۔

وَمَا عَلَى الَّذِينَ يَتَّقُونَ مِنْ حِسَابِهِم مِّن شَيْءٍ وَلَٰكِن

اور جو لوگ احتیاط رکھتے ہیں ان کی بازپرس کا کوئی اثر نہ پہونچے گا لیکن ان کے ذمہ نصیحت کر دینا ہے

ذِكْرَىٰ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿٦٩﴾ وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا

شاید وہ بھی احتیاط کرنے لگیں اور ایسے لوگوں سے بالکل کنارہ کش رہ جنھوں نے اپنے دین کو

وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ

لہو ولعب بنا رکھا ہے اور دنیوی زندگی نے ان کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے اور اس قرآن کے ذریعہ نصیحت بھی کرتا رہ

بِمَا كَسَبَتْ ۚ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ

تاکہ کوئی شخص اپنے کردار کے سبب اس طرح نہ پھنس جاوے کہ کوئی غیر اللہ اسکا نہ مددگار ہو اور نہ سفارشی ہو اور یہ کیفیت

تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا

ہو کہ اگر دنیا بھر کا معاوضہ بھی دے ڈالے تب بھی اس سے نہ لیا جاوے یہ ایسے ہی ہیں کہ اپنے کردار کے

بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا

سبب پھنس گئے ان کے لئے نہایت تیز پانی پینے کے لئے ہوگا اور دردناک سزا ہوگی

يَكْفُرُوْنَ ۝

اپنے کفر کے سبب

شان نزول

جس وقت پچھلی آیت جس میں اہل باطل کی مجلسوں سے اٹھ جانے کے لئے فرمایا گیا ہے نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر ان کی مجلس میں جانے کی مطلقاً ممانعت رہی تو ہم مسجد حرام میں نماز اور طواف ادا کرنے سے بھی محروم ہو جائیں گے کیونکہ وہ لوگ تو ہمیشہ وہاں بیٹھے رہتے ہیں (یہ واقعہ ہجرت اور مکہ فتح ہونے سے پہلے کا ہے) اور ان کا مسئلہ ہی دین اسلام میں عیب نکالنا ہے اور اس پر غلط و بے ہودہ قسم کے تبصرے کرنا ہے، تو اس پر یہ آیت وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ الخ نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا ہے کہ جو لوگ خلاف شرع باتوں اور ایسی مجلسوں میں جانے سے احتیاط رکھنے والے ہیں تو ان پر ایسے شریر اور خبیث لوگوں کے اعمال بد کی کوئی ذمہ داری نہیں ہاں اتنی بات ان کے ذمہ ہے کہ ایسے لوگوں کو حق بات پہونچا دیں کہ شاید وہ اس سے نصیحت حاصل کر کے صحیح راستہ پر آجائیں حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ یہ بھی اس وقت ہے جبکہ ان کو حق بات پہونچانے پر قدرت ہو، اس کے بعد فرمایا کہ ایسے لوگوں سے بالکل کنارہ کش رہئے جنھوں نے دین اسلام کو لہو ولعب بنا رکھا ہے، اور اس کا مذاق اڑاتے ہیں، دراصل ایسے لوگوں کو دنیا کی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا ہے اور اس کی ظاہری چمک دمک میں بہک کر آخرت کو بھلا بیٹھے، اگر ان کو قیامت وغیرہ پر یقین ہوتا تو یہ اس طرح کی غلط حرکتیں ہرگز نہ کرتے، اور اے مومنو! تم ایسے لوگوں کو قرآن پاک کے ذریعہ نصیحت بھی کرتے رہئے، اور اگر وہ قرآن کی نصیحت سے کوئی اثر نہ لیں، اپنی حالت نہ بدلیں اور غلط حرکتیں کرتے ہی رہیں تو پھر وہ اپنی بدعملیوں کی وجہ سے عذاب خداوندی کے جال میں ایسے پھنس جائیں گے کہ کوئی غیر اللہ

وغیرہ نہ ان کی مدد کرسکے گا نہ سفارش، اور اگر بفرضِ محال پورے جہان کا مال و دولت بھی ان کے قبضہ میں ہو اور وہ اس سب کو دے کر عذاب خداوندی سے نجات چاہیں تو نہیں مل سکے گی، اور پھر ان لوگوں کے متعلق فرمایا کہ یہ وہ ہیں جو اپنی بدعملیوں اور غلط حرکتوں کی وجہ سے عذاب خداوندی کا شکار ہوگئے ہیں، ان کو پینے کے لئے جہنم کا کھولتا ہوا پانی ملے گا جس سے ان کی انتڑیوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں گے اور اس پانی کے علاوہ اور دوسرے بھی دردناک عذاب دیئے جائیں اور یہ سب سزائیں ان کو صرف اس وجہ سے دی جائیں گی کہ انھوں نے احکامات خداوندی کا انکار کیا اور ایمان کو چھوڑ کر کفر اختیار کیا۔

قُلْ أَنَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلَىٰ

آپ کہہ دیجئے کہ کیا ہم اللہ کے سوا ایسی چیز کی عبادت کریں کہ نہ وہ ہمکو نفع پہونچاوے اور نہ وہ ہمکو نقصان پہونچاوے

أَعْقَابِنَا بَعْدَ إِذْ هَدَانَا اللَّهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِينُ

اور کیا ہم الٹے پھر جاویں بعد اسکے کہ ہمکو خدا تعالیٰ نے ہدایت کردی ہے جیسے کوئی شخص ہو کہ اس کو شیطان نے کہیں جنگل میں

فِي الْأَرْضِ حَيْرَانَ لَهُ أَصْحَابٌ يَدْعُونَهُ إِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ۗ

بے راہ کردیا ہو اور وہ بھٹکتا پھرتا ہو اسکے کچھ ساتھی بھی تھے کہ وہ اسکو ٹھیک راستہ کی طرف بلا رہے ہیں کہ ہمارے پاس آ

قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ ۖ وَأُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٧١﴾

آپ کہہ دیجئے کہ یقینی بات ہے کہ راہ راست وہ خاص اللہ کی راہ ہے اور ہم کو یہ حکم ہوا ہے کہ ہم پورے مطیع ہوجاویں پروردگار عالم کے

وَأَنْ أَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَاتَّقُوهُ ۚ وَهُوَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٧٢﴾

اور یہ کہ نماز کی پابندی کرو اور اس سے ڈرو، اور وہی ہے جس کے پاس تم سب جمع کئے جاؤ گے

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۖ وَيَوْمَ يَقُولُ كُن

اور وہی ہے جس نے آسمانوں کو اور زمینوں کو باقاعدہ پیدا کیا اور جس وقت اللہ تعالیٰ اتنا

فَيَكُونُ ۚ قَوْلُهُ الْحَقُّ ۚ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ ۚ عَالِمُ

کہہ دے گا کہ ہو جا بس وہ ہو پڑیگا اس کا کہنا با اثر ہے اور جب کہ صور میں پھونک ماری جائے گی ساری حکومت خاص اسی کی

الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ﴿٧٣﴾

ہوگی وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا اور وہی ہے بڑی حکمت والا پوری خبر رکھنے والا

تفسیر ان آیات میں حضور علیہ السلام سے فرمایا گیا ہے کہ آپ تمام مسلمانوں کی طرف سے مشرکین سے کہدیجئے کہ کیا ہم اللہ کے سوا تمھاری مرضی کے موافق ایسی چیز کی عبادت کریں کہ نہ وہ ہم کو نفع پہنچانے پر قدرت رکھتی ہے اگر ہم اس کی عبادت کریں، اور اگر نہ کریں تو وہ ہم کو کسی قسم کا نقصان پہونچانے پر بھی قدرت نہیں رکھتی، تو کیا اے مشرکوں ہم ایسی چیزوں کی پوجا کریں، نہیں نہیں، ہرگز نہیں، اور کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ہم مذہب اسلام چھوڑ کر پھر سے کفر اختیار کریں، خدانخواستہ اگر ہم نے ایسا کیا تو ہماری مثال اس شخص جیسی ہوجائے گی کہ جسکو شیطانوں نے کہیں جنگل میں بہکا کر راستہ سے بے راہ کردیا ہو اور وہ بھٹکتا پھرتا ہو، اور اس کے کچھ ساتھی بھی تھے جو اس کو صحیح راستہ کی طرف پکار پکار کر بلا رہے ہیں کہ ادھر ہمارے پاس آجا مگر وہ انتہائی حیرت میں ہے کہ نہ سمجھتا ہے نہ آتا ہے۔

مثال کا حاصل یہاں پر اللہ تعالیٰ نے جو مثال ایمان چھوڑ کر کفر اختیار کرنے والوں کی دی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ جیسا یہ شخص ہے کہ اپنے ساتھیوں سے جدا ہوکر صحیح راستہ سے بھٹک گیا اور اس کے وہ ساتھی اب بھی اس کو صحیح راستہ کی طرف بلا رہے ہیں مگر وہ ان کی بات نہیں سنتا، بس اس صورت میں ایسی ہی حالت مؤمنوں کی ہوجائے گی کہ راہِ اسلام پر آنے کے بعد اپنے پیغمبر سے جدا ہوں اور گمراہ کرنے والوں کے چکر میں پھنس کر گمراہ ہوجائیں اور پیغمبر ازراہِ ہمدردی پھر بھی ان کو اسلام کی طرف بلاتا ہے مگر وہ اس کی دعوت پر لبیک نہیں کہتے، تو کیا اے مشرکو ہم تمھاری مرضی پر عمل کرکے اپنی ایسی مثال بنالیں، نہیں، کبھی نہیں۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ اے محمد آپ ان مشرکین سے کہدیجئے کہ یہ بات یقینی ہے کہ صحیح راستہ تو اللہ ہی کا بتلایا ہوا ہے اور وہ اسلام ہے تو ہم اس کو کیوں چھوڑیں، اور ہم کو تو یہ حکم ہے کہ ہم اپنے خالق و مالک حق تعالیٰ شانہ کے پورے فرماں بردار اور اطاعت گذار ہوجائیں اور ہم کو نماز کی پابندی اور خدائے تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم ہے، ان تمام باتوں پر عمل مذہب اسلام اختیار کرنے ہی پر ہوسکتا ہے۔

آگے فرمایا وہی اللہ کی ذات ہے جس کے پاس تم سب قیامت کے دن قبروں سے نکل کر حساب کے لئے جمع کئے جاؤگے، وہاں مشرکین کو اپنے شرک کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا، اور وہی اللہ کی ذات ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو باقاعدہ پیدا کیا جس میں ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے خالق و مالک اللہ جل شانہ کے وجود اور توحید پر استدلال کیا جائے، اور اللہ کی ذات ایسی ہے کہ جس وقت وہ یہ فرمائے گی ہوجا تو اس کے کہنے میں اتنا اثر ہے کہ وہ یعنی حشر فوراً ہوجائے گا اور حشر کے دن جب خدا کے حکم سے دوسری مرتبہ فرشتہ صور میں پھونک مارے گا تو اس دن تمام حکومت خاص اللہ ہی کی ہوگی اور پھر وہ مشرکین اور مومنین کا فیصلہ کرے گا، اللہ کی ذات وہ ہے جو تمام ظاہری اور پوشیدہ چیزوں کو جاننے والا ہے اور وہی ہے بڑی حکمت والا، اور وہی ہے پوری خبر رکھنے والا حاصل یہ کہ حق تعالیٰ کو ہر اعتبار سے مکمل قدرت حاصل ہے بس وہ اپنے فرمانبردار مومنین کو جنت

کے عیش و آرام کرائیگا اور مشرکین و کافرین کو جہنم کا عذاب چکھائیگا۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ

اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ آزر سے فرمایا کہ کیا تو بتوں کو معبود قرار دیتا ہے بیشک

اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ

میں تجھکو اور تمہاری ساری قوم کو صریح غلطی میں دیکھتا ہوں اور ہم نے ایسے ہی طور پر ابراہیم کو

مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿۷۵﴾

آسمانوں اور زمین کی مخلوقات دکھلائیں تاکہ وہ عارف ہو جائیں اور تاکہ کامل یقین کرنے والوں میں

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ

سے ہو جاویں پھر جب رات کی تاریکی ان پر چھا گئی تو انھوں نے ایک ستارہ دیکھا آپ نے فرمایا کہ یہ میرا رب ہے سو جب

قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿۷۶﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ

وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا میں غروب ہونے والوں سے محبت نہیں رکھتا، پھر جب چاند کو دیکھا چمکتا ہوا تو فرمایا

فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ

کہ یہ میرا رب ہے سو جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر مجھکو میرا رب ہدایت نہ کرتا رہے تو میں گمراہ لوگوں میں

الضَّآلِّيْنَ ﴿۷۷﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ

شامل ہو جاؤں پھر جب آفتاب کو دیکھا چمکتا ہوا تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے یہ تو سب سے

اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾

بڑا ہے سو جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا اے قوم بیشک میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں

اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا

میں اپنا رخ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور

وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ۚ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ

میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں اور ان سے ان کی قوم نے حجت کرنا شروع کی آپ نے فرمایا

فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ۭ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ

کیا تم اللہ کے معاملہ میں مجھ سے حجت کرتے ہو حالانکہ اس نے مجھ کو طریقہ بتلادیا ہے اور میں ان چیزوں سے جن کو تم اللہ کے ساتھ

رَبِّيْ شَيْـــًٔا ۭ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝۸۰ وَ

شریک بناتے ہو نہیں ڈرتا ہاں لیکن اگر میرا پروردگار ہی کوئی امر چاہے میرا پروردگار ہر چیز کو اپنے علم میں گھیرے ہوئے ہے

كَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ

کیا تم پھر خیال نہیں کرتے، اور میں ان چیزوں سے کیسے ڈروں جن کو تم نے شریک بنایا ہے حالانکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم

مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ۭ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ

نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک ٹھہرایا ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی سو ان دو جماعتوں میں سے امن کا

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۸۱ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ

زیادہ مستحق کون ہے اگر تم خبر رکھتے ہو جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے

بِظُلْمٍ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝۸۲

ایسوں ہی کے لیے امن ہے اور وہی راہ پر چل رہے ہیں

حضرت ابراہیمؑ کا اپنی قوم سے مناظرہ

ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس مناظرہ کا بیان ہے جو انھوں نے بت پرستی اور نجوم پرستی کے خلاف اپنی قوم کے ساتھ کیا تھا اور پھر سب کو توحید کا سبق دیا تھا۔

حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ آزر سے کہا کہ تم نے اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بتوں کو اپنا معبود بنالیا ہے میں تم کو اور تمہاری پوری قوم کو گمراہی میں دیکھتا ہوں۔ چونکہ یہ سب لوگ دہرے شرک میں مبتلا تھے کہ بتوں کی بھی پوجا کرتے تھے اور ستاروں کی بھی، اس لئے حضرت ابراہیمؑ نے انھی دونوں مسئلوں پر ان سے مناظرہ کیا۔

بت پرستی کو واضح طور پر اپنے باپ کے سامنے گمراہی فرمایا اور پھر ستاروں کی پرستش کو بھی گمراہی فرمایا جس کا ذکر ابھی تفصیل سے آتا ہے، اس سے پہلے حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی ایک خاص شان اور علم و بصیرت میں اعلیٰ مقام کا ذکر اس طرح فرمایا کہ ہم نے ابراہیم کو کامل طور پر آسمان و زمین کی تمام مخلوقات کو اس طرح دکھلا دیا کہ ان پر تمام چیزوں کی حقیقت روشن ہو جائے۔ اور اپنے پروردگار کی ذات و صفات کو کامل طور پر پہچان لیں اور ان کو مکمل یقین ہو جائے۔

ع ۱۵ ۹

حضرت ابراہیمؑ کا ستاروں سے توحید پر استدلال

یہی وجہ تھی کہ انھوں نے اپنی قوم کے سامنے عجیب طریقہ سے خدائے تعالیٰ کے معبود برحق ہونے پر چاند ستاروں سے استدلال کیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک رات کو جب اندھیرا چھا گیا اور ایک ستارہ پر نظر پڑی تو حضرت ابراہیمؑ نے اپنی قوم کو سنا کر کہا یہ ستارا میرا رب ہے، مطلب یہ تھا کہ تمھارے خیالات و عقائد کے مطابق یہ ستارہ ہی میرا اور تمھارا پروردگار ہے، اور وہ جب کچھ دیر بعد چھپ گیا تو حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا میں چھپ جانے والی چیز سے محبت نہیں رکھتا اور جس کو خدا یا معبود بنایا جائے وہ سب سے زیادہ عظمت و محبت کا مستحق ہونا چاہئے حاصل یہ کہ میں اس کو معبود نہیں بنا سکتا اور نہ ہی تمکو چھپ جانے اور فنا ہو جانے والی چیز کو معبود بنانا چاہئے، اس کے بعد پھر اسی رات میں یا کسی دوسری رات میں جب چاند چمکتا ہوا نظر آیا تو اپنی قوم کو سنانے کے لئے فرمایا یہ ہے میرا اور تمھارا معبود، اور جب وہ بھی چھپ گیا تو فرمایا میں چھپ جانے والی چیز کو معبود نہیں بنا سکتا، اور فرمایا کہ اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ کرتا رہتا تو میں بھی تمھاری طرح گمراہوں میں شامل ہو جاتا اور چاند ستاروں ہی کو اپنا معبود قرار دے لیتا، لیکن ان کے چھپ جانے نے مجھے ہوشیار کر دیا کہ یہ چیزیں عبادت کی مستحق نہیں، اس کے بعد ایک دن سورج کو پوری آب و تاب کے ساتھ چمکتا ہوا دیکھ کر اپنی قوم کو سنا کر کہنے لگے یہ ہے میرا معبود اور یہ سب سے بڑا ہے، یعنی چاند ستارے اس کے سامنے ماند ہیں مگر جب شام کو سورج بھی چھپ گیا اور اس کی تمام چمک دمک جاتی رہی تو پھر اپنی قوم سے فرمایا یہ بھی معبود بننے کے لائق نہیں۔

چونکہ آپ کی قوم انہی چیزوں کی پرستش کرتی تھی اس لئے ان کے سامنے اس کا اظہار کیا کہ میں بھی ان کو رب مانتا ہوں اور پھر ان چیزوں کی حقیقت یعنی ان کی چمک کا زائل ہونا ان پر واضح کر کے بتلا دیا کہ جو چیز اپنی اصلی صورت چمک دمک کو باقی نہ رکھ سکے وہ کیسے معبود بن سکتی ہے، یہ تو ذات حق کے ساتھ شرک ہے اور میں تمھارے اس شرک سے بالکل بری ہوں بس میں تو اس ذات پاک کی بندگی کرتا ہوں جس نے آسمان و زمین اور ان تمام چیزوں کو بنایا جن کی تم بندگی کرتے ہو، جب آپ نے خدائے تعالیٰ کی بندگی کرنے کا صاف اعلان فرما دیا تو آپ کی قوم آپ سے جھگڑنے لگی اور ان سے کہنے لگی کہ ان ہی سب چیزوں کی تمھارے بڑے بندگی کرتے آئے ہیں اگر تم ان کی پوجا سے انکار کرو گے تو یہ تم کو کسی نہ کسی آفت میں پھنسا دیں گے، حضرت ابراہیمؑ نے بے خوف ہو کر انھیں جواب دیا کہ میں تمھارے ان باطل معبودوں سے نہیں ڈرتا، ڈرنا تو تم کو چاہئے کیونکہ تم نے جرم کر رکھا ہے یعنی خدا کے ساتھ شرک کرتے ہو، پس اگر تم کو ذرا بھی سمجھ ہو تو خود ہی فیصلہ کر لو کہ خوف کس کو ہے اور امن کس کو ہے،

اس کے بعد اللہ پاک نے خود ہی فیصلہ فرمایا کہ جو لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اس کے ساتھ

کسی کو شریک نہیں کرتے ایسے لوگوں کے لئے قیامت میں امن وسکون ہے اور وہی دنیا میں صحیح راہ پر چل رہے ہیں۔

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ

اور یہ ہماری حجت تھی وہ ہم نے ابراہیمؑ کو ان کی قوم کے مقابلہ میں دی تھی، ہم جس کو چاہتے ہیں مرتبوں میں

مَّنْ نَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝۸۳ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ

بڑھا دیتے ہیں بیشک آپ کا رب بڑا علم والا بڑی حکمت والا ہے اور ہم نے ان کو اسحاق دیا

وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ

اور یعقوب ہر ایک کو ہم نے ہدایت کی اور پہلے زمانہ میں ہم نے نوحؑ کو ہدایت کی اور ان کی اولاد میں

دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۭ وَ

سے داؤد کو اور سلیمانؑ کو اور ایوبؑ کو اور یوسف کو اور موسیٰؑ کو اور ہارونؑ کو طریق حق

كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝۸۴ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى

کی ہدایت کی اور اسی طرح ہم نیک کام کرنیوالوں کو جزا دیا کرتے ہیں اور نیز زکریاؑ کو اور یحییٰؑ کو اور عیسیٰؑ کو

وَاِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۸۵ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ

اور الیاسؑ کو یہ سب حضرات شائستہ لوگوں میں سے تھے اور نیز اسمعیلؑ کو اور یسعؑ کو

وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝۸۶ وَمِنْ

اور یونسؑ کو اور لوطؑ کو اور ہر ایک کو تمام جہان والوں پر ہم نے فضیلت دی اور نیز ان کے

اٰبَاۗىِٕهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ

کچھ باپ دادوں کو اور کچھ اولاد کو اور کچھ بھائیوں کو اور ہم نے ان سب کو مقبول بنایا اور ہم نے ان

اقوال وتحقیق:-

لابیہ آزر قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے لکھا ہے کہ صحیح تحقیق یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیمؑ کا چچا تھا، یہی صراحت امام رازی سے منقول ہے، اہل عرب چچا کو بھی باپ کہتے ہیں اسی لئے ان آیات میں آزر کو باپ کہا گیا ہے، آزر کا اصلی نام ناخور تھا اور یہ پہلے اپنے آباؤ اجداد کے دین توحید پر قائم تھا مگر نمرود کا وزیر ہونے کے بعد دنیوی لالچ میں اس نے دین توحید کو چھوڑ کر کفر اختیار کر لیا تھا، علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ آزر حضرت ابراہیم کا باپ تھا آپ کے باپ کا نام تارخ تھا۔

إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٨٧﴾ ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ

کو راہ راست کی ہدایت کی — اللہ کی ہدایت وہ یہی ہے کہ اپنے بندوں میں سے جسکو چاہے اس کی ہدایت

مِنْ عِبَادِهِ ۚ وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٨٨﴾

کرتا ہے — اور اگر فرضاً یہ حضرات بھی شرک کرتے تو جو کچھ یہ اعمال کیا کرتے تھے ان سے سب اکارت ہو جاتے

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَإِن

یہ ایسے تھے کہ ہم نے ان کو — کتاب — اور حکمت — اور نبوت عطا کی تھی سو اگر یہ

يَكْفُرْ بِهَا هَٰؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ

لوگ نبوت کا انکار کریں تو ہم نے ان کے لئے ایسے بہت لوگ مقرر کر دیئے ہیں جو اسکے منکر نہیں ہیں

﴿٨٩﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۖ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ۗ قُل لَّا

یہ حضرات ایسے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی تھی سو آپ بھی ان ہی کے طریق پر چلئے، آپ کہدیجئے

أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْعَالَمِينَ ﴿٩٠﴾ ع ۱۰

کہ میں تم سے اس پر کچھ معاوضہ نہیں چاہتا یہ تو صرف تمام جہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے

حضرت ابراہیم پر خدا کا انعام

ارشاد خداوندی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو اپنی قوم سے مناظرہ میں کھلی فتح و کامیابی پائی اور ان کو لاجواب کر دیا، یہ ہمارا ہی انعام تھا کہ ان کو صحیح عقائد خیالات اور نظریہ عطا کیا اور پھر ان کے واضح دلائل بتلائے اس سے اس بات پر بھی تنبیہ ہوتی ہے کہ کسی کو اپنے عقل اور علم پر فخر و غرور نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ بغیر امداد خداوندی کے یہ تمام چیزیں بیکار ہیں، بہت سے بڑے سے بڑے ماہر علوم فلاسفر گمراہی کے راستہ پر پڑ جاتے ہیں، اور بہت سے ان پڑھ جاہل صحیح عقیدہ والے بن جاتے ہیں۔

اسکے بعد فرمایا کہ ہم جس کے چاہتے ہیں درجے بلند کر دیتے ہیں، اس میں اشارہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو پورے عالم میں قیامت تک آنے والی نسلوں میں جو خاص عزت و مقام عطا ہوا ہے کہ یہودی، نصرانی، مسلمان، بدھ مذہب وغیرہ تمام ہی ان کی بزرگی کے قائل ہیں اور ان کی تعظیم کرتے چلے آئے ہیں یہ بھی ہمارا ہی فضل و انعام ہے،

اس کے بعد چھ آیتوں میں سترہ انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ کیا گیا ہے جن میں بعض حضرت ابراہیمؑ کے باپ دادا ہیں جیسے حضرت نوحؑ، اور اکثر آپ کی اولاد ہیں اور بعض بھائی بھتیجے ہیں، ان

آیتوں میں ایک طرف تو ان حضرات کا ہدایت پر ہونا، صراط مستقیم پر ہونا، نیک اور صالح ہونا بیان فرمایا گیا ہے اور یہ بتلایا گیا ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے ہی اپنے دین کی خدمت کے لئے منتخب اور قبول فرمالیا ہے اور دوسری طرف یہ جتلایا گیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی راہ میں اپنی برادری اور وطن کو چھوڑ دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے آخرت کے درجات اور ہمیشہ کی بے مثال راحتوں سے پہلے دنیا میں بھی ان کو اپنی برادری سے بہتر برادری اور وطن سے بہتر وطن دیا اور یہ شرف عطا فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ کے بعد قیامت تک جتنے انبیاء و رسل دنیا میں تشریف لائے وہ سب ان کی اولاد میں ہیں، ایک شاخ جو حضرت اسحاق علیہ السلام سے چلی اس میں تمام انبیاء بنی اسرائیل آئے اور دوسری شاخ جو حضرت اسمٰعیلؑ سے چلی اس میں نبیٔ آخرالزماں محمد عربی علیہ التحیۃ والتسلیم مبعوث ہوئے

ان آیات میں حضرت ابراہیمؑ پر انعامات خداوندی کا ذکر فرما کر ایک طرف تو یہ قانون قدرت بتلادیا گیا کہ جو شخص اللہ کی راہ میں اپنی محبوب و پسندیدہ چیزوں کو قربان کرتا ہے تو اللہ پاک اس کو دنیا میں بھی اس سے بہتر چیزیں عنایت فرمادیتے ہیں، اور دوسری طرف مشرکین مکہ کو یہ حالات سنا کر یہ ہدایت کرنا مقصود ہے کہ تم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہیں مانتے تو دیکھو جن کو تم بھی سب سے بڑا مانتے ہو یعنی حضرت ابراہیمؑ اور ان کا پورا خاندان وہ سب یہی کہتے چلے آئے ہیں کہ عبادت و بندگی کے لائق صرف حق تعالیٰ کی ایک ذات ہے اس کے ساتھ کسی کو بندگی میں شریک کرنا اس کی مخصوص صفات کا سا بھی بتلانا شرک و کفر اور گمراہی ہے۔

فَاِنْ یَّکْفُرْ بِھَا الخ اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینے کے لئے فرمایا گیا کہ اگر آپ کے کچھ مخاطب آپ کی بات نہیں مانتے اور پچھلے تمام انبیاء علیہم السلام کی ہدایات پیش کر دینے کے باوجود انکار ہی پر اڑے ہوئے ہیں تو آپ غم نہ کیجئے، کیونکہ ہم نے آپ کی دعوت و ہدایت اور تبلیغ دین کو ماننے اور اپنانے کے لئے ایک بڑی قوم کو مقدر کر رکھا ہے اور وہ کفر و انکار کے پاس بھی نہ جائیں گے، اس میں حضور علیہ السلام کے زمانہ کے مہاجرین و انصار بھی داخل ہیں اور قیامت تک آنے والے تمام مومن و مؤمنات بھی، اور یہ آیت تمام ہی اہل ایمان کے لئے مایۂ فخر ہے کہ ان کو اللہ پاک نے تعریف کے موقع پر ذکر فرمایا۔

آخری آیت میں ارشاد ہے کہ ان تمام انبیاء علیہم السلام کو جن کا ابھی ذکر ہوا ہم نے مشرکین و کافرین کی نازیبا حرکتوں پر صبر کرنے کی ہدایت کی تھی، پس اے محمدؐ آپ بھی ان ہی کے طریقہ پر چلئے یعنی ان مشرکین و کافرین کی نازیبا حرکتوں پر صبر کیجئے اور جو احکامات پہونچانے کا حکم ہم نے دیا ہے ان کی تبلیغ کرتے رہئے اور ان سے یہ کہدیجئے کہ میں تم سے اس تبلیغ پر کوئی معاوضہ اور اجرت نہیں چاہتا اور یہ کہ قرآن کریم تو محض ایک نصیحت ہے تمام جہان والوں کے واسطے جس کو ماننے سے تمہارا نفع ہے اور نہ ماننے سے نقصان۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى

اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی جیسی قدر پہچاننا واجب تھی ویسی قدر نہ پہچانی جبکہ یوں کہدیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر

بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ۗ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ

پر کوئی بھی چیز نازل نہیں کی، آپ کہئے کہ وہ کتاب کس نے نازل کی ہے جس کو موسیٰ لائے تھے جس کی

مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا

یہ کیفیت ہے کہ وہ نور ہے اور لوگوں کے لئے ہدایت ہے جس کو تم نے متفرق اوراق میں رکھ چھوڑا ہے

وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ۭ

جن کو ظاہر کر دیتے ہو اور بہت سی باتوں کو چھپاتے ہو اور تم کو بہت سی ایسی باتیں تعلیم کی گئیں جنکو نہ تم جانتے تھے

قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ۝۹۱ وَهٰذَا كِتٰبٌ

اور نہ تمہارے بڑے، آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے پھر ان کو ان کے مشغلہ میں بیہودگی کے ساتھ لگا رہنے دیجئے

اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ

اور یہ بھی ایسی ہی کتاب ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے جو بڑی برکت والی ہے اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنیوالی ہے

اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ۭ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ

اور تاکہ آپ مکہ والوں کو اور آس پاس والوں کو ڈرائیں اور جو لوگ آخرت کا یقین رکھتے ہیں

يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰي صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝۹۲

ایسے لوگ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور وہ اپنی نماز پر مداومت رکھتے ہیں

شان نزول

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کہ کچھ لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان پر کوئی کتاب نازل نہیں فرمائی اور یہ آسمانی کتابوں اور رسولوں کا معاملہ بالکل بے بنیاد غلط اور جھوٹ ہے، حافظ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ اس بات کے کہنے والے مکہ کے بت پرست تھے، قاضی ثناء اللہ پانی پتی رح نے حضرت ابن عباس رض کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اس بات کے کہنے والے یہودی تھے، یہی بات اس آیت سے بھی ظاہر ہوتی ہے مگر اس پر یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ یہودی تو باقاعدہ آسمانی کتاب توریت کو مانتے ہیں وہ کیسے یہ بات کہہ سکتے ہیں، مفتی شفیع صاحب نے

اپنی تفسیر میں اس کا جواب یہ لکھا ہے کہ انھوں نے یہ بات جذبات میں آکر غصہ اور جھنجھلاہٹ میں کہہ دی، یہی وجہ تھی کہ دوسرے یہود اس غلط بات کے کہنے پر ان سے ناراض ہو گئے تھے، مظہری نے لکھا ہے کہ اس بات کا کہنے والا مالک بن ضیف یہودی تھا، یہودیوں نے اس واقعہ کے بعد اس کو مذہبی پیشوائی کے عہدہ سے ہٹا کر ابن اشرف کو مقرر کر دیا تھا۔

ان آیات پاک میں اللہ تعالیٰ نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ جن لوگوں نے یہ بیہودہ بات کہی انھوں نے حق تعالیٰ کو پورے طور پر نہیں پہچانا ورنہ یہ گستاخانہ بات ان کے منھ سے نہ نکلتی، آپ ان لوگوں سے کہدیجئے کہ اگر یہی بات ہے تو یہ بتلاؤ کہ توریت جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی جس کو تم بھی مانتے ہو اور اسی کی وجہ سے تم عالم کہلاتے ہو اور لوگ تمھاری قدر و عظمت کرتے ہیں، یہ کس نے نازل کی ہے، چونکہ تمام یہودیوں کا اس پر اتفاق ہے کہ توریت اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے اس لئے حضور کو حکم ہوا کہ آپ خود ہی فرما دیجئے کہ توریت اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے جو کہ سراسر نور اور لوگوں کے لئے سرچشمۂ ہدایت ہے، اس کے ساتھ بھی تمھارا یہ معاملہ ہے کہ اس کو تم نے مختلف اوراق میں لکھ چھوڑا ہے، یعنی توریت کے مختلف حصے کر کے ان کو الگ الگ کاپیوں میں لکھ دیا ہے، اور پھر جس حصہ کو ظاہر کرنے کی ضرورت پڑی اس کو ظاہر کر دیا اور جس حصہ کو چھپانے کی ضرورت پڑی اس کو چھپا لیا اور تم یہ محض نفسانی اغراض اور دنیوی لالچ کے واسطے کرتے ہو، اور اس قرآن مقدس کے ذریعہ تمکو بہت سی وہ باتیں معلوم ہوتی ہیں کہ جنکا علم تمکو اور تمھارے بڑوں کو توریت و انجیل کے ذریعہ نہیں عطا کیا گیا تھا

آیت کے آخر میں فرمایا گیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے ان واضح ارشادات کے باوجود بھی وہ اپنی بے ہودہ بات سے نہیں ہٹتے تو پھر آپ ان کو ان کی خرافات باتوں ہی میں لگا رہنے دیجئے مطلب یہ ہے کہ آپ کا منصبی کام یعنی خدا کی بات ان تک پہونچانا پورا ہو چکا، اب اگر وہ نہ مانیں تو آپ فکرمند نہ ہوجئے، ہم ان سے خود نمٹ لیں گے۔

اس کے بعد ارشاد خداوندی ہے کہ جس طرح توریت ہم نے حضرت موسیٰؑ پر نازل کی تھی اسی طرح قرآن کریم بھی ہم نے محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کیا ہے جو بڑی خیر و برکت والا ہے اور اپنی سے پہلی آسمانی کتابوں توریت و انجیل وغیرہ کی تصدیق کرتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے، اللہ پاک نے قرآن کریم کو اس لئے نازل فرمایا ہے کہ لوگ اس پر ایمان لاکر اور عمل کر کے دونوں جہان کی فلاح و کامیابی حاصل کریں اور اسی کے ذریعہ دوسری آسمانی کتابوں کی تصدیق ہو، اور اس لئے نازل کیا تاکہ آپ اس کے ذریعہ سے مکہ والوں اور اس کے آس پاس والوں کو خاص طور سے عذاب الٰہی سے ڈرائیں اور ان کے علاوہ دوسرے تمام ہی لوگوں کو آخرت کا خوف دلائیں اور جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ تو قرآن اور پیغمبر پر ایمان لے ہی آتے ہیں اور ایمان و اعتقاد کے ساتھ اس کے احکام پر بھی عمل کرتے

ہیں، اس آیت میں نماز کی پابندی کا خصوصیت سے ذکر کیا اس لئے کہ نماز دین کا ستون ہے۔

خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ یہودی جو کہ قرآن کریم اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے وہ حقیقت میں نہ توریت کو مانتے ہیں اور نہ ہی آخرت کو، کیونکہ اگر ان کا ایمان آخرت پر ہوتا تو قرآنی ارشاد کے مطابق وہ قرآن کریم پر بھی ضرور ایمان لاتے اور جو قرآن پر ایمان لائے گا وہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ضرور ایمان لائے گا۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ

اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ تہمت لگائے یا یوں کہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے

وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ

حالانکہ اس کے پاس کسی بات کی بھی وحی نہیں آئی اور جو شخص کہ یوں کہے کہ جیسا کلام اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اسی طرح کا میں بھی

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا

لاتا ہوں اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب کہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے

اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا

ہوں گے ہاں اپنی جانیں نکالو آج تمکو ذلت کی سزا دی جائے گی اس

كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾

سبب سے کہ تم اللہ کے ذمہ جھوٹی باتیں بکتے تھے اور تم اللہ تعالیٰ کی آیات سے تکبر کرتے تھے

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا

اور تم ہمارے پاس تنہا تنہا آگئے جس طرح ہم نے اول بار تم کو پیدا کیا تھا، اور جو کچھ ہم نے تمکو دیا تھا اس کو اپنے

خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ

پیچھے ہی چھوڑ آئے اور ہم تو تمہارے ہمراہ تمہارے ان شفاعت کرنے والوں کو نہیں دیکھتے جن کی نسبت تم دعویٰ

زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ؕ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ

رکھتے تھے کہ وہ تمہارے معاملہ میں شریک ہیں واقعی تمہارے آپس میں تو قطع تعلق ہو گیا اور وہ

مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۹۴﴾ ع ۱۱ ۱۷

تمہارا دعویٰ سب تم سے گیا گذرا ہوا۔

خدا پر بہتان تراشی کا انجام

ان آیات میں ارشاد ہے کہ اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ تہمت لگائے جیسا کہ مالک بن حنیف نے کہا کہ اللہ نے کسی پر کچھ نازل نہیں فرمایا اور ایسے ہی اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو یوں کہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے حالانکہ اس کے پاس بالکل وحی نہیں آئی جیسا کہ مسیلمۂ کذاب نے اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا تھا وہ کہتا تھا کہ میرے پاس وحی آتی ہے، اسی طرح اَسْوَدِ عَنْسِیْ نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا تھا، اور اسی طرح اس شخص سے بڑھ کر اور کون ظالم ہے جو کہتا ہے کہ جیسا کلام اللہ نے نازل کیا ہے ایسا میں بھی لاتا ہوں، صاحب مظہری نے لکھا ہے کہ اس سے مراد نضر بن حارث ہے جو سورۂ والنازعات غرقًا کے مقابلہ میں بطور مذاق والطاحنات طحنًا والعاجزات عجنًا والخابزات خبزًا کہتا تھا، ترجمہ اس کا یہ ہے، قسم ہے آٹا پیسنے، گوندھنے اور روٹی پکانے والیوں کی۔

اس کے بعد ان ظالموں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ ان کو اس وقت دیکھیں جب کہ یہ موت کی سختی میں گرفتار ہوں گے تو بڑا ہولناک منظر دکھائی دے، اس وقت موت کے فرشتے ان کی طرف اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے جلدی اپنی جانیں نکالو کہاں بچاتے پھرتے تھے دیکھو آج مرنے کے ساتھ ہی تمکو ذلت کی سزا دی جائے گی یعنی جس میں جسمانی تکلیف بھی ہوگی اور روحانی ذلت بھی، یہ سزا تم کو اس لئے دی جائے گی کہ تم اللہ کے متعلق جھوٹی باتیں بکتے تھے، اس کو صاحب اولاد کہتے تھے دوسروں کو اس کا شریک قرار دیتے تھے، نبوت کا دعویٰ کرتے تھے، اور تم اللہ تعالیٰ کی آیات واحکام کو جو کہ ہدایت کا ذریعہ ہیں قبول کرنے سے تکبر کرتے تھے نہ ان میں غور وفکر کرتے تھے اور نہ ان کو مانتے تھے،

آگے ان ظالموں کی وہ حالت بیان کی گئی ہے جو قیامت کے دن ہوگی فرمایا گیا کہ تم ہمارے پاس اکیلے آگئے یعنی تمہارے ساتھ نہ مال ہے نہ اولاد ہے نہ دوست واحباب اور یار ومددگار ہیں اور نہ ہی وہ بت ہیں جن کو تم اپنا سفارشی سمجھتے تھے حاصل یہ ہے کہ جن چیزوں کی وجہ سے تم دنیا میں خدا کو بھولے ہوئے تھے آج ان میں سے تمہارے ساتھ کوئی بھی نہیں کہ خدا کے عذاب سے وہ تم کو بچا سکیں اور آئے بھی تو اس حالت میں کہ جس طرح تم کو دنیا میں بھیجا تھا کہ نہ تمہارے بدن پر کپڑا ہے نہ پاؤں میں جوتے وغیرہ، اللہ تعالیٰ ان ظالموں سے فرمائیں گے آج تو ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان معبودانِ باطل کو بھی نہیں دیکھ رہے ہیں جن کے متعلق تمہارا دعویٰ تھا کہ یہ خدا کے شریک ہیں، بطور مذاق کے ان سے کہا جائیگا واقعی تمہارا اور ان کا تعلق ٹوٹ گیا اور تمہارے دعوے سب بیکار گئے تمہارے معبود ذرا بھی کام نہ آئے، بس اب تم خدا کے ساتھ کفر وشرک اور اس پر غلط بہتان لگانے اور جھوٹ بولنے کا مزا چکھو۔

إِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ

بیشک اللہ تعالےٰ پھاڑنے

الْحَبِّ وَالنَّوٰى ؕ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ؕ

والا ہے دانے اور گٹھلیوں کو وہ جاندار (چیز) کو بے جان (چیز) سے نکال لاتا ہے اور وہ بیجان (چیز) کو جاندار (چیز) سے نکالنے والا ہے

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَأَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۹۵﴾ فَالِقُ الْإِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا

اللہ یہی ہے سو تم کہاں اُلٹے چلے جا رہے ہو؟ وہ صبح کا نکالنے والا ہے۔ اور اس نے رات کو راحت کی چیز بنائی ہے

وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۹۶﴾ وَهُوَ

اور سورج اور چاند کی رفتار کو حساب سے رکھا ہے یہ ٹھیرائی ہوئی بات ہے ایسی ذات کی، جو کہ قادر ہے بڑے علم والا ہے۔ اور وہ

الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ

(اللہ) ایسا ہے جس نے تمہارے (فائدہ کے) لئے ستاروں کو پیدا کیا تاکہ تم اُنکے ذریعہ سے خشکی اور دریا کے اندھیروں میں

قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْ أَنْشَأَكُمْ مِّنْ

راستہ معلوم کر سکو، بیشک ہم نے دلائل خوب کھول کھول کر بیان کر دئے ہیں ان لوگوں کیلئے جو خبر رکھتے ہیں اور وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے تم (سب) کو اصل

نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ

میں) ایک شخص سے پیدا کیا، پھر ایک جگہ زیادہ رہنے کی ہے اور ایک جگہ چند روز رہنے کی، بیشک ہم نے دلائل خوب کھول کھول کر بیان

يَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۸﴾ وَهُوَ الَّذِيْ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَأَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ

کر دئے ہیں، ان لوگوں کے لئے جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں۔ اور وہ ایسا ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا، پھر ہم نے اسکے ذریعہ سے ہر قسم کے

كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَ

نباتات کو نکالا، پھر ہم نے اس سے سبز شاخ نکالی کہ اس سے ہم اُوپر تلے چڑھے ہوئے دانے نکالتے ہیں۔ اور

مِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ أَعْنَابٍ

کھجور کے درختوں سے، یعنی اُنکے گیھے میں سے خوشے نکلتے ہیں جو مارے بوجھ کے نیچے کو لٹکے جاتے ہیں اور انگوروں کے باغ

وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْا إِلٰى ثَمَرِهٖٓ

اور زیتون اور انار کے درخت پیدا کئے جو کہ ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملتے جلتے نہیں ہوتے ذرا ہر ایک کے پھل کو تو دیکھو جب

اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۹۹

وہ پھلتا ہے اور (پھر) اسکے پکنے کو دیکھو۔ ان میں (بھی) دلائل توحید کے موجود ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان (لانے) کی فکر رکھتے ہیں۔

خدا کی قدرت کے نمونے

ان آیات پاک میں خدائے تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ کے چند نمونے دکھا کر غافل انسانوں کو ہوشیار کیا ہے کہ وہ ہمارے ان نمونوں میں غور و فکر کریں تو انھیں خود اس بات کا علم اور یقین ہو جائے گا کہ کل جہان کے ذرّے ذرّے کو اس نے پیدا کیا ہے، وہی اس کا مالک ہے اور وہی مستحق عبادت و بندگی ہے اس کے سوا کسی کے سامنے ماتھا ٹیکنا سراسر ناانصافی اور احسان فراموشی ہے۔

پہلا نمونہ :۔ اللہ تعالیٰ پھاڑنے والا ہے دانہ کو اور گٹھلیوں کو یعنی خشک دانہ اور خشک گٹھلی کو پھاڑ کر اس سے ہرا بھرا کونپل درخت نکال دینا صرف اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے جس سے اس کی قدرت کاملہ واضح ہو کر آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔

دوسرا نمونہ : اللہ تعالیٰ بے جان چیزوں سے جاندار چیزوں کو پیدا فرماتے ہیں جیسے منی کے قطرے اور انڈے سے انسانوں اور جانوروں کو پیدا کرتے ہیں، اور اسی طرح جاندار چیزوں سے بے جان پیدا کرتے ہیں جیسے منی اور انڈا جو جاندار کے اندر سے نکلتا ہے۔

تیسرا نمونہ :۔ اللہ تعالیٰ صبح صادق کو رات میں سے نکالنے والا ہے، یعنی رات ختم ہو جاتی ہے اور صبح صادق ظاہر ہو جاتی ہے، گویا کہ اندھیری سے روشنی نکالتے ہیں۔

چوتھا نمونہ :۔ اللہ تعالیٰ نے رات کو راحت و آرام کی چیز بنائی، یہ اسی کے قبضہ قدرت کی بات ہے کہ تمام انسانوں اور جانوروں پر رات کے وقت نیند کو غالب کر دیتا ہے اور سو کر ایک خاص قسم کا چین و سکون ملتا ہے۔

پانچواں نمونہ :۔ اللہ تعالیٰ نے چاند و سورج کے طلوع و غروب اور ان کی رفتار کو ایک خاص حساب سے رکھا ہے جس کے ذریعہ انسان سالوں، مہینوں، دنوں، گھنٹوں، منٹوں اور سکنڈوں کا حساب بسہولت لگا سکتا ہے۔

چھٹا نمونہ :۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے ستاروں کو پیدا کیا جن سے یہ راستہ اور سمت معلوم کر سکیں خشکی کے اندھیروں میں بھی اور سمندر کی تاریکیوں میں بھی۔

ساتواں نمونہ :۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو ایک انسان یعنی حضرت آدمؑ سے پیدا کیا اور پھر نسل در نسل یہ سلسلہ چل رہا ہے اور پھر قدرت نے اس انسان کے لئے ایک جگہ زیادہ رہنے کی مقرر کی یعنی ماں کا رحم، اور ایک جگہ کم وقت رہنے کی مقرر کی یعنی باپ کی پشت جس میں نطفہ رہتا ہے۔

کم وقت اور زیادہ وقت رہنے کی جگہ کی تفسیر حضرت ابن مسعودؓ نے یہ فرمائی ہے۔ کہ کم وقت رہنے کی جگہ سے مراد ماں کا رحم ہے، اور زیادہ وقت رہنے کی جگہ سے مراد قبر ہے قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے لکھا ہے کہ زیادہ وقت رہنے کی جگہ سے مراد ہے جنت اور دوزخ اور باقی جگہیں خواہ وہ باپ کی پشت ہو یا ماں کا رحم، یا قبر وہ کم وقت رہنے کی جگہ ہیں۔

آٹھواں نمونہ:۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا اور اسکے ذریعہ ہر قسم کی اگنے والی چیز زمین سے نکالی، قربان جائیں خدا کی قدرت کے کہ ایک ہی پانی اور ایک ہی مٹی سے اس نے مختلف قسم کی چیزیں زمین سے اگائیں، جن کا رنگ و بو مزا اور فائدہ بالکل جداگانہ ہے، اور پھر اس اگنے والی چیز یعنی بیج سے جو کونپل نکلتی ہے اس میں سے سبز شاخیں نکالی اور پھر ان شاخوں سے ایک پر ایک چڑھے ہوئے دانے نکالتے ہیں جیسے مکی اور گیہوں وغیرہ کی بالیں، اور کھجور کے درختوں سے یعنی ان کے گھپے میں سے پھل کے گچھے نکالے جو بوجھ کی وجہ سے نیچے کو جھکے جاتے ہیں، اور اس پانی سے ہم نے انگوروں کے باغ پیدا کئے اور زیتون و انار کے درخت پیدا کئے جو آپس میں ملتے جلتے بھی ہوتے ہیں اور نہیں بھی ہوتے، یعنی ایک درخت کا انار دوسرے درخت کے انار سے بعض دفعہ ملتا جلتا ہوتا ہے کہ دونوں کا رنگ و مزہ و وزن شکل وغیرہ دونوں کا ایک سا ہوتا ہے اور بعض دفعہ علیحدہ علیحدہ، ذرا ہر ایک کے پھل کو تو دیکھو کہ جب وہ چھوٹا اور کچا ہوتا ہے تو کتنا بدمزہ اور بیکار ہوتا ہے اور پھر جب وہ پک جاتا ہے کو کتنا مزیدار اور فائدہ مند ہو جاتا ہے ــــ ان مذکورہ آٹھ نمونۂ قدرت کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ گمراہوں کو ہدایت پر لانے کے لئے توجہ دلا رہے ہیں کہ آخر تم ان نمونوں میں غور و فکر کیوں نہیں کرتے، اور ہماری بندگی سے روگردانی کر کے غیروں کی پوجا کو کیوں اختیار کر رکھا ہے، اور پھر فرماتا ہے کہ ہم نے توحید کے دلائل کو خوب کھول کھول کر بیان کر دیا ہے اگرچہ ان کو سب لوگ سنیں گے اور پڑھیں گے مگر نفع وہی لوگ اٹھا پائیں گے جو اچھے برے کی کچھ خبر رکھتے ہیں کیونکہ عموماً ایسے ہی لوگ کیا کرتے ہیں اور پھر صحیح نتیجہ پر پہنچ کر صحیح راہ اختیار کر لیتے ہیں۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ

اور لوگوں نے شیاطین کو اللہ کا شریک قرار دے رکھا ہے حالانکہ ان کو خدا نے پیدا کیا ہے اور ان لوگوں نے اللہ کے حق

بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝۱۰۰ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ

میں بیٹے اور بیٹیاں محض بلا سند تراش رکھی ہیں وہ پاک اور برتر ہے ان باتوں سے جن کو یہ لوگ بیان کرتے ہیں وہ آسمانوں اور

وَالْاَرْضِ ۭ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ۭ وَخَلَقَ

زمین کا موجد ہے اللہ کے اولاد کہاں ہو سکتی ہے حالانکہ اسکے کوئی بی بی تو ہے نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے

كُلِّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٠١﴾ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ ۚ لَا إِلَٰهَ

ہر چیز کو پیدا کیا اور وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے یہ ہے اللہ تمہارا رب اسکے سوا کوئی

إِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوهُ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ﴿١٠٢﴾

عبادت کے لائق نہیں، ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے تو تم لوگ اسکی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے

خدا کے کوئی اولاد نہیں

اللہ پاک توحید پر مختلف انداز سے بے شمار دلائل بیان کر چکے مگر پھر بھی مشرکین اس کی ذات کے ساتھ غیروں کو شریک قرار دیتے ہیں، بہت سے مشرکین نے شیطانوں کو اللہ کا شریک قرار دے رکھا ہے یعنی شیطانوں کے بہکانے سے مشرکین بتوں کی پوجا کرتے ہیں اور خدا کے مقابلہ میں شیطانوں کے کہنے پر چلتے ہیں اس بات کو جاننے کے باوجود کہ شیطانوں کو بھی اللہ نے ہی پیدا کیا ہے مگر پھر بھی عقل کے اندھے خالق (اللہ تعالیٰ) کو چھوڑ کر مخلوق کی پوجا کرتے ہیں۔

بہت سے مشرکین نے بلا کسی دلیل کے اپنے من سے اللہ کیلئے بیٹے بیٹیاں گھڑ لئے ہیں جیسے نصرانیوں نے حضرت عیسیٰؑ کو اور بہت سے یہودیوں نے حضرت عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا مان رکھا تھا اور بہت سے مشرکین فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں مانتے تھے، حالانکہ اللہ کی ذات پاک ہے ان باتوں سے جو یہ مشرکین کہتے تھے، یعنی نہ شیطان اس کے شریک ہیں اور نہ ہی اسکے بیٹے بیٹیاں ہیں۔

اللہ نے بغیر کسی نمونہ کے آسمان و زمین کو پیدا فرمایا، اتنا اہم اور عظیم کام اسکے علاوہ کوئی دوسرا نہیں کر سکتا بس معبود بھی وہی ہوا اس کے علاوہ کوئی دوسرا معبود بن نہیں سکتا، اس سے ان لوگوں پر رد کیا جو شیطان کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں، آگے ان لوگوں کا رد فرمایا جو اللہ کے لئے اولاد مانتے ہیں، فرمایا گیا کہ جب اللہ کے بیوی ہی نہیں تو اولاد کہاں ہوگی، اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا اور وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے، بس خدا ہی تمہارا رب ہے اور اس کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں، وہی ہر چیز کا کارساز ہے، بس اپنے تمام کام اس کے سپرد کرو اور اسی کی فرمانبرداری اور بندگی کرو۔

لَّا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ ۖ وَهُوَ اللَّطِيفُ

اس کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہو سکتی اور وہ سب نگاہوں کو محیط ہو جاتا ہے اور وہی بڑا باریک بیں

الْخَبِيرُ ﴿١٠٣﴾ قَدْ جَاءَكُم بَصَائِرُ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ ۖ

باخبر ہے اب بلاشبہ تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے حق بینی کے ذرائع پہونچ چکے ہیں سو جو شخص دیکھ لیگا

وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ۭ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ۝۱۰۴ وَكَذٰلِكَ

وہ اپنا فائدہ کریگا اور جو شخص اندھا رہیگا وہ اپنا نقصان کریگا اور میں تمہارا نگراں نہیں ہوں اور ہم اس طور پر دلائل کو

نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ

مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں تاکہ آپ سب کو پہنچا دیں اور تاکہ یہ یوں کہیں کہ آپ نے کسی سے پڑھ لیا ہے اور تاکہ ہم اس کو

۝۱۰۵ اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ

دانشمندوں کیلئے خوب ظاہر فرمادیں آپ خود اس طریق پر چلتے رہئے جس کی وحی آپ کے رب کی طرف سے آپ کے پاس آئی ہے اللہ کے سوا

عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱۰۶ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ۭ وَمَا جَعَلْنٰكَ

کوئی لائق عبادت نہیں اور مشرکین کی طرف خیال نہ کیجئے اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو یہ شرک نہ کرتے، اور ہم نے آپ کو ان

عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝۱۰۷

کا نگراں نہیں بنایا اور نہ آپ ان پر مختار ہیں

تفسیر

اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ کی دو مخصوص صفات بیان کی گئی ہیں۔ اوّل یہ کہ پوری مخلوق میں سے کسی کی بھی نظر اس کی ذات کا احاطہ نہیں کرسکتی، دوم یہ کہ اس کی نظر پوری کائنات پر محیط ہے، دنیا کا کوئی ذرہ بھی اس کی نظر سے چھپا ہوا نہیں ہے، کیونکہ وہ بڑا باریک بیں اور باخبر ہے۔

خدا کا دیدار دنیا میں ممکن نہیں

تمام اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ اس دنیا میں حق تعالیٰ شانہ کی زیارت و دیدار نہیں ہوسکتا، یہی وجہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے اللہ سے درخواست کی کہ مجھے اپنا دیدار کرادیجئے تو جواب ملا لَنْ تَرٰىنِيْ یعنی اے موسیٰ تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔ دنیا میں انسان اور اس کی نظر میں اتنی قوت نہیں جو حق تعالیٰ کی زیارت کرسکے، البتہ آخرت میں مؤمنین میں دیدار خداوندی کی قوت پیدا کردی جائے گی، اس لئے وہاں زیارت کرسکیں گے، مگر وہاں بھی نظر ذات حق کا احاطہ نہیں کرسکے گی، کیونکہ اس کی ذات غیر محدود ہے، اور انسان کی نظر محدود ہے۔

حضرت ابن عباس رضؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ تلاوت کی اور پھر فرمایا کہ اللہ پاک نے فرمایا کہ اگر موسیٰؑ مجھے دیکھے گا تو مرجائے گا، اور جو خشک چیز (پتھر وغیرہ) مجھے دیکھے گا تو لڑھک جائیگا اور جو تر چیز (درخت وغیرہ) مجھے دیکھے گا تو پھٹ جائیگا اور اس کے اجزاء بکھر جائیں گے، تجھے صرف جنت والے دیکھ

سکیں گے، ان کی آنکھیں مردہ نہ ہوں گی، ان کے جسم بوسیدہ نہ ہوں گے۔

حاصل یہ ہے کہ دنیا میں کسی بھی جن و انسان کو حق تعالیٰ کا دیدار نہیں ہو سکتا، آخرت میں مومنوں کو خدائے تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوگی اور یہ آخرت کی نعمتوں میں سے سب سے عظیم نعمت ہوگی، کافرین اس نعمت سے محروم رہیں گے، کہ وہ آخرت میں بھی حق تعالیٰ کی زیارت نہ کر سکیں گے

اس کے بعد فرمایا اے لوگو! تمہارے پاس حق و صداقت دیکھنے کے ذرائع اور دلائل و وسائل پہونچ چکے ہیں، یعنی قرآن کریم آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے، آپ کے معجزات آئے، آپ کے اخلاق و معاملات اور ہر قسم کی تعلیمات تمہارے سامنے آگئیں، بس اب جو شخص ان تمام چیزوں کو سامنے رکھ کر جو کہ ہدایت کا ذریعہ ہے اپنے دل کی آنکھیں کھول لے تو سمجھو اس نے نفع حاصل کر لیا یعنی خدا کی رضا اور جنت کمالی، اور جو شخص اب بھی اندھا رہا تو اس نے اپنا ہی نقصان کیا، اور خدا کے غضب اور دوزخ کا مستحق ہوا۔

اور پھر فرمایا کہ ہمارا رسول محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارا نگراں اور ذمہ دار نہیں ہے کہ تم لوگوں کو جبراً غلط کاموں سے روک ہی دے، بلکہ آپ کا منصبی فریضہ تو صرف ہمارے احکامات پہونچا دینا اور سمجھا دینا ہے، اس کے بعد جس کا دل چاہے وہ اپنے اختیار سے ان احکامات پر چلے یا نہ چلے، یہ اس کی ذمہ داری ہے اسی کو اس کا بدلہ ملے گا۔ بس اللہ پاک اس طرح مختلف انداز سے توحید و رسالت پر دلائل پیش فرماتے رہتے ہیں۔

توحید کی طرف لانے کے جتنے بھی ذرائع ہیں مثلاً قرآن کریم، حضورؐ کے معجزات یا دوسرے دلائل وہ سب ایک ایسی ذات مقدس کے ذریعہ پہنچے ہیں جو بالکل اُمّی (غیر پڑھی لکھی) ہے یعنی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم، ان تمام دلائل کو دیکھ کر ضدی سے ضدی انسان کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پہ گر جانا چاہئے تھا اور یقین کر لینا چاہئے تھا کہ یہ واقعی اللہ کا سچا رسول ہے مگر جن لوگوں کی گندی فطرت اور ٹیڑھی طبیعت تھی انھوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تو یہ تمام باتیں اور دلائل سیکھ لئے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ جب آپ مکہ والوں کے سامنے قرآن شریف پڑھتے تو وہ کہتے آپ نے تو یعسار اور جبر نام کے دو علماء انجیل سے یہ کلام سیکھا ہے، اور پھر ہم کو پڑھ کر سناتے ہو اور یہ دعویٰ کرتے ہو کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے قرآن کریم اور دوسرے دلائل کو کھول کر اگرچہ تمام ہی لوگوں کے سامنے بیان کیا ہے مگر اس سے زیادہ فائدہ وہی اٹھاتے ہیں جو صحیح عقل و سمجھ والے ہوتے ہیں،

اسی کے ساتھ حضورؐ کو ہدایت فرمائی گئی کہ آپ یہ نہ دیکھئے کہ آپ کی بات کون مانتا ہے اور کون نہیں مانتا بس آپ تو اس طریقہ پر چلتے رہیے جو بذریعہ وحی ہم نے آپ کو بتلایا ہے، اور یہ اعتقاد رکھئے کہ اللہ کے علاوہ کوئی بندگی کے لائق نہیں، اور مشرکین کو دعوتِ ایمان دیتے رہیے، اور ان کے ایمان قبول نہ کرنے پر افسوس نہ کیجئے، کیونکہ اگر اللہ کو تکوینی طور پر یہ منظور ہوتا کہ تمام انسان مسلمان ہو جائیں تو کوئی بھی کافر و مشرک نہ رہتا، مگر چونکہ انھوں نے خدا کی نافرمانی کی اس لئے اللہ کو منظور ہوا کہ ان کو سزا ملے بس آپ ان کی فکر میں نہ پڑیں، ہم نے آپ کو ان کے اعمال کا ذمہ دار اور ان کو سزا دینے کا داروغہ نہیں بنایا، بس آپ ان کو دین اسلام کی تبلیغ کر کے بے فکر ہو جائیے باقی کام ہمارا ہے ہم ان کو ان کی سرکشی پر سخت عذاب دیں گے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ

اور دشنام مت دو ان کو جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں پھر وہ براہِ جہل حد سے گذر کر

عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذَٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَىٰ

اللہ کی شان میں گستاخی کریں گے، ہم نے اسی طرح ہر طریقہ والوں کو ان کا عمل مرغوب بنا رکھا ہے، پھر

رَبِّهِم مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٠٨﴾

اپنے رب ہی کے پاس ان کو جانا ہے سو وہ ان کو جتلا دے گا جو کچھ بھی وہ کیا کرتے تھے۔

معبودانِ باطل کو برا مت کہو

حضرت قتادہ رضؓ سے منقول ہے کہ مسلمان کفار کے بتوں کو گالی دیتے یعنی برا بھلا کہتے، پس کفار بھی مسلمانوں کے خدا کو بغیر حقیقت کے سوچے سمجھے برا بھلا کہنے لگے اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا ہے کہ مشرکین کے ان معبودوں کو جو انھوں نے خدا کو چھوڑ کر بنا رکھے ہیں گالی نہ دو، برا بھلا مت کہو۔ اگرچہ اس میں ایک گونہ مصلحت ہے مگر فساد اور نقصان زیادہ ہے کہ پھر وہ بھی خدائے تعالیٰ کو گالیاں دیں گے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تو شروع ہی سے اپنے پاکیزہ اخلاق کی وجہ سے اسکے پابند تھے۔ کبھی بچپن میں بھی کسی انسان بلکہ کسی جانور کے لئے بھی گالی کا لفظ آپ کی زبان مبارک پر نہیں

آیا، ممکن ہے بعض صحابہ رضؓ نے کبھی کوئی سخت بات بتوں کے خلاف کہدی ہو اور مشرکین نے اس کو گالی سے تعبیر کردیا ہو۔

اس کے بعد فرمایا کہ ہم نے ہر جماعت کی نظر میں اس کے اعمال و اعتقاد کو پسندیدہ بنادیا ہے چاہے وہ حقیقت میں کتنا ہی برا اور غلط ہو، جس طرح کہ یہ کافرین و مشرکین کی جماعت کہ جو پورے عالم کا خالق و مالک ہے اور ان کافرین و مشرکین پر اسکے بے شمار انعامات و احسانات ہیں، اسی کو برا بھلا کہنے لگے گالیاں دینے لگے اس کی شان میں گستاخی کرنے لگے یہ سمجھ کر کہ ہم اچھا اور بھلا کام کر رہے ہیں، پھر اپنے رب کے پاس ہی ان سب کو جانا ہے اس وقت وہ ان کو جتلا دیگا جو کچھ بھی وہ دنیا میں کیا کرتے تھے اور پھر غلط حرکتیں کرنے والوں کو سزا دے گا۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ

اور ان لوگوں نے قسموں میں بڑا زور لگا کر اللہ کی قسم کھائی کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آجاوے

لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ

تو وہ ضرور ہی اس پر ایمان لے آویں گے آپ جواب میں کہدیجئے کہ سب نشانیاں خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں اور تم کو

اَنَّهَاۤ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَ

اس کی کیا خبر کہ وہ نشانیاں جس وقت آجاویں گی یہ لوگ جب بھی ایمان نہ لاویں گے اور ہم بھی ان کے دلوں کو اور

اَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ

ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسا کہ یہ لوگ اس پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے اور ہم

طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ ع ۱۳ ۱۰ ۱۹

ان کو ان کی سرکشی میں حیران رہنے دیں گے

شان نزول

امام ابن جریرؒ سے منقول ہے کہ قریش کے سرداروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ ہمیں یہ معجزہ دکھادیں کہ صفا پہاڑ کو سونے کا بنادیں تو ہم سب آپ پر ایمان لے آویں، یہ بات انھوں نے پختہ قسمیں کھا کر کہی، حضورؐ دعا کرنے کے لئے کھڑے ہی ہوئے تھے کہ حضرت جبرئیلؑ اللہ کا پیغام لے کر آگئے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ چاہیں تو ابھی اس پہاڑ کو سونے کا بنایا جاسکتا ہے، مگر اس کے باوجود بھی اگر یہ ضدی قوم ایمان

نہ لائی تو اس کا انجام وہی ہوگا جو اس سے پہلی قوموں کا ہوتا چلا آیا ہے یعنی ان پر ایک عام عذاب نازل ہوگا اور یہ سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے، یہ پیغام خداوندی سنکر اپنی قوم کو عذاب الٰہی سے بچانے کی غرض سے دعا نہ کی، اس وقت اللہ پاک نے یہ آیات نازل فرمائیں، جن میں ارشاد ہے کہ خدا کے نہ ماننے والوں نے بڑا زور لگا کر اللہ کی پختہ قسم کھا کر کہا کہ اگر آپ کوئی نشانی (معجزہ) دکھا دیں تو ہم سب آپ کی نبوت کو مان لیں، اس کے جواب میں فرمایا کہ آپ ان سے فرما دیجئے کہ تمام معجزات خدا کے قبضہ میں ہیں بلاوجہ ان میں دخل دینا اور مطالبہ کرنا غلط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو جس معجزہ کے ظاہر کرنے میں کوئی مصلحت ہوتی ہے اس کو ظاہر کر دیتے ہیں اور جس کو ظاہر نہ کرنے میں کوئی مصلحت ہوتی ہے اس کو ظاہر نہیں کرتے، اور پھر اس سے پہلے اللہ پاک نبوت محمدیؐ پر بہت سے دلائل اور معجزات ظاہر فرما چکے ہیں، اس کے بعد کسی معجزہ کا مطالبہ کرنا بے جا ہے، کچھ صحابۂ کرام کی یہ تمنا تھی کہ اگر ان کا یہ فرمائشی مطالبہ پورا کر دیا جائے تو بہت ممکن ہے کہ سب ایمان قبول کر لیں اس لئے اس آیت وَمَا یُشْعِرُکُمْ الآیہ میں اس کا جواب دیا گیا کہ تم کو اس کی خبر نہیں، بلکہ ہم کو خبر ہے کہ وہ اس معجزہ کو دیکھ لینے کے بعد بھی اپنی ہٹ دھرمی کے سبب ایمان نہیں لائیں گے اور ہم بھی ان کے دلوں کو حق سمجھنے سے اور ان کی آنکھوں کو حق دیکھنے سے پھیر دیں گے، بس یہ جہاں بھر کی نشانیاں دیکھنے کے بعد بھی ایمان نہیں لائیں گے، جس طرح کہ پہلی مرتبہ کھلے ہوئے محسوس معجزات دیکھ کر بھی یہ ایمان نہ لائے یعنی قرآن کریم جو سب سے عظیم معجزہ ہے اور اسی طرح شق القمر وغیرہ جیسے اہم معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے، بس ہم ان کو ان کی سرکشی اور کفر میں حیران پڑا رہنے دیں گے اور قیامت کے دن سخت قسم کے عذاب میں مبتلا کر دیں گے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ پارہ وَاِذَا سَمِعُوْا کی تفسیر بحسن وخوبی مکمل ہوئی

طالب دعا:۔ محمد یعقوب قاسمی غفرلہ وللوالدیہ

تفسیر ھٰذا کے ماخذ: (۱) بیان القرآن (۲) معارف القرآن (۳) تفسیر مظہری (۴) تفسیر ابن کثیر (۵) تفسیر روح المعانی (۶) تفسیر حقانی (۷) جلالین مع حاشیہ وغیرہم

خط وکتابت کیلئے پتہ: ادارہ دعوت وتبلیغ گلی ۲ آلی کی چنگی سہارنپور یوپی ۲۴۷۰۰۱

قسط وار شائع ہونے والی تین عظیم الشان کتابیں

تاریخ حرمین شریفین

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ کے فیض یافتہ حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس عظیم الشان کتاب "تاریخ حرمین شریفین" میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ زاداللہ شرفہما کے فضائل و تاریخ کو بہت عمدہ انداز میں تفصیل کے ساتھ جمع کیا ہے۔ جس کے ضمن میں چاہ زم زم کے نمودار ہونے، مکہ معظمہ کے آباد ہونے، بیت اللہ شریف کی تعمیر ہونے، مقام ابراہیم، حجر اسود وغیرہ۔ نیز مسجد نبوی کی تعمیر، مقام صفہ، اور مدینہ طیبہ کی مختلف تاریخی مساجد اور مقامات مقدسہ کی تاریخ و تعارف بڑے دلچسپ انداز میں بیان کی ہے۔

الحمدللہ یہ مکمل کتاب آٹھ قسطوں میں چھپ کر تیار ہو چکی ہے۔

آسان تفسیر

قرآن کریم کے نزول کا اصل مقصد اس کو سمجھ کر عمل کرنا ہے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے آسان تفسیر کا سلسلہ جاری کیا گیا ہے۔ یہ تفسیر اکابر اُمت کی قدیم و جدید مستند و معتبر تفاسیر کا خلاصہ و نچوڑ ہے۔ جس کو نہایت آسان و عام فہم زبان اور مختصر و جامع انداز میں مولانا محمد یعقوب قاسمی نے قلمبند کیا ہے۔ ترجمہ کلام پاک حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ الحمدللہ یہ تفسیر ۳۲ قسطوں میں مکمل ہو چکی ہے۔

تذکرۃ الانبیاء

اس کتاب میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخرالزماں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تک مشہور پیغمبروں کے واقعات و حالات اور ان کے ماننے والوں کی فلاح و نجات اور جھٹلانے والوں کا انجام تفصیل کے ساتھ مستند طور پر سلیس و عام فہم انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ الحمدللہ یہ کتاب سولہ قسطوں میں تیار ہو چکی ہے۔

ان کتابوں کو آپ فون کر کے گھر بیٹھے پوسٹ مین سے حاصل کر سکتے ہیں۔ (بذریعہ وی پی رجسٹری)

گذارش: خواہش مند حضرات کے مکمل پتے روانہ فرما کر اشاعت دین میں تعاون فرمائیں۔ فجزاکم اللہ

IDARA DAWAT-O-TABLEEGH
GALI NO. 2 AALI KI CHUNGI MANDI SAMITI ROAD SAHARANPUR
PIN 247001 (U.P.) MOB. 09837002261 - 09837375773

اس دور کی سب سے آسان، عام فہم اور مستند تفسیر قرآن کریم

آسان تفسیر

پارہ ۸

مرتب

مولانا محمد یعقوب قاسمی

سابق استاذ حدیث و تفسیر دار العلوم سہارنپور

ترجمہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

شائع کردہ

ادارہ دعوت و تبلیغ

گلی ۲ آلی کی چنگی منڈی سمیتی روڈ سہارنپور یوپی

MOBILE : 9837375773

50/-

اس دور کی سب سے آسان و عام فہم اور مستند تفسیر کلام پاک
جسکا ہر گھر میں ہونا نہایت ضروری ہے

آسان تفسیر اردو

ترجمہ قرآن شریف
حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمۃ
مرتب
مولانا محمد یعقوب قاسمی فاضل دار العلوم دیوبند
پارہ ولو اننا ۸

شائع کردہ
ادارہ دعوت و تبلیغ زکریا آباد، گلی ۲ آلی چنگی سہارنپور (یو۔پی) ۲۴۷۰۰۱

ھدیہ:-

فہرست مضامین پارہ وَلَوْ اَنَّنَا ۸

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
کافرین کی ہٹ دھرمی	۳	حضرت آدمؑ و حوّاؑ کو شیطان کا بہکانا	۴۶
مومن زندہ ہے اور کافر مردہ	۸	لباس خدا کی عظیم نعمت ہے	۴۷
ایک شبہ کا جواب	۸	زمانہ جاہلیت کی ایک بے ہودہ رسم	۴۹
خدا پوری مخلوق سے بے نیاز ہے	۱۵	دو قسم کے لوگ	۵۰
مشرکین کو ملامت	۱۶	ایک واقعہ	۵۱
مسلمانوں کے لئے عبرت	۱۷	موت اور عذاب کا وقت مقرر ہے	۵۴
مشرکین عرب کی چند غلط رسمیں	۱۹	سب سے بڑا ظالم	۵۴
اللہ کی قدرتِ کاملہ	۲۱	اللہ کا وعدہ حق ہے	۵۹
فضول خرچی کی ممانعت	۲۲	ایک شبہ کا جواب	۶۰
ایک شبہ کا حل	۲۵	اہل اعراف کون ہیں	۶۱
ان آیات کی فضیلت	۲۹	اہل اعراف کی جنت و دوزخ والوں سے گفتگو	۶۱
عرب کی ایک آرزو کی تکمیل	۳۳	ایک سوال کا حل	۶۵
مشرکین عرب کی ہٹ دھرمی	۳۴	عرش الٰہی	۶۵
کفار و مشرکین کو قیمتی مشورہ	۳۴	دعا مانگنے کا طریقہ	۶۶
جو کرے گا وہی بھرے گا	۳۷	تذکرہ حضرت نوحؑ	۷۰
حضور کو ہدایت	۳۹	کفر و بت پرستی کی ابتدا	۷۱
امّت کو ہدایت	۴۰	قوم عاد کا تعارف	۷۳
اعمال کا تولا جانا برحق ہے	۴۱	تذکرہ حضرت ہودؑ	۷۳
حضرت آدمؑ کی فضیلت	۴۳	قوم عاد پر عذاب خداوندی	۷۳
مقامِ شکر	۴۴	تذکرہ حضرت صالحؑ اور قوم ثمودؑ	۷۵
		قوم ثمود کا اونٹنی کو مار ڈالنا	۷۶
		قصہ قوم لوطؑ	۷۸
		قصّہ حضرت شعیبؑ	۷۹
		ایک غلط فہمی کا ازالہ	۸۰

تفسیر ھذا ذیلی کتب تفاسیر سے مستفاد ہے

۱ بیان القرآن ۲ معارف القرآن ۳ مظہری ۴ تفسیر حقانی ۵ جلالین مع حاشیہ ۶ تفسیر ابن کثیر وغیرہ

وَلَوْ اَنَّنَا
اور اگر ہم

نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ
ان کے پاس فرشتوں کو بھیج دیتے اور ان سے مُردے باتیں کرنے لگتے اور ہم تمام موجودات کو ان کے
قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾
روبرو لاکر جمع کر دیتے تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے ہاں اگر خدا ہی چاہے ولیکن ان میں سے
زیادہ لوگ جہالت کی باتیں کرتے ہیں۔

کافرین کی ہٹ دھرمی

کفار قریش حضور علیہ السلام سے عجیب عجیب قسم کے معجزات طلب کرتے تھے، کبھی کہتے تھے کہ فرشتے ہمارے پاس آکر آپ کی نبوت کی تصدیق کریں، اور کبھی کہتے تھے کہ مردے زندہ ہو کر ہمیں بتلائیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں ان کی اس طرح کی بے ہودہ باتوں کے جواب میں اس آیت پاک میں حق تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا ہے کہ اگر ہم ان کے بے ہودہ مطالبات کو پورا بھی کر دیں بلکہ اگر غیب کی تمام چیزیں جنت و دوزخ وغیرہ بھی ان کے پاس جمع کر دیں، اور یہ اُن سب کو اپنی آنکھوں سے کھلم کھلا دیکھ لیں تب بھی یہ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے، ہاں اگر خدا ہی چاہے تو اور بات ہے، یعنی اگر ان کے لئے ازل میں مومن ہونے کا فیصلہ ہو چکا ہے تو وہ مؤمن ہو جائیں گے نہیں تو کوئی دوسری صورت ان کے ایمان لانے کی نہیں ہے، آیت کے آخر میں فرمایا گیا ہے کہ یہ کافر اکثر جہالت کی باتیں کرتے ہیں کہ ایمان لانے کا تو ارادہ نہیں یونہی خواہ مخواہ الٹی سیدھی فرمائشیں کرتے رہتے ہیں جو کہ سراسر نادانی اور جہالت ہے

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ
اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بہت سے شیطان پیدا کئے کچھ آدمی اور کچھ جن، جن میں بعضے
يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۭ وَلَوْ شَآءَ
دوسرے بعضوں کو چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے تھے تاکہ ان کو دھوکے میں ڈال دیں
رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ
اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ ایسے کام نہ کر سکتے، سو ان لوگوں کو اور جو کچھ یہ افترا پردازی کر رہے ہیں اس کو آپ رہنے

أَفْئِدَةَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوا مَا هُم

دیجئے اور تاکہ اس کی طرف ان لوگوں کے قلوب مائل ہوجائیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور تاکہ اس کو

مُقْتَرِفُونَ ﴿۱۱۳﴾

پسند کرلیں اور تاکہ مرتکب ہوجاویں ان امور کے جن کے وہ مرتکب ہوتے تھے۔

تفسیر ارشاد ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جس طرح یہ کفار قریش تمہارے مخالف اور دشمن ہیں، اسی طرح ہر نبی کے شریر انسان اور جن دشمن رہے ہیں۔ ورقہ بن نوفل نے شروع ہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ یہ قریش تمہارے ساتھ بھی دشمنی کرینگے اور جس نبی نے بھی تمہارے جیسی ایمان و توحید کی باتیں اپنی امت سے کہی ان کے ساتھ بھی ضرور دشمنی کی گئی اس لئے آپ ان کی مخالفت سے نہ گھبرائیے اور نہ ہی اس کا غم و فکر کیجئے۔ اس کے بعد اللہ پاک نے فرمایا کہ اگر ہم چاہتے تو یہ اس طرح آپ کی مخالفت نہ کرسکتے مگر چونکہ اس میں کچھ حکمتیں اور مصلحتیں ہیں جن کو ہم جانتے ہیں اس لئے ہم نے ان کو مخالفت و دشمنی کرنے پر قدرت دیدی، بس یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں آپ ان کو کرنے دیجئے اور جو لوگ ان کی حرکتوں کو پسند کرکے ان کے ساتھ لگ رہے ہیں یہ وہ ہیں جن کو آخرت پر یقین نہیں، اسی لئے وہ برائی اور گناہ کے کام کر رہے ہیں، ان سب کو ہم آخرت میں ان کے کئے کی سزا دیں گے۔

أَفَغَيْرَ اللَّهِ أَبْتَغِي حَكَمًا وَهُوَ الَّذِي أَنزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ

تو کیا اللہ کے سوا کسی اور فیصلہ کرنے والے کو تلاش کروں حالانکہ وہ ایسا ہے کہ اس نے ایک کتاب کامل تمہارے

مُفَصَّلًا ۚ وَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنَزَّلٌ

پاس بھیجی ہے اس کی حالت یہ ہے کہ اسکے مضامین خوب صاف صاف بیان کئے گئے ہیں، اور جن لوگوں کو ہم نے

مِّن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿۱۱۴﴾ وَتَمَّتْ

کتاب دی ہے وہ اس بات کو یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ یہ قرآن آپ کے رب کی طرف سے واقعیت کے ساتھ بھیجا گیا ہے

كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا ۚ لَّا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ ۚ وَهُوَ

سو آپ شبہ کرنیوالوں میں نہ ہوں، اور آپ کے رب کا کلام واقعیت اور اعتدال کے اعتبار سے کامل ہے اسکے

السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۱۱۵﴾

کلام کا کوئی بدلنے والا نہیں، اور وہ خوب سن رہے ہیں، خوب جان رہے ہیں۔

شانِ نزول

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے لکھا ہے کہ قریش رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ آپ اپنے کو اللہ کا رسول بتاتے ہیں، اور ہم اس کا انکار کرتے ہیں، لہذا آپ کوئی تیسرا آدمی مقرر کیجئے جو آپ کے اور ہمارے درمیان فیصلہ کرے اس پر یہ آیت نازل ہوگئی جس میں فرمایا گیا ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان سے کہئے کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے بعد کسی اور فیصلہ کرنے والے کو تلاش کروں، ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، جس اختلاف میں تم پڑے ہوئے ہو اسکے حق اور باطل ہونے کا فیصلہ اللہ پاک ایک ایسی کتاب عظیم (قرآن کریم) میں کرچکا جو اپنی جگہ پر ایک بہت بڑا معجزہ ہے اور اس میں تمام اہم اور اصولی چیزوں کو کھول کر صاف صاف بیان کردیا ہے، اور اللہ تعالیٰ جو فرماتا ہے وہ قطعی سچ اور امر حق ہوتا ہے اور اسکے حکم اور فیصلہ کو کوئی نہیں جو بدل سکے۔ اس کتاب کے متعلق سبھی یہود و نصاریٰ جانتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے، کیونکہ ان کے نبیوں نے اور جو آسمانی کتابیں ان پر اتریں تھیں ان میں اس بات کی تصدیق موجود ہے

اللہ کی ذات وہ ہے کہ جو کچھ تم کہتے ہو اس کو سنتا ہے، اور جو کچھ تم دلوں میں چھپا کے رکھتے ہو اس کو جانتا ہے، بس اس کے سچے رسول محمد عربیؐ کی مخالفت و عداوت میں تم جو کچھ کہتے ہو وہ سب سن رہا ہے اور وقت آنے پر تمکو اس کی مناسب سزا دے گا۔

وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ط

اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کردیں، وہ

إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿۱۱۶﴾ إِنَّ رَبَّكَ

محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں۔ بالیقین آپ کا رب ان کو خوب جانتا ہے

هُوَ أَعْلَمُ مَنْ يَضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ ج وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿۱۱۷﴾

جو اس کی راہ سے بے راہ ہوجاتا ہے اور وہ ان کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ پر چلتے ہیں۔

اقوال و تحقیق

لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ الخ حضرت ابن عباس رضؓ نے اس کی یہ تفسیر فرمائی ہے کہ اسکے ابدی فیصلہ کو کوئی بدلنے والا نہیں یا پھر اس کی یہ تفسیر ہے کہ قرآن کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا نہ کتاب کہ وہ قرآن کے احکام کو بدل دے۔

تفسیر ان دو آیتوں میں ارشاد ہے کہ مذہب اسلام کو دلائل سے خوب واضح کر دیا گیا مگر اس کے باوجود بھی دنیا میں زیادہ لوگ ایسے گمراہ اور منکر ہی ہیں کہ اگر بالفرض ان کا کہنا آپ ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کر دیں، ہدایت سے ہٹا کر گمراہ کر دیں چونکہ وہ خود گمراہ ہیں اور عقائد میں بالکل بے بنیاد خیالات کی پیروی کرتے ہیں اور احکام میں محض تخمینہ اور اٹکل سے کام لیتے ہیں۔

اخیر میں فرمایا کہ یقیناً آپ کا رب خوب واقف ہے ان لوگوں سے جو اسکے بتلائے ہوئے راستہ سے ہٹ کر گمراہ ہو جاتے ہیں اور اسی طرح ان لوگوں کو بھی اچھی طرح جانتا ہے جو اسکے بتلائے ہوئے راستہ پر چل کر ہدایت یاب ہو جاتے ہیں، ایسے لوگوں پر وہ اپنا احسان و کرم فرمائے گا، اور گمراہوں پر غصہ و غضب۔

فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾

سو جس جانور پر اللہ کا نام لیا جائے اس میں سے کھاؤ اگر تم اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہو

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ

اور تم کو کون امر اس کا باعث ہو سکتا ہے کہ تم ایسے جانور میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو حالانکہ

لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا

اللہ تعالیٰ نے ان سب جانوروں کی تفصیل بتلا دی ہے جن کو تم پر حرام کیا ہے مگر وہ بھی جب تم کو سخت ضرورت پڑ جائے

لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ

تو حلال ہے اور یقینی بات ہے کہ بہت سے آدمی اپنے غلط خیالات پر بلا کسی سند کے گمراہ کرتے ہیں اس میں کوئی شبہ

بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ

نہیں کہ اللہ تعالیٰ حد سے نکل جانے والوں کو خوب جانتا ہے، اور تم ظاہری گناہ کو بھی چھوڑ دو اور باطنی گناہ کو بھی

الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ

چھوڑو بلاشبہ جو لوگ گناہ کر رہے ہیں ان کو ان کے کئے کی عنقریب سزا ملے گی۔ اور ایسے جانوروں

﴿۱۲۰﴾ وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ

میں سے مت کھاؤ جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور یہ امر بے حکمی ہے۔ اور یقیناً شیاطین اپنے

وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ

دوستوں کو تعلیم کر رہے ہیں تاکہ یہ تم سے (بیکار) جدال کریں۔ اور اگر تم ان لوگوں کی اطاعت

اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

کرنے لگو تو یقیناً تم مشرک ہو جاؤ

شانِ نزول اس سے پہلی آیت میں گمراہ (مشرکین کفار وغیرہ) لوگوں کی پیروی سے مطلقاً منع کیا گیا تھا، ان آیات میں بھی ایک خاص چیز کے بارے میں ان کا اتباع کرنے سے منع کیا گیا ہے، جس کی تفصیل ابوداؤد اور ترمذی شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ منقول ہے کہ کفار نے مسلمانوں کو اس شبہ میں ڈالنا چاہا کہ تم اللہ کے مارے ہوئے (مردہ) جانور کو تو کھاتے نہیں اور اپنے مارے ہوئے (یعنی جس کو تم اپنے ہاتھ سے ذبح کر کے مارتے ہو) کو کھاتے ہو، مسلمانوں نے اس شبہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں اس شبہ کا جواب دیا گیا ہے، جواب کا حاصل یہ ہے کہ تم مسلمان ہو اللہ کے احکام کو اپنے لئے لازم کئے ہوئے ہو اور اللہ نے حلال و حرام کی تفصیل بتلا دی ہے بس اس پر چلتے رہو، حلال پر حرام کا اور حرام پر حلال کا شبہ کسی کے کہنے سے مت کرو

تفسیر ان آیات میں ارشاد ہے کہ جس حلال جانور کو اللہ کا نام (بلا کسی دوسرے کے نام کی شرکت کے) لے کر ذبح کیا جائے اس کا کھانا تمہارے لئے جائز ہے، بہت سے آدمی یعنی مشرکین اپنے غلط خیالات میں دوسروں کو بھی شریک کرنا چاہتے ہیں مگر جب تم خدا پر ایمان لے آئے اور اس نے تم کو ان جانوروں کی تفصیل بتلا دی جو کہ تمہارے لئے حرام ہیں (جس کا بیان آسان تفسیر پارہ ۶ صفحہ ۲۰ پر ہے) اور ان کے کھانے کو بھی سخت مجبوری کی وجہ سے جائز کر دیا ہے تو پھر تم کو کسی کے کہنے سننے سے شبہ میں نہیں پڑنا چاہئے۔

آخر میں فرمایا کہ شیطان اپنے دوستوں یعنی شریر انسانوں (مشرکین وغیرہ) کے دلوں میں اسطرح کے شبہات ڈالتا ہے تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور تمہارے عقائد خراب کریں اور بالفرض اگر تم نے ان کے عقائد کو اپنا لیا تو تم بھی شرک کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ

ایسا شخص جو کہ پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ بنا دیا اور ہم نے اس کو ایسا نور دیا کہ وہ اس کو

فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ

لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کی حالت یہ ہو کہ وہ

زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

تاریکیوں میں ہے ان سے نکلنے ہی نہیں پاتا اسی طرح کافروں کو ان کے اعمال مستحسن معلوم ہوا کرتے ہیں

مؤمن زندہ ہے اور کافر مردہ

اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے مومن اور کافر کی حقیقت کو مثال دے کر سمجھایا ہے کہ مومن زندہ ہے اور اس میں نورِ ایمانی ہے اور کافر مردہ ہے، اس میں گمراہی و اندھیری ہے، پس مؤمن و کافر کبھی برابر نہیں ہو سکتے کافر کو مردہ اور مومن کو زندہ فرمانے کی وجہ مفتی شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھی ہے کہ انسان اور دوسرے جاندار اسی طرح درخت و چاند و سورج وغیرہ ان سب میں اللہ پاک نے زندگی رکھی ہے اگرچہ سب کی زندگی مختلف قسم کی ہے اور ان میں زندگی کسی نہ کسی مقصد سے رکھی گئی ہے، اب اگر اس چیز سے وہ مقصد پورا ہو رہا ہے تو وہ زندہ کہلائے گی نہیں تو وہ مردہ ہے، چاند و سورج کو اللہ پاک نے جس کام کے لئے مقرر کر رکھا ہے اگر وہ اس کو پورا کرتے ہیں تو زندہ کہلائیں گے، نہیں تو مردہ ہیں۔ بس اسی طرح انسان سے بھی ایک مقصد وابستہ ہے اور وہ ہے اطاعتِ خداوندی، اس کے احکامات کی پیروی اگر یہ اس میں لگا ہوا ہے تو زندہ ہے نہیں تو مردہ۔ ظاہر ہے کہ مومن کسی نہ کسی حد تک خدا کا فرمانبردار ہے اس کی توحید کا قائل ہے اس لئے یہ زندہ کہلانے کا مستحق ہے اور کافر خدا کی وحدانیت کا انکار کرتا ہے، اس کا فرمانبردار نہیں اس لئے وہ مردہ ہی کہلانے کا مستحق ہے۔

ایک شبہ کا جواب

یہاں پر ایک شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ جب کفر اس قدر بُرا ہے تو پھر یہ کافر انسان جو کہ مؤمنوں کی طرح سمجھدار اور عقلمند ہیں کفر پر کیوں جمے ہوئے ہیں، اس کا جواب اللہ پاک نے اسی آیت میں دیدیا ہے کہ اے مومنوں جس طرح تم ایمان کو اچھا سمجھتے ہو، اس کے اعمال و احکام تمہیں پیارے لگتے ہیں۔ جو کہ احسان خداوندی اور اس کی توفیق کے سبب ہے، اسی طرح کافروں کو نفسانی خواہشات کی وجہ سے اور شیطان کے بہکانے پر کہ اس نے کفر و شرکیہ بُرے کاموں کو ان کی نظر میں بھلا اور خوبصورت بنا رکھا ہے جو کہ یقیناً ایک بہت بڑا دھوکہ اور مغالطہ ہے جس کا پردہ فاش آنکھ بند ہوتے ہی خدا کے دربار میں پہونچ کر ہو جائیگا۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ؕ

اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں وہاں کے رئیسوں ہی کو جرائم کا مرتکب بنایا تاکہ وہ لوگ وہاں شرارتیں

وَمَا يَمْكُرُونَ إِلَّا بِأَنفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿١٢٣﴾ وَإِذَا جَاءَتْهُمْ

کیا کریں اور وہ لوگ اپنے ہی ساتھ شرارت کر رہے ہیں اور ان کو ذرا خبر نہیں اور جب ان کو کوئی آیت

آيَةٌ قَالُوا لَن نُّؤْمِنَ حَتَّىٰ نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ ۘ

پہنچتی ہے تو یوں کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہ لاویں گے جب تک کہ ہم کو بھی ایسی ہی چیز نہ دی جاوے جو اللہ کے

اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ ۗ سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا

رسولوں کو دی جاتی ہے اس موقع کو تو خدا ہی خوب جانتا ہے جہاں اپنا پیغام بھیجتا ہے، عنقریب ان لوگوں کو جنھوں نے

صَغَارٌ عِندَ اللَّهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ ﴿١٢٤﴾

یہ جرم کیا ہے خدا کے پاس پہنچکر ذلت پہنچے گی اور سزائے سخت ان کی شرارتوں کے مقابلہ میں

تفسیر

ارشاد خداوندی ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جس طرح آپ کی بستی مکہ شریف کے مالدار اور رؤسا اور سردار لوگ جرم و کفر کر رہے ہیں، خود بھی خدا کے بتلائے ہوئے راستہ کو اختیار نہیں کرتے اور دوسروں کو بھی راہ خدا اختیار کرنے سے روکتے ہیں اور آپ کی عداوت و مخالفت پر جمے ہوئے ہیں اے محمد آپ اس سے دل گیر اور غمگین نہ ہوں یہ کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں ہے بلکہ آپ سے پہلے رسولوں کے ساتھ بھی ان دولت مندوں اور قوم کے سرداروں نے یہی کیا اور پھر انجام کار انھیں اپنے کئے کی سزا بھگتنی پڑی، پس آپ کے مخالفین کو بھی جلد سخت سزا ملے گی۔

شان نزول

حضرت قتادہؓ سے منقول ہے کہ قریش کے سردار ابوجہل نے ایک مرتبہ کہا کہ عبد مناف کی اولاد یعنی حضور کے خاندان سے ہم نے ہر محاذ پر مقابلہ کیا جس میں ہم کبھی ان سے پیچھے نہیں رہے، لیکن اب وہ یوں کہتے ہیں کہ تم شرافت و بزرگی میں ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے، کیونکہ ہمارے میں اللہ پاک نے ایک نبی بھیجا ہے جس پر اللہ کا کلام نازل ہوتا ہے۔ اسکے بعد ابوجہل نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ ہم کبھی بھی اس نبی کو نہیں مانیں گے، ہاں اگر ہمارے پاس بھی اسی طرح اللہ کا کلام یا کوئی کتاب آجائے جس میں ہم کو اس نبی پر ایمان لانے کا حکم ہو تو ہم اس کو نبی مان لیں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ ولید بن مغیرہ نے کہا تھا کہ اگر نبوت واقعی کوئی ضروری چیز ہے تو میں محمدؐ سے زیادہ حقدار ہوں نبی بننے کا، کیونکہ میں محمدؐ سے عمر میں بھی بڑھا ہوا ہوں اور مالداری میں بھی، اس پر یہ آیت وَإِذَا جَاءَتْهُمْ آيَةٌ الآیہ نازل ہوئی جس میں ان کی اس بے بنیاد اور غلط بات کو نقل کرنے

کے بعد اس کا جواب دیا گیا ہے کہ اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ اپنی نبوت و رسالت کس کو عطا فرمائے۔ مطلب یہ ہے کہ بیوقوف ولید بن مغیرہ اور ابوجہل نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ نبوت اور پیغمبری خاندانی شرافت یا قوم کی سرداری اور مالداری کے ذریعہ حاصل کی جاسکتی ہے، حالانکہ نبوت اللہ تعالیٰ کی خلافت کا عہدہ ہے جس کا حاصل کرنا کسی کے اختیار میں نہیں، بس جس کو اللہ پاک چاہتے ہیں عطا فرمادیتے ہیں

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ

سو جس شخص کو اللہ تعالیٰ رستہ پر ڈالنا چاہتے ہیں اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کشادہ کردیتے ہیں

يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ

اور جس کو بے راہ رکھنا چاہتے ہیں اسکے سینہ کو تنگ بہت تنگ کردیتے ہیں جیسے کوئی آسمان میں چڑھتا ہو

فِي السَّمَآءِ ۭ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۵﴾

اسی طرح اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر پھٹکار ڈالتا ہے۔

تفسیر

اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت پانے والوں اور گمراہی پر جمے رہنے والوں کے کچھ حالات و علامات بتلائی گئی ہیں، ارشاد ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت دینا چاہتے ہیں اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتے ہیں۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا دل معرفتِ حق کے لئے کھل جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے منقول ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے "سینہ اسلام کے لئے کھول دینے کا" مطلب معلوم کیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ پاک مؤمن کے دل میں ایک روشنی ڈال دیتے ہیں جس سے اسکا دل حق بات کو دیکھنے اور سمجھنے اور قبول کرنے کے لئے کھل جاتا ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا کہ کیا اس کی کوئی علامت بھی ہے، جس سے وہ شخص پہچانا جائے فرمایا ہاں اس کی تمام توجہ اور رغبت آخرت اور وہاں کی نعمتوں کی طرف

اقوال و تحقیق

مکر کے معنی قاموس میں دھوکہ و فریب کے ہیں، اور صحاح میں مکر کے معنی تدبیر کے ساتھ کسی کو اس کے مقصد سے پھیر دینا یا پھیر دینے کی کوشش کرنا، قریش کے مکر کی صورت بھی کچھ اسی طرح تھی، مظہری نے لکھا ہے کہ انھوں نے مکہ کے چاروں طرف راستوں پر ایک ایک آدمی بٹھا رکھا تھا تاکہ جو لوگ مسلمان ہونے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں ان کو راستہ ہی سے واپس لوٹا دیتے یہ کہہ کر ان کو بہکا دیتے کہ وہ شخص تو کاہن اور جھوٹا جادوگر ہے نبی نہیں تم اسکے جال میں مت پھنسو

ہوجاتی ہے اس کا دل دنیا کی خواہشات اور لذتوں سے گھبراتا ہے، اور وہ موت آنے سے پہلے موت کی تیاری میں لگ جاتا ہے،

اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ گمراہی میں رکھنا چاہتے ہیں اس کے سینہ کو بہت تنگ کردیتے ہیں، اس کو حق بات کا قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا ایسا دشوار ہوتا ہے جیسے کسی انسان کا آسمان پر چڑھنا، ظاہر ہے کہ آدمی کو پہاڑ پر چڑھنے میں کس قدر تکلیف اور دشواری ہوتی ہے، سانس پھول جاتا ہے پورا جسم تھک کر چور چور ہوجاتا ہے تو پھر آسمان کی بلندیوں تک پہونچنا تو اس سے اور زیادہ اہم کام ہے۔

وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ

اور یہی تیرے رب کا سیدھا رستہ ہے ہم نے نصیحت حاصل کرنے والوں کے واسطے ان آیتوں کو صاف

يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿١٢٦﴾ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ

صاف بیان کردیا ہے ان لوگوں کے واسطے ان کے رب کے پاس سلامتی کا گھر ہے اور اللہ تعالیٰ ان سے

بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٧﴾

محبت رکھتا ہے ان کے اعمال کی وجہ سے۔

تفسیر اس آیت پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ یہی تیرے رب کا سیدھا راستہ ہے، حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ راستہ سے مراد شریعت اسلام ہے جو کہ بذریعہ وحی حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی، حضرت ابن مسعود رضؓ نے فرمایا کہ راستہ سے مراد قرآن کریم ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے ان آیتوں کو صاف صاف بیان کردیا ہے تاکہ لوگ ان کے مضمون میں غور کریں اور اسکے احکام پر عمل کریں، اسکے بعد فرمایا کہ جو لوگ قرآن کریم اور شریعت اسلام کو اپنائے ہوئے ہیں اس کے احکامات پر عمل کرتے ہیں، ان کے لئے دارالسلام (سلامتی کا گھر) یعنی جنت ہے، اور ان لوگوں سے ان کے نیک اور اچھے اعمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں، ان کے مددگار ہیں اور جسکا مددگار خدائے تعالیٰ ہوجائے پھر اس کی تمام مشکلات آسان ہوجاتی ہیں، اسے کسی طرح کا غم وفکر نہیں رہتا۔

اقوال وتحقیق حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ سلام اللہ تعالیٰ کا نام ہے، اس صورت میں دارالسلام کا ترجمہ ہوگا اللہ کا کا گھر اور اللہ کا گھر امن وسکون اور اطمینان والا ہی ہوتا ہے، جو کہ جنت ہے۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ۚ يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ

اور جس روز اللہ تعالیٰ تمام خلائق کو جمع کریں گے، اے جماعت جنات کی تم نے انسانوں کے (گمراہ کرنے) میں

مِّنَ الْإِنسِ ۖ وَقَالَ أَوْلِيَاؤُهُم مِّنَ الْإِنسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ

بڑا حصہ لیا اور جو انسان ان کے ساتھ تعلق رکھنے والے تھے وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم میں

بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَغْنَا أَجَلَنَا الَّذِي أَجَّلْتَ لَنَا ۚ قَالَ

ایک نے دوسرے سے فائدہ حاصل کیا تھا اور ہم اپنی اس متعین میعاد تک آپہنچے جو آپنے ہمارے لئے معین فرمائی تھی

النَّارُ مَثْوَاكُمْ خَالِدِينَ فِيهَا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم سب کا ٹھکانا دوزخ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہو گے ہاں اگر خدا ہی کو منظور ہو تو

حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿١٢٨﴾ وَكَذَٰلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ الظَّالِمِينَ بَعْضًا

دوسری بات ہے بیشک آپ کا رب بڑی حکمت والا اور بڑا علم والا ہے اور اسی طرح ہم بعض کفار کو بعض کے قریب

ع ۱۵ ۲

بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿١٢٩﴾

رکھیں گے ان کے اعمال کے سبب

تفسیر میدان محشر میں اللہ تعالیٰ جب تمام مخلوقات کو جمع کریں گے تو اس وقت خاص طور پر شریر وخبیث جنات کو ڈانٹتے ہوئے کہا جائیگا کہ تم نے بہت انسانوں کو گمراہ کیا ہے، اسی طرح شریر انسانوں سے جنھوں نے شریر جنات کی گمراہی میں پیروی کی اور دوسرے لوگوں کو گمراہ کیا یہ کہا جائے گا کہ ہم نے تم کو رسولوں کے ذریعہ یہ حکم دیا تھا کہ شیطانوں کی پیروی مت کرنا، پھر تم نے کیوں کی، یہ مضمون سورہ یٰسین کی اس آیت اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ الخ میں مذکور ہے اس پر جو جواب یہ شریر انسان دیں گے اس کا ذکر اس آیت میں ہے کہ یہ شریر وگمراہ انسان اقرار کرتے ہوئے کہیں گے اے ہمارے پروردگار واقعی اس گمراہی اور نفسانی خواہشات میں ہم نے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا، انسانوں نے جنوں سے یہ فائدہ اٹھایا کہ ان سے جادو ٹونہ سیکھا اور کچھ غیب کی باتیں حاصل کیں اور پھر ان کے ذریعہ لوگوں کو گمراہ کیا، ان سے مال بٹورا اور ان کے بڑے بن بیٹھے اور جنوں نے انسانوں سے یہ فائدہ اٹھایا کہ گمراہی میں ان کو اپنا تابع بنایا اور ان کے ذریعہ دوسروں کو گمراہ کرایا اور ان سے اپنی پوجا وپرستش تک کرائی

اسکے بعد فرمایا کہ تم دونوں گروہوں کے جرم کی سزا اب یہ ہے کہ تمہارا ٹھکانا جہنم ہے جس میں تم

ہمیشہ رہو گے مگر یہ کہ جس کو اللہ چاہے۔ حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ اس سے وہ کافر لوگ مراد ہیں جن کے بارے میں اللہ کو پہلے سے علم تھا کہ وہ ایمان قبول کر لیں گے۔

وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ الخ اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ جس طرح تم سب انسان وجن میں دنیا کے اندر تعلق وقرب تھا اسی طرح ہم گنہ گاروں اور ظالموں کو اکٹھا کر دیں گے ان کے اعمال کے سبب، حضرت فاروق اعظم رضؓ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ایک قسم کے اعمال نیک یا بد کرنے والے لوگوں کو یکجا کر دیا جائیگا یعنی نیک آدمیوں کو نیکیوں کے ساتھ جنت میں اور کافر وگنہ گاروں کو ایک ساتھ دوزخ میں بھیج دیا جائے گا۔

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ

اے جماعت جنات کی اور انسان کی کیا تمہارے پاس تم ہی میں کے پیغمبر نہیں آئے تھے جو تم سے میرے

عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا

احکام بیان کیا کرتے تھے اور تم کو اس آج کے دن کی خبر دیا کرتے تھے وہ سب عرض کریں گے کہ ہم اپنے

شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا

اوپر (جرم کا) اقرار کرتے ہیں اور ان کو دنیوی زندگانی نے بھول میں ڈال رکھا ہے اور یہ لوگ

عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۰﴾

مقر ہوں گے کہ وہ کافر تھے

تفسیر اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے کافر انسانوں اور جنوں کو تنبیہ فرمائی ہے کہ ہم قیامت کے دن تم سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس تمہیں میں کے رسول نہیں آئے تھے جو تم سے ہمارے احکامات بیان کیا کرتے تھے اور آج کے دن یعنی قیامت کے دن کی پیشی سے تم کو نہیں ڈراتے تھے وہ خاموشی کے ساتھ رسولوں کے آنے کا اور ان کے ڈرانے کا اقرار کریں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو پھر کیا وجہ تھی کہ تم کفر وانکار سے باز نہ آئے، وہ سب عرض کریں گے کہ ہم اپنے جرم کا اقرار کرتے ہیں۔ حضرت مقاتلؒ نے فرمایا کہ یہ اقرار اس وقت کریں گے جب کہ ان کے ہاتھ پاؤں ان کے شرک وکفر کی گواہی دے چکے ہوں گے، اور اب سوائے اقرار کے کوئی شکل نہ ہوگی۔

اسکے بعد اللہ پاک نے ان کے اس عذاب ومعصیت میں پھنسنے کی وجہ بتلائی کہ یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ یہ لوگ دنیوی زندگی میں خواہشات نفسانی کا شکار ہو کر آخرت کو بھول گئے تھے اس لئے آج

قیامت کے دن ان کو اپنے جرم وکفر کا اقرار کرنا پڑا یہ وجہ بیان فرما کر اللہ پاک موجودہ انسانوں کی آنکھیں کھولنا چاہتے ہیں کہ وہ دنیا میں خواہشاتِ نفسانی کے جال میں نہ پھنس کر کفر وشرک سے بچیں اور قیامت کے دن کے عذاب ومصیبت سے چھٹکارہ پائیں۔

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا

یہ اس وجہ سے ہے کہ آپ کا رب کسی بستی کو کفر کے سبب ایسی حالت میں ہلاک نہیں کرتا کہ اس

غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَمَا رَبُّكَ

بستی کے رہنے والے بے خبر ہوں اور ہر ایک کے لئے درجے ہیں ان کے اعمال کے سبب، اور آپ کا رب

بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾

ان کے اعمال سے بے خبر نہیں ہے

تفسیر اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا کہ ہم نے انسانوں اور جنوں کی طرف رسول بھیجے ہیں، اب اس آیت میں رسول بھیجنے کی وجہ بیان کی جارہی ہے کہ یہ محض اللہ کے رحم وکرم کی وجہ سے ہے کیونکہ اللہ پاک کسی بستی والوں کو اس کے کفر وشرک کی وجہ سے اس وقت تک عذاب نہیں

اقوال وتحقیق یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ جنات میں سے رسول ہوئے ہیں یا نہیں۔ جمہور علماء بقرائن آیات اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی آدَمَ وغیرہ اس بات کے قائل ہیں کہ رسول صرف انسانوں میں ہوئے ہیں، جنوں کو بھی وہ تعلیم دیا کرتے تھے، جنوں میں ڈرانے والے قاصد ہوتے تھے جو رسولوں کی بات جنوں کو پہنچایا کرتے تھے انہی کو مجازاً رسول کہہ دیا گیا ہے، اسکے برخلاف ضحاکؒ اسکے قائل ہیں کہ جنوں میں بھی رسول ہوئے ہیں، استدلال اسی آیت سے کرتے ہیں، یہی خیال قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کا معلوم ہوتا ہے، چنانچہ مظہری میں لکھتے ہیں کہ آیت لَوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ الخ یعنی اگر زمین پر فرشتوں کی بستی ہوتی تو آسمان سے ان کے لئے فرشتہ کو پیغمبر بنا کر بھیجا جاتا، اس آیت کے مفہوم کا یہ تقاضا ہے کہ جنات کی ہدایت کے لئے جنات ہی کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا، اس کے بعد لکھتے ہیں کہ آدم علیہ السلام سے ہزاروں سال پہلے جنات زمین پر آباد تھے اور وہ بھی انسانوں کی طرح احکام شرع کے مکلف ہیں تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان میں بھی رسول ہوں ۔ آگے مزید لکھتے ہیں کہ ہندوستان کے ہندو جو اپنی وید کی تاریخ ہزاروں سال پرانی بتلاتے ہیں اور اپنے بزرگوں اور اوتاروں کو اسی زمانہ کے بتلاتے ہیں تو کچھ بعید نہیں کہ وہ یہی جنات کے رسول وپیغمبر ہوں۔

دیتا جب تک کہ ان کو رسولوں کے ذریعہ اپنے احکامات سے واقف نہ کرادے، اور جب رسول آگئے اور ان کو اچھے، بُرے کاموں کی خبر ہوگئی تو اب ان کو ان کے اعمال کے مطابق جزا وسزا دی جائے گی، یعنی نیک اعمال کرنے والوں کو جنّت میں داخل کردیا جائیگا اور بُرے اعمال کرنے والوں کو جہنم کی آگ میں پھینک دیا جائے گا۔

وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۚ إِنْ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ

اور آپ کا رب بالکل غنی ہے رحمت والا ہے، اگر وہ چاہے تو تم سب کو اٹھالیوے اور تمہارے بعد جس کو

مِنْ بَعْدِكُمْ مَا يَشَاءُ كَمَا أَنْشَأَكُمْ مِنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ آخَرِينَ

چاہے تمہاری جگہ آباد کرے جیسا کہ تمکو ایک دوسری قوم کی نسل سے پیدا کیا ہے، جس چیز

﴿۱۳۳﴾ إِنَّ مَا تُوعَدُونَ لَآتٍ ۙ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ ﴿۱۳۴﴾ قُلْ

کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ بے شک آنے والی چیز ہے اور تم عاجز نہیں کرسکتے آپ یہ

يَا قَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ ۖ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۙ

فرمادیجئے کہ اے میری قوم تم اپنی حالت پر عمل کرتے رہو میں بھی عمل کر رہا ہوں سو اب جلدی تمکو

مَنْ تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۚ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿۱۳۵﴾

معلوم ہوا جاتا ہے کہ اس عالم کا انجام کار کس کے لئے نافع ہوگا یہ یقینی بات ہیکہ حق تلفی کرنیوالوں کو کبھی فلاح نہ ہوگی

خدا پوری مخلوق سے بے نیاز ہے

ارشاد ہے کہ آپ کا رب رسولوں کو اس لئے نہیں بھیجتا کہ نعوذ باللہ وہ عبادت کا محتاج ہے، نہیں، بلکہ وہ تو اپنی تمام مخلوقات سے بالکل بے نیاز ہے، بس رسولوں کو صرف اس لئے بھیجتا ہے کہ وہ رحمت والا ہے لہٰذا اپنی رحمت سے رسولوں کو بھیجتا ہے تاکہ ان کے ذریعہ سے لوگوں کو فائدہ ہو یعنی ان کی بتلائی ہوئی تعلیمات پر عمل کرکے خدا کی رضا وخوشنودی اور جنت کے مستحق بن سکیں اور اپنے آپ کو تکلیف ونقصان سے بچاسکیں یعنی رسولوں سے خدائی احکام حاصل کرکے ان چیزوں سے بچ سکیں جن سے خدا ناراض ہوتا ہے اور ان کی وجہ سے جہنم میں جانا پڑتا ہے، بہرحال رسولوں کے بھیجنے میں لوگوں کا ہی فائدہ ہے ورنہ خدا تو اس قدر بے نیاز ہے کہ اگر وہ چاہے تو تم سب کو دنیا سے ایک دم لے جاوے جس سے تمہارا نام ونشان ہی ختم ہوجائے اور پھر دوسری مخلوق کو آباد کردے جیسا کہ اس نے تم کو دوسری نسل سے پیدا کیا یعنی تم سے پہلے تمہارے دادا پڑدادا اس دنیا میں آباد تھے، اب تم ہو، کچھ مدت بعد تم بھی یہاں نہیں رہوگے، بس اسی طرح یہ سلسلہ چل رہا ہے۔

اسکے بعد فرمایا کہ جس چیز یعنی عذاب اور قیامت کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ یقیناً آئے گی اس دن حساب ہو جائیگا اور اگر تم یہ سمجھے ہوئے ہو کہ ہم کہیں بھاگ جائیں گے جس طرح دنیا میں بہت سے مجرم فرار ہو جاتے ہیں تو یاد رکھو تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے کہ اس کے ہاتھ نہ آؤ وہ تم سب کو اپنے قبضہ میں کرلے گا۔

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا الخ اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان سے (مکہ والوں سے) فرما دیجئے کہ اگر تم لوگ یہی یقین کئے بیٹھے ہو کہ کفر اچھا ہے اور اسلام برا ہے تو پھر تم اپنے عقیدہ کے مطابق عمل کرتے رہو میں اپنے عقیدہ کے مطابق عمل کرتا رہوں گا بس جلد ہی تمکو معلوم ہو جائے گا کہ کون صحیح راستہ پر قائم تھا اور کس کو آخرت کی فلاح و کامیابی اور خدا کی رضا و خوشنودی نصیب ہوتی ہے، اسکے بعد اللہ نے فرمایا کہ یہ بات خوب سمجھ لو کہ ظالم و کافر کبھی بھی فلاح و کامیابی اور نجات نہیں پایا کرتے۔

حافظ ابن کثیرؒ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آخرت سے پہلے دنیا میں بھی انجام کار فلاح و کامیابی اللہ کے نیک اور برگزیدہ بندوں ہی کو حاصل ہوتی ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے حالات اس پر گواہ ہیں کہ تھوڑے ہی عرصہ میں تمام اقتدار والے مخالف ان کے سامنے جھکے تمام جزیرۂ عرب آپؐ کے زیر اثر آگیا، یمن اور بحرین سے لے کر ملک شام تک آپ کی حکومت پھیل گئی اور پوری دنیا میں اسلام کا جھنڈا بلند ہوا اور اللہ کا یہ وعدہ پورا ہوا کَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ (یعنی اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول غالب آئیں گے۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا

اور اللہ تعالیٰ نے جو کھیتی اور مواشی پیدا کئے ہیں ان لوگوں نے ان میں سے کچھ حصہ اللہ کا مقرر

فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا

کیا اور بزعم خود کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ کا ہے اور یہ ہمارے معبودوں کا ہے، پھر جو چیز ان کے

كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ

معبودوں کی ہوتی ہے وہ تو اللہ کی طرف نہیں پہونچتی اور جو چیز اللہ کی ہوتی ہے وہ ان کے معبودوں کی

يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ۭ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾

طرف پہنچ جاتی ہے انھوں نے کیا بری تجویز نکال رکھی ہے

مشرکین کو ملامت اس آیت پاک میں مشرکین عرب کو ان کی ایک خاص گمراہی اور ستم ظریفی پر ملامت و تنبیہ فرمائی ہے ان کا دستور تھا کہ اپنے باغات، کھیتی، تجارت

مویشی وغیرہ کی پیداوار میں سے ایک حصہ خدا کے نام کا مقرر کر رکھا تھا، اس کو یہ غربا و مساکین پر خرچ کرتے تھے اور ایک حصہ بتوں کے نام کا مقرر کر رکھا تھا اس کو بت خانہ اور پجاریوں پر خرچ کرتے تھے اول تو یہی ظلم بہت بڑا تھا کہ تمام چیزیں اور خود ان مشرکین کو پیدا تو اللہ نے فرمایا اور یہ اس پیداوار کا حصہ نکالیں بتوں کے نام اور پھر اس پر ظلم بالائے ظلم یہ کہ اس میں بھی ناانصافی سے کام لیتے کہ خدا کا حصہ بتوں کے حصہ میں ملا دیتے اور بتوں کے حصے میں سے خدا کے حصہ میں نہ ملاتے۔ حضرت قتادہ نے فرمایا کہ جب قحط اور کال پڑتا تو یہ خدا کے حصے میں سے خود کھا لیتے، بتوں کے حصہ میں سے نہ کھاتے، مفسر حقانی نے لکھا ہے کہ پیداوار کی ڈھیریاں لگا لیتے تھے، بعض بتوں کے نام کی، بعض خدا کے نام کی، جس طرح بعض دیہات میں اناج اٹھاتے وقت ڈھیریاں لگا لیتے ہیں کہ یہ ڈھیری خدا کی یہ ملار کی، یہ سالار کی یہ قلندر کی، اگر بتوں کی ڈھیری میں سے اللہ کی ڈھیری میں جا ملتا تو اسے نکال کر بتوں کی ڈھیری میں ملا دیتے، اور اگر اللہ کی ڈھیری میں سے بتوں کی ڈھیری میں جا ملتا تو اسے نہ نکالتے بتوں ہی کی ڈھیری میں ملا رہنے دیتے، اور یہ کہتے کہ بتوں کو زیادہ ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ تو غنی و مالدار اور مستغنی و بے نیاز ہے۔

محشی حقانی لکھتے ہیں کہ ان کی یہ ناانصافی خدا کو مالدار سمجھنے کی وجہ سے نہ تھی بلکہ ان کے دلوں میں خدا کی عزت و عظمت نہ ہونے کی وجہ سے تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ کس قدر بُرا فیصلہ کر رہے ہیں، اول تو اپنے پروردگار کے ساتھ بے جان چیزوں کو شریک کرنا اور پھر ان کو خدا پر ترجیح و فوقیت دینا۔

مسلمانوں کیلئے عبرت

صاحب معارف لکھتے ہیں کہ مشرکین عرب کو جو ان کی ایک خاص گمراہی پر تنبیہ کی گئی ہے اس میں مسلمانوں کے لئے عبرت و نصیحت ہے جو اللہ کی دی ہوئی زندگی اور نعمتوں کو مختلف حصوں میں بانٹتے ہیں حالانکہ حق تو یہ ہے کہ کل زندگی خدا کے لئے وقف کر دیتے صرف انسانی ضرورتوں کے لئے کچھ وقت اس میں سے نکال لیتے مگر آج مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ چوبیس گھنٹوں میں سے اگر کچھ وقت خدا کی بندگی کے لئے مقرر بھی کر لیتے ہیں تو جب کوئی ضرورت آن پڑتی ہے تو اس سے نہ تو کاروبار پر کچھ اثر پڑتا ہے نہ آرام کے اوقات میں کمی آتی ہے، بس کمی آتی ہے تو خدا کی بندگی کے وقت میں، اے مسلمانو غور کرو یہ کس قدر غلط فیصلہ اور خدا کے احسان کی ناشکری ہے۔

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ

اور اسی طرح بہت سے مشرکین کے خیال میں ان کے معبودوں نے اپنی اولاد کے قتل کرنے کو

شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوهُمْ وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ ۖ وَلَوْ شَآءَ اللَّهُ مَا

مستحسن بنا رکھا ہے تاکہ وہ ان کو برباد کریں اور تاکہ ان کے طریقہ کو مخبوط کر دیں، اور اگر اللہ تعالیٰ کو

فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ﴿١٣٧﴾

منظور ہوتا تو یہ ایسا کام نہ کرتے اور آپ ان کو اور جو کچھ یہ غلط باتیں بنا رہے ہیں یونہی رہنے دیجئے۔

تفسیر: — اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس طرح مشرکین کے معبود شیاطین نے ان کے دلوں میں یہ بات بٹھا دی تھی کہ بتوں کے نام پر پیداوار کا ایک حصہ نکالو، اسی طرح ان کے دل میں یہ بات بھی جما دی تھی کہ وہ اپنی اولاد کو قتل کریں جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں لڑکیوں کو قتل یا زندہ درگور کر دیا جاتا تھا، سسرالی رشتہ کی شرم کی وجہ سے، جیسا کہ فرمایا گیا کہ جب تمہارے لڑکی پیدا ہوتی ہے تو تمہارا چہرہ ناراضی سے کالا پڑ جاتا ہے، شرم کی وجہ سے لوگوں سے منہ چھپائے پھرتے ہو اور فرمایا گیا کہ کیا جواب دو گے اپنے پروردگار کو جب کہ وہ روز محشر تم سے سوال کرے گا کہ تم نے اس معصوم بچی کو کس گناہ کی وجہ سے قتل کیا تھا

اسی طرح یہ اولاد کو غربت کے ڈر سے بھی قتل کر دیا کرتے تھے، غریب لوگ یہ سمجھ کر کہ ہم اس کی پرورش کس طرح کریں گے اور مالدار یہ سمجھ کر کہ اس کی پرورش میں ہمارا مال خرچ ہوگا تو ہم غریب ہو جائیں گے۔

اسی طرح یہ اولاد کو اپنے معبودوں بتوں کے نام پر قتل کرتے چنانچہ ان کا دستور تھا کہ بتوں سے اولاد مانگتے اور جب کئی بچے ہو جاتے تو ان میں سے ایک کو بت خانہ میں لے جا کر اس بت کے نام پر ذبح کر دیتے جس طرح ہنود بتوں کے نام بھینٹ چڑھاتے ہیں، افسوس اس غلط رسم سے متاثر ہو کر بہت سے جاہل مسلمان اپنی اولاد کو، اولیاء اللہ کی خانقاہ میں چڑھا دیتے ہیں اور اسی طرح کہیں اولیاء اللہ کے نام سے اپنی اولادوں کے سروں پر چوٹی رکھتے ہیں اور پھر مقررہ وقت پر وہاں جا کر اس کو کاٹ دیتے ہیں، انہی سب باتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ شیطان نے ان باتوں کو ان کے دلوں میں بھلا کر کے بٹھا دیا ہے جس کو وہ ثواب کا اور مذہبی کام سمجھ کر کرتے ہیں شیطان نے ان کو مذہب کے بارے میں شبہ میں ڈال دیا یعنی حضرت اسمٰعیلؑ کے دین سے ہٹا کر غلط طریقوں میں مبتلا کر کے ان کو تباہ و برباد کر دیا۔

آیت کے اخیر میں فرمایا گیا کہ اگر خدا چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے[1] یعنی جو کچھ ہوتا ہے خدا کی مشیت کے تحت ہوتا ہے

---

[1] ظاہر ہے کہ خدائے تعالیٰ کسی پر ظلم و زیادتی نہیں کرتے بس جو گناہ پر گناہ کر کے خود ہی اپنے آپ کو تباہ کر لیتا ہے اسکے حق میں ایسا فیصلہ فرماتے ہیں۔ محمد یعقوب غفرلہٗ و لوالدیہ

اس میں خدا کی حکمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں اس پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں، بس اے پیغمبر آپ ان مشرکین کو اور ان کے شرکاء شیطانوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے ہم ان سے خود نمٹ لیں گے۔

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ

اور وہ اپنے خیال پر یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ مواشی ہیں اور کھیت ہیں جن کا استعمال ہر شخص کو جائز نہیں، ان کو کوئی نہیں کھا سکتا

نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا

سوا ان کے جن کو ہم چاہیں اور مواشی ہیں جن پر سواری یا بار برداری حرام کر دی گئی ہے اور مواشی ہیں جن پر یہ لوگ اللہ کا

يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا

نام نہیں لیتے محض اللہ پر افتراء باندھنے کے طور پر ہیں ابھی اللہ تعالیٰ ان کو ان کے افتراء کی سزا دئے دیتا ہے،

كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ

اور وہ کہتے ہیں کہ جو چیز ان مواشی کے پیٹ میں ہے وہ خالص

لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ

ہمارے مردوں کے لئے ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے اور اگر وہ مردہ ہے تو اس سے انتفع

فِيْهِ شُرَكَآءُ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۳۹﴾

ہونے میں) سب برابر ہیں، ابھی اللہ تعالیٰ ان کی غلط بیانی کی سزا دیئے دیتا ہے بلاشبہ وہ حکمت والا ہے وہ بڑا علم والا ہے۔

مشرکین عرب کی چند غلط رسمیں

ان آیات میں مشرکین عرب کی چند غلط رسموں کو بیان کیا گیا ہے، کچھ کھیت اور چوپائے بتوں کے نام وقف کر دیتے اور کہتے کہ اسکے اصل مستحق مرد ہیں، عورتوں کو دینا نہ دینا ہماری مرضی پر ہے۔

۲ بعض مخصوص چوپائے جن کے نام بحیرہ اور سائبہ وغیرہ تھے ان پر سواری کرنے اور وزن اٹھانے دونوں کو حرام سمجھتے تھے۔ ۳ کچھ جانوروں کو خاص کر رکھا تھا کہ ان کے ذبح کے وقت خدا کا نام نہیں لیتے تھے بلکہ بتوں کا نام لیا کرتے تھے۔ ۴ جن جانوروں کا نام بحیرہ اور سائبہ رکھ کر بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے ان کے ذبح کے وقت اگر بچہ پیٹ سے زندہ نکلتا تو اسکو بھی ذبح کر لیتے اور اس کو صرف مردوں کے لئے کھانا حلال سمجھتے عورتوں کے لئے حرام اور اگر بچہ مردہ نکلتا تو اسکا کھانا عورتوں کے لئے بھی حلال سمجھتے اور اس کو عورت مرد سب کھاتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ تمام عقیدے انھوں نے اپنی طرف سے گھڑ رکھے ہیں، اور ان کو جھوٹ اللہ کی طرف منسوب کرکے اس الزام و بہتان لگاتے ہیں جس کی ان کو جلد ہی سزا مل جائے گی۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ

واقعی خرابی میں پڑ گئے وہ لوگ جنھوں نے اپنی اولاد کو محض براہ حماقت بلا کسی سند کے قتل کر ڈالا

حَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ؕ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا

اور جو حلال چیزیں ان کو اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے کو دی تھیں ان کو حرام کر لیا محض اللہ پر افتراء باندھنے کے طور پر

كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۴۰﴾

بیشک یہ لوگ گمراہی میں پڑ گئے اور کبھی راہ پر چلنے والے نہیں ہوئے

تفسیر اس آیت میں فرمایا گیا کہ یہ مشرکین عرب دنیا و آخرت دونوں جگہ نقصان میں رہے دنیا میں اس طرح کہ اپنے قیمتی مال و اولاد کو قتل کر دیا روزی کے خوف سے جب کہ ان کا رزق خدائے تعالیٰ دیتے ہیں اور اسی طرح غلط عقیدوں میں پھنس کر بہت سے جانوروں کے گوشت کھانے اور ان کے دودھ پینے، اور ان سے سواری، باربرداری اور کھیتی وغیرہ میں کام لینے سے محروم رہے۔ اور آخرت کا نقصان یہ ہے کہ ان کفریہ شرکیہ اعمال کی وجہ سے دردناک اور شدید عذاب بھگتنا پڑے گا۔

آیت کے اخیر میں فرمایا گیا کہ بیشک یہ لوگ راہ سے بھٹک گئے، گمراہ ہو گئے اور یہ کبھی راہ پر چلنے والے نہیں ہوئے یعنی پہلے بھی گمراہی میں پھنسے رہے اور اب بھی گمراہی کا شکار ہیں۔

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ

وہی اللہ پاک ہے جس نے باغات پیدا کئے وہ بھی جو ٹٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں اور وہ بھی جو ٹٹیوں پر نہیں چڑھائے جاتے اور کھجور

وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ

کے درخت اور کھیتی جن میں کھانے کی چیزیں مختلف طور کی ہوتی ہیں اور زیتون اور انار جو باہم ایک دوسرے کے مشابہ ہوتے

مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ

ہیں اور کبھی ایک دوسرے کے مشابہ نہیں ہوتے ان سب کی پیداوار کھاؤ جب وہ نکل آئے اور اس میں جو حق واجب

وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ

ہے وہ اس کے کاٹنے کے دن (مسکینوں کو دیا کرو اور حد سے مت گزرو یقیناً وہ حد سے گذرنے والوں کو ناپسند

الْمُسْرِفِيْنَ ۝۱۴۱ وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ۭ كُلُوْا مِمَّا

کرتے ہیں اور مواشی میں اونچے قد کے اور چھوٹے قد کے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تم کو دیا ہے کھاؤ

رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝۱۴۲

اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو بلاشک وہ تمہارا صریح دشمن ہے

اللہ کی قدرت کاملہ

ان دونوں آیتوں میں اللہ پاک کی قدرت کاملہ کا ذکر ہے ارشاد ہے کہ خدا کی ذات وہ ہے جس نے سب طرح کے باغات پیدا کئے وہ بھی جو کہ ٹٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں جیسے انگور کی بیلیں اور وہ بھی جو کہ ٹٹیوں پر نہیں چڑھائے جاتے جیسے تمام تنہ دار درخت یا باوجود بیلدار ہونے کے ان کو ٹٹیوں پر چڑھانے کی عادت نہیں جیسے تربوز اور خربوزہ کی بیل، اسی طرح خدائے تعالیٰ نے کھجور کے درخت اور کھیتی پیدا کی جن سے کھانے کی چیزیں مختلف قسم کی حاصل ہوتی ہیں، اور اس طرح زیتون اور انار کو بھی پیدا کیا جو کہ ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہوتے ہیں اور نہیں بھی ہوتے یعنی ان میں سے ہر ایک کے پھل کچھ ایسے ہوتے ہیں جو رنگ اور ذائقہ کے اعتبار سے ایک جیسے ہوتے ہیں اور کچھ ایسے ہوتے ہیں جن کا رنگ اور ذائقہ الگ الگ ہوتا ہے۔

خدا کی قدرت کاملہ کا یہ واضح ثبوت ہے کہ اس نے ایک ہی آب و ہوا سے مختلف قسم کے درخت پیدا فرمائے اور پھر ان درختوں کے پھل مختلف رنگ، مختلف ذائقہ اور مختلف تاثیر والے پیدا کئے اسی طرح خدائے تعالیٰ نے جانوروں کو بھی مختلف قد کے پیدا کئے کوئی لمبا چوڑا اونچے قد کا ہے کوئی پتلا دبلا چھوٹے قد کا ہے اور پھر ان میں باہم ہزاروں قسمیں ہیں، بہرحال یہ تمام چیزیں اس طرح کی ہیں کہ اگر ان میں کوئی معمولی سی عقل والا انسان بھی غور کرے تو وہ بھی اس بات کے ماننے پر مجبور ہو جائے کہ ہاں واقعی کوئی ذات ایسی کامل قدرت و اختیار والی ہے جس نے دونوں جہان کے ذرّے ذرّے کو پیدا کیا اور حقیقت میں صرف وہی عبادت و بندگی اور اطاعت و فرمانبرداری کا مستحق ہے اس کے علاوہ کسی کے سامنے سر جھکانا بے عقلی اور احسان فراموشی ہے۔

ان چیزوں کی پیدائش و پیداوار کو ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے دو باتوں کا حکم فرمایا اوّل یہ کہ ان درختوں سے جو کچھ پیدا ہو اس کو کھاؤ وہ تمہارے ہی فائدے کے لئے خالق دو عالم نے پیدا کیا ہے اور اسی

طرح جانوروں میں سے جن کو شریعت نے تمہارے لئے حلال کر دیا ہے کھاؤ، دوسرے یہ حکم فرمایا کہ اس پیداوار میں جو حق شریعت سے واجب ہے یعنی خیر خیرات وغیرہ وہ اس کے کاٹنے اور توڑنے کے دن بقدر امکان غریبوں اور مسکینوں کو دیدیا کرو۔

فضول خرچی کی ممانعت

فضول خرچی کو اللہ تعالیٰ کسی موقع پر بھی پسند نہیں فرماتے۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ اس دینے میں بھی شرعی حد سے مت بڑھو کیونکہ اللہ تعالیٰ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔

حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ حضرت ثابت بن قیسؓ نے پانچ سو درخت کی کھجوریں توڑ کر ایک ہی دن میں غریبوں کو تقسیم کر دیں اور اپنے بیوی بچوں، گھر والوں کے لئے کچھ نہ بچایا تو اس پر یہ آیت وَلَا تُسْرِفُوْا الخ نازل ہوئی جس میں کسی بھی معاملہ میں حد سے بڑھنے کو منع فرمایا گیا ہے۔ مفتی شفیع صاحبؒ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کی راہ میں اگر کوئی شخص اپنا تمام مال بلکہ اپنی جان بھی دیدے تو اس کو فضول خرچی نہیں کہا جا سکتا بلکہ حق کی ادائیگی کہنا بھی مشکل ہے پھر اس جگہ فضول خرچی سے منع کرنے کا کیا مطلب؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی خاص شعبہ میں فضول خرچی کا نتیجہ عادۃً دوسرے شعبوں میں قصور و کوتاہی کا ذریعہ ہوا کرتا ہے جو شخص اپنی خواہشات میں بے دریغ حد سے زائد خرچ کرتا ہے وہ عموماً دوسروں کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کیا کرتا ہے یہاں اسی کوتاہی سے روکا گیا ہے یعنی ایک طرف کوئی شخص اپنا تمام مال اللہ کی راہ میں لٹا کر خالی ہو بیٹھے تو اہل و عیال اور دوسرے رشتہ داروں بلکہ خود اپنے نفس کے حقوق کیسے ادا کرے گا، اس لئے یہ ہدایت کی گئی کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں بھی درمیانہ روی سے کام لے تاکہ سب کے حقوق ادا ہو سکیں۔

چونکہ اس طرح کی تمام حرکتوں کے لئے شیطان ہی ابھارتا ہے کہ ایک مستحب چیز پر عمل کرا کر واجب کو ترک کرا دیتا ہے اس لئے آیت کے اخیر میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ہوشیار فرمایا کہ تم شیطان کے کہنے پر مت چلو، یہ تمہارا کھلا دشمن ہے جب بھی موقع ملتا ہے تم کو گناہ میں مبتلا کر کے مستحق جہنم بنا دیتا ہے

اقوال و تحقیق وَاٰتُوْا حَقَّهٗ الخ اس میں علماء کے تین اقوال ہیں ۱ حضرت ابن عباسؓ عطاء، ابن عمر، مجاہد، سعید وغیرہم رحمہم اللہ، یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اس حق کے ادا کرنے سے مراد زکوۃ یعنی عشر دسواں یا چالیسواں حصہ ہے گو مدنیہ میں آکر دوسرے برس آیت زکوۃ نازل ہوئی مگر اس سے پہلے واجب ہو گا خصوصاً کھیتی اور پھلوں میں کچھ تعجب کی بات نہیں اور ممکن ہے کہ یہ آیت بھی مدنی ہو، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس آیت سے جس طرح ہر قسم کی پیداوار (بقیہ ص ۲۳ پر)

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ۭ قُلْ

(اور یہ مواشی) آٹھ نر و مادہ (پیدا کئے) یعنی بھیڑ (اور دنبہ) میں دو قسم (نر و مادہ) اور بکری میں دو قسم (نر و مادہ) آپ

ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ

(ان سے) کہئے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں نروں کو حرام کہا ہے یا دونوں مادہ کو یا اس بچہ کو جس کو دونوں مادہ (اپنے) پیٹ

الْاُنْثَيَيْنِ ۭ نَبِّـُٔوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ وَمِنَ الْاِبِلِ

میں لئے ہوئے ہیں، تم مجھ کو کسی دلیل سے تو بتلاؤ، اگر تم سچے ہو، اور اونٹ میں دو قسم اور گائے (بھینس) میں

اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ۭ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ

دو قسم آپ کہئے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں نروں کو حرام کہا ہے یا دونوں مادہ کو یا اس (بچہ) کو جس کو

اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاۗءَ اِذْ

دونوں مادہ (اپنے) پیٹ میں لئے ہوئے ہوں کیا تم (اس وقت) حاضر تھے جس وقت اللہ تعالیٰ نے تم کو

وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا

اس (تحریم و تحلیل) کا حکم دیا تو اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر بلا دلیل جھوٹ تہمت لگائے

لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ ع ۱۷ ۲۴ ۲

تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو راستہ نہ دکھلائیں گے

تفسیر

اس سے پہلی آیات میں بیان ہوا کہ مشرکین عرب نے بہت سے چوپائے اپنے لئے حرام کر رکھے تھے، اس آیت میں آٹھ کا ذکر فرمایا وہ اس لئے کہ اہل عرب چار قسم کے جانور زیادہ پالا کرتے تھے، اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری، چار یہ اور چار ان کی مادہ کل ملا کر آٹھ ہو جاتے ہیں۔

(بقیہ احوال و تحقیق ۳۳) زمین میں عشر واجب ہے بلا کاشت وغیرہ کی قید کے، اسی طرح ہر مقدار پر بھی واجب ہے، خواہ وہ پانچ وسق ہو، جمہور پانچ وسق میں عشر کہتے ہیں ۱۲ حضرت علی بن حسین، عطاء مجاہد، حماد وغیرہ حضرات فرماتے ہیں کہ اس سے عشر و نصف عشر کے علاوہ فقراء کو دیدینا ہے جو کہ کھیت اور باغ میں آجاتے ہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ زکوۃ تو مدینہ میں فرض ہوئی اور یہ آیت مکی ہے مفسر حقانی اس قول کو قوی بتلاتے ہیں ۱۳ سعید بن جبیر وغیرہ حضرات فرماتے ہیں کہ یہ حکم مکہ میں تھا مگر جب مدینہ میں زکوۃ عشر یا نصف عشر مقرر ہو گیا تو یہ حکم منسوخ ہو گیا (واللہ اعلم)

ان کے متعلق مشرکین عرب سے سوال کیا جارہا ہے کہ بتلاؤ تمہارے لئے ان جانوروں کے نروں کو حرام کیا گیا ہے، یا ان کی اداؤں کو یا ان کے بچوں کو خواہ وہ نر ہو یا مادہ - ایک مرتبہ مالک بن عوف حشمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ ہمارے بڑوں کے بہت سے کاموں کو حرام بتلاتے ہیں، حضورؐ نے فرمایا کہ تم نے بہت سے جانوروں کو بلا کسی دلیل کے حرام بنا رکھا ہے، اور پھر فرمایا کہ اللہ نے یہ آٹھوں جانور کھانے اور فائدہ حاصل کرنے کو پیدا کئے ہیں، پھر یہ حرمت کس طرح آئی نر کی طرف سے یا مادہ کی طرف؟ مالک بن عوف حیران ہو کر لاجواب ہو گیا، اور دل ہی دل میں سوچنے لگا اگر نر کی طرف سے کہوں تو تمام نر کو حرام ماننا پڑے گا اور اگر مادہ کی طرف سے کہوں تو تمام مادہ حرام ماننی پڑیں گی، اور اگر بچہ کی طرف سے کہوں تو نر اور مادہ دونوں کو حرام ماننا پڑے گا، اسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا کہ حضورؐ نے فرمایا، مالک بولتے کیوں نہیں، مالک نے عاجز آکر یہ کہا کہ آپؐ بولتے جائیے میں آپ کی بات سن رہا ہوں -

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین پر ملامت کرتے ہوئے فرمایا جس وقت ہم نے حلال و حرام کا حکم فرمایا کیا تم اس وقت موجود تھے اگر ایسا نہیں اور یقیناً تم موجود نہ تھے تو پھر تم سے بڑا ظالم کون ہوگا جو بلا کسی دلیل و ثبوت کے ایک دم خدا پر جھوٹا الزام لگائے تاکہ اس سے لوگوں کو گمراہ کرے یاد رکھو اللہ تعالیٰ ان ظالموں کو آخرت میں جنت کا راستہ نہیں دکھاویں گے بلکہ ان کو دوزخ میں بھیج دیا جائے گا۔

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ

آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ہیں ان میں تو میں کوئی حرام غذا پاتا نہیں

اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ

کسی کھانے والے کیلئے جو اسکو کھاوے مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا یہ کہ بہتا ہوا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو

فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ

کیونکہ وہ بالکل ناپاک ہے یا جو شرک کا ذریعہ ہو کہ غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو پھر جو بیتاب ہو جاوے بشرطیکہ نہ تو

بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۴۵﴾

طالب لذت ہو اور نہ تجاوز کرنے والا ہو تو واقعی آپ کا رب غفور رحیم ہے۔

شان نزول

جس وقت آیت ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ الخ جس کی تفسیر ابھی گذری حضرات صحابہ رضہ کے سامنے آئی تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کیا کہ حرام کیا کیا چیزیں ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی، جس میں ارشاد ہے کہ اے محمدؐ آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ احکامات مجھے وحی کے ذریعہ

میرے پاس آئے ہیں، میں تو ان میں کھانے کے لئے کسی بھی مرد و عورت کے لئے کوئی چیز حرام نہیں پاتا، سوائے چار چیزوں کے ۱ مردار :- اس میں درندوں کا پھاڑا ہوا، منہ وغیرہ سے مارا ہو، بغیر ذبح کیا ہوا جانور بھی داخل ہے ۲ بہتا ہوا خون :- حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا اس سے مراد وہ خون ہے جو زندہ جانوروں کی گردن کی رگوں سے ذبح کرتے وقت نکلتا ہے، مفسر حقانی نے لکھا ہے کہ اسی طرح وہ خون بھی اس میں داخل ہے جو زخم سے یا کاٹنے سے نکلتا ہے، ہاں جما ہوا خون اس میں داخل نہیں۔ جیسے کلیجی، تلی اور وہ خون جو گوشت کے ساتھ لگا رہ جاتا ہے۔ ۳ خنزیر کا گوشت :- جس طرح اس کا گوشت حرام ہے اسی طرح اس کے بدن کی تمام چیزیں کھال بال وغیرہ کا استعمال حرام ہے، اس کے حرام ہونے کی وجہ قرآن یہ بتلاتا ہے کہ یہ گندہ و ناپاک ہے ۴ وہ جانور جو گناہ اور شرک کا ذریعہ ہو یعنی وہ قربانیاں جو بتوں کے نام سے ذبح کی جائیں۔

اسکے بعد اللہ پاک نے اپنی رحمت کے سبب مجبور لوگوں کے لئے گنجائش کردی کہ اگر تم بھوک سے لاچار ہو جاؤ اور ان مذکورہ حرام چیزوں کے علاوہ تمکو کھانے کے لئے کچھ نہ ملے تو پھر بلا لذت کے ارادہ سے صرف اتنا کھا سکتے ہو جس سے جان بچ سکے۔

ایک شبہ کا حل

یہاں پر ایک شبہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کریم نے اس آیت میں اور دوسری کئی جگہ صرف انہی چار چیزوں کے کھانے کو حرام فرمایا ہے جبکہ ان کے علاوہ اور بہت سی چیزوں کا کھانا پینا حرام ہے مثلاً کتا، بھیڑیا، گیدڑ، شیر، گدھا اور تمام درندے، اسی طرح شراب، پیشاب، پاخانہ وغیرہ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ قرآن نے چار ہی چیزوں کو حرام فرمایا ہے مگر ان چار کے ضمن میں اور چیزیں بھی ہیں جو انھی چار چیزوں سے سمجھی جاتی ہیں جن کی تفصیل رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ و تابعینؒ اور ائمہ مجتہدینؒ نے فرمائی ہے، مثلاً اسی آیت میں خنزیر کو حرام بتلانے کے بعد اس کی وجہ بیان فرمادی کہ یہ ناپاک ہے، بس اس ناپاکی کو کتے اور دوسرے درندوں میں دیکھ کر ان پر بھی حرام کا حکم لگا دیا گیا، اسی طرح شراب کو بھی قرآن میں ناپاک فرمایا گیا ہے، اسی طرح خون بھی نجس ہے پس قرآن میں بطور نمونہ ان چیزوں کا ذکر کردیا تاکہ ان پر دوسری چیزوں کو قیاس کرلیا جائے۔

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ

اور یہود پر ہم نے تمام ناخن والے جانور حرام کردیئے تھے، اور گائے اور بکری میں سے ان دونوں کی

حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا

چربیاں ان پر ہم نے حرام کردی تھیں مگر وہ جو ان کی پشت پر یا انتڑیوں میں لگی ہو

أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۚ ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ

یا جو ہڈی سے ملی ہو ان کی شرارت کے سبب ہم نے ان کو یہ سزا دی تھی، اور ہم یقیناً سچے ہیں۔

(۱۴۶) فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ رَبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ ۖ وَلَا يُرَدُّ

پھر اگر یہ آپ کو کاذب کہیں تو آپ کہہ دیجئے کہ تمہارا رب بڑی وسیع رحمت والا ہے اور اس

بَأْسُهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ (۱۴۷)

کا عذاب مجرم لوگوں سے نہ ٹلے گا

تفسیر اللہ پاک کی عادت ہے کہ جب کوئی اس کی نافرمانی کرتا ہے تو اس کو آخرت میں سزا ملنا تو یقینی ہے ہی، کبھی کبھی دنیا میں بھی مختلف انداز سے سزا دیتے ہیں چنانچہ یہودیوں نے جب زیادہ سرکشی و نافرمانی کی مثلاً دوسروں کا مال چھین کر کھا لینا، سود لینا، لوگوں کو خدا کی فرمانبرداری سے روکنا، اور حد تو یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو قتل کرنا وغیرہ جب ان کی نافرمانی اس حد تک بڑھ گئی تو خدائے تعالیٰ نے ان کو دنیا میں چند نعمتوں سے محروم کر دیا، اول ان کے لئے تمام ناخن والے جانور حرام قرار دیدیئے، دوم یہ کہ گائے اور بکری کی چربی کا استعمال حرام کر دیا، البتہ وہ چربی ان کے لئے جائز تھی جو ان دونوں کی کمر پر یا انتڑیوں پر لگی ہو اور وہ چربی جو ہڈیوں سے ملی ہوئی ہو۔

اسکے بعد فرمایا کہ اے محمد اگر وہ مشرکین و یہود یہ باتیں سنکر آپ کو جھوٹا بتلائیں تو آپ ان سے فرما دیجئے کہ خدائے تعالیٰ بڑی رحمت والا ہے جو تمہارے جھٹلانے پر تمہاری پکڑ فوری نہیں کرتا، اس سے یہ مت سمجھ بیٹھنا کہ ہمیشہ یونہی اس کے عذاب سے بچے رہو گے، بس جب اس کے عذاب کا مقررہ وقت آجائیگا تو پھر تم پر سے کسی طرح نہ ٹلے گا۔

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا

یہ مشرک لوگ یوں کہتے کو ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا

وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ

اور نہ ہم کسی چیز کو حرام کہہ سکتے، اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں انھوں نے بھی تکذیب کی تھی

ذَاقُوا بَأْسَنَا ۗ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا ۖ

یہاں تک کہ انھوں نے ہمارے عذاب کا مزہ چکھا آپ کہئے کہ کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے تو اس کو ہمارے روبرو

إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ﴿۱۴۸﴾

ظاہر کرو تم لوگ محض خیالی باتوں پر چلتے ہو اور تم بالکل اٹکل سے باتیں بناتے ہو

قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۱۴۹﴾

آپ کہئے کہ پس پوری حجت اللہ ہی کی رہی پھر اگر وہ چاہتا تو تم سب کو راہ پر لے آتا

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَاءَكُمُ الَّذِينَ يَشْهَدُونَ أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ هَٰذَا ۚ

آپ کہئے کہ اپنے گواہوں کو لاؤ جو اس بات پر شہادت دیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو حرام

فَإِنْ شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ

کر دیا ہے پھر اگر وہ گواہی دیدیں تو آپ اس شہادت کی سماعت نہ فرمائیے اور ایسے لوگوں کے باطل خیالات

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَهُمْ

کا اتباع مت کرنا جو ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور اپنے رب کی

بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ ﴿۱۵۰﴾

برابر دوسروں کو ٹھیراتے ہیں۔

تفسیر

مشرکین کی ایک عادت یہ بھی تھی کہ جب ان کو دین اسلام کی دعوت دی جاتی اور ان کی غلط حرکتوں پر شرم و غیرت دلائی جاتی تو یہ کہتے کہ اگر یہ باتیں خدائے تعالیٰ کو پسند نہ ہوتی تو وہ ہم سے اور ہمارے بڑوں سے کیوں ہونے دیتا۔

چنانچہ قرآن کریم کی اس آیت میں بطور پیشین گوئی یہ فرما دیا گیا کہ یہ کفار و مشرکین عنقریب ایسا کہیں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم کو اور ہمارے باپ داداؤں کو شرک نہ کرنے دیتا اور نہ کسی حلال چیز کو حرام کرنے دیتا۔ اس کا جواب اللہ پاک نے ان آیات میں یہ دیا ہے کہ تمہارا اس طرح کی باتیں کرنا یہ رسول کو جھٹلانا ہے، اور اس کا تفصیلی جواب یہ ہے جیسا کہ اس سے پہلے بھی لکھا جا چکا کفار و مشرکین جو یہ سمجھتے ہیں جب کہ ہم کو کوئی سزا نہیں دی جا رہی ہے بلکہ ہر طرح کی عیش ہم کو حاصل ہے تو اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ اللہ ہم سے راضی ہے مگر یہ سراسر غلط اور ایک شیطانی فریب ہے، اللہ تعالیٰ اپنی مشیت کے مطابق ہر انسان کو اس کے کاموں میں آزاد چھوڑے ہوئے ہے، چاہے وہ اچھا کرے یا برا، اور اپنے رسولوں کے ذریعہ اس نے یہ بات سمجھا دی ہے کہ ہم خوش اس سے ہیں جو ہماری رضا و خوشنودی کے اچھے کام کرتا ہے، یہ بالکل اسی طرح ہے کہ ایک باپ جو اپنے نافرمان، فضول خرچ لڑکے کے تمام اخراجات اٹھاتا

ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ باپ اسکی غلط حرکتوں اور فضول خرچی سے خوش ہے، اس کے بعد فرمایا کہ ان سے پہلے جو لوگ گذر چکے انھوں نے بھی اسطرح رسولوں کو جھٹلایا تھا جس کے بدلے ہم نے انکو سخت عذاب دیا، ان مشرکین کو اللہ تعالیٰ غلط کاموں سے ایک دوسرے طریقہ سے روکتا ہے کہ اچھا یہ بتاؤ کہ اس بات کا تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ اللہ تمہارے شرک وغیرہ سے خوش ہے، ظاہر ہے کہ ان کے پاس کوئی ایسا ثبوت نہیں جسکو یہ اپنے دعویٰ پر پیش کر سکیں لہذا خود ہی فرمایا ہے کہ تم لوگ محض خیالی باتوں پر چلتے ہو اور تم بالکل اٹکل سے باتیں کرتے ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ ان مشرکین وکفار سے کہیئے کہ پوری غالب دلیل تو اللہ ہی کی رہی، یعنی اللہ تعالیٰ نے احکامات شریعت کی جو دلیل بیان فرمائی وہ تمہارے خلاف مکمل ہے اور جو دلیل تم نے پیش کی وہ ناقص ہے۔ رد ہو گئی، پس اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو تم سب کو ہدایت یاب کر دیتے مگر اللہ تعالیٰ کی بہت سی حکمتیں ہیں کسی کو ایمان کی توفیق دی کسی کو نہیں، اب اگر اس پر کوئی یہ کہے کہ پھر خدائے تعالیٰ نے کفار ومشرکین کو ایمان کی توفیق کیوں نہیں دی، تو یہ بات بالکل ایسی ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ اللہ نے فلاں کو مرد کیوں بنایا عورت کیوں نہ بنا دیا، سانپ میں زہر کیوں رکھا اور تریاق میں زہر ختم کرنیکی تاثیر کیوں رکھی وغیرہ جس طرح یہ تمام باتیں بیکار ہیں بس اسی طرح یہ بات بھی فضول ہے کہ خدا کی مشیت نے سب کو ایمان کی توفیق کیوں نہیں دی۔ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَاءَكُمُ الخ اس آیت میں ان مشرکین سے سوال ہو رہا ہے کہ تم جو بہت سی چیزوں کے متعلق یہ کہتے ہو کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر رکھا ہے تو کیا تمہارے پاس گواہ بھی ہے یا یوں ہی کہتے ہو، پھر اگر وہ اتفاق سے فرضی جھوٹے گواہ بنا کر لے آئیں اور وہ گواہی دیدیں، چونکہ وہ اس گواہی میں یقیناً جھوٹے ہیں اس لئے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ انکی شہادت وگواہی کی سماعت وتصدیق نہ کیجئے، بس اے مخاطب ایسے لوگوں کے غلط اور باطل خیالات کی پیروی مت کرنا جو ہماری آیتوں کو جھوٹا کہتے ہیں اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور اپنے پروردگار کے برابر دوسروں کو ٹھہراتے ہیں یعنی شرک کرتے ہیں۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ

آپ کہیئے کہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن کو تمہارے رب نے تم پر حرام فرمایا ہے وہ یہ کہ اللہ

شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ

تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کیا کرو اور اپنی اولاد کو افلاس کے سبب قتل مت

اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ

کیا کرو ہم ان کو اور تم کو رزق دیں گے اور بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں ان کے پاس بھی مت جاؤ خواہ وہ علانیہ ہوں

مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ

اور خواہ پوشیدہ ہوں، اور جس کا خون کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل مت کرو ہاں

اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۱۵۱ وَلَا

مگر حق پر اس کا تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو اور یتیم

تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ

کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو کہ مستحسن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے سن

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا

بلوغ کو پہنچ جائے، اور ناپ تول پوری پوری کیا کرو انصاف کے ساتھ ہم کسی شخص کو اسکے امکان سے

وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ

زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور جب تم بات کیا کرو تو انصاف رکھا کرو گو وہ شخص قرابت دار ہی ہو

وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۲﴾

اور اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا کرو اس کو پورا کیا کرو ان کا اللہ نے تمکو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ

یاد رکھو، اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو کہ مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت

فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۳﴾

چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی اسکا تم کو اللہ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم احتیاط رکھو

ان آیات کی فضیلت

حضرت ابن مسعود رضؓ نے فرمایا کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت کو دیکھنا چاہے وہ ان تین آیتوں کو پڑھے (سمجھے اور غور کرکے عمل کرے) حضرت عبادہ بن صامتؓ سے منقول ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: کون ہے جو مجھ سے تین آیتوں پر بیعت کرے، پھر آپ نے یہی تین آیتیں تلاوت فرما کر ارشاد فرمایا، جو شخص اس بیعت کو پورا کرے گا تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہوگیا۔

ان تین آیتوں میں اللہ پاک نے حضور کو مخاطب کرکے مشرکین کو یہ تعلیم فرمایا کہ جن چیزوں کو تم نے اپنے لئے حرام کر رکھا ہے وہ حرام نہیں، بلکہ ہم بتلاتے ہیں تمھیں وہ چیزیں جو حرام ہیں اور تمھیں جن کی رعایت کرنا چاہیئے اور پھر دس احکام تعلیم فرمائے۔

۱ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک مت کرو جیسا کہ عرب کی جاہل قومیں کہیں بتوں کو، کہیں ستاروں کو، کہیں جنوں کو، اور کہیں انبیاء وصلحاء کی روحوں کو خدائی اختیارات میں دخیل وحصہ دار اور شریک مانتی تھیں اور انھیں نفع دینے اور نقصان سے بچانے والی سمجھ کر پکارتی، ان کی نذر ومنت مانتی ــــ الحاصل اس میں ہر قسم کے شرک اور ہر فرقہ کے شرکیہ افعال کو حرام فرمادیا گیا۔

ہے اپنے ماں باپ کیساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ اور انکی فرمانبرداری کرو اور جسطرح ہوسکے ان کی خدمت کرو ۳ اپنی اولاد کو قتل مت کرو فقر و فاقہ اور تنگدستی کے ڈر سے، ہم تمکو بھی رزق دینگے اور ان کو بھی، زمانۂ جاہلیت میں عام طور پر یہ دستور تھا کہ وہ اپنی اولاد کو اس ڈر سے کہ ان کو کھانے کو کہاں سے دیں گے اور اسی طرح معصوم بچیوں کو اس خوف سے کہ ہمارا کوئی داماد بنیگا نیز انکی پرورش کس طرح کریں گے قتل کرتے تھے، اس آیت میں یہ بتلا دیا کہ بچوں کے لئے رزق پیدا کرنا، ان کی پرورش کرنا، اس کے ذمہ دار تم نہیں، یہ کام اللہ تعالیٰ کا ہے تم بھی اسی کے محتاج ہو وہ تمکو رزق دیتا ہے تو تم اولاد کو دیتے ہو، خدائے تعالیٰ اگر تمکو رزق نہ دے تو اے انسان تمھاری کیا مجال ہے کہ ایک دانہ گیہوں وغیرہ کا خود پیدا کرلو، زمین کے اندر سے بیج کو ایک کونپل کی صورت میں منوں مٹی کو چیر پھاڑ کر نکالنا پھر اس کو پودے اور درخت کی شکل دینا اور پھر اس پر غلّہ اور پھول و پھل لگانا کس کا کام ہے، کیا ماں باپ یہ کام کرسکتے ہیں، نہیں ہرگز نہیں بس یہ تو خالق دو عالم قادر مطلق اللہ جلّ شانہٗ کی قدرت و حکمت کے کرشمے ہیں، انسان کے عمل کو تو صرف اتنا دخل ہے کہ وہ زمین کو نرم کردے اور پودا نکلے تو پانی دیدے اور اس کی حفاظت کرلے، باقی غلّہ اور پھول و پھل کے پیدا کرنے میں اس کو ذرہ برابر بھی قطعاً دخل نہیں، معلوم ہوا کہ ماں باپ کا یہ سمجھنا بالکل غلط اور بے بنیاد ہے کہ ہم بچوں کو رزق دیتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کے خزانۂ غیب سے والدین کو بھی رزق دیا جاتا ہے کہ تم اپنے بچوں کو بھی پہنچاؤ

آج دنیا اسی رزق کی تنگی کے خوف و ڈر سے اولاد کشی کی طرف قدم بڑھا رہی ہے، یہ برتھ کنٹرول ضبط ولادت کیا چیز ہے، صرف نام کا ہیر پھیر ہے نہیں تو حقیقت میں زمانۂ جاہلیت کی اسی رسم و دستور کی یادگار ہے۔

مفسّر حقانی اور صاحب معارف لکھتے ہیں کہ اولاد کی تعلیمی اور اخلاقی تربیت نہ کرنا اور بے دینی کے لئے آزاد چھوڑ دینا کہ جس کے نتیجے میں وہ خدا و رسول کی اطاعت اور آخرت کی فکر سے غافل رہے بداخلاقیوں اور بے حیائیوں میں پھنسا رہے یہ بھی اولاد کے قتل سے کم نہیں، قرآن کریم نے ایسے شخص کو مردہ کہا ہے جو اللہ کو نہ پہچانے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری نہ کرے۔

۴ بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں ان کے پاس بھی مت جاؤ خواہ وہ ظاہرہ ہوں یا پوشیدہ، محشی و مفسر حقانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ زناکاری، بے پردگی، سینما بینی، ناچ گانے، ڈانس اور ڈرامے غیر ضروری فیشن، گالم گلوچ، ناول اور فحش لٹریچر، ڈاڑھی منڈانا، انگریزی بال وغیرہ، غرضیکہ جتنے بھی غیر اسلامی طور و طریق ہیں وہ سب اس میں آگئے۔

۵ جس شخص کا خون اللہ نے حرام کردیا ہے اس کو قتل مت کرو، مگر حق پر، اور اس حق کی تفصیل حضور علیہ السلام نے یہ فرمائی کہ کسی مسلمان کا خون کرنا حلال نہیں مگر تین باتوں پر، اوّل وہ شخص جو شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا میں مبتلا ہوجائے، دوم جس نے کسی کو ناحق قتل کردیا ہو اس کے بدلے میں اس کو

بھی قتل کر دیا جائے، سوم جو اپنے دین حق کو چھوڑ کر مرتد ہو جائے۔

۶ یتیم بچوں کے مال کو مت کھاؤ بلکہ اس کی حفاظت کرتے رہو یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے اور ان میں یہ صلاحیت ہو جائے کہ وہ اپنے مال کو محفوظ رکھ سکتے ہیں تو ان کے سپرد کر دو۔

۷ ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا پورا کیا کرو، چونکہ لین، دین عام طور پر انھی دو طریقوں سے ہوتا ہے اس لئے قرآن نے انھی کو ذکر فرمایا ورنہ اصل یہ ہے کہ دوسرے کے کسی بھی حق میں کمی کرنے کی سخت ممانعت ہے

۸ جب تم گواہی یا فیصلہ وغیرہ میں بات کیا کرو تو اس میں انصاف کا پورا پورا خیال رکھا کرو . . . . . چاہے وہ شخص جس کے مقابلہ میں تم وہ بات کہہ رہے ہو تمہارا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو مطلب یہ ہے کہ رشتہ داری کی وجہ سے بھی انصاف کو مت چھوڑو بلکہ ہر حال میں انصاف کو مدنظر رکھ کر سچ بولو

۹ اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو، اس سے وہ عہد بھی مراد ہو سکتا ہے جو کہ تمام انسانوں کی روحوں سے اللہ تعالیٰ نے کیا تھا، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا تھا، ہاں آپ ہمارے رب ہیں اور اس عہد کا تقاضا یہ ہے کہ خدائے پاک کے تمام احکاموں پر پابندی سے عمل کیا جائے اور اس سے وہ تمام عہد بھی مراد ہو سکتے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ نے انسان سے قرآن کریم میں مختلف جگہوں پر لئے ہیں، بعض علماء نے فرمایا کہ اس عہد سے مراد وہ نذر و منت ہیں جو انسان اللہ تعالیٰ سے کرتا ہے، خلاصہ یہ کہ یہ عہد خدا کے ان تمام حکموں اور اوامر و نواہی کو شامل ہے

۱۰ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دین اسلام میرا سیدھا راستہ ہے، اے انسانو تم اس راستہ پر چلو اس کو چھوڑ کر دوسرے راستوں پر مت چلو نہیں تو تم بھٹک جاؤ گے، حاصل یہ کہ خدا کی رضا و خوشنودی اور جنت حاصل کرنے کے لئے تم میرے راستے دین اسلام پر چلو اور جو مختلف راستے لوگوں نے اپنے خیالات اور شیطان کے مکر و فریب میں آکر بنا رکھے ہیں ان پر مت چلو ورنہ تم گمراہ ہو کر مستحق جہنم ہو جاؤ گے۔

یہ دس حکم اور اسکے علاوہ دوسرے احکامات خداوندی ایسے ہیں جن پر انسان آرام سے عمل کر سکتا ہے چنانچہ انھی آیات میں اللہ پاک نے فرمایا کہ ہم کسی کو کوئی حکم ایسا نہیں فرماتے جو اس کی طاقت و ہمت سے باہر ہو وہ اسکو نہ کر سکے، انھی آیات میں یہ بھی فرمایا کہ ہم نے تم کو ان چیزوں کا حکم اس لئے کیا ہے تاکہ تم ان کو سمجھ کر عمل کرو اور تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرو جس کے نتیجے میں تم کو لازمی طور پر خدا کی رضا و خوشنودی اور جنت حاصل ہوگی۔

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا

پھر ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی تھی، جس سے اچھی طرح عمل کرنے والوں پر نعمت پوری ہو اور سب

لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٥٤﴾

احکام کی تفصیل ہو جائے اور رہنمائی ہو اور رحمت ہو تاکہ وہ لوگ اپنے رب کے ملنے پر یقین لادیں

ع ۱۹ ۶

تفسیر اس سے پہلی آیات میں کفر و شرک کا رد اور توحید کے ثبوت کا بیان ہوا اب اس آیت میں رسالت و نبوت کا بیان ہے ارشاد ہے کہ یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے جس پر یہ لوگ اس قدر شور و غل مچا رہے ہیں بلکہ اس سے بھی پہلے ہم نے حضرت موسیٰ کو نبی بنایا اور ان کو آسمانی کتاب توریت دی، اس میں بھی ان مذکورہ چیزوں کو حرام کیا گیا تھا، اور اس میں تمام دینی باتوں کو بیان کیا گیا تھا کہ لوگ اس پر عمل کر کے ہدایت پائیں اور ہماری رحمت کے مستحق بنیں، نیز یہ کہ اس کتاب توریت کے ذریعہ وہ مرنے کے بعد اپنے رب سے ملنے کا یقین کر لیں، اور جس کو یہ یقین ہو جائے کہ مجھے احکم الحاکمین اور بادشاہوں کے بادشاہ سے ملنا ہے وہاں میری دنیوی تمام کارکردگی کے متعلق باز پرس ہوگی تو پھر کبھی یہ ہمت و جرأت نہیں ہو سکتی کہ وہ اپنے خالق و مالک کی مرضی کے خلاف کوئی بھی کام کرے۔

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ

اور یہ (قرآن) ایک کتاب ہے جس کو ہم نے بھیجا بڑی خیر و برکت والی سو اس کا اتباع کرو اور ڈرو تاکہ تم

تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ

پر رحمت ہو کبھی تم لوگ یوں کہنے لگتے کہ کتاب تو صرف ہم سے پہلے جو دو فرقے تھے ان پر نازل ہوئی تھی

مِنْ قَبْلِنَا وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿۱۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلُوْا

اور ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے محض بے خبر تھے یا یوں کہتے کہ اگر

لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ

ہم پر کوئی کتاب نازل ہوتی تو ہم ان سے بھی زیادہ راہ پر ہوتے سو اب تمہارے

جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ

پاس تمہارے رب کے پاس سے ایک کتاب واضح اور راہنمائی کا ذریعہ اور رحمت آ چکی ہے سو اس

مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ۭ سَنَجْزِي الَّذِيْنَ

شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو ہماری ان آیتوں کو جھوٹا بتلا دے اور اس سے رکے ہم ابھی ان لوگوں

يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْۗءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

کو جو کہ ہماری آیتوں سے روکتے ہیں ان کے اس روکنے کے سبب سخت سزا دیں گے۔

عرب کی ایک آرزو کی تکمیل

اہل عرب کا مدتوں سے یہود و نصاریٰ سے میل جول تھا، ان سے توریت و انجیل کی خوبیاں سن کر ان کے دل میں یہ آرزو ہوتی تھی کہ کاش ہمارے پاس بھی آسمانی کتاب نبی کی معرفت آجاتی، تو ہم ان یہود و نصاریٰ سے بھی زیادہ ہدایت پر آجاتے، لہذا اللہ پاک نے توریت کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا، لو یہ کتاب قرآن مقدس ہم نے نازل کردی ہے، جو بڑی خیر و برکت والی ہے، تم اس پر چلو اور پرہیزگاری اختیار کرو تاکہ تم پر خدا کی رحمت ہو، بس اب تمہارے لئے اس کتاب عظیم کے نازل ہوجانے کے بعد کوئی بھی عذر باقی نہ رہا کہ اللہ کی کتاب تو دو فرقوں یہود و نصاریٰ پر نازل ہوئی اور ہم ان کے پڑھنے اور سمجھنے سے بالکل ناواقف و بے خبر تھے، اور اس طرح قرآن عظیم کے نازل ہوجانے کے بعد اب ان اہل عرب کو یہ کہنے کی بھی گنجائش نہیں رہی کہ اگر ہمارے پاس کوئی آسمانی کتاب آجاتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت یاب ہوتے اور احکامات خداوندی پر پورا پورا عمل کرکے خوب ثواب حاصل کرتے اور جنت کے اعلیٰ مقامات میں جگہ پاتے مگر جب ان کے پاس اللہ کا رسول اور اس کی کتاب آگئی اور ان کی مدتوں کی آرزو پوری ہوگئی تو ان ظالموں نے اس کتاب عظیم کی جس میں واضح احکامات موجود تھے اور اسکے رسول محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کردیا، اس کو اللہ پاک نے اس آیت فَمَنْ اَظْلَمُ الخ میں فرمایا یعنی اس شخص سے زیادہ ظالم و ناشکرہ کون ہوگا جس نے اللہ کی آیتوں کو جھوٹا کہا اور ان سے اعراض و روگردانی کی، اور دوسروں کو بھی ان آیتوں کے ماننے اور ان پر عمل کرنے سے روکا، بس ہم ان لوگوں کو جنھوں نے دوسروں کو ان آیات پر ایمان لانے اور عمل کرنے سے روکا عنقریب سخت عذاب دیں گے۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ

یہ لوگ صرف اس امر کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آدیں یا ان کے پاس آپ کا رب

اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ۭ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ

آوے یا آپ کے رب کی کوئی بڑی نشانی آوے جس روز آپ کے رب کی بڑی نشانی آپہونچے گی

لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ

کسی ایسے شخص کا ایمان اس کے کام نہ آوے گا جو پہلے سے ایمان نہیں رکھتا، یا اس نے اپنے ایمان

فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ۭ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

میں کوئی نیک عمل نہ کیا ہو آپ فرمادیجئے کہ تم منتظر رہو ہم بھی منتظر ہیں

مشرکین عرب کی ہٹ دھرمی

مخالفین اسلام، اور مشرکین عرب کو جب توحید و رسالت پر واضح دلائل پیش کئے جا چکے اور بہت سے معجزات انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرنے کے بعد عالم آخرت کے سزا و جزا کے حالات تفصیل کے ساتھ ان کو سنا دیئے مگر پھر بھی کفار و مشرکین ایمان قبول کرنے کو تیار نہ ہوئے تو بالآخر ان سے یہی فرمایا گیا کیا تم اب اس بات کے منتظر ہو کہ موت کے فرشتے تمہارے پاس پہونچ جائیں، یا میدان حشر کے انتظار میں ہو کہ جس میں جزا و سزا کے لئے حق تعالیٰ شانہ تشریف لائیں گے، یا اس انتظار میں ہو کہ قیامت کی بعض آخری نشانیاں دیکھ لیں مگر یاد رکھو جب ایسا وقت آئے گا تو اس وقت تمہارا ایمان لانا بے فائدہ ہوگا۔

امام بخاری رح نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابوہریرہ رض کی یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک یہ واقعہ پیش نہ آجائے کہ آفتاب بجائے مشرق کے مغرب سے طلوع ہو، جب لوگ یہ نشانی دیکھیں گے تو سب ایمان لے آئیں گے، یہی وہ وقت ہوگا جس کے متعلق قرآن میں ارشاد ہے کہ اس وقت کسی کا ایمان لانا نفع نہیں دے گا،

اسی سے حضرات علماء نے یہ بات ثابت کی ہے کہ جب انسان پر نزع کا وقت شروع ہو جائے اور عالم آخرت کی نشانیاں نظر آنے لگیں تو اس وقت کا نہ ایمان لانا کچھ فائدہ دے گا اور نہ ہی توبہ قبول کی جائے گی۔

اس آیت میں جو یہ فرمایا گیا کہ تم کیا اس وقت کے منتظر ہو، جب اللہ پاک میدان حشر میں تشریف لائیں گے، یہ مضمون قرآن پاک کی بہت سی آیات میں بیان کیا گیا ہے، اب رہ جاتا ہے یہ سوال کہ اللہ تعالیٰ کا میدان حشر میں تشریف لانا کس شان اور کس کیفیت سے ہوگا؟ تو اس کا سمجھنا انسانی عقل سے باہر ہے، اس لئے حضرات صحابہ رض اور اسلاف امت کا مسلک اس قسم کی آیات کے متعلق یہ ہے کہ جو قرآن میں بیان کیا گیا ہے اس پر ایمان لایا جائے اور اس کی کیفیت کو اللہ کے حوالہ کیا جائے مثلاً اسی آیت میں جو فرمایا گیا ہے کہ اللہ پاک میدان حشر میں جزا و سزا کے لئے تشریف لائیں گے تو مسلمانوں کو اس کا یقین رکھنا چاہیئے کہ حق تعالیٰ ضرور تشریف لائیں گے، اب وہ کس شان سے اور کس کیفیت سے آتے ہیں یہ وہی جانیں اس کے سمجھنے سے ہماری عقل عاجز ہے۔

کفار و مشرکین کو قیمتی مشورہ

اس آیت میں کفار و مشرکین کو ایک بہت ہی قیمتی مشورہ دیا گیا ہے کہ اب موقع ہے ایمان لاکر خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کا اس کو تم ہاتھ سے مت جانے دو، اور جس وقت کے تم انتظار میں ہو اس وقت تمہارا ایمان قبول کرنا اور اپنے گناہوں سے معافی مانگنا کچھ نفع بخش نہ ہوگا، اس وقت

توبہ و استغفار کا دروازہ بند ہو چکا ہوگا۔

آیت کے اخیر میں حضور ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا کہ آپ ان کفار و مشرکین سے فرما دیجئے کہ اللہ کی تمام حجتیں پوری ہو جانے کے بعد بھی اگر تمہیں موت یا قیامت کا انتظار ہے تو تم انتظار کرو، ایمان نہیں لاتے تو نہ لاؤ، بس ہم بھی منتظر ہیں تمہارے ساتھ اللہ کا معاملہ دیکھنے کے، اس وقت تم مصیبت کا شکار ہوگے اور ہم مؤمنین انشاء اللہ چین و سکون سے ہوں گے۔

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ

بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے آپ کا ان سے کوئی

فِي شَيْءٍ ۚ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا

تعلق نہیں، بس ان کا معاملہ اللہ کے حوالہ ہے پھر ان کو ان کا کیا ہوا

يَفْعَلُونَ ﴿١٥٩﴾ مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا ۖ وَمَن

جتلا دیں گے جو شخص نیک کام کرے گا اس کو اس کے دس حصہ ملیں گے اور جو شخص

جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٦٠﴾

برے کام کرے گا سو اسکو اس کے برابر ہی سزا ملے گی اور ان لوگوں پر ظلم نہ ہوگا

تفسیر اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے کیونکہ آپ انسانوں کے غم میں گھلے جاتے تھے، اور یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح تمام انسان اللہ کے سیدھے راستے مذہب اسلام پر چلنے لگیں، اللہ پاک نے فرمایا اے محمد ان لوگوں کے متعلق آپ سے کوئی سوال اور باز پرس نہ ہوگی، جنھوں نے اپنے دین حق کو جدا جدا کر دیا اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ وہ دین کے بعض حصے پر ایمان لائے اور بعض کو چھوڑ دیا، اور ایک مطلب یہ ہے کہ دین میں نئے نئے راستے نکال کر مختلف گروہ اور فرقے بن گئے چنانچہ ترمذی شریف میں ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ قوم بنی اسرائیل میں سے بہتر فرقے ہو گئے تھے اور میری امت میں تہتر فرقے ہو جائیں گے، جن میں سے ایک کے علاوہ بقیہ تمام جہنمی ہوں گے، یہ سنکر صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون سا فرقہ ہوگا، آپ نے فرمایا جو میرے اور میرے ساتھیوں (حضرات صحابہؓ) کے طریقے پر چلے گا، اور جو ان کے طریقہ کو چھوڑ کر کسی نئے طریقہ پر چلے گا تو اسکا معاملہ اللہ کے سپرد ہے قیامت کے دن اللہ پاک ان کو ان کی غلط حرکتیں اور کرتوتیں جتلا دیں گے، کہ تم دنیا میں یہ سب میری

نافرمانیاں کرکے آئے ہو اور پھر ان کو سخت عذاب دیا جائیگا، اس کے بعد اللہ پاک نے اپنے عدل وانصاف اور رحمت کو ظاہر فرمایا کہ ہم گنہ گاروں کے ساتھ ظلم وزیادتی نہیں کریں گے کہ ان کی غلطی سے دوگنا سزا دیں، بلکہ جس قدر گناہ کئے ہوں گے اسی قدر سزا دی جائے گی اور اسکے برخلاف نیک کام کرنے والوں پر ہم رحمت فرمائیں گے کہ اگر اس نے ایک نیک کام کیا ہے تو اس کو اسی جیسے دس نیک کاموں کا ثواب دیا جائے گا مثلاً اگر کسی نے راہ مولیٰ میں ایک روپیہ خیرات کیا ہے تو اس کو دس روپیہ کا ثواب دیا جائیگا اور زیادتی کا یہ دس گنا ادنی درجہ ہے آخری نہیں بلکہ نیک عمل کرنے والے کی نیت وخلوص کے اعتبار سے اللہ پاک اسکے اجر وثواب میں زیادتی فرمائیں گے جیسا کہ بعض احادیث میں ستر گنا اور سات سو گنا تک کا ذکر ہے اور وہ بھی آخری حد نہیں۔

قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ دِیْنًا قِیَمًا

آپ کہدیجئے کہ مجھکو میرے رب نے ایک سیدھا رستہ بتلادیا ہے کہ وہ ایک دین ہے مستحکم جو

مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۶۱﴾ قُلْ

طریقہ ہے ابراہیمؑ کا جس میں ذرا کجی نہیں، اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے آپ فرمادیجئے کہ

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۲﴾

بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو مالک

لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۶۳﴾

ہے سارے جہان کا اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں سے پہلا ہوں

تفسیر

ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے ان لوگوں کو جنھوں نے دین میں نئے نئے راستے نکال کر مختلف فرقے بنا لیئے تھے، فرمایا گیا ہے کہ اے محمد آپ ان سے کہہ دیجئے کہ مجھ کو میرے رب نے ایک سیدھا راستہ بتلادیا ہے، اول تو حضور کو پیدائشی اور فطری طور پر معصوم بنایا گیا تھا اور پھر وحی اور واضح دلائل کے ذریعہ بھی ہدایت فرمادی کہ وہ سیدھا راستہ ایک مضبوط ومستحکم دین ہے جو طریقہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا، جس میں کوئی کجی ٹیڑھا پن نہیں اور حضرت ابراہیم مشرک نہ تھے، یہ اس لئے فرمایا کہ ہر فرقہ یہ دعویٰ کرتا تھا کہ میں دین ابراہیم پر قائم ہوں تو اللہ پاک نے یہ فرما کر کہ وہ مشرک نہ تھے سب کا رد کردیا کہ اگر تم ان کے دین پر ہو تو پھر شرک کیوں کرتے ہو، حضرت ابراہیمؑ تو شرک نہیں کرتے تھے، اس کے بعد فرمایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

آپ فرما دیجئے کہ میری نماز اور میری تمام عبادتیں اور میری پوری زندگی اور موت یہ تمام اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو سارے جہان کا مالک ہے، اسکا کوئی شریک نہیں، بس مجھے اسی دین پر چلنے کا حکم دیا گیا ہے، اور میں ماننے والوں میں سب سے پہلا ہوں یعنی سب سے پہلا فرمانبردار مسلمان ہوں، پس جس دین کو تم سے پہلے میں اختیار کر چکا ہوں اسی کے قبول کرنے کی دعوت تمکو دیتا ہوں اس سے تمکو سمجھ لینا چاہئے کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ؕ وَلَا تَكْسِبُ

آپ فرما دیجئے کہ کیا میں خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کو رب بنانے کے لئے تلاش کروں حالانکہ وہ مالک ہے ہر چیز کا،

كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى

اور جو شخص بھی کوئی عمل کرتا ہے وہ اسی پر رہتا ہے اور کوئی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھاوے گا پھر تم سب کو اپنے

رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

رب کے پاس جانا ہوگا پھر وہ تم کو جتلا دیں گے جس جس چیز میں تم اختلاف کرتے تھے

تفسیر

کفار قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کرتے تھے کہ آپ ہمارے کی طرف لوٹ آئیے اس کے جواب میں اللہ نے اس آیت میں فرمایا کہ آپ فرما دیجئے کہ کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو رب بنانے کے لئے تلاش کروں حالانکہ وہ ہر چیز کا مالک ہے اسی نے ہم سب کو پیدا کیا ہے پھر اسکی بندگی ہم کس طرح چھوڑ سکتے ہیں۔

جو کرے گا وہی بھرے گا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ولید بن مغیرہ اور اسکے دوسرے ساتھی مشرکین مکہ حضور علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں سے کہا کرتے تھے کہ تم ہمارے مذہب میں واپس آجاؤ، تمہارے تمام گناہوں کا بوجھ ہم اٹھالیں گے یعنی تمہیں جس سزا کے ملنے کا خوف ہے وہ ہم بھگت لیں گے، اس گمراہ کن عقیدہ کی تردید اللہ پاک نے اس آیت میں فرمائی وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا الخ یعنی جو کوئی برائی کرتا ہے تو اس کا وبال اسی پر ہے، کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، مطلب یہ ہے کہ

اقوال و تحقیق

ونسکی:۔ قاموس اور صحاح میں نسک کے کئی معنی بیان کئے گئے ہیں ۱ حج وعمرہ میں قربانی کرنا ۲ ارکان حج ۳ دین ۴ عبادت، اور تفسیر میں ہم نے اس کے جو معنی لئے ہیں یعنی تمام عبادتیں یہ ان تمام اقوال کو شامل وحاوی ہے۔

جو گناہ کرے گا وہی سزا پائیگا ایسا نہیں کہ گناہ کوئی کرے اور اسکی سزا دوسرے کو دی جائے، اسکے بعد فرمایا کہ تم سب کو اپنے رب کے پاس لوٹ کر جانا ہے پھر وہ تمکو جتلادے گا جس چیز میں تم اختلاف کرتے تھے، یعنی قیامت کے دن تم سب کو اپنے رب کے پاس لوٹ کر جانا ہے، تمھارے اندر جو دینی اختلاف ہے اس میں کون حق پر ہے اور کون باطل پر اسکا فیصلہ اس روز اللہ تعالیٰ فرمادیں گے اور ہر ایک کو اسکے اعمال کے مطابق جزا و سزا دیں گے۔

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ

اور وہ ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں صاحب اختیار بنایا اور ایک کا دوسرے پر رتبہ

فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ ۗ إِنَّ رَبَّكَ

بڑھایا تاکہ تمکو آزمادے ان چیزوں میں جو کہ تم کو دی ہیں بالیقین آپ کا رب

سَرِيعُ الْعِقَابِ ۖ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٦٥﴾

جلد سزا دینے والا ہے اور بالیقین وہ واقعی بڑی مغفرت کرنیوالا مہربانی کرنیوالا ہے۔

ع ۱۱ ص ۲۰ ۱۷ المص ۱

تفسیر مکہ کے مالدار مشرک، غریب مسلمانوں کو دیکھ کر یہ کہا کرتے تھے کہ دیکھو ہم اپنے معبودوں کی بدولت اس قدر مالدار ہیں اور چونکہ مسلمانوں نے ان معبودوں کو چھوڑ دیا اس لئے وہ غربت و تنگی میں مبتلا ہو گئے، یہ معبود خدا کی طرف سے کارساز ہیں جس طرح دنیا میں بادشاہ کا عملہ کارساز ہوتا ہے بغیر ان کے بادشاہ کچھ نہیں کرسکتا (آج کل کے ہنود بھی اسی طرح کا یقین رکھتے ہیں اور اسی طرح جاہل مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اگر فلاں کی نذر و منت نہ کی جائے تو ہمارے مال و اولاد اور عزت و آبرو میں فرق آجائے)

اس کی تردید میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا کہ ہم نے تمکو خلیفہ بنایا یعنی ایک مرتا ہے تو دوسرا اس کی جگہ ہم آباد کر دیتے ہیں اور جو مال و جائیداد آج تمھارے پاس ہے یہ کل دوسروں کے قبضہ میں تھا، اور پھر سب کو برابر نہیں رکھا بلکہ کسی کو مالدار کسی کو غریب، کسی کو عزت دار اور کسی کو ذلیل بنایا مقصد یہ ہے کہ اس میں درحقیقت انسان کی آزمائش ہے کہ عزت و مالداری کے وقت کون خدا کا شکر ادا کرتا ہے اور غربت و ذلت کے وقت کون صبر کرتا ہے۔ اخیر میں فرمایا کہ تمھارا رب نافرمانوں پر جلد عذاب بھیجنے والا ہے اور فرمانبرداروں کے لئے غفور و رحیم ہے۔

سورۂ انعام کا شروع حمد سے ہوا اور ختم مغفرت پر اللہ تعالیٰ ہم سب کو حمد اور مغفرت کرنے والا بنائے، اللھم آمین۔ الحمد للہ سورہ انعام کی تفسیر بحسن و خوبی مکمل ہوئی۔



الٓمٓصٓ ① كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ

یہ ایک کتاب ہے جو آپ کے پاس اس لئے بھیجی گئی ہے کہ آپ اس کے ذریعہ

حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ② اِتَّبِعُوْا مَآ

سے ڈرائیں سو آپ کے دل میں اس سے بالکل تنگی نہ ہونی چاہئے اور یہ نصیحت ہے ایمان والوں کے لئے، تم لوگ اسکا

اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ؕ

اتباع کرو جو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے اور خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے رفیقوں کا اتباع مت کرو

قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ③

تم لوگ بہت ہی کم نصیحت مانتے ہو

تفسیر الٓمٓصٓ :- یہ حروف مقطعات میں سے ہے، جس کی مکمل تفصیل پارہ الٓمٓ میں گذر چکی یہاں پر بھی مختصراً یہ سمجھ لیجئے کہ ان حروف کے معانی و مطالب اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور نہ ہی جاننے کی فکر میں پڑنا چاہئے، بس یہ اللہ اور اسکے رسول کے درمیان ایک راز ہیں، جن کو امت پر نہیں کھولا گیا۔

یہاں یہ بیان ہو رہا ہے کہ یہ ایک کتاب ہے یعنی قرآن عظیم جو کہ اے محمد ہم نے تم پر نازل فرمائی ہے

حضور کو ہدایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا گیا کہ یہ قرآن شریف ایک کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؐ کے پاس بھیجی گئی ہے، تاکہ آپ اس کے ذریعہ لوگوں کو خدا کی نافرمانی سے ڈرائیں، بس آپ کے دل میں کسی کے نہ ماننے سے تنگی نہ ہونی چاہئے، مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم اور اسکے احکام کی تبلیغ میں آپ کو کسی کا ڈر روکنے والا نہ ہونا چاہئے کہ لوگ اس کو جھٹلائیں گے اور مخالفت کریں گے، کیونکہ جب کسی کام میں ڈر ہو تو پھر وہ مکمل لگن

اور دل چسپی سے نہیں ہوتا، اس لئے آپ کو ہدایت فرمادی گئی کہ کسی کے جھٹلانے اور مخالفت کی فکر کئے بغیر آپ تبلیغ دین میں لگے رہیے، ان کے ماننے نہ ماننے پر دھیان نہ دیجئے، اور یہ کتاب عظیم یعنی قرآن کریم خاص طور پر نصیحت و ہدایت ہے مومنوں کے لئے یہ اس لئے فرمایا کہ مومن ہی عام طور پر اس کی تلاوت کرتے ہیں اس کے معانی و مطالب میں غور و فکر کرکے اس کے احکامات پر عمل کرتے ہیں۔

امّت کو ہدایت

اس کے بعد عام لوگوں سے فرمایا جارہا ہے کہ ہمارے رسول محمد عربی کے ذریعہ ہمارے جو احکامات تمکو پہنچے ہیں ان کی پابندی کرو اور اپنے معبود حقیقی اللہ جل شانہ کو چھوڑ کر اس کے غیر کی بندگی مت کرنا وہ تمکو گمراہ کرتے ہیں، اور ساتھ ہی بطور شفقت فرمایا کہ تم لوگ بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو یعنی ہم کتنے اہتمام کے ساتھ تم کو سیدھے راستے پر چلاتے ہیں کہ اس میں تمھاری بھلائی ہے مگر تم ہو کہ ہماری اس نصیحت پر دھیان ہی نہیں دیتے۔

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْهُمْ

اور بہت بستیوں کو ہم نے تباہ کر دیا اور ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت پہنچا یا ایسی حالت میں کہ وہ دوپہر کیوقت آرام میں تھے

قَآئِلُوْنَ ﴿۴﴾ فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ

سو جس وقت ان پر ہمارا عذاب آیا اس وقت ان کے منہ سے بجز اسکے

قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۵﴾ فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَ

اور کوئی بات نہ نکلتی تھی کہ واقعی ہم ظالم تھے، پھر ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جنکے پاس پیغمبر بھیجے گئے تھے اور

لَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۶﴾ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ﴿۷﴾

ہم پیغمبروں سے ضرور پوچھیں گے پھر ہم چونکہ پوری خبر رکھتے ہیں ان کے روبرو بیان کردینگے اور ہم کچھ بے خبر نہ تھے

تفسیر اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنے عذاب کا ذکر فرمایا ہے، یعنی جس نے ہماری ہدایتوں پر عمل نہیں کیا تو پھر ہم نے ان پر عذاب نازل فرمایا چنانچہ ارشاد ہے کہ کتنی ہی بستیوں کو ہم نے ہلاک کردیا ان کی نافرمانی کرنے پر ان میں سے کسی پر اللہ کا عذاب رات کے وقت پہونچا جب کہ وہ آرام کررہے تھے جیسا کہ قوم لوطؑ پر رات کو عذاب نازل ہوا اور کسی پر ایسی حالت میں عذاب بھیجا جب کہ وہ دوپہر کے وقت آرام کررہے تھے جیسا کہ حضرت شعیبؑ کی قوم پر اسی وقت عذاب نازل ہوا، بس جس وقت ان پر ہمارا عذاب ہوا تو ان کی زبان سے سوائے اس کے کچھ نہ نکلا کہ واقعی قصور ہمارا ہی تھا ظالم ہم ہی تھے

پس اس وقت اپنی غلطی کا اقرار کرنا بے فائدہ تھا کیونکہ موت (نزع) کے وقت کی توبہ قبول نہیں ہوتی،

اسکے بعد فرمایا کہ قیامت کے دن ہم سب لوگوں سے پوچھیں گے کہ ہم نے تمہارے پاس اپنے رسول اور کتابیں بھیجی تھیں، تم نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا اور اسی طرح رسولوں سے سوال کیا جائیگا کہ جو احکامات ہم نے تم کو دیئے تھے وہ اپنی امتوں کو پہونچا دیئے یا نہیں، یہ سوال صرف نافرمانوں کی تنبیہ کیلئے ہوگا ورنہ حق تعالیٰ تو ہر بات کو بخوبی جانتے ہیں، اسی لئے حق تعالیٰ خود فرماتے ہیں "چونکہ ہم پوری خبر رکھتے ہیں اس لئے خود ہی سب کے سامنے ان کے اعمال بیان کر دیں گے، ہم ان کے کسی بھی کام کرنے کے وقت غائب تو نہ تھے یعنی موجود تھے اس لئے ہم سے کوئی بات چھپ نہیں سکتی۔

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ

اور اس روز وزن بھی واقع ہوگا پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا سو ایسے

هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٨﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ

لوگ کامیاب ہوں گے اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا سو وہ لوگ ہوں گے

خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ ﴿٩﴾ وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ

جنھوں نے اپنا نقصان کرلیا بسبب اسکے کہ وہ ہماری آیتوں کی حق تلفی کرتے تھے اور بے شک ہم نے تمکو

فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ ۗ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ﴿١٠﴾

زمین پر رہنے کو جگہ دی اور ہم نے اس میں تمہارے لئے سامان زندگانی پیدا کیا تملوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو

اعمال کا تولا جانا برحق ہے

جس روز پیغمبروں سے اور ان کی امتوں سے سوال ہوگا یعنی قیامت کے دن، تو اس روز انصاف کا ترازو قائم ہوگا اور اس میں ہر شخص کے اچھے برے اعمال تولے جائیں گے اور یہ تولنا برحق ہے یعنی اس میں ذرا بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں، یہ اس لئے فرمایا کہ ہوسکتا ہے کسی کو اس پر شک ہو کہ تولا تو ان چیزوں کو جاتا ہے جو وزنی ہوتی ہیں اور اعمال تو چاہے اچھے ہوں یا برے ان کی تو کوئی شکل وصورت اور جسم ہی نہیں ہوتا تو پھر وزن کہاں سے آئیگا، اور جب وزن ہی نہیں تو پھر تولا کس چیز کو جائیگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے یہ کیا ضروری ہے کہ جس چیز کو نہ ہم تول سکیں اس کو اللہ تعالیٰ بھی نہ تول سکیں گے اس لئے ہمیں اللہ کے معاملات پر ہرگز ہرگز قیاس نہیں کرنا چاہیئے، اور پھر آج کے دور میں تو ان چیزوں کو بھی تولا جانے لگا جس کے متعلق اس سے پہلے کسی کو ان کے تولنے

کا وہم و گمان بھی نہ تھا مثلاً آج ہوا کو تولا جاتا ہے، برقی رو کو تولا جاتا ہے، سردی گرمی کو تولا جاتا ہے، ان کا میٹر ہی ان کی ترازو ہے، پس اگر اللہ پاک انسانی اعمال کو تول لیں تو یہ کیا مشکل ہے، اور پھر خالق کائنات کو اس پر بھی مکمل قدرت ہے کہ وہ انسانی اعمال کو کوئی شکل و صورت اور جسم دار بنا دے، بعض روایات میں اس کا ثبوت بھی ملتا ہے چنانچہ قبر میں اچھے عمل حسین صورت میں ساتھی ہوں گے اور برے اعمال سانپ بچھو بن کر لپٹیں گے۔

اس کے بعد فرمایا کہ جن لوگوں (کی نیکیوں) کے پلڑے بھاری ہوں گے وہی لوگ کامیاب ہوں گے یعنی نجات پائیں گے، اور جن (کی نیکیوں) کے پلڑے ہلکے ہوں گے بس یہ وہی لوگ ہوں گے جنھوں نے ہماری آیتوں کی حق تلفی کر کے یعنی انکار کر کے اپنا نقصان کر لیا۔

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ الخ اس آیت پاک میں اس حق تلفی کرنے والے انسان کو اپنے انعامات یاد دلا کر حق قبول کرنے کی ترغیب دی ہے، ارشاد ہے اے انسانوں ہم نے تمکو زمین پر آباد کیا اور پھر تمھاری ضروریات کی تمام چیزیں عنایت کیں، تمکو اپنے خالق و مالک اور محسن حقیقی کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی اطاعت و بندگی کرنا چاہئے مگر تم ہو کہ بہت کم شکریہ ادا کرتے ہو، یہ اس لئے کہ تھوڑا بہت اچھا کام تو اکثر لوگ کر ہی لیتے ہیں مگر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے وہ قابل اعتبار نہیں۔

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا

اور ہم نے تم کو پیدا کیا پھر ہم نے ہی تمھاری صورت بنائی پھر ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم

لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۱۱﴾

کو سجدہ کرو سو سب نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ۭ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ

حق تعالیٰ نے فرمایا تو جو سجدہ نہیں کرتا تجھ کو اس سے کون امر مانع ہے جبکہ میں تجھ کو حکم دے چکا، کہنے لگا کہ میں

خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا

اس سے بہتر ہوں آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو آپ نے خاک سے پیدا کیا ہے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ

فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۱۳﴾

تو آسمان سے اتر تجھ کو کوئی حق حاصل نہیں کہ تو تکبر کرے آسمان میں رہ کر سو نکل بیشک تو ذلیلوں میں شمار ہونے

قَالَ اَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ

لگا، وہ کہنے لگا کہ مجھکو مہلت دیجئے قیامت کے دن تک، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تجھ کو مہلت دی گئی

﴿۱۵﴾ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِیْمَ

وہ کہنے لگا بسبب اسکے کہ آپ نے مجھکو گمراہ کیا ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ان کے لئے آپ کی

﴿۱۶﴾ ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمْ مِّنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ

سیدھی راہ پر بیٹھوں گا پھر ان پر حملہ کروں گا ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی اور ان کی داہنی

اَیْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِیْنَ ﴿۱۷﴾

جانب سے بھی اور ان کی بائیں جانب سے بھی، اور آپ ان میں سے اکثروں کو احسان ماننے والے نہ پائیے گا۔

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَـَٔنَّ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ذلیل وخوار ہو کر یہاں سے نکل، جو شخص ان میں سے تیرا کہنا مانے گا میں ضرور تم سے

جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۸﴾

جہنم کو بھر دوں گا۔

حضرت آدم کی فضیلت

ان آیات میں حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت اور ان کے دشمن شیطان ملعون کی سرکشی کو بیان کیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ ہم نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کریں سب نے سجدہ کیا مگر شیطان نے سجدہ نہیں کیا، اللہ تعالیٰ نے اس سے دریافت کیا کہ تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا، اس نے جواب دیا کہ چونکہ میں آدمؑ سے اعلیٰ اور افضل ہوں اس لئے میں نے سجدہ نہیں کیا اور پھر اعلیٰ ہونے کی وجہ بھی بیان کی کہ میں آگ سے پیدا کیا گیا ہوں اور آدمؑ مٹی سے، ظاہر ہے کہ آگ مٹی سے اعلیٰ ہے،

اقوال وتحقیق

اس آیت میں صرف مہلت دینے کا ذکر ہے اس کی وضاحت نہیں کہ یہ مہلت کب تک کے لئے ہے، البتہ دوسری آیت "اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ" میں اس کی تعیین و تحدید فرما دی گئی ہے صاحب طبری لکھتے ہیں کہ اب اس وقت معلوم سے یا تو وہ وقت مراد ہے جب پہلی بار صور پھونکا جائیگا اور تمام لوگ مر جائیں گے یا پھر اس وقت کی انتہا کا علم خدائے تعالیٰ کو ہے، بہرحال شیطان کو مہلت قیامت تک نہیں دی گئی۔

ع اسکی مکمل تشریح وتفصیل آسان تفسیر پارہ الٓمٓ جزو اول میں ملاحظہ کیجئے۔ محمد یعقوب غفرلہ ولوالدیہ۔

بدبخت یہ بھول گیا کہ حکم خداوندی کے سامنے اعلیٰ وادنیٰ کی کچھ اہمیت نہیں، اور یہ بھی بھول گیا کہ آدم ؑ کو اللہ پاک نے خود بنایا ہے اور جس میں اپنی روح پھونکی ہے، پھر ایسی مٹی کا مقابلہ آگ سے بنی ہوئی چیز سے تو کیا، مشک وعنبر یا اس سے بھی زیادہ کسی پاکیزہ چیز سے نہیں کیا جاسکتا، اور پھر اس کی یہ دلیل بھی قطعاً غلط ہے کہ آگ مٹی سے افضل ہے، بلکہ معاملہ اس کے خلاف ہے بلکہ مٹی آگ سے افضل ہے کیونکہ مٹی کی ذات، حلم وبردباری، مستقل مزاجی، ثابت قدمی ہے اور پیداوار کی بھی صلاحیت ہے اور آگ کی ذات میں جلانا طیش اور جلد مزاجی ہے۔

بہرحال اس کی یہ گستاخانہ باتیں سنکر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا اے لعین جب تو ایسا نافرمان ہے تو آسمان سے نیچے اتر جا، تجھے کوئی حق نہیں کہ تو یہاں رہ کر غرور وتکبر کرے۔ جا دور ہو اب تیرا شمار ذلیلوں میں ہونے لگا، یعنی اللہ اور اللہ کے دوستوں کی نظر میں تو ذلیل ہے ہر شخص تجھکو برا کہے گا اور ہر زبان تجھ پر لعنت کرے گی۔

شیطان کو جب یہ یقین ہوچکا کہ اب تو میں راندۂ درگاہ ہو ہی چکا ہوں تو اس نے اللہ سے ایک درخواست کی کہ مجھے اس دن تک مہلت دیدیجئے کہ جس دن لوگوں کو اٹھایا جائیگا یعنی میری زندگی لمبی کردیجئے، میری موت نہ آئے اس دن تک جبکہ دوبارہ صور پھونک کر لوگوں کو قبر سے اٹھایا جائیگا اللہ نے فرمایا جا ہم نے تجھے مہلت دی۔ اس پر شیطان کہنے لگا اے خدا جب تو نے مجھے بھٹکتا ہوا چھوڑ دیا اور گمراہ کردیا ہے تو میں قسم کھاتا ہوں کہ جن کی وجہ سے میں تیری لعنت کا مستحق بنا ہوں تو میں اس کو اس کی اولاد کو یعنی حضرت آدم کو اور تمام انسانوں کو تیرے سیدھے راستے پر نہیں چلنے دوں گا مطلب یہ ہے کہ تیری فرمانبرداری اور بندگی پر چلنے سے ان کو جس طرح سے بھی ہوسکے گا روکوں گا اور میں اس میں کامیابی حاصل کروں گا یہاں تک کہ آپ بہت کم لوگوں کو اپنا احسان ماننے والا اور دین حق پر چلنے والا پائیں گے، اللہ پاک نے اس کو دوبارہ پھر فرمایا جا کمبخت یہاں سے ذلیل وخوار ہوکر دفع ہوجا اور جو تیرا جی چاہے کر میں سب سے بے نیاز ہوں کسی کے دین حق پر آنے سے میرا کوئی فائدہ نہیں، اور کسی کے گمراہ ہونے سے میرا کوئی نقصان نہیں پس جو شخص تیرا کہا مانے گا دین حق سے ہٹ کر میری نافرمانی کرے گا تو میں ضرور ایسے ملعون لوگوں سے جہنم کو بھردوں گا۔

مقام شکر

حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کراکر اللہ پاک نے تمام انسانوں کی فضیلت واضح فرمایا اور ساتھ ہی ان کے دشمن شیطان مردود کو اللہ نے ذلیل کرکے اپنی درگاہ سے دھتکار دیا اور آج ہم ہیں کہ اسی دشمن کا کہنا مانتے ہیں اور اسکے دکھائے ہوئے راستے پر چلتے ہیں اور جو ہمارا سب سے بڑا اور حقیقی محسن ہے اس کی ہم نافرمانی کرتے ہیں، کس قدر افسوس کی بات ہے کہ اس موقع پر تو ہمیں خدا تعالیٰ کے احسانات کو یاد کرکے اسکا شکر ادا کرنا چاہئے تھا

اور ہم ہیں کہ الٹی راہ چل رہے ہیں ۔ اللّٰھم احفظنا ۔

وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا

اور ہم نے حکم دیا کہ اے آدم تم اور تمہاری بی بی جنت میں رہو پھر جس جگہ سے چاہو دونوں آدمی کھاؤ

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٩﴾ فَوَسْوَسَ

اور اس درخت کے پاس مت جاؤ کبھی ان لوگوں کے شمار میں آجاؤ جن سے نامناسب کام ہو جایا کرتا ہے ، پھر

لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَ

شیطان نے ان دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالا تاکہ ان کا پردہ کا بدن جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھا دونوں

قَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ

کے روبرو بے پردہ کر دے اور کہنے لگا کہ تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے اور کسی سبب سے منع نہیں

اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿٢٠﴾ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ

فرمایا مگر محض اس وجہ سے کہ تم دونوں کہیں فرشتے ہو جاؤ یا ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ اور ان دونوں کے روبرو

﴿٢١﴾ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا

قسم کھائی کہ یقین جانیے میں آپ دونوں کا خیر خواہ ہوں پس ان دونوں کو فریب سے نیچے لے آیا پس ان دونوں نے جو درخت

وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۭ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ

کو چکھا دونوں کا پردہ کا بدن ایک دوسرے کے روبرو بے پردہ ہو گیا اور دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے جوڑ جوڑ کر

اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا

رکھنے لگے اور ان کے رب نے ان کو پکارا کیا میں تم دونوں کو اس درخت سے ممانعت نہ کر چکا تھا اور یہ نہ کہہ چکا تھا

عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿٢٢﴾ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا

کہ شیطان تمہارا صریح دشمن ہے دونوں کہنے لگے اے ہمارے رب ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر آپ ہماری مغفرت

وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٢٣﴾ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ

نہ کرینگے اور ہم پر رحم نہ کرینگے تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہو جائے گا حق تعالیٰ نے فرمایا کہ نیچے ایسی حالت میں جاؤ کہ

لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴿٢٤﴾ قَالَ

تم باہم بعضے دوسرے بعضوں کے دشمن رہوگے اور تمہارے واسطے زمین میں رہنے کی جگہ ہے اور نفع حاصل کرنا ایک

فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ ﴿٢٥﴾ ع ۲ ۱۵ ۹

مدت تک فرمایا کہ تمکو وہاں ہی زندگی بسر کرنا ہے اور وہاں ہی مرنا ہے اور اسی میں سے پھر پیدا ہونا ہے

حضرت آدمؑ وحواؑ کو شیطان کا بہکانا

حضرت آدم اور حوا علیہما السّلام دونوں جنّت میں عیش و آرام کی زندگی بسر کرتے تھے، حق تعالیٰ کی طرف سے ان کو مکمّل چھوٹ تھی کہ جنت میں جہاں تمہارا جی چاہے گھومو پھرو، اور جو جی چاہے خوب کھاؤ پیو، مگر اس ایک خاص درخت کے دانہ، پھل مت کھانا نہیں تو تمہارا شمار ایسے لوگوں میں ہو جائے گا جن سے نامناسب کام ہو جایا کرتے ہیں اور وہ اپنا نقصان کر بیٹھتے ہیں، شیطان جو کہ یہ سمجھتا تھا کہ میں آدم ہی کی وجہ سے راندۂ درگاہ ہوا ہوں وہ اس تاک میں تھا کہ موقع ملے تو ان کو بھی جنت سے باہر کراؤں، ایک دن موقع پاکر ان دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ اس مخصوص درخت کے کھانے سے فرشتوں جیسی نورانیت اور جنت میں ہمیشہ رہنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے شروع میں چونکہ آپ کا وجود اور قوت برداشت نہیں تھی اس لئے آپ نے منع فرمادیا تھا اب جبکہ تم میں قوت آگئی ہے تو اس کو کھالو، اب کوئی ممانعت نہیں رہی اور کہنے لگا قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں اس کے فریب میں آکر جب انھوں نے اس درخت کے دانے کھائے تو ان دونوں کے چھپے ہوئے بدن ایک دوسرے کے سامنے بے پردہ ہو گئے، اس وقت دونوں شرم سے چور چور تھے اور جنت کے درختوں کے پتّے جوڑ جوڑ کر اپنے بدن کو چھپا رہے تھے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے ان کو پکارا، اور فرمایا کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت کے کھانے سے منع نہیں کیا تھا اور یہ سمجھا دیا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے اس کے بہکانے سے بچتے رہنا، حق تعالیٰ کی یہ بات سُن کر دونوں کہنے لگے، اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا اور اپنا بڑا نقصان کیا اگر ہماری مغفرت آپ نہ کریں گے اور ہم پر رحم نہ فرمائیں گے تو واقعی ہم بڑے نقصان و خسارہ میں پڑ جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ بس اب تو جنت چھوڑ کر زمین پر جا کر رہو وہاں تمکو جنت جیسا راحت و آرام نصیب نہ ہوگا، وہاں تمہاری اولاد آپس میں لڑے جھگڑے گی اور ایک دوسرے کی دشمن ہوگی، یہ بھی فرمایا کہ زمین پر رہنا اور رزق حاصل کر کے نفع اٹھانا یہ ایک خاص وقت تک کے لئے ہے یعنی موت کے وقت تک، پھر فرمایا کہ تم کو زمین ہی میں زندگی بسر کرنا ہے اور وہیں مرنا ہے اور اسی میں سے قیامت کے دن پھر زندہ ہو کر نکلنا ہے۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ

اے اولاد آدمؑ کی ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا جو کہ تمہاری پردہ داریوں کو بھی چھپاتا ہے اور موجب

وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ

زینت بھی ہے اور تقویٰ کا لباس، یہ اس سے بڑھ کر ہے یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ یہ لوگ یاد

(۲۶) يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ

رکھیں اے اولاد آدمؑ کی شیطان تمکو کسی خرابی میں نہ ڈالدے جیسا اس نے تمہارے دادا دادی کو جنت سے

الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ

باہر کرادیا ایسی حالت سے کہ ان کا لباس بھی ان سے اتروا دیا تاکہ ان کو ان کا پردہ کا بدن دکھلائی دینے لگے،

هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ

اور اس کا لشکر تمکو ایسے طور پر دیکھتا ہے تم ان کو نہیں دیکھتے ہو ہم شیطانوں کو انہی لوگوں کا رفیق

اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ (۲۷)

ہونے دیتے ہیں جو ایمان نہیں لاتے

لباس خدا کی عظیم نعمت ہے

اس سے پہلے اس کا ذکر ہوا کہ شیطان کے بہکانے پر حضرت آدم و حوا لباس سے محروم ہو گئے، اب اس آیت پاک میں فرمایا گیا کہ اے انسانو یہ لباس ہماری بہت بڑی نعمت ہے جس سے تم اپنے جسم کو چھپاتے ہو اور بے پردگی سے بچتے ہو اور شرم سے بھی چھٹکارہ پاتے ہو اور اسکے ذریعہ زینت بھی حاصل کرتے ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ جسم کے جس حصہ کو چھپانا واجب ہے ہم نے تمھیں اتنا ہی لباس نہیں دیا بلکہ اس سے زیادہ دیا ہے تاکہ تم اپنی شرعی ضرورت پورا کرنے کیساتھ ساتھ زینت بھی حاصل کرسکو اور سردی و گرمی سے بھی بچ سکو، بس تم اس کی قدر کرو اور اسکے شکریہ میں ہمارے فرمانبردار بنو، اسکے بعد فرمایا کہ تقویٰ کا لباس اس ظاہری لباس سے زیادہ بڑھ کر ہے تقویٰ کے لباس سے مراد دینداری ہے، حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ اس سے مراد نیک عمل اور خدا کا خوف ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح ظاہری لباس جسم کے لئے پردے، سردی گرمی سے بچنے، اور زینت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، بس اسی طرح یہ معنوی لباس (لباس تقویٰ) انسان کے اسلامی اخلاقی عیوب اور کمزوریوں کا پردہ ہے، اسی لئے اس کو سب سے بہتر لباس فرمایا گیا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رح فرماتے ہیں کہ انسان پر پہلی مصیبت جو شیطان کی طرف سے آئی وہ بے پردہ ہونے کی صورت میں آئی کہ اس لعین نے حضرت آدم وحوا کو لغزش دے کر بے پردہ کرایا اور آگے ان کی اولاد کو اسی کا شکار بنائے ہوئے ہے، چنانچہ آج کے دور میں شیطان انسانوں کو ترقی اور فیشن کا فریب دے کر انھیں مکمل ننگا یا آدھا ننگا کر کے سڑکوں پر گھما رہا ہے، اس غافل ومدہوش انسان کو قصہ آدم سے سبق حاصل کرنا چاہئے اور شیطان کے اس طرح کے مکر وفریب سے بچنا چاہئے۔

چنانچہ اگلی آیت میں حق تعالیٰ خود فرما رہے ہیں اے انسانو شیطان سے ہوشیار رہو ایسا نہ ہو کہ وہ تمکو بہکا کر کسی گمراہی میں مبتلا کردے جیسا کہ اس نے تمھارے دادا دادی حضرت آدم وحوا کو جنت سے باہر کرادیا یعنی ان سے ایسا کام کرادیا کہ جس کی وجہ سے وہ جنت سے نکال دیئے گئے اور ان کا نکلنا بھی ایسی حالت میں کرایا کہ ان کا لباس بھی ان کے جسم سے اتروادیا تاکہ دونوں کو ایک دوسرے کے بدن بے پردہ دکھائی دینے لگیں جو شریف انسان کے لئے بڑی ہی شرم وغیرت کی بات ہے بہرحال شیطان تمھارا پرانا دشمن ہے اس سے ہر قدم پر ہوشیار رہو اور اس لئے بھی اس سے زیادہ بچتے رہو کہ یہ شیطان اور اسکے ساتھی تمکو ایسے طور پر دیکھتے ہیں کہ تم ان کو نہیں دیکھ پاتے ہو، ظاہر ہے کہ دشمن ایسا ہو کہ نظر نہ آئے اچانک حملہ کردے تو وہ بہت ہی زیادہ خطرناک ہوا کرتا ہے لہٰذا اس سے بچنے کا پورا اہتمام کرنا چاہئے۔ اور اس سے بچنے کا طریقہ کیا ہے وہ ہمارے محسن صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلادیا ہے کہ ایمان کامل اور پرہیزی اختیار کرو وہ پھر تمپر کوئی حملہ نہیں کرسکتا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم شیطانوں کو انھی لوگوں کا رفیق وساتھی ہونے دیتے ہیں جو ایمان نہیں لاتے، اگر بالکل ایمان نہیں ہے تو پوری طرح شیطان اس پر مسلط ہوجاتا ہے اور اگر ایمان تو ہے لیکن کامل نہیں تو اس پر کم درجہ کا تسلط ہوتا ہے اور اگر ایمان کامل ہے تو پھر شیطان کا قطعاً تسلط نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ ہم سبھی کو ایمان کامل نصیب فرمائے، اللھم آمین۔

اقوال وتحقیق

مظہری علامہ بغوی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ ننگے ہوکر کعبہ شریف کا طواف کرتے تھے، دن میں مرد اور رات میں عورتیں، یہ کہتے تھے کہ جن کپڑوں کو پہن کر ہم گناہ کئے ہیں ان کو پہن کر طواف نہیں کریں گے، اس پر آیت یٰبنی اٰدم الخ نازل ہوئی جس میں یہ واضح کردیا گیا کہ ہم نے کپڑا پہننے ہی کے لئے پیدا فرمایا ہے، اس سے اپنے اعضاء کو ہر وقت چھپاؤ، اسی آیت سے فقہاء امت نے غیر ضروری مقامات پر ستر کھولنے کو سختی سے منع فرمایا ہے۔

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ

اور وہ لوگ جب کوئی فحش کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریق پر پایا ہے اور اللہ تعالیٰ

قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

نے بھی ہمکو یہی بتلایا ہے آپ کہدیجئے کہ اللہ تعالیٰ فحش بات کی تعلیم نہیں دیتا کیا خدا کے ذمے ایسی بات لگاتے ہو

(۲۸) قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۫ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ

جس کی تم سند نہیں رکھتے آپ کہدیجئے کہ میرے رب نے حکم دیا ہے انصاف کرنے کا اور یہ کہ تم ہر سجدہ کے وقت اپنا رخ

وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ (۲۹)

سیدھا رکھا کرو اور اللہ کی عبادت اس طور پر کرو کہ اس عبادت کو خاص اللہ ہی کیواسطے رکھا کرو تمکو اللہ نے جسطرح شروع میں پیدا کیا تھا اسیطرح پھر تم

زمانۂ جاہلیت کی ایک بیہودہ رسم

زمانۂ جاہلیت میں شیطان نے لوگوں کو جن بیہودہ رسموں میں مبتلا کر رکھا تھا ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ قریش کے علاوہ کوئی بھی شخص کعبہ کا طواف اپنے کپڑوں میں نہیں کر سکتا تھا بلکہ یا تو وہ کسی قریشی سے اس کا لباس لے کر پہن کر طواف کرتا یا پھر ننگا ہی طواف کرتا، اور ظاہر ہے کہ پورے عرب کے لوگوں کو قریش کہاں تک کپڑے دیتے اس لئے اکثر لوگ ننگے ہی طواف کیا کرتے تھے دن میں مرد اور رات میں عورتیں، اور اس کی یہ وجہ بیان کرتے کہ جن کپڑوں کو پہن کر ہم نے گناہ کئے ہیں ان کو پہن کر خدا کے گھر کا طواف نہیں کر سکتے یہ بیت اللہ کے ادب و احترام کے خلاف ہے، عقل کے اندھے یہ نہ سمجھے کہ ننگے ہو کر طواف کرنا اس سے بھی زیادہ ادب و احترام اور انسانیت کے خلاف ہے، ایک وجہ شیطان نے ان کو یہ بھی سمجھا رکھی تھی کہ جس طرح ہم پیدا ہوتے ہیں اسی طرح طواف بھی کریں گے یعنی بالکل ننگے۔

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً الخ اس آیت میں ان کی اس بیہودہ رسم کا ذکر ہے، ارشاد ہے کہ جب یہ لوگ کوئی فحش اور گندہ کام کرتے ہیں اور کوئی نیک آدمی ان کو اس سے منع کرتا ہے تو یہ جواب دیتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا بھی یہ کام کرتے تھے بھلا ان کے طریقہ کو ہم کیسے چھوڑ سکتے ہیں اور پھر ہمیں اللہ پاک نے بھی اس کا حکم فرمایا ہے، ان کی اس غلط بیانی کی تردید میں اللہ پاک اپنے پیغمبر سے فرما رہے ہیں کہ ان سے کہہ دیجئے کہ میرا رب کبھی کسی فحش کام کا حکم نہیں فرماتا کیونکہ ایسا حکم کرنا حکمت اور شان قدوسی کے خلاف ہے۔

کیوں لگاتے ہو اللہ کے ذمہ وہ باتیں جو تمکو معلوم نہیں یعنی تم اللہ کی طرف ایسی باتوں کو منسوب کرتے ہو جسکا تمھیں صحیح علم نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی ثبوت تمھارے پاس ہے اور بلا ثبوت کسی طرف کوئی بات منسوب کرنا بہت بڑا جرم ہے اور پھر زمین و آسمان کے خالق و مالک اور احکم الحاکمین پر اس طرح کی

بہتان تراشی کتنا بڑا جرم ہے، یاد رکھو اس طرح کی حرکتوں کی سزا بھی بہت سخت ہے۔

اسکے بعد فرمایا کہ اے محمدؐ، آپ ان بہتان تراش لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میرا رب بے ہودہ باتوں کا حکم نہیں کرتا، بلکہ وہ تو انصاف کا حکم فرماتا ہے، کہ ہر معاملے میں انصاف کو مدنظر رکھو، اور یہ حکم دیا کہ ہر سجدہ کے وقت اپنا رخ سیدھا رکھو اگر سجدہ سے مراد نماز لی جائے تو مطلب صاف ہے کہ نماز کے وقت اپنا رخ کعبہ شریف کی طرف رکھو اور اگر سجدہ سے مراد تمام عبادات لی جائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ ہر بات اور ہر عمل میں اپنا رخ اپنے رب کے حکم کے تابع رکھو اس سے اِدھر اُدھر نہ ہونے پائے اس صورت میں یہ حکم صرف نماز کے لئے خاص نہیں بلکہ تمام عبادات و معاملات کو شامل ہے اور تمہاری یہ عبادات خالص پروردگار عالم کے لئے ہوں اس میں کسی کو شریک مت کرو۔

آیت کے اخیر میں فرمایا کہ خدائے پاک نے جس طرح تمکو اول مرتبہ دنیا میں ماں کے پیٹ سے پیدا کیا اسی طرح وہ قیامت کے دن تمکو زندہ کردے گا، ایسا کرنا اس کی قدرتِ کاملہ کے آگے کچھ مشکل نہیں، اس سے یہ بات سمجھانا ہے کہ مرنے کے بعد تمکو پھر زندہ کیا جائیگا اور تمہارے سب کاموں کا حساب لیا جائیگا لہذا ہم نے عبادت و بندگی کرنے اور شرک سے ممانعت کا جو حکم فرمایا ہے اس پر پختگی سے جم جاؤ

فَرِيقًا هَدٰى وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ۭ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا

بعض لوگوں کو تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے اور بعض پر گمراہی کا ثبوت ہو چکا ہے، ان لوگوں نے شیطانوں کو رفیق

الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝۳۰

بنایا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور خیال رکھتے ہیں کہ وہ راہ پر ہیں

دو قسم کے لوگ

اس آیت پاک میں دو قسم کے لوگوں کا ذکر فرمایا گیا ہے ایک وہ جن کو اللہ نے ہدایت سے نوازا اور یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے خدائی احکامات اور دین حق کی پیروی کی اور دوسرے وہ جو ہدایت سے محروم رہے، اور ان کے ہدایت سے محروم رہنے کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے اللہ کے راستے کو چھوڑ کر شیطان کے راستے کو اختیار کیا، شیطان ہی کو اپنا رفیق اور دوست بنایا اور دل میں یہ جمایا کہ ہم حق پر ہیں۔

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ کچھ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اللہ ایسے شخص کو سزا نہیں دے گا جو کسی غلط عقیدہ پر قائم ہو یا گناہ کر رہا ہو اور وہ اپنی معلومات کے حساب سے ان کو صحیح یقین کئے ہوئے ہو اس آیت میں اس غلط اور بے بنیاد خیال کی تردید ہوگئی، یعنی غلط کام کرنے والے کو بہر صورت سزا ضرور دی جائے گی۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا

اے اولاد آدم کی تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو اور خوب کھاؤ اور پیو اور حد سے

تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾

مت نکلو بے شک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے حد سے نکلنے والوں کو

تفسیر زمانۂ جاہلیت کے عرب جس طرح بیت اللہ کا طواف ننگے ہو کر کرنے کو صحیح عبادت اور بیت اللہ کا ادب و احترام سمجھتے تھے اسی طرح ان میں یہ رسم بھی تھی کہ حج کے دنوں میں کھانا پینا چھوڑ دیتے تھے، صرف اتنا کھاتے تھے جس سے سانس چلتا رہے خصوصاً دودھ گھی اور پاکیزہ غذاؤں سے مکمل پرہیز رکھتے تھے ان کی اس غلط رسم کو مٹانے کے لئے یہ آیت اتری جس میں فرمایا گیا ہے کہ تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو، اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ جس طرح نماز کے لئے ستر کو چھپانا اور کپڑے پہننا ضروری ہے اسی طرح طواف کے وقت بھی لباس پہننا ضروری ہے، اسی طرح طواف کے وقت بھی لباس پہننا ضروری ہے اور ننگے ہو کر کرنا بے حیائی اور سخت بے ادبی ہے اور فرمایا کہ خوب کھاؤ پیو بس حد سے مت بڑھو، مطلب یہ ہے کہ اللہ کی دی ہوئی حلال پاکیزہ غذاؤں سے بلاوجہ پرہیز کرنا کوئی دین اور ثواب کی بات نہیں بلکہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو اپنے طور پر حرام ٹھہرانا سخت گستاخی اور گناہ ہے، پس جو چیزیں اللہ نے حلال کر دی ہوں ان کو خوب کھاؤ پیو، حج کے دنوں میں بھی اور عام دنوں میں بھی البتہ فضول خرچی مت کرو اور اللہ تعالیٰ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔

ایک واقعہ خلیفہ ہارون رشید کے یہاں ایک بہت ماہر حکیم رہتا تھا، یہ مذہباً عیسائی تھا اس نے ایک دن علی بن حسن بن واقدی سے کہا کہ تمہاری کتاب قرآن مجید میں طب اور حکمت کے متعلق کچھ بیان نہیں کیا حالانکہ اصل علم دو ہی ہیں ۱ روح کا علم، ۲ بدن کا علم، علی ابن حسن نے جواب دیا کہ اللہ نے ہماری کتاب میں پوری حکمت کو آدھی آیت كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا میں جمع فرما دیا ہے، یعنی کھانے پینے میں حد سے مت بڑھو، اس عیسائی حکیم نے کہا کہ تمہارے پیغمبر کا کوئی قول طب کے متعلق نہیں، علی ابن حسن نے جواب دیا کہ ہمارے پیغمبرؐ نے بھی پوری طب کو چند الفاظ میں جمع فرما دیا ہے، فرمایا کہ معدہ مرض کا گھر ہے، پرہیز ہر علاج کا سر ہے، اپنے بدن کو وہی چیز دو جس کا تم نے اس کو عادی بنایا ہے، یہ سنکر وہ حکیم صاحب بولے تمہاری کتاب اور تمہارے پیغمبر نے تو حکیم جالینوس کے لئے حکمت و طب چھوڑی ہی نہیں، مطلب یہ ہے کہ جو حکمت کی اصل روح ہے اسی کو بیان کر دیا گیا، باقی رہا ہی کیا، آج بھی تمام اطبا اور ڈاکٹروں کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر پیٹ صحیح ہے تو پورا جسم تندرست ہے اور

پیٹ جب ہی صحیح رہ سکتا ہے جب کہ کھانے پینے کا پورا دھیان رکھا جائے، مقدار اور عادت کے خلاف نہ کھائے۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ

آپ فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے کپڑوں کو جن کو اس نے اپنے بندوں کے واسطے بنایا ہے اور کھانے پینے کی

الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ

حلال چیزوں کو کس شخص نے حرام کیا ہے، آپ کہہ دیجئے کہ یہ اشیا اس طور پر کہ قیامت کے روز بھی خالص رہیں دنیوی

الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾ قُلْ اِنَّمَا

زندگی میں خاص اہل ایمان ہی کے لئے ہیں، ہم اسی طرح تمام آیات کو سمجھداروں کے واسطے صاف صاف بیان کرتے ہیں

حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ

آپ فرمائیے کہ البتہ میرے رب نے حرام کیا ہے تمام فحش باتوں کو ان میں جو علانیہ ہیں وہ بھی اور ان میں جو پوشیدہ ہیں وہ بھی اور ہر

بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ

گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھیراؤ جس کی اللہ نے

اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَي اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾

کوئی سند نازل نہیں فرمائی اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کے ذمہ ایسی بات لگا دو جس کی تم سند نہ رکھو

تفسیر جیسا کہ اس سے پہلے بیان ہوا کہ زمانہ جاہلیت کے عرب نے یہ بیہودہ رسمیں ایجاد کر رکھی تھیں کہ ننگے ہو کر طواف کرتے اور حج کے دنوں میں کھانا پینا ترک کر دیتے تھے تھوڑا بہت برائے نام کھاتے تھے، ان رسموں کی تردید اس آیت میں یہ کہہ کر فرمائی گئی کہ کون ہے جو کپڑوں کے پہننے سے جو کہ اللہ نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کئے ہیں منع کرتا ہے، اور کس نے کھانے پینے کی حلال چیزوں کو حرام کہا، مطلب یہ ہے کہ تمام چیزوں کے پیدا کرنے والے خالق و مالک تو ہم ہیں پھر آخر وہ کون ہے جس نے تم کو ان کے استعمال سے منع کر رکھا ہے، حاصل یہ کہ ہمارے علاوہ ہماری پیدا کردہ چیزوں میں کسی کو مداخلت کا حق نہیں جب ہم نے ان چیزوں کو حلال رکھا تو پھر کسی کے حرام کرنے سے حرام نہیں ہو سکتی، لہٰذا اے انسانو تم ان چیزوں سے پورے طور پر فائدہ اٹھاؤ، یہ ہماری نعمتیں ہیں حج کے دنوں میں بھی اور عام دنوں میں بھی۔

اس پر کفار و مشرکین کو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ جب خدا کی یہ نعمتیں ہمیں بھی خوب مل رہی ہیں تو اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ خدا ہم سے راضی ہے اور جو کام بت پرستی وغیرہ ہم کرتے ہیں وہ ان سے خوش ہے،

اس کا جواب خود حق تعالیٰ شانہ نے اس آیت قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ الخ میں دیدیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ ان نعمتوں کو درحقیقت مومنوں کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور ضمناً کفار و مشرکین بھی ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور پھر عادت اللہ یہ ہے کہ جب یہ مومنین نافرمان ہو جاتے ہیں تو اللہ پاک یہ نعمتیں آپ ان مومنین سے زیادہ کافرین کو دیدیتے ہیں مگر یہ قانون صرف دنیا میں ہے آخرت میں تمام نعمتیں صرف فرمانبردار مسلمانوں کو نصیب ہوں گی۔

زمانہ جاہلیت کے لوگ رسمیں خود ایجاد کرتے اور ان کو منسوب کرتے حق تعالیٰ کی طرف، ہمیں ان سے اللہ نے منع فرمایا ہے، اس آیت قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ الخ میں اس کی تردید فرمائی کہ جن باتوں کو تم اللہ کی طرف منسوب کرتے ہو یعنی حج کے ایام میں کھانے پینے کا ترک وغیرہ اس نے ان چیزوں سے منع نہیں فرمایا بلکہ اس نے تو تمام بے حیائی و بے شرمی کے کاموں سے منع فرمایا ہے چاہے وہ ظاہرہ ہوں یا پوشیدہ اور اسی طرح ہر قسم کے گناہ اور سرکشی سے منع فرمایا ہے، اور ناحق کسی پر ظلم و ستم کرنے سے منع کیا اور اس سے بھی منع کیا کہ اپنے پیدا کرنے والے کے ساتھ کسی کو شریک ــــ ٹھیراؤ، اور تم کو اس بات کی بھی نصیحت کی گئی کہ اللہ کی طرف کوئی ایسی بات منسوب مت کرو جس کا تمھیں صحیح علم نہیں، اور نہ ہی تمھارے پاس کوئی دلیل و ثبوت ہے، پس جن کاموں سے تمکو منع کیا گیا ہے ان سے تو تم رُکتے نہیں اور خواہ مخواہ اپنی طرف سے بے ہودہ غلط رسمیں گھڑ کر ان کا اپنے آپ کو پابند بنا لیتے ہو جس میں سوائے نقصان کے کوئی فائدہ نہیں۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۚ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً

اور ہر گروہ کے لئے ایک میعاد معین ہے سو جس وقت ان کی میعاد معین آجائے گی اس وقت ایک ساعت نہ پیچھے

وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴿٣٤﴾ يَا بَنِي آدَمَ إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ

ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے اے اولاد آدم کی اگر تمھارے پاس پیغمبر آویں جو تم ہی میں سے ہوں گے جو میرے

يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي ۙ فَمَنِ اتَّقَىٰ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

احکام تم سے بیان کریں گے، سو جو شخص پرہیز رکھے اور درستی کرے سو ان لوگوں پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور

وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٣٥﴾ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا

نہ وہ غمگین ہوں گے اور جو لوگ ہمارے ان احکام کو جھوٹا بتاویں گے اور ان سے تکبر کریں گے

عَنْهَآ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۳۶

وہ لوگ دوزخ والے ہوں گے اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے

موت اور عذاب کا وقت مقرر ہے

ارشاد ہے کہ ہر قوم کا بلکہ ہر انسان کا بلکہ ہر جاندار کا ایک وقت متعین ہے، یعنی موت کا ایک وقت مقرر ہے وہ نہ ایک منٹ پہلے آسکتی ہے اور نہ ایک منٹ بعد، بعض مفسرین رح نے فرمایا کہ ہر نبی کی مخالف قوم کے لئے عذاب اور سزا پانے کا ایک وقت مقرر ہے اس پر عذاب خداوندی خواہ وہ دنیا میں ہو یا آخرت میں مقررہ وقت سے ایک سیکنڈ بھی آگے پیچھے نہیں ہوسکتا۔

اس کے بعد حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ روز ازل ہی میں ہم نے تمام انسانوں سے کہہ دیا تھا کہ میں اپنے رسول تمہارے پاس بھیجوں گا وہ تمہیں میری آیات و احکامات سنائیں گے پس تم میں سے جو ان کو حق جانے گا جھٹلائیگا نہیں اور ان پر عمل کرے گا تو ان لوگوں کے لئے آخرت میں نہ کسی قسم کا عذاب و سزا کا اندیشہ ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین و فکرمند ہوں گے، اور جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلائیں گے ان سے تکبر و اعراض کرینگے تو وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ کے عذاب کا شکار کردیئے جائیں گے۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ

سو اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتوں کو جھوٹا بتلادے

اُولٰۗىِٕكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَتْهُمْ

ان لوگوں کے نصیب کا جو کچھ ہے وہ ان کو مل جاوے گا یہاں تک کہ ان کے پاس جب ہمارے

رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ

بھیجے ہوئے فرشتے ان کی جان قبض کرنے آویں گے تو کہیں گے کہ وہ کہاں گئے جن کی تم خدا کو چھوڑ کر

اللّٰهِ ۭ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ۝۳۷

عبادت کیا کرتے تھے وہ کہیں گے کہ ہم سے سب غائب ہوگئے اور اپنے کافر ہونے کا اقرار کرنے لگیں گے

سب سے بڑا ظالم

فرمایا گیا کہ اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹے بہتان لگائے اور اس کی آیتوں کو جھوٹا بتلائے یعنی ایسا ہی شخص سب سے بڑا ظالم ہے کہ جو بات خدا نے نہیں فرمائی جھوٹ اس کو خدا کی طرف منسوب کرے جیسا کہ کفار و مشرکین عرب نے بے شمار

من گھڑت رسموں کو اللہ کی طرف منسوب کر رکھا تھا، ان ظالموں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کے نصیب کا جو کچھ رزق اور عمر وغیرہ ہے وہ تو ان کو دنیا میں مل جائیگا لیکن آخرت میں مصیبت ہی مصیبت ہے یہاں تک کہ جب ان کی موت کا وقت قریب ہوگا اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ان کی روح قبض کرنے آئیں گے تو وہ ان سے کہیں گے خدا کو چھوڑ کر تم جن بتوں وغیرہ کی پوجا کرتے تھے اب وہ کہاں گئے، اس مصیبت میں وہ تمہاری مدد کیوں نہیں کر رہے ہیں، کفار کہیں گے آج تو وہ نظر ہی نہیں آرہے ہیں، ہم کو چھوڑ کر غائب ہوگئے ہیں، اس وقت وہ اپنے کافر اور خدا کا نافرمان ہونے کا اقرار کریں گے مگر اس وقت یہ اقرار ان کے لئے سودمند نہ ہوگا کیونکہ یہ وقت نزع کا ہے اس وقت توبہ کے دروازے بند ہوجاتے ہیں

قَالَ ادْخُلُوا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ

اللہ تعالیٰ فرماوے گا کہ جو فرقے تم سے پہلے گذر چکے ہیں جنات میں سے بھی اور آدمیوں میں سے بھی ان کے ساتھ

فِي النَّارِ ۭ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ۭ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا

تم بھی دوزخ میں جاؤ جس وقت بھی کوئی جماعت داخل ہوگی اپنی جیسی دوسری جماعت کو لعنت کرے گی یہاں تک کہ اس میں

فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَاۗءِ اَضَلُّوْنَا

جب سب جمع ہوجاویں گے تو پچھلے لوگ پہلے لوگوں کی نسبت کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمکو ان لوگوں نے گمراہ

فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۭ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ

کیا تھا سو ان کو دوزخ کا عذاب ہم سے) دوگنا دیجئے اللہ تعالیٰ فرماویں گے کہ سب ہی کا دوگنا ہے لیکن تم کو خبر نہیں

(۳۸) وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ

اور پہلے کے لوگ پچھلے لوگوں سے کہیں گے کہ پھر تم کو ہم پر کوئی فوقیت نہیں سو تم بھی اپنے

فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ (۳۹) ع ۴ ۷ ۸ ۱۱

کردار کے مقابلہ میں عذاب کا مزہ چکھتے رہو

تفسیر اس آیت میں حشر کے دن کا واقعہ بیان فرمایا گیا ہے کہ حکم خداوندی ہوگا کہ ان مشرکین عرب اور کفار کو ان لوگوں کے ساتھ جو ان سے پہلے گمراہ فرقے انسانوں اور جنوں میں سے گذرے ہیں ان کے ساتھ ان کو بھی جہنم میں داخل کردو، بہرحال آگے پیچھے تمام کفار و مشرکین دوزخ میں داخل کردیئے جائیں گے اور ان کا یہ حال ہوگا کہ جو جماعت پہلے سے جہنم میں پڑی ہوگی وہ اس جماعت

کو جو بعد میں دوزخ میں داخل کی جارہی ہے اس پر لعنت کرے گی یعنی ان میں آپس میں کوئی ہمدردی نہوگی بلکہ ایک جماعت دوسری جماعت کو بری نظر سے دیکھے گی اور برا کہے گی۔

جب تمام کفار دوزخ میں جمع ہوجائیں گے تو وہ جماعت جو بعد میں داخل ہوئی ہے اپنے سے پہلے والے ان کافروں کو جو ان کے پیشوا اور بزرگ تھے ان کے بارے میں حق تعالیٰ سے درخواست کرینگے کہ ان کو دوگنا اور ڈبل عذاب دیجئے کیونکہ انھی لوگوں نے ہم کو گمراہ کیا، کفر و شرک کے راستے دکھائے اور بے ہودہ قسم کی رسمیں ہمارے لئے ایجاد کیں، ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ان کو دوگنا عذاب دینے سے تم کو کیا تسلی و راحت مل جائے گی، بلکہ چونکہ تمہارا عذاب بھی آناً فاناً بڑھتا جائے گا اس لئے تمہارا عذاب بھی ان کے دوگنے عذاب ہی جیسا ہوگیا، پس اس حساب سے سبھی کا عذاب دوگنا ہے مگر تم کو ابھی اس کی پوری خبر نہیں، کیونکہ ابھی تو عذاب کی ابتدا ہے اس لئے ایسی باتیں بنا رہے ہو۔ صاحب مظہری نے لکھا ہے کہ پیشواؤں کو ایک عذاب ان کے اپنے کفر کا ہوگا اور دوسرا عذاب لوگوں کو گمراہ کرنے کا، اور ان پیشواؤں کے ماننے والوں کو ایک عذاب اپنے کفر کا ہوگا اور دوسرا عذاب اہل حق کو چھوڑ کر اہل باطل کی تقلید و پیروی کرنے کا ہوگا۔

جب ان کفار کو اللہ کی طرف سے روکھا جواب مل جائیگا کہ تمہارے پیشواؤں کی طرح تم کو بھی دوگنا عذاب دیا جائیگا تو اس جواب کو سنکر جہنم میں پہلے سے داخل ہونے والے کفار اور پیشوا، بعد میں داخل ہونے والوں سے کہیں گے کہ تم کو ہم پر کوئی فوقیت نہیں اور تم میں اور ہم میں کوئی فرق نہیں، تمہارے لئے بھی ڈبل عذاب ہے، اور ہمارے لئے بھی ڈبل بس تم اب اپنے کئے کی سزا بھگتو ہم اپنے کئے کی سزا بھگتیں گے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ

جو لوگ ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلاتے ہیں اور ان سے تکبر کرتے ہیں ان کے لئے آسمان کے دروازے

أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ

نہ کھولے جائیں گے اور وہ لوگ کبھی جنت میں نہ جاویں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے کے اندر سے

الْخِيَاطِ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ ﴿٤٠﴾ لَهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ

نہ چلا جائے اور ہم مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں ان کے لئے آتش دوزخ کا بچھونا ہوگا

وَمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿٤١﴾

اور ان کے اوپر اسی کا اوڑھنا ہوگا اور ہم ایسے ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں

تفسیر اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ جن لوگوں نے ہماری آیات واحکامات کو جھٹلایا، ان پر عمل کرنے سے روگردانی اور تکبر کیا تو ہم ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولیں گے، ان بدبخت کفاروں کے لئے آسمان کے دروازے کس موقع پر بند ہوں گے اس کے متعلق دو تفسیریں منقول ہیں ۱؎ حضرت ابن عباسؓ سے یہ تفسیر منقول ہے کہ نہ ان لوگوں کے اعمال کے لئے آسمان کے دروازے کھلیں گے اور نہ ہی دعاء کے لئے، مطلب یہ ہے کہ دعاء اور اعمال دونوں ہی آسمان پر نہیں پہونچ پائیں گے۔
۲؎ حضرت براء بن عازبؓ اس کی تفسیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ کالی اور ڈراؤنی شکل کے فرشتے کفار کی روح نکال کر ٹاٹ میں لپیٹ دیتے ہیں، اس روح میں سے مردار سے بھی زیادہ بدبو آتی ہے پھر یہ فرشتے اس کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں، جو فرشتے ان کو ملتے ہیں وہ پوچھتے ہیں کہ یہ کس خبیث کی گندی روح ہے، یہ فرشتے ان کا نام بتلا دیتے ہیں، اسی طرح جب ساتویں آسمان پر پہنچتے ہیں اور دروازہ کھلواتے ہیں تو ان کے لئے دروازہ نہیں کھولا جاتا، اتنا بیان کرنے کے بعد حضورؐ نے یہی آیت لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ یعنی ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے، بہرحال ان فرشتوں سے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اس خبیث گندی روح کی کتاب یعنی اعمال نامہ مقام سجین یعنی پچلی زمین کے قید خانہ میں درج کرلو اللہ کے حکم کے مطابق اس روح کو سجین میں پھینک دیا جائیگا۔
اس کے بعد فرمایا کہ ان کفار کو ہم جنت میں اس وقت تک داخل نہیں کریں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ اور سوراخ میں نہ گھس جائے، اور یہ ناممکن و محال ہے، بس ان کافرین کا بھی جنت میں داخل ہونا ناممکن اور محال ہے، اس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہ ہمیشہ جہنم میں پڑے رہیں گے اور جہنم کی آگ کے شعلے ان پر چاروں طرف سے لپٹ جائیں گے، اسی کو اللہ پاک نے اس آیت لَهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ یعنی ان کے لئے جہنم میں آگ کا بچھونا اور اوڑھنا ہوگا، بس ہم ایسے مجرموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں، یعنی ہمیں ان سے کوئی عداوت و دشمنی نہیں ہے بلکہ انھوں نے جیسا کیا ویسا ہی بھگتا۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۚ

اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے، ہم کسی شخص کو اس کی قدرت سے زیادہ کام نہیں بتلاتے

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٤٢﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِي

ایسے لوگ جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور جو کچھ ان کے دلوں میں

صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ

غبار تھا ہم اس کو دور کر دیں گے، ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ لوگ کہیں گے کہ اللہ کا لاکھ لاکھ احسان

لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۫ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا

ہے جس نے ہم کو اس مقام تک پہنچایا اور ہماری کبھی رسائی نہ ہوتی اگر اللہ تعالیٰ ہم کو نہ پہنچاتے واقعی ہمارے

اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ وَنُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ

رب کے پیغمبر سچی باتیں لے کر آئے تھے اور ان سے پکار کر کہا جائے گا کہ یہ جنت

الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾

تمکو دی گئی ہے تمہارے اعمال کے بدلے

تفسیر اس سے پہلی آیات میں کافرین کی بدحالی کا ذکر فرمایا، اب ان آیات میں مومنین کی خوش حالی کا ذکر ہے، ارشاد ہے کہ جن لوگوں نے ایمان قبول کر کے نیک کام کئے اور انھوں نے اس پر کوئی فخر وغرور نہیں کیا بلکہ یہ کہا کہ تمام تعریفیں اس خدائے پاک کے لئے ہیں جس نے ہمیں ایمان کی توفیق بخشی اور اسکے رسول ہمارے پاس اللہ کی سچی باتیں، تعلیمات و احکامات لائے تھے، جن کو ان لوگوں نے مانا اور ان پر پابندی سے عمل کیا ان لوگوں کو اللہ پاک خوشخبری سنا رہے ہیں کہ یہ لوگ جنت میں داخل کئے جائیں گے اور ان کے عالی شان باغات اور محلوں کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہاں یہ مکمل عیش و آرام کی زندگی بسر کریں گے، اس آیت میں اس شبہ کو بھی ختم کر دیا گیا کہ جس طرح دنیا میں باہمی رنجشیں اور ایک دوسرے کی ترقی سے حسد اور رنج وغم ہو جاتا ہے، جنت میں اس طرح کی کوئی بات نہیں پیش آئے گی، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ جب یہ لوگ پل صراط سے گذر جائیں گے تو پانی کے ایک چشمہ پر پہونچیں گے اور اس کا پانی پئیں گے، اس پانی کا خاصہ یہ ہوگا کہ سب کے دلوں سے آپسی کینہ وحسد اور رنجشیں وجلن دھل جائیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ یہ آیت وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ الخ تلاوت کی تو فرمایا مجھے قوی امید ہے کہ میں اور عثمانؓ، طلحہؓ، زبیرؓ میں بھی ایسا ہی معاملہ ہوگا، یعنی ہمارے آپس میں بھی کسی طرح کی کوئی رنجش وکدورت نہ ہوگی،

ان آیات میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ ہم کسی کو اس کی طاقت وہمت سے زیادہ کوئی حکم نہیں فرماتے مطلب یہ ہے کہ جن احکامات کا ہم نے انسانوں کو مکلف بنایا ہے وہ ایسے نہیں کہ جن کو یہ نہ کر سکیں بلکہ وہ تو بہت آسان اور سہل ہیں جن پر بسہولت عمل کر کے یہ مستحق جنت ہو سکتے ہیں۔

آیت کے اخیر میں فرمایا گیا کہ ان نیک کام کرنے والے مومنوں سے پکار کر کہا جائیگا کہ جنت تمکو تمہارے

اعمال کے بدلہ عطا کی گئی، یہ بات ان سے کس وقت کہی جائے گی اس کے متعلق دو قول ہیں ۱ جب یہ حضرات دور سے جنت کو دیکھیں گے تو اس وقت ان سے یہ کہا جائیگا ۲ جنت میں داخل ہو جانے پر ان سے یہ بات کہی جائے گی، صاحب تفسیر مدارک نے لکھا ہے کہ عطاء جنت کو لفظ میراث سے تعبیر کرنا یہ بتا رہا ہے کہ جس طرح میراث بغیر کسی چیز کے بدلے مل جاتی ہے بس اسی طرح جنت بھی محض خدا کے فضل سے بلا کسی چیز کے معاوضہ کے مل جائے گی اور اعمال کو جنت ملنے کا سبب بتلایا یہ محض خدائے تعالیٰ کی رحمت و مہربانی ہے، چنانچہ بخاری و مسلم شریف کی ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو تم میں سے ہر کوئی یہ بات سمجھ لے کہ اپنے عمل کے بدلے کوئی جنت کا مستحق نہیں ہو سکتا، صحابہ کرام رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ بھی؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں میں بھی جب تک خدا کی رحمت اور اسکا فضل و کرم شامل حال نہ ہو جنت میں داخل نہیں کیا جا سکوں گا، پس اے لوگو ہر وقت اللہ تعالیٰ سے اسکے فضل و کرم کی بھیک مانگتے رہو۔

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا

اور اہل جنت اہل دوزخ کو پکاریں گے کہ ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ فرمایا تھا ہم نے تو اس

رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ

کو واقع کے مطابق پایا سو تم سے جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا تم نے بھی اس کو مطابق واقع پایا وہ کہیں گے ہاں پھر

مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ

ایک پکارنے والا دونوں کے درمیان پکارے گا کہ اللہ کی مار ہو ان ظالموں پر جو اللہ کی راہ سے اعراض

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۵﴾

کیا کرتے تھے اور اس میں کجی تلاش کرتے رہتے تھے اور وہ لوگ آخرت کے بھی منکر تھے

اللہ کا وعدہ حق ہے جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں پہونچ جائیں گے تو اس وقت جنتی دوزخیوں سے کہیں گے کہ ہمارے رب نے ہم سے جو وعدہ فرمایا تھا کہ ایمان اور نیک کام پر جنت دی جائے گی ہم نے اس کو بالکل سچا پایا، آج اس نے ہمیں اپنے وعدہ کے مطابق جنت میں داخل کر دیا ہے اور اے دوزخیو ذرا تم بھی تو بولو کہ تم نے بھی اللہ کے وعدہ کو حق پایا کہ تمھیں دنیا میں تو تم اللہ کے وعدہ کو جھٹلاتے تھے مگر آج تو تم نے دیکھ ہی لیا کہ اللہ نے اپنے وعدہ کے مطابق کہ کفر کرو گے تو دوزخ میں داخل کروں گا آج تمکو دوزخ میں پھینک دیا ہے، دوزخی اس پر جواب دیں گے ہاں واقعی اللہ و رسول کی تمام باتیں سچی نکلیں، اسکے بعد دوزخیوں کی حسرت اور جنتیوں کی مسرت بڑھانے کے لئے ان دونوں کے بیچ میں کھڑا ہو کر ایک فرشتہ

پکارے گا کہ لعنت و پھٹکار ہے اللہ کی ان ظالموں پر جو روکتے تھے اللہ کی راہ (دین حق) سے اور تلاش کرتے تھے اس دین میں عیب اور کجی، اور یہ لوگ آخرت کا بھی انکار کرتے تھے، بس اس کا نتیجہ آج جہنم کی آگ میں پڑے ہوئے بھگت رہے ہیں۔

ایک شبہ کا جواب یہاں پر کوئی یہ شبہ کر سکتا ہے کہ جنت تو عالم قدس ہے جو آسمانوں سے بھی بالا و بلند ہے اور جہنم سب سے نیچے کے طبقہ میں ہے پھر یہ آپس میں بات چیت کس طرح کریں گے، اس کا جواب[1] یہ ہے کہ اس عالم قدس میں دوری کچھ رکاوٹ نہ بن سکے گی جیسا کہ قرآن کریم کی بہت سی آیات میں اس کا ثبوت ملتا ہے، بہر حال جنتی اپنے محلوں کی کھڑکیوں سے منہ نکال کر وہیں بیٹھے بیٹھے دوزخیوں سے گفتگو کریں گے، جواب[2] آج کے دور میں تو یہ شبہ قطعاً ہو ہی نہیں سکتا، ریڈیو، ٹرانسمیٹر، وائرلیس اور ٹیلی ویژن کے اس دور میں ایسے شکوک و شبہات کی کوئی حقیقت نہیں، امریکہ سے ٹیلی ویژن پر بیٹھ کر ایک شخص بول رہا ہے اور لاکھوں میل دور آپ نہ صرف اس کی گفتگو سن رہے ہیں بلکہ اس کو بھی پورے طور پر دیکھ رہے ہیں واقعہ تو یہ ہے کہ سائنس نے تو مذہب اسلام کو سمجھنا آسان کر دیا ہے، لیکن بدبختی ازل سے جن کے نصیب میں لکھ دی گئی ان کو راہ پر کون لا سکتا ہے۔

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ ۚ

اور ان دونوں کے درمیان ایک آڑ ہوگی اور اعراف کے اوپر بہت سے آدمی ہوں گے وہ لوگ ہر ایک کو ان کے قیافہ سے

وَنَادَوْا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ۖ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ

پہچانیں گے اور اہل جنت کو پکار کر کہیں گے السلام علیکم ابھی یہ اہل اعراف جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے

يَطْمَعُونَ ﴿٤٦﴾ وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصَارُهُمْ تِلْقَاءَ أَصْحَابِ النَّارِ قَالُوا

اور اسکے امیدوار ہوں گے اور جب ان کی نگاہیں اہل دوزخ کی طرف جا پڑیں گی تو کہیں گے اے ہمارے رب ہمکو

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٤٧﴾

ان ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کیجئے

تفسیر اس سے پہلی آیات میں جنتیوں اور دوزخیوں کی باہمی گفتگو کو بیان کیا تھا، اب یہاں ارشاد ہے کہ ان دونوں یعنی جنت و دوزخ کے درمیان ایک آڑ ہوگی تاکہ دوزخ والے جنت میں نہ جا سکیں اس دیوار کا یہ خاصہ ہوگا کہ دوزخ کا اثر جنت میں نہیں جانے دے گی، اور جنت کا اثر دوزخ میں نہیں جانے دیگی اس دیوار میں ایک دروازہ ہوگا، اس دروازے کے باہر دیکھو تو سارا عذاب ہی عذاب نظر آئیگا اور دروازے کے اندر

جہاں مومنین ہوں گے وہاں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی تجلیاں ہوں گی اور جنت کی فضا اور بہار سامنے ہوگی اس کا تفصیلی ذکر سورۂ حدید کی اس آیت فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ میں لکھا گیا ہے اس کا خلاصہ ہم نے پیش کر دیا

اہل اعراف کون ہیں

جنت اور دوزخ کے درمیان جو دیوار ہے اس کے اوپر والے حصہ کو اعراف کہا جاتا ہے، اور اس پر بسنے والوں کو اہل اعراف کہا گیا ہے، اب یہ بات رہ جاتی ہے کہ جو لوگ اس دیوار پر بس رہے ہوں گے وہ کون ہیں، تو اس کے متعلق حضرت جابرؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اعراف پر وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں گے نہ وہ جنت میں داخل کئے جائیں گے اور نہ دوزخ میں بلکہ ان کو اسی مقام اعراف پر روک لیا جائے گا، چنانچہ حضرت حذیفہؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو جمع فرمائیں گے اور اہل جنت کو جنت میں اور اہل دوزخ کو دوزخ میں جانے کا حکم فرمائیں گے، اور پھر اہل اعراف سے فرمائیں گے کہ تم کو کس چیز کا انتظار ہے، وہ عرض کریں گے ہم آپ کے حکم کے منتظر ہیں ارشاد ہوگا کہ تمہاری نیکیوں نے دوزخ میں جانے سے تو تم کو بلا شبہ بچا لیا مگر تمہارے گناہ جنت میں جانے سے تمہارے لئے آڑ بن گئے ہیں، بس اب تم میری مغفرت اور رحمت سے جنت میں داخل ہو جاؤ،

اہل اعراف کی جنت و دوزخ والوں سے گفتگو

اہل اعراف جنت اور دوزخ والوں سے جو گفتگو کریں گے اس کو اللہ پاک نے ان آیات میں بیان فرمایا ہے، ارشاد ہے کہ اہل اعراف جنت و دوزخ والوں کو اندازہ سے پہچان لیں گے، اور وہ اندازہ یہ ہوگا کہ مومنین کے چہرے نورانی ہوں گے، اور کافرین کے چہرے ظلماتی (سیاہ) ہوں گے بہرحال یہ اہل اعراف ابھی تک جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے، پس رحمت خداوندی سے امید باندھے ہونگے مقام اعراف سے یہ جنتیوں کو پکار کر کہیں گے السلام علیکم یعنی تم پر خدا کی سلامتی ہو اور جب ان کی نظر دوزخیوں پر پڑے گی تو ہول کھا کر اور گھبرا کر کہیں گے اے ہمارے رب ہم کو ان ظالم لوگوں کے ساتھ عذاب میں شامل نہ کیجئے اور پھر ان دوزخیوں سے مخاطب ہو کر کہیں گے کہ تمہاری جماعت جو خود بھی کفر و شرک پر جمی ہوئی تھی اور تمکو بھی جمار کھا تھا، اور تم بھی اپنے کو بڑا سمجھ کر تکبر کر کے خدا کے دین حق اور اس کے سچے پیغمبروں کے کہنے پر نہ چلے، ان کی پیروی نہ کی، بس اپنے آپ کو اور اپنی گمراہ جماعت ہی کو سب کچھ سمجھا سو وہ آج تمہارے کام نہ آئی اور جن مسلمانوں کو تم حقیر و ذلیل سمجھتے تھے اور جن کے متعلق تم قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ ان پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت نہ کرے گا، آج ان پر خدائے تعالیٰ نے اس قدر رحمتوں کی بارش فرمادی کہ ان کو جنت میں داخل کر کے یہ فرمادیا کہ اب تمکو کسی قسم کا کوئی اندیشہ نہیں اور نہ ہی اب تم کو کسی بھی طرح کے رنج و غم سے دوچار ہونا پڑے گا، بس مکمل اطمینان و سکون اور راحت و آرام سے جنت کی نعمتوں کے مزے لوٹو۔

بعض مفسرینؒ نے فرمایا یہ بات اللہ تعالیٰ دوزخ والوں کو مخاطب کر کے فرمائیگا کہ تم اہل اعراف کے متعلق یہ خیال کرتے تھے کہ اللہ ان پر رحمت نہیں فرمائیگا تو سن لو ہم نے اپنی رحمت ان پر فرمادی اور ان کو جنت میں جانے کی اجازت دیدی۔

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ

اور اہل اعراف بہت سے آدمیوں کو جن کو کہ ان کے قیافے سے پہچانیں گے پکاریں گے کہیں گے کہ تمہاری جماعت

قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور تمہارا اپنے کو بڑا سمجھنا تمہارے کچھ کام نہ آیا

اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ؕ

کیا یہ وہی ہیں جن کی نسبت تم قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نہ کرے گا ان کو

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۴۹﴾

یوں حکم ہوگیا کہ جاؤ جنت میں تم پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ تم مغموم ہوگے

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ

اور دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے کہ ہمارے اوپر تھوڑا پانی

الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى

ہی ڈالدو، یا اور ہی کچھ دیدو جو اللہ تعالیٰ نے تمکو دے رکھا ہے جنت والے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے

الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّ

دونوں چیزوں کی کافروں کیلئے بندش کر رکھی ہے جنھوں نے دنیا میں اپنے دین کو لہو و لعب بنا رکھا تھا اور

غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ

جن کو دنیوی زندگانی نے دھوکا میں ڈال رکھا تھا سو ہم بھی آج کے روز ان کا نام نہ لیں گے جیسا انھوں نے

يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۵۱﴾

اس دن کا نام تک نہ لیا اور جیسا یہ ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے

تفسیر اس سے پہلی آیات میں جنت والوں نے دوزخ والوں سے جو گفتگو کی اس کا ذکر ہوا، اب اس آیت میں یہ بیان ہے کہ دوزخ والے دوزخ کی گرمی اور اسکے شعلوں سے جھلس کر پیاس اور بھوک سے لاچار ہو کر بڑی عاجزی سے جنت والوں سے سوال کریں گے کہ ہم پر کچھ پانی ہی ڈال دو یا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمکو دے رکھا ہے وہی دیدو، مطلب یہ ہے کہ کھانے پینے کی جو چیز بھی تمھارے پاس ہے ہمیں دیدو تمھاری بڑی مہربانی ہوگی شاید اس سے ہمھاری مصیبت میں کچھ کمی آجائے، اس پر جنت والے انھیں جواب دیں گے، جنتی کھانے پینے کی چیزیں تم سے روک لی گئی ہیں، تمھیں یہ چیزیں دینے کی بندش لگادی گئی ہے، لہذا ہم یہ چیزیں تمھیں نہیں دے سکتے۔

اس کے بعد ان جہنمی کافروں کے متعلق فرمایا گیا کہ انھوں نے دنیا میں دین کو کھیل تماشا بنا رکھا تھا اور ان کو دنیا کی ظاہری چمک دمک نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا کہ اسی کو سب کچھ سمجھ کر یہ آخرت سے غافل رہے، اور ہماری نافرمانی کرتے رہے جس کی سزا ان کو آج بھگتنی پڑ رہی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آج ہم ان کو فراموش کر دیں گے جیسے کہ انھوں نے قیامت کے دن کی پیشی کو فراموش کر دیا تھا اور جسطرح انھوں نے ہماری آیات کو بھلا دیا تھا اور انکار کیا تھا، مطلب یہ ہے کہ آج جبکہ یہ کھانا اور پانی مانگ رہے ہیں تو ہم انھیں بالکل بھول گئے ہیں، ہم ان کو قطعاً کھانے پینے کی کوئی چیز نہ دیں گے، ایک حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندے سے فرمائے گا کہ میں نے تجھے فلاں، فلاں نعمتیں دی تھیں، وہ ان کا اقرار کرے گا، پھر ارشاد ہوگا کہ تجھے مرنے کے بعد زندہ ہو کر میرے دربار میں حاضر ہونے کا یقین تھا وہ کہے گا نہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا بس جس طرح تو دنیا میں ہمارے دربار کی حاضری کو بھول گیا تھا آج اسی طرح میں بھی تجھے بھلا دیتا ہوں، فراموش کر دیتا ہوں۔

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ

اور ہم نے ان لوگوں کے پاس ایک ایسی کتاب پہنچا دی ہے جس کو ہم نے اپنے علم کامل سے بہت ہی واضح کر کے بیان کر دیا ہے

يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ

ذریعۂ ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کیلئے جو ایمان لے آئے ہیں ان لوگوں کو اور کسی بات کا انتظار نہیں صرف اسکے آخر نتیجہ کا

الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ

انتظار ہے جس روز اس کا آخر نتیجہ پیش آوے گا اس روز جو لوگ اس کو پہلے سے بھولے ہوئے تھے یوں کہنے لگیں گے کہ

لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ

واقعی ہمارے رب کے پیغمبر سچی سچی باتیں لائے تھے سو اب کیا کوئی ہمارا سفارشی ہے کہ وہ ہماری سفارش کر دے یا کیا ہم پھر

كُنَّا نَعْمَلُ ۚ قَدْ خَسِرُوٓا أَنفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا

واپس بھیجے جا سکتے ہیں تاکہ ہم لوگ ان اعمال کے جن کو ہم کیا کرتے تھے برخلاف دوسرے اعمال کریں بیشک ان لوگوں نے اپنے کو خسارہ

يَفْتَرُونَ ﴿٥٣﴾

میں ڈال دیا جو جو باتیں تراشتے تھے سب گم ہو گیا

تفسیر جنت و دوزخ اور اعراف والوں کے حالات و واقعات اور ان کی باہمی گفتگو کا علم عقل سے نہیں ہو سکتا اس کا علم حق تعالیٰ ہی بذریعہ وحی دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انسانوں کو ان باتوں سے اس لئے باخبر کرتے ہیں کہ تاکہ انسان اپنے انجام سے باخبر ہو کر جنت کی طرف دوڑے اور جہنم سے گھبرائے، اسی لئے ان آیات میں فرمایا گیا ہے کہ اے لوگو! تم ان باتوں میں شک ہرگز مت کرو، کیونکہ ہم نے تمہارے پاس ایک ایسی کتاب "قرآن کریم" بھیجی ہے جس میں کمالِ علم سے ہم نے ہر چیز کو خوب واضح اور کھول کر بیان کر دیا ہے، تاکہ اس کو سب سنیں، لیکن یہ ہدایت و رحمت کا ذریعہ صرف انھی لوگوں کے لئے ہے جو اس کو سن کر ایمان لے آتے ہیں اور جو لوگ اس میں شک و شبہ اور انکار کرتے ہیں بس ان کو صرف اس کا انتظار ہے کہ اس کتاب کا بتلایا ہوا عذاب کب آتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس روز ہمارا عذاب آئے گا اور قیامت واقع ہو گی تو اس روز وہ لوگ جو اس کو پہلے سے بھولے ہوئے تھے، مجبور ہو کر یوں کہنے لگیں گے واقعی ہمارے رب کے رسولوں نے جو کچھ کہا تھا وہ برحق نکلا، بس ہم سے بہت بڑی بھول اور غلطی ہوئی کہ ہم نے اس کتاب اور اسکے رسول کو نہ مانا، پس کیا اب ہمارے لئے کوئی سفارش کرنے والا ہے جو اس عذاب عظیم سے نجات دلا سکے، یا ایسا ہے کہ ہم کو دوبارہ دنیا میں بھیجا جائے تاکہ جو غلط کام ہم نے کئے ان سے بچیں اور نیک کام کریں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اب ان کے لئے نجات کا کوئی راستہ نہیں، بلاشبہ انھوں نے کفر کر کے اپنے کو نقصان و خسارہ میں ڈالدیا ہے، اور یہ دنیا میں جو نئی نئی باتیں شرک و بت پرستی وغیرہ کی گھڑتے تھے وہ آج سب غائب ہیں، یعنی جو کچھ انھوں نے یقین جما رکھا تھا وہ سب بے بنیاد نکلا اور یہاں آکر انھیں معاملہ کچھ اور ہی نظر آیا بس اب تو ان کے لئے یہاں عذاب ہی عذاب ہے عذاب کے علاوہ کچھ نہیں

إِنَّ رَبَّكُمُ ٱللَّهُ ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ فِى سِتَّةِ

بے شک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا

أَيَّامٍ ثُمَّ ٱسْتَوَىٰ عَلَى ٱلْعَرْشِ ۖ يُغْشِى ٱلَّيْلَ ٱلنَّهَارَ

پھر عرش پر قائم ہوا چھپا دیتا ہے شب سے دن کو

يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ ۗ

ایسے طور پر کہ وہ شب اس دن کو جلدی سے آلیتی ہے اور سورج اور چاند اور دوسرے ستاروں کو پیدا

أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۗ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿٥٤﴾

کیا ایسے طور پر کہ سب اسکے حکم کے تابع ہیں یاد رکھو اللہ ہی کیلئے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا بڑی خوبیوں کے بھرے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ جو تمام عالم کے پروردگار ہیں۔

تفسیر اس سے پہلی آیات میں مرنے کے بعد زندہ ہونے اور پھر خدا کے سامنے حساب وکتاب ہوکر جنت ودوزخ میں جانے کا ذکر ہوا، اس آیت میں اللہ پاک کی قدرت کاملہ کا بیان ہے، تاکہ کسی کو آخرت پر یقین لانے میں شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے، ارشاد ہے کہ اللہ نے آسمان وزمین کو چھ دن کے برابر وقت میں پیدا فرمایا (اس کی تفصیل سورۂ بقرہ میں گذری)

ایک سوال کا حل یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت کو تو اس پر مکمل قدرت تھی کہ وہ آسمان وزمین اور اس کی تمام چیزوں کو کُنْ فرماکر ایک لمحہ میں پیدا کردیتے پھر چھ دن میں کیوں پیدا کیا؟ حضرت سعید بن جبیرؓ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ درحقیقت اس سے انسانوں کو یہ سکھانا منظور ہے کہ وہ بھی اپنے کام سوچ سمجھ کر رفتہ رفتہ کریں، بلا سوچے سمجھے جلد بازی میں آکر ایک دم نہ کریں، چنانچہ حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ غور وفکر کرکے بتدریج رفتہ رفتہ کام کرنا اللہ کی طرف سے ہے اور جلد بازی کرنا شیطان کی طرف سے ہے۔

عرش الٰہی آسمان وزمین کو پیدا فرماکر اللہ تعالیٰ عرش پر قائم ہوئے، عرش کے معنی لغت میں تخت حکومت کے ہیں، عرش الٰہی ایک عظیم ترین خدا کی پیدا کردہ چیز ہے جو اللہ کے نزدیک بڑی باعزت ہے، تجلیات الٰہی سے اسکا خصوصی تعلق ہے، عرش پر قائم ہونے کا کیا مطلب ہے اس کی تحقیق وکھوج میں نہیں پڑنا چاہئے، حضرات صحابہؓ وتابعین اور بعد کے اکثر علماء وصلحاء سے منقول ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات وصفات کی حقیقت کا احاطہ کرنے سے انسان کی عقل عاجز ہے بس اس پر مجملاً ایمان لانا چاہئے اور جو مراد ان الفاظ سے اللہ تعالیٰ کی ہے وہ صحیح اور حق ہے اسکا یقین کرنا چاہئے اور وہ عرش پر اپنی شایان شان قائم ہے۔

آگے اپنی قدرت کاملہ کا ذکر اس طرح فرمایا کہ خدا کی ذات وہ ہے جو رات سے دن کو چھپادیتی ہے یعنی رات کی اندھیری دن کی روشنی سے اور دن کی روشنی رات کی اندھیری سے چھپ جاتی ہے رات اور دن ایک دوسرے کو بڑی تیزی سے پالیتے ہیں مطلب یہ ہے کہ رات ودن کا یہ انقلاب عظیم خدا کی قدرت کے تابع ہے کہ اس میں ذرا دیر نہیں لگتی۔

اور فرمایا کہ خدا کی ذات وہ ہے کہ اس نے چاند، سورج اور ستاروں کو اس طور پر پیدا کیا کہ سب اس کے حکم کے تابع ہیں، ان تمام چیزوں کا ذکر فرما کر حق تعالیٰ انسان کے ذہن نشین یہ بات کرنا چاہتے کہ ہمیں زبردست قدرت حاصل ہے جب ہم نے اتنی بڑی بڑی چیزوں کو پیدا کیا اور اپنے اشارہ سے ان کو چلا رہے ہیں تو پھر اے انسانوں تم کو پیدا کرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا اور حساب و کتاب دے کر جنت و دوزخ میں بھیج دینا ہمارے لئے کوئی معنی نہیں رکھتا بلکہ بالکل آسان ہے، چنانچہ آیت کے اخیر میں ارشاد فرمایا کہ اے لوگو یاد رکھو اللہ ہی کے لئے خاص ہے خالق ہونا، اور حاکم ہونا، اللہ تعالیٰ بڑے کمالات والے ہیں، اور تمام عالم کے پروردگار ہیں۔

ع

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝۵۵

دعا کیا کرو تذلل ظاہر کرکے بھی اور چپکے چپکے بھی واقعی اللہ تعالیٰ ناپسند کرتے ہیں ان لوگوں کو جو حد سے نکل جائیں

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا

اور بعد اس کے کہ اسکی درستی کردی گئی ہے فساد مت پھیلاؤ اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس سے ڈرتے ہوئے اور امیدوار

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۵۶

رہتے ہوئے، بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت نزدیک ہے نیک کام کرنے والوں سے

دعا مانگنے کا طریقہ

اس سے پہلے بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ دونوں عالم کا پروردگار ہے اب اس آیت میں فرمایا جارہا ہے کہ اپنی تمام ضروریات وحاجات اور مصائب و آفات میں اسی کو پکارو اسی سے گڑگڑا کر چپکے چپکے دعا مانگو۔

اس آیت سے یہ بات واضح ہوئی دعا خوب خشوع وخضوع اور عاجزی وانکساری کے ساتھ آہستہ آہستہ کی جائے کیونکہ دعا ایک ایسی ذات سے کی جاتی ہے جو ہمارے بالکل قریب ہے

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ بلند آواز سے دعا مانگنے میں اول تو عاجزی وانکساری باقی نہیں رہتی، اور دوسرے اس میں ریا ونمود کا اندیشہ ہے، موصوفؒ لکھتے ہیں کہ نماز کے اماموں کو بھی بلند آواز سے دعا نہ مانگنی چاہئے، مذکورہ خرابیوں کے علاوہ اس میں یہ بھی نقصان ہے کہ جن حضرات کی رکعات چھوٹ گئی ہیں ان کی نماز میں خلل ہوگا، بہرحال ہر حالت اور ہر صورت میں دعاء کا آہستہ آہستہ ہی مانگنا افضل وبہتر ہے، ہاں اگر کسی مجمع میں ایسا ہو کہ ایک شخص دعا کرائے اور سب آمین کہیں تو اس وقت بلند آواز سے دعا مانگی جاسکتی ہے بشرطیکہ کسی کی نماز وغیرہ میں خلل کا اندیشہ نہ ہو۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتے، حد سے بڑھنا چاہے دعا میں ہو یا کسی اور عمل میں حق تعالیٰ کو قطعاً پسند نہیں بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو مذہب اسلام نام ہی حدود و قیود کی پابندی اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا ہے نماز و روزہ اور دیگر عبادات و معاملات میں اگر حد شرعی سے بڑھا جائے تو وہ بجائے ثواب کے گناہ ہو جاتا ہے، دعا میں حد سے بڑھنے کی کئی صورتیں ہیں ۱؎ ایسی چیزوں کی دعا مانگنے جو شرعاً حرام ہیں اور عقلاً محال ہیں ۲؎ ایسی چیزوں کی دعا مانگے جو عام لوگوں کے لئے نقصان دہ ہیں ۳؎ دعا میں غیر ضروری قیدیں لگائی جائیں ۴؎ بلا ضرورت بلند آواز سے دعا مانگنا بھی حد سے بڑھنے میں داخل ہے۔

اس آیت میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پکارو خوف اور امید کے ساتھ، مطلب یہ ہے کہ دعا کرنے والے کو یہ اندیشہ بھی رہے کہ شاید میری دعا قبول نہ ہو، اور یہ امید بھی ہو کہ میری دعا قبول ہو سکتی ہے کیونکہ اپنی خطاؤں اور گناہوں سے بے فکر ہو جانا بھی کفر ہے، قبولیت دعا کی اسی وقت توقع کی جا سکتی ہے جب کہ ان دونوں حالتوں (امید و خوف) کے بیچ رہے، اسکے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت قریب ہے نیک عمل کرنے والوں سے، اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دعا کرتے وقت اگرچہ دونوں ہی حالتیں ہونی چاہئیں مگر امید غالب ہونی چاہیئے خوف پر، کیونکہ اللہ کی ذات بڑی رحیم و کریم ہے وہ بُرے سے بُرے انسان بلکہ شیطان کی بھی دعا قبول کر سکتا ہے، ایک حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ جب تم دعا مانگو تو پورے یقین کے ساتھ مانگو اس سے قبول ہونے میں کوئی شک نہ ہو، یعنی خدا کی رحمت کو سامنے رکھتے ہوئے دل کا اس پر جماؤ ہو کہ میری دعا ضرور قبول ہوگی۔

یہ اس بات کے منافی نہیں کہ اپنے گناہوں کی وجہ سے اس کا بھی اندیشہ رہے کہ شاید میرے گناہ دعا کے قبول ہوتے میں آڑے آجائیں اور میری دعا قبول نہ ہو۔ وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ — یعنی اللہ تعالیٰ نے جب اپنے پیغمبر اور کتابیں بھیج کر اس زمین پر بسنے والوں کی اصلاح کی ہے تو تم کفر و شرک اور خدا کی نافرمانی کی دعوت دے کر فساد اور بگاڑ مت پھیلاؤ۔

اس آیت میں تمام ہی انسانوں سے یہ بات کہی گئی ہے کہ جب ہم نے اپنے رسول اور کتاب بھیج کر اپنے قوانین و احکام تمکو بتلا دیئے ہیں تو پھر تم ان کی خلاف ورزی کر کے فساد پھیلانے والے مت بنو،

وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ؕ

اور وہ (اللہ) ایسا ہے کہ اپنے بارانِ رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ خوش کر دیتی ہیں، یہاں تک

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا

کہ جب وہ ہوائیں بھاری بادلوں کو اٹھا لیتی ہیں تو ہم اس بادل کو کسی خشک سرزمین کی طرف ہانک

بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ

لے جاتے ہیں پھر اس بادل سے پانی برساتے ہیں پھر اس پانی سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں یوں ہی ہم مُردوں

الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ

کو نکال کھڑا کریں گے تاکہ تم سمجھو اور جو سرزمین ستھری ہوتی ہے اسکا پیداوار تو

بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ

خدا کے حکم سے خوب نکلتا ہے اور جو خراب ہے اس کا پیداوار تو بہت کم نکلتا ہے اسی طرح ہم دلائل کو

نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ﴿۵۸﴾ ع

طرح طرح سے بیان کرتے رہتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو قدر کرتے ہیں

ع ۷ ۵ ۱۲

تفسیر

ارشاد خداوندی ہے کہ ہم بارش برسانے سے پہلے ٹھنڈی ہوا چلاتے ہیں جو کہ بارش کی امید دلا کر لوگوں کو خوش کر دیتی ہے اور پھر وہ ہوائیں بھاری بادلوں کو اٹھا لیتی ہیں یعنی وہ بادل پانی سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں، یہ بادل ہواؤں کے کاندھوں پر سوار ہو کر اوپر جاتے ہیں، اور پھر جن بستی اور شہر کی طرف جانے کا حکم ان بادلوں کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وہاں جا کر یہ برس جاتے ہیں، اور پھر اس بارش سے ہر قسم کے پھل پھول غلہ سبزی وغیرہ پیدا ہوتی ہے۔

اس کے بعد اللہ پاک نے فرمایا کہ جس طرح ہم زمین سے غلہ و پھل وغیرہ پیدا کرتے ہیں اسی طرح قیامت کے دن تم سب کو پیدا کریں گے، مطلب یہ ہے کہ جو ذات اس زمین سے پھل وغیرہ پیدا کرتی ہے وہ ان انسانوں کو جن کو ایک بار پیدا فرما کر مار چکا ان کو دوبارہ زندہ اور پیدا کرنا کیا مشکل ہے، اس مثال سے اللہ پاک یہی سمجھانا چاہتے ہیں کہ مرنے کے بعد تمہیں دوبارہ پیدا کرنا ہمارے لئے کوئی اہم کام نہیں،

حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ چالیس روز تک بارش برسائیں گے جس سے تمام انسان اپنی اپنی قبروں سے اس طرح اٹھیں گے جس طرح زمین سے دانہ اُگتا ہے۔

آیت کے اخیر میں ارشاد ہے کہ جو زمین ستھری ہوتی ہے اس سے پیداوار بحکم خدا خوب ہوتی ہے

اور جو زمین خراب ہوتی ہے اس سے اگر پیداوار ہوتی بھی ہے تو بہت کم برائے نام، یہ بات مشاہدہ سے ثابت ہے کہ جب بارش ہوتی ہے تو وہ ریتلی، پتھریلی بنجر زمین پر بھی ہوتی ہے، اور عمدہ قسم کی چکنی مٹی والی زمین پر بھی برستی ہے لیکن بنجر زمین سے پیداوار نہیں ہوتی، اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی ہدایت، آسمانی کتابیں پیغمبر اور پھر ان کے نائب علماء و مشائخ کی تعلیم و تربیت بھی بارش کی طرح ہر انسان کے لئے عام ہے، لیکن بارش سے جس طرح ہر زمین فائدہ نہیں اٹھا پاتی اسی طرح روحانی بارش کا فائدہ بھی صرف وہی لوگ حاصل کرتے ہیں، جن میں یہ صلاحیت ہے اور جن کے دل گناہ کرتے کرتے سیاہ ہو گئے ہیں وہ ان تمام واضح ہدایات سے کچھ فائدہ نہیں اٹھاتے بس گمراہی پر جمے رہتے ہیں۔

اللہ پاک کی اپنے بندوں کے ساتھ یہ بڑی ہی شفقت و محبت ہے کہ وہ ان کو ہدایت پر لانے کی خاطر مختلف انداز سے طرح طرح کی مثالیں بیان فرماتے ہیں

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا

ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا سو انھوں نے فرمایا کہ اے میری قوم تم (صرف) اللہ کی عبادت کرو اس کے

لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ

سوا کوئی تمہارا معبود ہونے کے لائق نہیں مجھ کو تمہارے لئے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے

(۵۹) قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (۶۰) قَالَ

ان کی قوم کے آبرودار لوگوں نے کہا کہ ہم تمکو صریح غلطی میں دیکھتے ہیں، انھوں نے فرمایا کہ اے میری

يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۶۱)

قوم مجھ میں تو ذرا بھی غلطی نہیں ہوئی لیکن میں پروردگار عالم کا رسول ہوں۔

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا

تمکو اپنے پروردگار کے احکام پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور میں خدا کی طرف سے ان امور

تَعْلَمُوْنَ (۶۲) اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى

کی خبر رکھتا ہوں جن کی تمکو خبر نہیں، اور کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے

رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٦٣﴾ فَكَذَّبُوهُ

پاس ایک ایسے شخص کی معرفت جو تمھاری ہی جنس کا ہے کوئی نصیحت کی بات آگئی تاکہ وہ شخص تمکو ڈراوے اور تاکہ تم ڈر جاؤ اور

فَأَنجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا

تاکہ تم پر رحم کیا جاوے سو وہ ان کی تکذیب ہی کرتے رہے تو ہم نے ان کو نوحؑ کو اور جو لوگ ان کے ساتھ کشتی میں تھے بچالیا

بِآيَاتِنَا ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا عَمِينَ ﴿٦٤﴾

اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا ان کو ہم نے غرق کر دیا بیشک وہ لوگ اندھے ہو رہے تھے

تذکرہ حضرت نوحؑ

اس سے پہلی آیات میں توحید و رسالت اور آخرت کو مختلف انداز سے بیان کیا جا چکا ہے، اب یہاں سے چند انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ شروع کیا جا رہا ہے کہ انھوں نے بھی اپنی امتوں کو انہی تین چیزوں کی دعوت دی، سب سے پہلے اس پورے رکوع میں حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ ہے، ان کا پورا قصہ تو سورۂ نوح اور سورۂ ہود میں بیان ہوا ہے یہاں تو مختصر طور پر ان کا اپنی قوم کو دعوت ایمان دینا اور اسکے نہ ماننے پر سزا کا ذکر ہے، حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ تم صرف اللہ کی عبادت کرو اسکے علاوہ کسی کی پرستش مت کرو، اور اگر تم میری بات نہیں مانو گے تو مجھکو تمھارے لئے ایک بڑے سخت دن کے عذاب کا اندیشہ ہے، وہ سخت دن یا تو قیامت کا دن ہے، یا پھر وہ دن مراد ہے جس دن طوفان آیا جیسا کہ اس کا ذکر اسی رکوع کے آخر میں آیا ہے، حضرت نوحؑ کی یہ دعوت سنکر ان کی قوم کے سردار کہنے لگے اے نوحؑ تو بڑی زبردست غلطی پر ہے کہ ہمکو اس راستہ پر لے جا رہے ہو جو ہمارے بزرگوں کے خلاف ہے وہ بت پرستی کرتے تھے اور تم خدا پرستی کی دعوت دے رہے ہو، ہم تمھاری یہ بات ہرگز نہیں مانیں گے حضرت نوحؑ نے فرمایا اے میری قوم میں ذرا بھی غلطی پر نہیں کیونکہ یہ بات میں تمکو اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ اس جہان کے پیدا کرنے والے ارحم الراحمین اللہ جل شانہ کا پیغام تمکو سنا رہا ہوں، میں تمھارا خیر خواہ ہوں اور خدا کی طرف سے مجھے وہ باتیں معلوم ہیں جو تمکو معلوم نہیں اور پھر تمکو آخر اس بات پر تعجب کیوں؟ کہ تم ہی میں ایک انسان خدا کا پیغام لے کر تمھارے پاس آیا ہے کوئی فرشتہ کیوں نہیں لایا تو اے میری قوم یہ تو خدائے برتر کی اپنی مصلحت ہے کہ وہ اپنے پیغام جاہے جس کے ذریعہ پہنچائے، اور پھر چونکہ فرشتوں کے ذریعہ یہ کام ممکن نہ تھا اس لئے اللہ نے تمھیں میں کے ایک شخص کے سپرد یہ کام فرمایا ہے تاکہ وہ تمھارے خدا کی نافرمانی کرنے پر اسکے عذابات سے ڈرائے اور تم ڈر کر اس کی نافرمانی سے بچ جاؤ، اور پھر وہ تم سے راضی ہو کر تم پر رحم

کرے تم پر اپنے انعامات کی، بارش برسائے، قوم نے ان تمام خیر خواہانہ باتوں کو پس پشت ڈالدیا ایک بھی بات نہ مانی سب کو جھٹلادیا اس پر حق تعالیٰ نے ان کو غرق کردیا، اور جو لوگ ان کی دعوت کو قبول کرچکے تھے ان کو کشتی میں سوار کرکے طوفان سے بچالیا، اس کشتی میں کتنے لوگ تھے اس کے متعلق مختلف تعدادیں ملتی ہیں، حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ اسّی آدمی تھے۔

کفر وبت پرستی کی ابتدا

حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے کفر وشرک کا قطعاً نام و نشان نہ تھا، کفر وبت پرستی ان ہی کے زمانہ سے شروع ہوئی ہے۔ علماء تفسیر نے لکھا ہے کہ بت پرستی کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ جو لوگ نیک اور صالح تھے جب ان کا انتقال ہوچکا تو ان کے معتقدین نے ان کی قبروں پر مقبرے بنالئے اور ان کی تصویریں بناکر ان مقبروں میں رکھنے لگے، اس نیت سے کہ ان کی تصویریں سامنے رہیں گی تو ان کی یاد تازہ رہیگی اور عبادت و ریاضت میں ہم ان ہی کے طریقہ پر چلتے رہیں گے، کچھ مدت کے بعد یہ تصویریں پتلوں کی شکل میں بدل دی گئیں اور پھر ان کا ادب و احترام کرنے لگے اور بالآخر نوبت بت پرستی تک پہونچ گئی، یہ سب شیطانی ترکیبیں ہیں کہ وہ انسان کو آہستہ آہستہ ڈھال کر بالآخر گناہ میں مبتلا کرہی دیتا ہے، حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے لکھا ہے کہ اسی وجہ سے تصویر کھچوانے اور اس کو پاس رکھنے کی سخت ممانعت ہے۔

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ

اور ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہودؑ کو بھیجا انھوں نے فرمایا اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اسکے سوا کوئی تمھارا

غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا

معبود نہیں، سو کیا تم نہیں ڈرتے، ان کی قوم میں جو آبرو دار کافر تھے انھوں نے کہا کہ ہم تم کو کم عقلی

لَنَرٰىكَ فِىْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۶﴾ قَالَ يٰقَوْمِ

میں دیکھتے ہیں اور ہم بے شک تم کو جھوٹے لوگوں میں سے سمجھتے ہیں، انھوں نے فرمایا کہ اے

اقوال و تحقیق

حضرت نوحؑ کے اصلی نام میں یہ تین قول ہیں ۱ عبدالغفار۔ یہ قول علامہ سیوطیؒ نے اتقان میں لکھا ہے ۲ شاکر ۳ ساکن، لیکن مشہور یہ نوح کے نام سے ہیں، اس کی دو وجہ بیان کی جاتی ہیں ۱ اپنی قوم کے لئے کثرت سے گریہ وزاری اور نوحہ کرتے تھے اس وجہ سے ان کا نام نوح مشہور ہوگیا ۲ قیامت کے خوف سے آپ پر بہت گریہ وطاری رہتا تھا۔

لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّي رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٧﴾ اُبَلِّغُكُمْ

میری قوم مجھ میں ذرا بھی کم عقلی نہیں، لیکن میں پروردگار عالم کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں، تم کو اپنے پروردگار

رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ﴿٦٨﴾ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ

کے احکام پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں اور کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تمہارے

ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ۭ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ

پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی معرفت جو تمہاری ہی جنس کا ہے کوئی نصیحت کی بات آگئی تاکہ وہ

خُلَفَاۗءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْٓا

شخص تم کو ڈراوے اور تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تمکو قوم نوح کے بعد آباد کیا اور ڈیل ڈول میں تمکو پھیلاؤ زیادہ

اٰلَاۗءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٦٩﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ

دیا سو خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ تمکو فلاح ہو وہ لوگ کہنے لگے کہ کیا آپ ہمارے پاس اس واسطے آئے

وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ

ہیں کہ ہم صرف اللہ ہی کی عبادت کیا کریں اور جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے ہم ان کو چھوڑ دیں اور ہمکو جس

الصّٰدِقِيْنَ ﴿٧٠﴾ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ۭ

عذاب کی دھمکی دیتے ہو اس کو ہمارے پاس منگوا دو اگر تم سچے ہو، انھوں نے فرمایا کہ بس اب تم پر خدا کی طرف سے عذاب اور

اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَاۗءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ

غضب آیا ہی چاہتا ہے کیا تم مجھ سے ایسے ناموں کے باب میں جھگڑتے ہو جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے ٹھہرا لیا ہے

اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿٧١﴾

ان کے معبود ہونے کی خدا تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں بھیجی سو تم منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔ غرض

فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ

ہم نے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے بچا لیا، اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جنھوں نے ہماری آیتوں

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٢﴾

کو جھٹلایا تھا اور وہ ایمان لانے والے نہ تھے

قوم عاد کا تعارف

عاد ایک شخص کا نام ہے جو حضرت نوحؑ کی پانچویں نسل اور ان کے بیٹے سام کی اولاد میں سے تھا، بس اس کی پوری اولاد قوم عاد کے نام سے مشہور ہوگئی، قوم عاد کے تیرہ خاندان تھے، یہ بڑے لمبے چوڑے قد و قامت والے تھے اور مال و دولت بھی ان کے پاس بے پناہ تھا، یہ اسی میں مست ہو کر خدا کو بھول بیٹھے اور کفر و بت پرستی میں مبتلا ہو گئے تھے

تذکرہ حضرت ہودؑ

قوم عاد کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا، حضرت ہودؑ عادؑ کے بھائی ہوتے ہیں، ان دونوں کا نسب نامہ حضرت نوحؑ کے بیٹے سام پر جا کر مل جاتا ہے، حضرت ہودؑ نے قوم عاد کو تقریباً وہی دعوت پیش کی جو حضرت نوح نے اپنی قوم کو کی تھی، چنانچہ انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم صرف خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی بندگی کرو اس کے علاوہ کسی کی پرستش مت کرو کیا تم خدا کے عذاب سے نہیں ڈرتے یعنی تم کو اس کے عذاب سے ڈرنا چاہیئے، یہ دعوتِ توحید سن کر ان کی قوم کے بزرگ کہنے لگے کہ ہمیں آپ کم عقل معلوم ہوتے ہیں جو ہمیں بت پرستی سے روکتے ہیں، حالانکہ ہمارے تمام بزرگ بت پرستی کرتے چلے آرہے ہیں، ہم تو آپ کو جھوٹا سمجھتے ہیں، حضرت ہودؑ نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ ایسی بات نہیں بلکہ میں تو تمہاری بھلائی میں ہوں، اور تمکو اللہ کا پیغام سنا رہا ہوں اور تم کو اللہ کے عذاب سے ڈرا رہا ہوں، اے میری قوم تمکو قوم نوح کے حالات یاد کرنے چاہئیں، اور اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اس نے قوم نوح کے بعد تمکو آباد کیا اور بے پناہ طاقت و قوت والا بنایا، یہ سنکر قوم کہنے لگی اے ہودؑ ایک تو تو ہمیں بت پرستی سے منع کرتا ہے اور خدا کی بندگی کی دعوت دیتا ہے اور نہ ماننے پر عذاب کی دھمکی دیتا ہے، بس تو عذاب ہی لے آ، ہم تیری بات نہیں مانیں گے، دیکھتے ہیں تو اس بات میں کتنا سچا ہے۔

حضرت ہودؑ نے جب یہ سمجھ لیا کہ یہ بت پرستی سے باز نہیں آئیں گے تو ان سے فرمایا کہ بس اب تم پر خدا کا عذاب اور غضب آنے ہی والا ہے اور تم تو بلاوجہ مجھ سے ان بتوں کے بارے میں الجھ رہے ہو جن کی تم اور تمہارے بڑے پوجا کرتے تھے اور تم میں سے کسی کے پاس بھی کوئی معقول دلیل اور ثبوت نہیں، اس پر کہ واقع میں یہ بت ہی پوجا کے لائق ہیں اللہ نہیں۔ اس کے بعد حضرت ہود علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ بس اب تم خدا کے عذاب کے منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ عذاب کا انتظار کر رہا ہوں، چنانچہ ان پر عذاب خداوندی آیا اور پوری قوم کو بالکل ہلاک کر دیا، اللہ نے حضرت ہود اور ان کے مومنین ساتھیوں کو اس عذاب سے بچا لیا۔

قوم عاد پر عذاب خداوندی

قوم عاد پر خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے پر جو عذاب آیا اس کی تفصیل یہ ہے کہ پہلا عذاب ان پر یہ آیا کہ تین سال تک مسلسل بارش بند ہوگئی ان کی زمینیں بالکل خشک ہوگئیں، ریگستان بن گیا، باغات جل گئے مگر اس پر

بھی یہ شرک و بت پرستی سے باز نہ آئے تو پھر ان پر آٹھ دن اور سات راتوں تک شدید قسم کی آندھی کا عذاب مسلط ہوا جس نے ان کے رہے سہے باغات و محلات کو زمین پر بچھا دیا، ان کے آدمی اور جانور ہوا میں اڑتے اور سر کے بل آکر گرتے تھے، اس طرح یہ قوم پوری کی پوری تباہ ہو گئی، ان تمام عذابات سے خدائے تعالیٰ نے حضرت ہود ؑ اور ان کے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے اس طرح بچائے رکھا کہ یہ حضرات جس گھر میں پناہ گیر ہوئے اس پر طوفان کا کوئی اثر نہ ہوا، مضبوط قسم کے محلات میں پناہ لینے والے لوگ تباہ ہو گئے اور ایک کھلے میدان میں یہ حضرات ہر طرح سے محفوظ رہے، یہ ہے خدا کی شان اور قدرت کاملہ کہ ایک ہی جگہ ایک ہی وقت اس طوفان سے اپنے نافرمانوں کو تباہ و برباد کر دیا اور اپنے فرمانبرداروں کو پورے طور پر محفوظ رکھا۔

وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ

اور ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا، انھوں نے فرمایا اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اسکے سوا

مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ قَدْ جَاءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ ۖ هَٰذِهِ نَاقَةُ

کوئی تمھارا معبود نہیں، تمھارے پاس تمھارے پروردگار کی طرف سے ایک واضح دلیل آچکی ہے یہ اونٹنی ہے

اللَّهِ لَكُمْ آيَةً فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ وَلَا تَمَسُّوهَا

اللہ کی جو تمھارے لئے دلیل ہے سو اس کو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرا کرے اور اسکو برائی کے ساتھ

بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٣﴾ وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ

ہاتھ بھی مت لگانا کبھی تم کو دردناک عذاب آپکڑے، اور تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تمکو عاد کے

مِنْ بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّأَكُمْ فِي الْأَرْضِ تَتَّخِذُونَ مِنْ سُهُولِهَا

بعد آباد کیا اور تم کو زمین پر رہنے کو ٹھکانا دیا کہ نرم زمین پر محل بناتے ہو

قُصُورًا وَتَنْحِتُونَ الْجِبَالَ بُيُوتًا ۖ فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ وَلَا

اور پہاڑوں کو تراش تراش کر ان میں گھر بناتے ہو سو خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو اور

تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿٧٤﴾ قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا

زمین میں فساد مت پھیلاؤ ان کی قوم میں جو متکبر سردار تھے

مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ

انھوں نے غریب لوگوں سے جو کہ ان میں سے ایمان لے آئے تھے پوچھا کہ کیا تم کو اس بات کا

صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۷۵﴾

یقین ہے کہ صالحؑ اپنے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں انھوں نے کہا کہ بیشک ہم تو اس پر پورا یقین رکھتے

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۷۶﴾

ہیں جو ان کو دے کر بھیجا گیا ہے، وہ متکبر لوگ کہنے لگے کہ تم جس چیز پر یقین لائے ہوئے ہو ہم تو اس کے

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا

منکر ہیں، غرض اس اونٹنی کو مار ڈالا اور اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی اور کہنے لگے کہ اے صالحؑ

بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷۷﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ

جس کی آپ ہم کو دھمکی دیتے تھے اس کو منگوائیے اگر آپ پیغمبر ہیں، پس آپکڑا ان کو زلزلے نے سو اپنے

فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ

گھر میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے اس وقت صالحؑ ان سے منہ موڑ کر چلے اور فرمانے لگے اے میری

اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا

قوم میں نے تو تم کو اپنے پروردگار کا حکم پہنچا دیا تھا اور میں نے تمھاری خیر خواہی کی، لیکن تم لوگ خیر خواہوں

تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۷۹﴾

کو پسند ہی نہیں کرتے تھے

تذکرہ حضرت صالحؑ اور قوم ثمود

ان آیات میں قوم ثمود اور ان کے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام کا تذکرہ ہے، عاد (جس کا ذکر ابھی ہوا) اور ثمود یہ دو آدمیوں کے نام ہیں اور ایک ہی دادا کی اولاد ہیں، ان ہی کے نام کی طرف منسوب ہو کر ان کی اولاد کا نام قوم عاد اور قوم ثمود پڑ گیا، حضرت صالح ثمود کے نسبی بھائی ہوتے ہیں، سام پر جا کر ان کا سلسلۂ نسب مل جاتا ہے۔

قوم نوح اور قوم عاد کی طرح یہ قوم ثمود بھی اپنی خوش حالی میں مست ہو کر اپنے خالق و مالک اور

محسن اللہ جل شانہ کو بھول گئے اور کفر و بت پرستی میں مبتلا ہو گئے، اپنی عادت کے مطابق حق تعالیٰ نے اس قوم کی طرف بھی اپنا ایک پیغمبر انہی میں سے بھیجا کہ وہ ان کی اصلاح کرے، چنانچہ اس پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی اس قوم ثمود کو اللہ کا پیغام سنایا کہ تم شرک و بت پرستی کو بالکل چھوڑ دو صرف بندگی اور فرمانبرداری خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی کرو، اور تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل بھی آ چکی ہے، اس قوم نے حضرت صالحؑ سے درخواست کی تھی کہ آپ اس پتھر سے ایک اونٹنی نکال کر ہمیں اپنا معجزہ دکھایئے تب ہم آپ کو خدا کا پیغمبر تسلیم کریں گے اور آپ کی اس دعوتِ توحید کو قبول کریں گے چنانچہ حضرت صالحؑ کی دعا پر اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ معجزہ دکھا دیا، چنانچہ ارشاد ہے کہ یہ اونٹنی اللہ کی ہے جو تمہارے لئے دلیل بنا کر ظاہر کی گئی ہے، بس اس کو آزاد چھوڑے رکھو کہ اللہ کی زمین میں خوب کھائے پیئے، اور اس کو بری نیت اور تکلیف پہونچانے کے ارادہ سے ہاتھ بھی مت لگانا نہیں تو تم پر دردناک عذاب آ پڑے گا۔ حضرت صالحؑ نے اپنی قوم سے یہ بھی فرمایا کہ اللہ کے اس احسان کو بھی یاد کرو کہ اس نے قوم عاد کے ہلاک ہو جانے کے بعد تم کو اللہ نے ان کی جگہ آباد کر دیا اور ان کی زمین و جائیداد تمہیں سپرد کر دی اور تمکو یہ صنعت و کاریگری بھی سکھا دی کہ تم اس زمین پر بڑے بڑے اونچے اونچے عالی شان محلات بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش کر ان میں بھی گھر بناتے ہو، بس خدائے تعالیٰ کی ان نعمتوں کو یاد کر اس کی اطاعت و بندگی کرو بلاوجہ زمین میں فساد مت پھیلاؤ، ان کا فساد پھیلانا یہ تھا کہ خود تو ایمان لاتے نہیں تھے اور جو کچھ غریب لوگ ایمان لے آئے تھے تو ان سے دل شکن باتیں کیا کرتے تھے، کہتے تھے کہ حضرت صالح تو اپنے آپ کو خدا کا پیغمبر بتلاتے ہیں کیا تم کو ان کی اس بات پر یقین ہے، ان غریب مؤمنوں نے جواب دیا کہ ہاں ہم کو ان کے پیغمبر ہونے کا پورا پورا یقین ہے، اس پر قوم کے متکبر سرداران سے کہتے کہ ہمیں تو ان کی اس بات پر ذرا بھی یقین نہیں، تمہیں یقین لاتے رہو ہم تو ان کی پیغمبری کے انکار کرنے والے ہیں۔

قوم ثمود کا اونٹنی کو مار ڈالنا

حضرت صالح علیہ السلام سے ان کی قوم ثمود نے یہ معجزہ طلب کیا تھا کہ اس پتھر سے ایک ایسی اونٹنی پیدا ہو جو دس ماہ کی گابھن ہو اور پھر وہ ہمارے سامنے بچہ جنے چنانچہ حضرت صالحؑ کی دعا پر اللہ نے ان کو یہ معجزہ دکھا دیا اس وقت اللہ کے حکم سے حضرت صالحؑ نے ان کو یہ ہدایت فرمائی کہ اس کو کسی بھی قسم کی تکلیف مت دینا نہیں تو تمکو خدا کا عذاب آ گھیرے گا، مگر ان بدبختوں نے اتنا بڑا معجزہ دیکھنے کے بعد خدا کی نافرمانی ہی کی اور ایک دن اس اونٹنی کو بھی مار ڈالا، اور کہنے لگے اے صالح جس عذاب کی تو ہم کو دھمکی دیتا تھا اس کو ہم پر لے آ اگر تو واقعی پیغمبر ہے۔

مظہری میں ہے کہ جس وقت اونٹنی کو مار ڈالا تو اس کے بچے نے تین بار چیخ ماری اور پھر ایک پتھر پھٹا اور وہ بچہ اس میں جا چھپا، حضرت صالحؑ کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ نے اپنی قوم سے منہ پھیر لیا

اور فرمایا کہ بچے کی ایک چیخ تمہارے لئے ایک دن کی مہلت ہے مطلب یہ ہے کہ اب تم صرف تین دن زندہ رہو گے اور پھر مر جاؤ گے، قوم نے حضرت صالح ؑ کی اس بات کا بھی مذاق اڑایا اور کہنے لگے کہ یہ عذاب کب آئیگا اور اس کی کیا علامت ہو گی، حضرت صالح ؑ نے فرمایا سنو آج بدھ ہے کل جمعرات کو صبح ہی کے وقت تمہارے چہرے زرد ہو جائیں گے اور پھر جمعہ کی صبح کو سرخ ہو جائیں گے اور پھر سنیچر کی صبح کو تمہارے چہرے کالے پڑ جائیں گے، چنانچہ تینوں دن اسی طرح ہوا مگر یہ بدبخت سب کچھ دیکھ کر بھی توبہ و استغفار کی طرف متوجہ نہ ہوئے بلکہ اپنے بچاؤ کی تدبیریں سوچتے رہے، لیکن خدا کے حکم کے آگے کوئی تدبیر کارگر نہیں، چنانچہ تیسرے دن ایک زلزلہ آیا اور ایک غضب ناک چیخ آئی جس سے یہ تمام لوگ منہ کے بل زمین پر گر پڑے اور دم توڑ دیئے، حضرت صالح علیہ السلام فرمانے لگے اے میری قوم میں نے تو تمکو اپنے پروردگار کا حکم پہنچا دیا تھا جس پر عمل نہ کر کے تم نے خدا کا غضب خریدا اور میں نے تو تم سے بہت ہی خیر خواہی اور ہمدردی کی مگر افسوس کہ تم نے اپنے سے ہمدردی کرنے والوں کو پسند ہی نہ کیا اس کی بات پر عمل نہ کیا، اسکے ساتھ تکبر اور گستاخی سے پیش آئے جس کی وجہ سے آج تمکو یہ دن دیکھنا پڑا کہ سب کے سب تباہ و برباد ہو گئے

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا

اور ہم نے لوط ؑ کو بھیجا جب کہ انھوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم ایسا فحش کام کرتے ہو جس کو تم سے پہلے کسی نے

مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ ﴿٨٠﴾ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِنْ

دنیا جہان والوں میں سے نہیں کیا (یعنی) تم مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو عورتوں کو چھوڑ کر

دُونِ النِّسَاءِ ۚ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُسْرِفُونَ ﴿٨١﴾ وَمَا كَانَ جَوَابَ

بلکہ تم حد (انسانیت) ہی سے گزر گئے ہو اور ان کی قوم سے کوئی جواب نہ بن پڑا

قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُوهُمْ مِنْ قَرْيَتِكُمْ ۖ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ

بجز اس کے کہ آپس میں کہنے لگے کہ ان لوگوں کو تم اپنی بستی سے نکال دو یہ لوگ بڑے

يَتَطَهَّرُونَ ﴿٨٢﴾ فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ ۖ كَانَتْ مِنَ

پاک صاف بنتے ہیں سو ہم نے لوط کو اور ان کے متعلقین کو بچا لیا بجز ان کی بیوی کو کہ وہ ان ہی

الْغَابِرِينَ ﴿٨٣﴾ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا ۖ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ

لوگوں میں رہی جو عذاب میں رہ گئے اور ہم نے ان پر ایک نئی طرح کا مینہ برسایا سو دیکھ تو سہی ان مجرموں

ع ۱۰ ۱۲ ۱۷

عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ (۸۴) ع

کا انجام کیسا ہوا

قصہ قوم لوطؑ ان آیات میں اللہ رب العزت نے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا قصہ بیان فرمایا ہے، حضرت لوط حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے ہوتے ہیں، ان کو اللہ پاک نے صدوم کے علاقہ کی ہدایت کے لئے نبی بنا کر بھیجا، صدوم بیت المقدس اور اردن کے بیچ میں ہے، روایات میں ہے کہ صدوم کی زمین بڑی زرخیز، سرسبز شاداب تھی ہر قسم کے غلوں اور پھلوں کی خوب پیداوار ہوتی تھی، خدا کی یہ تمام نعمتیں جب یہاں کے رہنے والے لوگوں کو فراخی سے ملی تو وہ عیش وعشرت اور ہوا وہوس میں مبتلا ہوگئے اور اسمیں اسقدر آگے بڑھے کہ غیر انسانی کام کرنے لگے انکی ہدایت واصلاح کیلئے اللہ پاک نے حضرت لوط علیہ السلام کو انکی طرف بھیجا حضرت لوطؑ نے ان سے فرمایا کہ افسوس ہے تم پر کہ خدا کی نافرمانی میں حد سے بڑھ گئے اور بیحیائی کا ایسا فحش کام کرنے لگے ہو کہ تم سے پہلے سارے جہان والوں میں سے کسی نے نہیں کیا یعنی تم عورتوں کو چھوڑ کر لڑکوں سے اپنی شہوت پوری کرتے ہو۔ صاحب مظہری لکھتے ہیں کہ قوم لوطؑ کو اغلام بازی شیطان نے سکھائی، چنانچہ محمد بن اسحاق رح سے مروی ہے کہ قوم لوط کے پاس پھلوں کے خوب باغات تھے لوگ آکر انھیں ستاتے کہ پھل توڑتے اور چرا چرا کر بھاگتے، یہ لوگ ان سے بیحد پریشان تھے چنانچہ ایک دن شیطان ایک بھلے انسان کی شکل میں انکے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اگر تم ان لوگوں کے ساتھ اغلام بازی کروگے تو پھر یہ باز آجائیں گے تمکو پریشان نہیں کریں گے چنانچہ یہ ان کے لڑکوں کو پکڑ پکڑ کر ان سے بدفعلی کرنے لگے اور رفتہ رفتہ یہ عادت ان میں اسطرح رچ بس گئی کہ اس قوم کے چھوٹے بڑے، بوڑھے جوان سب ہی اس میں مبتلا ہوگئے، ــــ حضرت لوط علیہ السلام نے جب اس قوم کو بدفعلی سے باز رہنے کی ہدایت ونصیحت فرمائی تو آپس میں کہنے لگے کہ لوط اور انکے مؤمن ساتھیوں کو اس بستی سے نکال دو کیونکہ یہ اپنے آپ کو بڑا ہی پاک وصاف سمجھتے ہیں، آخر ان پاک لوگوں کا ہم ناپاک اور گندے لوگوں میں کیا کام، یہ بات انھوں نے بطور مذاق کہی، بہرحال جب ان پر کسی نصیحت کا کوئی اثر نہ ہوا اور خدا کی نافرمانی میں بڑھتے ہی رہے تو پھر اللہ پاک نے ان پر اپنا عذاب نازل فرمایا کہ ان پر پتھروں کی بارش ہوئی اور حضرت جبرئیلؑ نے زمین کا تختہ الٹ دیا اسطرح یہ پوری قوم موت کے گھاٹ اتر گئی اور اس عذاب عظیم سے اللہ پاک نے حضرت لوطؑ اور ان کے مؤمن ساتھی اور انکے گھر والوں کو بچا لیا، عذاب آنے سے پہلے حضرت لوطؑ سے فرمادیا گیا تھا کہ اپنے متعلقین کو رات کے آخری حصہ میں لیکر بستی سے نکل جانا اور مڑ کر مت دیکھنا تمہارے نکلتے ہی ہم عذاب بھیج دینگے چنانچہ حضرت لوطؑ اپنے سب متعلقین کو بستی سے لیکر نکل گئے ان کی بیوی جو کہ منافق اور کافر تھی ایک قول کے مطابق وہ انکے ساتھ چلی ہی نہیں بلکہ قوم کے ساتھ بستی ہی میں رہ کر ہلاک ہوگئی اور دوسرا قول یہ ہے کہ ان کے ساتھ ہولی تھی البتہ قوم کی ہمدردی کی وجہ سے مڑ مڑ کر ان کو دیکھ رہی تھی اسلئے خدا کے عذاب نے اسکو وہیں آپکڑا

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی انسان قوم لوط والا فعل کرے تو اسکو وہی سزا دیجائے جو اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو دی یعنی کسی اونچے پہاڑ سے نیچے گرا کر اس پر پتھروں کی بارش کی جائے ترمذی شریف میں حضرت ابن عباسؓ

سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اس فعل کے کرنے اور کرانے والے دونوں کو قتل کر دیا جائے، بہر حال آج بھی یہ فعل باجماع امت حرام ہے اور زنا سے بھی زیادہ شدید جرم ہے ـــــ اس واقعہ کے اخیر میں تمام لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا گیا کہ غور سے دیکھو خدا کے نافرمان مجرموں اور گنہگاروں کا کیا انجام ہوا کہ تمام عیش و آرام چھوٹ کر یکدم ہلاکت و تباہی ان پر آپہنچی، پس اسطرح کے تمام واقعات سے اے انسانو! تمکو سبق و عبرت حاصل کرنا چاہئے، اللہ پاک ہم سب کو اپنے دنیوی و اخروی عذابات سے محفوظ رکھے، آمین

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ
اور ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا انھوں نے فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اسکے سوا کوئی تمھارا معبود
غَيْرُهٗ ۗ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا
نہیں، تمھارے پاس تمھارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل آچکی ہے تو تم ناپ اور تول پوری پوری کیا کرو اور
تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ۗ
لوگوں کا ان کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو اور روئے زمین میں بعد اس کے کہ اس کی درستی کر دی گئی فساد مت پھیلاؤ
ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ
یہ تمھارے لئے نافع ہے اگر تم تصدیق کرو اور تم سڑکوں پر اس غرض سے مت بیٹھا کرو کہ اللہ
تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۗ
پر ایمان لانے والوں کو دھمکیاں دو اور اللہ کی راہ سے روکو اور اس میں کجی کی تلاش میں لگے رہو
وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۗ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ
اور اس حالت کو یاد کرو جب کہ تم کم تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمکو زیادہ کر دیا اور دیکھو کہ کیسا انجام ہوا فساد کرنے
﴿۸۶﴾ وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ
والوں کا، اور اگر تم میں سے بعضے اس حکم پر جس کو دے کر مجھے بھیجا گیا ہے ایمان لے آئے ہیں اور بعضے ایمان
يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۷﴾
نہیں لائے تو ذرا ٹھہر جاؤ یہاں تک کہ ہمارے درمیان اللہ فیصلہ کئے دیتے ہیں اور وہ سب فیصلہ کرنیوالوں سے بہتر ہیں

قصہ حضرت شعیبؑ

حضرت ابراہیمؑ کے ایک لڑکے کا نام مدین تھا اسی کی اولاد میں سے حضرت شعیب علیہ السلام ہیں مدین کی جو نسل چلی اسکا نام قوم مدین پڑ گیا اور جس جگہ یہ قوم آباد ہوئی اس جگہ کا نام بھی شہر مدین ہو گیا، مورخین نے لکھا ہے کہ مدین ملک عرب کے شمال و مغربی حصہ میں ہے بہر حال مدین والوں کی طرف حضرت شعیبؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا یہ قوم جس طرح اللہ کے حقوق پورا نہیں کرتی تھی کہ اسکے ساتھ غیروں کو شریک کرتی اور ان کی

پوجا کرتی تھی، اسی طرح لوگوں کے حقوق بھی پورے نہیں کرتے تھے، ناپ تول میں کمی کرنا ان کی عام عادت بن چکی تھی، حضرت شعیب نے اپنی قوم کو خاص طور پر انہی دو چیزوں کی نصیحت فرمائی، ان سے فرمایا کہ تمہلوگ کسی کی بھی پوجا مت کرو عبادت و بندگی کے لائق صرف خدائے تعالیٰ کی ذات ہے اسی کی بندگی کرو اور میری نبوت و رسالت پر حق تعالیٰ کی طرف سے واضح دلائل آچکے ہیں لہذا میری نبوت کا اقرار کرو اور جو کچھ خدائی احکامات میں تم کو سناؤں ان کو تسلیم کرو اور ان پر عمل کرو، چنانچہ میں تم کو نصیحت و ہدایت کرتا ہوں کہ ناپ تول میں کمی مت کرو اور لوگوں کا ان کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو جیسا کہ تمہاری عام عادت بنی ہوئی ہے، اور روئے زمین پر بعد اسکے کہ پیغمبروں کو بھیجکر اس کی اصلاح کر دی گئی ہے فساد مت مچاؤ ان کا فساد مچانا یہ تھا کہ اول تو یہ خدائی احکامات کی خلاف ورزی کرتے کفر و شرک کرتے اور ساتھ ہی یہ حرکت بھی کرتے کہ سڑکوں پر بیٹھ جاتے اور جو شخص حضرت شعیبؑ کے پاس جاتا اس کو روکتے تھے اور کہتے کہ شعیبؑ کے پاس مت جاؤ وہ بڑا جھوٹا اور دغا باز ہے تمہارا مذہب بگاڑ دیگا، بعض مفسرینؒ نے ان کا فساد اس آیت سے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ سڑکوں اور شہر کے کناروں پر بیٹھ جاتے اور اور لوگوں کو ڈرا دھمکا کر مال لوٹتے، بعض نے فرمایا کہ یہ ناجائز طور پر چنگی کے نام پر آنے والوں سے مال کھسوٹ لیتے تھے۔ حضرت شعیبؑ نے ان کو دوسرے انداز سے سمجھایا کہ اپنی پچھلی حالت پر نظر ڈالو جب کہ تم مال و دولت اور تعداد میں بہت کم تھے اللہ تعالیٰ نے تمکو بڑھا دیا ہے، لہذا خدا کا شکر ادا کرو اور اسکی بندگی اختیار کرو اور اگر نافرمانی ہی کرتے رہو گے تو پھر پچھلی قوموں کے حالات بھی تمہارے سامنے ہیں کہ قوم عاد و ثمود اور لوط وغیرہ کو کس طرح تباہ و برباد کر دیا گیا۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ: آیت کے اخیر میں فرمایا گیا ہے کہ اگر تم اس غلط فہمی کا شکار ہو کہ ہماری قوم میں جو لوگ حضرت شعیب کو مانتے ہیں مومن ہیں وہ بھی راحت و آرام سے ہیں اور ہم بھی جو کہ شعیب کی نبوت کو نہیں مانتے اور خدا کی بندگی بھی نہیں کرتے، ان سے فرمایا گیا کہ جلد ہی تمہاری یہ غلط فہمی دور ہو جائیگی جب کہ خدائے تعالیٰ تمہارے اور مومنوں کے درمیان عملی فیصلہ فرمائیں گے یعنی تم پر عذاب نازل کر کے مومنوں کو نجات دیدی جائیگی اور یاد رکھو اللہ پاک کا فیصلہ بالکل صحیح ہوتا ہے۔

حضرت شعیبؑ کی ان نصیحتوں کا الٹا اثر لے کر اس قوم کے سرداروں نے یہ فیصلہ کیا کہ شعیب اور اسکے مسلمان ساتھیوں کو اس بستی سے نکالدیا جائے، اپنے پیارے پیغمبر کے متعلق ان کا یہ فیصلہ اللہ کو کس طرح پسند آسکتا تھا لہذا زلزلہ بھیجکر اس پوری نافرمان قوم کو ہلاک کر دیا اور حضرت شعیبؑ اور ان کے ساتھیوں کو بچا لیا۔

الحمد للہ پارہ ولو اننا ۸ کی تفسیر بحسن و خوبی مکمل ہوئی

اقوال و تحقیق حضرت شعیبؑ جس قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں قرآن عظیم نے ان کو کہیں اہل مدین اور کہیں اصحاب مدین کے نام سے ذکر فرمایا ہے اور کہیں اصحاب ایکہ کے نام سے بعض مفسرینؒ نے فرمایا ہے کہ یہ سب ایک ہی قوم کے نام ہیں اور بعض مفسرینؒ نے فرمایا کہ یہ نام دو الگ الگ قوموں کے ہیں حضرت شعیبؑ پہلے ایک قوم کیطرف بھیجے گئے اور پھر اسکے ہلاک ہو جانے پر دوسری قوم کی طرف بھیجے گئے۔ طالب دعاء محمد یعقوب غفرلہٗ ولوالدیہ

قسط وار شائع ہونے والی تین عظیم الشان کتابیں

تاریخ حرمین شریفین

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے فیض یافتہ حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس عظیم الشان کتاب "تاریخ حرمین شریفین" میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ زاد اللہ شرفہما کے فضائل و تاریخ کو بہت عمدہ انداز میں تفصیل کے ساتھ جمع کیا ہے۔ جس کے ضمن میں چاہ زم زم کے نمودار ہونے، مکہ معظمہ کے آباد ہونے، بیت اللہ شریف کی تعمیر ہونے، مقام ابراہیم، حجر اسود وغیرہ۔ نیز مسجد نبوی کی تعمیر، مقام صفہ، اور مدینہ طیبہ کی مختلف تاریخی مساجد اور مقامات مقدسہ کی تاریخ و تعارف بڑے دلچسپ انداز میں بیان کی ہے۔

الحمدللہ یہ مکمل کتاب آٹھ قسطوں میں چھپ کر تیار ہو چکی ہے۔

آسان تفسیر

قرآن کریم کے نزول کا اصل مقصد اس کو سمجھ کر عمل کرنا ہے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے آسان تفسیر کا سلسلہ جاری کیا گیا ہے۔ یہ تفسیر اکابر اُمت کی قدیم و جدید مستند و معتبر تفاسیر کا خلاصہ و نچوڑ ہے۔ جس کو نہایت آسان و عام فہم زبان اور مختصر و جامع انداز میں مولانا محمد یعقوب قاسمی نے قلمبند کیا ہے۔ ترجمہ کلام پاک حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ الحمدللہ یہ تفسیر ۳۲ قسطوں میں مکمل ہو چکی ہے۔

تذکرۃ الانبیاء

اس کتاب میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزماں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تک مشہور پیغمبروں کے واقعات و حالات اور ان کے ماننے والوں کی فلاح و نجات اور جھٹلانے والوں کا انجام تفصیل کے ساتھ مستند طور پر سلیس و عام فہم انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ الحمدللہ یہ کتاب سولہ قسطوں میں تیار ہو چکی ہے۔

ان کتابوں کو آپ فون کر کے گھر بیٹھے پوسٹ مین سے حاصل کر سکتے ہیں۔ (بذریعہ وی پی رجسٹری)

گذارش: خواہش مند حضرات کے مکمل پتے روانہ فرما کر اشاعت دین میں تعاون فرمائیں۔ فجزاکم اللہ

IDARA DAWAT-O-TABLEEGH
GALI NO. 2 AALI KI CHUNGI MANDI SAMITI ROAD SAHARANPUR
PIN 247001 (U.P.) MOB. 09837002261 - 09837375773



اس دور کی سب سے آسان، عام فہم اور مستند تفسیر

آسان تفسیر

پارہ ۹

ترجمہ: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

مرتب

مولانا محمد یعقوب قاسمی

فاضل دارالعلوم دیوبند

شائع کردہ

ادارہ دعوت و تبلیغ

گلی ۲ آلی کی چنگی منڈی سمیتی روڈ سہارنپور یوپی

موبائل: 9837375773

50/-

اس دور کی سب سے آسان و عام فہم اور مستند تفسیر کلام پاک
جسکا ہر گھر میں ہونا نہایت ضروری ہے

آسان تفسیر اردو

ترجمہ قرآن شریف

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمۃ

مرتب

مولانا محمد یعقوب قاسمی فاضل دار العلوم دیوبند

پارہ قال الملا ۹

شائع کردہ

ادارہ دعوت و تبلیغ زکریا آباد گلی ۲ آلی چنگی سہارنپور (یو۔پی) ۲۴۷۰۰۱

ھدیہ :-

فہرست مضامین آسان تفسیر اردو پارہ ۹

عنوانات	صفحات	عنوانات	صفحات
قوم شعیبؑ کی تباہی	۵	اسمائے حسنیٰ کی برکت	۴۹
قصہ حضرت موسیٰؑ	۱۰	اسمائے حسنیٰ میں کجروی کی ممانعت	۵۰
فرعون کو دعوت حق	۱۰	مسلمانوں کی پریشانیوں کا سبب اور اسکا حل	۵۲
حضرت موسیٰؑ اور جادوگروں کا مقابلہ	۱۳	ایک شبہ کا جواب	۵۲
فرعون پر موسیٰؑ کا رعب	۱۵	قیامت کب آئے گی	۵۴
حضرت موسیٰؑ کے قتل کا مطالبہ	۱۵	مسئلہ علم غیب	۵۵
قوم کی حضرت موسیٰؑ سے فریاد	۱۶	ذکر و تلاوت کے آداب	۶۳
قوم فرعون پر خدا کا قہر	۱۷	سجدہ تلاوت کی فضیلت	۶۴
قبطیوں پر پانچ قسم کا عذاب	۱۹	تفسیر سورۂ انفال	۶۴
قوم فرعون کا غرق	۲۱	واقعہ جنگ بدر	۶۷
بنی اسرائیل کی فتح	۲۲	اصحاب بدر پر انعام خداوندی	۷۱
بنی اسرائیل کا پہلا مطالبہ	۲۳	میدان جنگ سے بھاگنا جائز نہیں۔	۷۳
حضرت موسیٰؑ کا شوق دیدار خداوندی	۲۵	اصل کامیابی خدا اور رسول کی فرمانبرداری میں ہے	۷۷
قوم بنی اسرائیل کی سرکشی	۳۸	خیانت کی ممانعت	۷۹
بنی اسرائیل پر انعام خداوندی	۳۵	واقعہ شان نزول	۸۰
یہود پر قہر خداوندی	۳۸	تقویٰ کے فوائد	۸۱
ایک شبہ کا جواب	۴۲	ایک شبہ کا حل	۸۴
عبرتناک واقعہ	۴۵		

تفسیر ھذا ذیلی کتب تفاسیر سے مستفاد ہے

۱۔ بیان القرآن ۲۔ معارف القرآن ۳۔ ابن کثیر ۴۔ مظہری ۵۔ جلالین مع حاشیہ

۶۔ قصص القرآن وغیرہم۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ
ان کی قوم کے متکبر سرداروں نے کہا

لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ
کہ اے شعیبؑ ہم آپ کو اور جو آپ کے ہمراہ ایمان والے ہیں ان کو اپنی بستی سے

اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۭ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ۝۸۸ قَدِ
نکال دیں گے یا یہ ہو کہ تم ہمارے مذہب میں پھر آجاؤ شعیب نے جواب دیا کہ کیا ہم تمہارے مذہب میں آجاویں گے

افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ
گو ہم اس کو مکروہ ہی سمجھتے ہوں ہم تو اللہ پر بڑی جھوٹی تہمت لگانے والے ہو جاویں اگر ہم تمہارے مذہب میں آجاویں

نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ۭ وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ
بعد اسکے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس سے نجات دی ہو اور ہم سے ممکن نہیں کہ تمہارے مذہب میں پھر آجاویں لیکن ہاں

يَّشَاۗءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ۭ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۭ عَلَى اللّٰهِ
یہ کہ اللہ ہی نے جو ہمارا مالک ہے مقدر کیا ہو ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے، ہم اللہ ہی پر بھروسہ

تَوَكَّلْنَا ۭ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ
رکھتے ہیں، اے ہمارے پروردگار ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان میں فیصلہ کر دیجئے حق کے موافق اور آپ سب

الْفٰتِحِيْنَ ۝۸۹ وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَىِٕنِ
سے اچھا فیصلہ کرنے والے ہیں اور ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا کہ اگر تم شعیبؑ کی راہ پر چلنے لگو گے

اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝۹۰ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ
تو بے شک بڑا نقصان اٹھاؤ گے پس ان کو زلزلے نے آپکڑا

فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝۹۱ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ
سو اپنے گھر میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے جنھوں نے شعیبؑ کی تکذیب کی تھی ان کی یہ

لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۚ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ۝۹۲
حالت ہو گئی جیسے ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے، جنھوں نے شعیبؑ کی تکذیب کی تھی وہی خسارہ میں پڑ گئے

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ

اس وقت شعیبؑ ان سے منہ موڑ کر چلے اور فرمانے لگے اے میری قوم میں نے تمکو اپنے پروردگار

نَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۹۳﴾

کے احکام پہنچا دیئے تھے اور میں نے تمھاری خیر خواہی کی پھر میں ان کافر لوگوں پر کیوں رنج کروں

ع ۱۱ ۹ ۱

تفسیر حضرت شعیب علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو شرک و بت پرستی سے منع کر کے صرف خدا کی بندگی کی دعوت دی اور ان کو غلط کاموں مثلاً ناپ تول میں کمی کرنے سے منع کیا تو ان کی قوم کے متکبر و سرکش سرداروں نے کہا اے شعیب، یاد رکھئے ہم تم کو اور تمھارے ان ساتھیوں کو جو ایمان لے آئے ہیں اپنی بستی سے نکال دیں گے نہیں تو تم پھر سے ہمارا مذہب اختیار کرلو، یعنی اگر تم نے ہمارا مذہب اختیار کرلیا تو ہم تمکو اپنا بھائی سمجھیں گے اور تم کو اپنی بستی میں ہی رہنے دیں گے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے جواب دیا اے ناسمجھ سرداروں کیا ایسی صورت میں ہم تمھارا مذہب اختیار کرلیں جب کہ ہم اس سے نفرت کرتے ہیں اور دلائل سے بھی تمھارے مذہب کا باطل ہونا ثابت ہو چکا ہے، اور کیا ایمان کو چھوڑ دیں جس کا حق ہونا دلائل سے ثابت ہو چکا ہے اور جبکہ اللہ پاک نے تمھارے باطل مذہب سے ہمیں نجات دیدی ہے تو پھر ہم ایمان کو چھوڑ کر تمھارا مذہب ہرگز اختیار نہیں کریں گے، اور اگر خدانہ کرے ہم تمھارے مذہب میں آجائیں تو اس وقت اللہ تعالیٰ پر بڑی جھوٹی تہمت لگانے والے ہو جائیں گے کیونکہ اول تو خود کفر کو مذہب بنانے کا یہ مطلب ہے کہ یہ اللہ کا حکم ہے جو کہ سراسر خدا پر بہتان و الزام ہے، اور پھر ایمان اختیار کر کے اس کو چھوڑ دینا اس بات کا اقرار ہے کہ یہ دوسرا مذہب ہی صحیح اور حق ہے، اسی لئے تو ہم نے پہلے مذہب کو چھوڑا ہے اور یہ کھلا حق کو باطل اور باطل کو حق کہنا ہے جو کہ خدا پر الزام و بہتان تراشی ہے۔

اسکے بعد حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا ہاں اگر ہماری تقدیر اور خدا کی مشیت میں یوں ہی لکھا ہے کہ ہم تمھارے مذہب میں لوٹ جائیں تو اور بات ہے کیونکہ دل جو انسان کے تمام کاموں کا محرک ہے وہ اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے، وہ جس کے دل کو چاہے ہدایت کی طرف پھیر دے اور جس کے دل کو چاہے گمراہی کی جانب گھما دے، بس جس میں خدا کی مصلحت ہوتی ہے وہی کرتا ہے خدائے تعالیٰ ہر چیز کا مکمل علم رکھتے ہیں، لہذا کس میں کیا مصلحت ہے اس کا علم بھی پورا پورا خدا ہی کو ہے، بس ہم اسی کی ذات پر بھروسہ رکھتے ہیں اور بھروسہ کر کے یہ امید کرتے ہیں کہ وہ ہم کو دین حق پر قائم رکھے گا، اس سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ ان کو اپنے خاتمہ بالخیر کا یقین نہ تھا، انبیاء

کو یہ یقین دیا جاتا ہے، ان کا یہ کہنا صرف عاجزی اور اپنے ہر فعل کو خدا کے سپرد کرنے کی وجہ سے ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ میری دعوت و نصیحت پر ان کافرین پر کچھ اثر نہیں ہوتا تو پھر مجبور ہو کر خدائے تعالیٰ سے دعا کی اے ہمارے پروردگار آپ ہمارے اور قوم کے درمیان فیصلہ کر دیجئے جو کہ ہمیشہ حق کے موافق ہوتا ہے، بلاشبہ آپ سب سے اچھا اور صحیح فیصلہ کرنے والے ہیں، مطلب یہ ہے کہ ہمارے اور قوم کے درمیان عملی فیصلہ فرما دیجئے تاکہ کھل کر حق اور باطل واضح ہو جائے۔

حضرت شعیبؑ کی یہ جامع اور مؤثر تقریر سن کر قوم کے سرداروں کو یہ خطرہ ہوا کہ کہیں وہ لوگ بھی ایمان قبول نہ کر لیں جو ہمارے ساتھ ہیں، لہذا انھوں نے ان کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر تم شعیب کے راستے پر چلنے لگو گے تو دین و دنیا کا نقصان اٹھاؤ گے، دین کا اس لئے کہ ہمارا مذہب حق ہے اور دنیا کا اس لئے کہ اگر پورا ناپ تول کرو گے تو بچت کم ہوگی، بہر حال وہ سب لوگ کفر و شرک پر قائم رہے، بس حق تعالیٰ نے ان پر اپنا عذاب نازل فرمایا۔

قوم شعیبؑ کی تباہی

اس قوم نے بھی دوسری قوموں کی طرح خدا اور اسکے رسول کی نافرمانی اور مخالفت کر کے تباہی مول لی ان کی تباہی و بربادی کا ذریعہ ان آیات میں زلزلہ بتایا گیا ہے کہ ان پر زلزلہ آیا اور یہ اوندھے پڑے رہ گئے، دوسری آیات میں ذکر ہے کہ ان پر یَوْمُ الظُّلَّۃِ کا عذاب بھیجا گیا، جس کی تفصیل حضرت ابن عباس سے یہ منقول ہے کہ اللہ نے اس قوم کو ایسی شدید گرمی میں مبتلا کر دیا گویا کہ جہنم کا دروازہ ان کی طرف کھول دیا ہے جس سے ان کا دم گھٹنے لگا نہ کسی سایہ میں سکون ملتا تھا نہ پانی میں، اس گرمی سے گھبرا کر تہہ خانوں میں گھسے تو وہاں اوپر سے بھی زیادہ گرمی پائی، پھر گھبرا کر باہر نکلے اور بستی چھوڑ کر جنگل کی طرف بھاگے وہاں اللہ نے ایک گھرا بادل بھیجا اسکے سایہ میں ان کو ٹھنڈک اور سکون ملا تو آواز دے کر پوری قوم کو اس سایہ کے نیچے جمع کر لیا، جب تمام قوم اسکے سایہ میں جمع ہو گئی تو اللہ پاک نے اسی گھرے سائے دار بادل سے آگ کے شعلے اور انگارے برسائے اور زلزلہ بھی آیا جس سے یہ پوری قوم جل بھن کر خاک ہو گئی اور ان کے مکانات و بستی ایسی ہو گئی جیسے یہاں کبھی کوئی بستا ہی نہ تھا، حضرت شعیبؑ اور ان کے ساتھی اس نافرمان و سرکش قوم پر عذاب آتا دیکھ کر اس بستی سے چلدیئے، جمہور مفسرینؒ نے فرمایا کہ یہ حضرات مکہ شریف آ گئے تھے اور پھر آخر تک یہیں رہے۔

حضرت شعیبؑ نے اپنی نافرمان قوم کے لئے بددعا تو فرما دی مگر جب ان پر عذاب آ گیا اور یہ سب ہلاک ہو گئے تو پیغمبرانہ شفقت و رحمت کے سبب دل دکھا تو اپنے دل کو تسلی دینے کیلئے

قوم کو خطاب کرکے فرمایا کہ میں نے تو تمکو اپنے رب کے احکام پہنچا دیئے تھے، اور تمھاری خیر خواہی و بھلائی کی پوری کوشش کی تھی مگر افسوس تم نے نہ مانی اور آج یہ دن دیکھنا پڑا، پھر ان کی سرکشی اور کفر کو یاد کرکے فرمانے لگے کہ جب انھوں نے یہ مصیبت اپنے ہاتھوں خریدی ہے تو پھر ان کافروں کا کیوں رنج و غم کروں۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ
اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا کہ وہاں کے رہنے والوں کو ہم نے محتاجی اور بیماری
وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ
میں نہ پکڑا ہو تاکہ وہ ڈھیلے پڑ جاویں پھر ہم نے اس بدحالی کی جگہ خوش حالی
الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ
بدل دی یہاں تک کہ ان کو خوب ترقی ہوئی اور کہنے لگے کہ ہمارے آباؤ اجداد کو بھی تنگی اور راحت
فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ
پیش آئی تھیں تو ہم نے ان کو دفعتہً پکڑ لیا اور ان کو خبر بھی نہ تھی اور اگر ان بستیوں کے رہنے
الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ
والے ایمان لے آتے اور پرہیز کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے لیکن
الْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۶﴾
انھوں نے تو تکذیب کی تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا
اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۹۷﴾
کیا پھر بھی ان بستیوں کے رہنے والے اس بات سے بے فکر ہو گئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب شب کے وقت آپڑے

اقوال و تحقیق

لَتَعُوْدُنَّ الخ کافرین کا حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کے ساتھی مومنوں کو یہ کہنا کہ پھر سے واپس ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ، حضرت شعیبؑ کے بارے میں درست نہیں کیونکہ وہ کبھی بھی ان کے مذہب میں نہیں تھے یا در ہے نبی کسی بھی وقت کفر و شرک نہیں کر سکتا نہ نبوت سے قبل نہ بعد، اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ ایسا تغلیبًا اور صنعت مشاکلہ کے طور پر کہا گیا، دوسرا جواب یہ ہے کہ نبوت سے قبل چونکہ شعیبؑ خاموش رہے اسلئے قوم نے سمجھا کہ یہ ہمارے مذہب کو مانتے ہیں

أَوَ أَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا ضُحًى وَهُمْ يَلْعَبُونَ

جس وقت وہ پڑے سوتے ہوں، اور کیا ان بستیوں کے رہنے والے اس بات سے بے فکر ہو گئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن دوپہر ہی

(۹۸) أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ ۚ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ

آپڑے جس وقت کہ وہ اپنے لایعنی قصّوں میں مشغول ہوں ہاں تو کیا اللہ تعالیٰ کی اس پکڑ سے بے فکر ہو گئے سو خدا تعالیٰ کی پکڑ

الْخَاسِرُونَ (۹۹)

سے بجز ان کے جن کی شامت ہی آگئی ہو اور کوئی بے فکر نہیں ہوتا

تفسیر یہاں تک پانچ قوموں لوطؑ، عادؑ ثمودؑ وغیرہ کا اپنے پیغمبروں کی نافرمانی کرنے پھر ان کی بستیوں کے برباد ہونے کا بیان ہوا، اب ان آیات میں ارشاد خداوندی ہے کہ ہم نے جس قوم و بستی میں نبی بھیجا اور اس بستی والوں نے ہمارے نبی کی بات نہیں مانی تو اول ہم نے ان کو محتاجی و تنگدستی اور بیماری و پریشانی میں مبتلا کیا تاکہ وہ گھبرا کر اپنی نافرمانی اور معاصی سے توبہ کر کے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوں مگر جب ہم نے دیکھا کہ وہ ان پریشانیوں سے گھبرا کر بھی ہماری طرف متوجہ نہیں ہو رہے ہیں تو ہم نے ان پر اپنے انعامات کی بارش کر دی کہ محتاجی کے بجائے مالداری اور پریشانی کے بجائے خوش حالی ان کو عطا کر دی، اس مصلحت کے پیش نظر کہ وہ ہماری نعمتوں کی قدر شناسی کریں اور ہمارے مطیع و فرمانبردار ہو جائیں کیونکہ انسان کی زندگی جب پریشانی سے خوشی و راحت میں بدل جاتی ہے تو وہ اپنے منعم اور محسن حق تعالیٰ شانہ کے سامنے جھک جاتا ہے، اس کی اطاعت و بندگی کرتا ہے، مگر یہ بدبخت کافر اپنی دنیوی ترقی و خوش حالی کو دیکھ کر کہنے لگے کہ ہماری پچھلی مصیبتوں کی زندگی کفر و شرک کی وجہ سے نہ تھی ورنہ آج ہمیں خوشحالی کیوں نصیب ہوتی اب بھی تو ہم کفر ہی میں ہیں، بس یہ تو زمانہ کا دور ہے، کبھی تنگی کبھی فراخی کبھی بیماری کبھی تندرستی اور پھر ہمارے بڑوں کو بھی تو یہی دو حالتیں پیش آتی تھیں کبھی محتاجی گھیر لیتی تھی تو کبھی مالداری، کبھی صحت و توانائی ہوتی تھی کبھی ضعف و بیماری۔

اقوال و تحقیق :- أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ الخ ان آیات میں موجودہ کفار و مشرکین اور خدا کے نافرمانوں کیلئے نصیحت و عبرت ہے کہ کیا وہ لوگ جو اس وقت یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور نبوت میں ان بستیوں میں آباد ہیں پچھلی قوموں کے ان لرزہ خیز واقعات کو سن کر بھی اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان پر عذاب خداوندی نہیں آئیگا ایسا ہرگز نہیں بلکہ خدا کے نافرمانوں پر اسکا قہر و عذاب کسی بھی وقت آسکتا ہے۔

حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب ہم ان کو دونوں طرح سے ہدایت پر آنے کا موقع دیدیتے اور وہ بستی والے پھر بھی ہمارے رسول کی بات نہ مانتے، ہماری اطاعت نہ کرتے تو پھر ہم اچانک ان پر اپنا عذاب بھیج دیتے جس سے وہ ہلاک و برباد ہو جاتے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر وہ بستی والے ہمارے پیغمبروں پر ایمان لے آتے ان کی مخالفت نہ کرتے تو ہم بجائے آسمان و زمین سے عذاب بھیجنے کے ان پر آسمان و زمین کی برکتیں کھول دیتے یعنی آسمان سے خوب بارش ہوتی اور زمین سے خوب پیداوار۔

أَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِينَ يَرِثُونَ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ أَهْلِهَا أَنْ

اور ان زمین پر رہنے والوں کے بعد جو لوگ زمین پر بجائے ان کے رہتے ہیں کیا ان واقعات مذکورہ نے ان کو یہ بات

لَوْ نَشَاءُ أَصَبْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ

ہنوز نہیں بتلائی کہ اگر ہم چاہتے تو ان کو ان کے جرائم کے سبب ہلاک کر ڈالتے اور ہم ان کے دلوں پر بند لگائے ہوئے

لَا يَسْمَعُونَ ﴿١٠٠﴾ تِلْكَ الْقُرَىٰ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَائِهَا ۚ

ہیں، اس سے وہ سنتے نہیں، ان بستیوں کے کچھ کچھ قصے ہم آپ سے بیان کر رہے ہیں اور ان سب کے

وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ ۖ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا

پاس ان کے پیغمبر معجزات لے کر آئے تھے پھر جس چیز کو انھوں نے اول میں جھوٹا کہدیا یہ بات نہ ہوئی کہ پھر اس کو مان

كَذَّبُوا مِنْ قَبْلُ ۚ كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِ الْكَافِرِينَ ﴿١٠١﴾

لیتے اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کے دلوں پر بند لگا دیتے ہیں

وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِمْ مِنْ عَهْدٍ ۖ وَإِنْ وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ

اور اکثر لوگوں میں ہم نے وفائے عہد نہ دیکھا، اور ہم نے اکثر لوگوں کو

لَفَاسِقِينَ ﴿١٠٢﴾

بے حکم ہی پایا

تفسیر اس آیت میں اللہ تعالیٰ شانہ خاص طور پر ان لوگوں کو تنبیہ فرما رہے ہیں جو اس وقت ان بستیوں میں آباد ہیں جنھوں نے خدا کے رسولوں کی نافرمانی کی کفر و شرک اور بت پرستی میں مبتلا رہے اور پھر ان پر خدائے تعالیٰ کا غضب و عذاب نازل ہوا

اور ان کی بستیوں کو تباہ و برباد کر دیا جیسے قوم عاد، ثمود، لوط، اور شعیب وغیرہ کی بستیاں ہیں، ان کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کیا تمہارے سامنے ان بستیوں میں بسنے والی پچھلی قوموں کے حالات نہیں ہیں کہ ہم نے ان کو نافرمانی کرنے پر کس طرح ہلاک کیا، آج تم بھی انہی کی طرح کفر و شرک جیسے گناہوں میں مبتلا ہو، ہم تمکو بھی اسی طرح ہلاک اور تباہ و برباد کر سکتے ہیں، لہذا سمجھداری اسی میں ہے کہ پچھلے واقعات سے نصیحت و عبرت حاصل کرو اور اپنے آپ کو کفر و شرک سے پاک کر کے خدا کے قہر و عذاب سے بچاؤ۔

تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ :۔ اس آیت پاک میں حضور علیہ السلام کو مخاطب فرما کر ارشاد ہے کہ چند بستیوں کے واقعات ہم نے آپ کو سنائے ان میں بسنے والوں کے پاس ہم نے رسولوں کو معجزات دیکر بھیجا مگر انھوں نے اول سے آخر تک ان کو جھٹلایا، رسولوں کی مخالفت و نافرمانی کی، بس ان کی نافرمانیوں اور گناہوں کے سبب ہمارا غضب ان پر ٹوٹ پڑا اور ہم نے ان کافروں کے دلوں پر بند لگا دیا، بس وہ ایمان قبول کرنے کے قریب نہیں آتے، ان میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ جب ان پر مصیبتیں پڑتی ہیں تو ایمان لانے کا ارادہ کرتے ہیں لیکن جب وہ مصیبتیں ٹل جاتی ہیں تو پھر جاتے ہیں اور ایمان قبول نہیں کرتے، بس کافرین کا یہی حال ہے کہ معجزات دیکھ کر احکامات خداوندی پیغمبروں کی زبانی سن کر بھی ایمان نہیں لاتے، لہذا اگر اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے زمانہ کے کافرین بھی ایمان نہ لائیں تو آپ غمگین و فکرمند نہ ہوجئے ہم اس جرم عظیم کی سخت سزا دیں گے۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ

پھر اس کے بعد ہم نے موسیٰ ؑ کو اپنے دلائل دے کر فرعون اور اسکے امراء کے پاس بھیجا سو ان لوگوں

فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۰۳﴾

نے ان کا بالکل حق ادا نہ کیا سو دیکھئے ان مفسدوں کا کیا انجام ہوا

وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّىْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ حَقِيْقٌ

اور موسیٰ نے فرمایا اے فرعون میں رب العالمین کی طرف سے پیغمبر ہوں میرے لئے

عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۭ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ

یہی شایان ہے کہ بجز سچ کے خدا کی طرف کوئی بات منسوب نہ کروں میں تمہارے پاس تمہارے رب

رَبِّكُمْ فَأَرْسِلْ مَعِيَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿١٠٥﴾ قَالَ إِنْ كُنْتَ جِئْتَ

کی طرف سے ایک بڑی دلیل بھی لایا ہوں سو تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیجدے فرعون نے کہا کہ اگر آپ

بِآيَةٍ فَأْتِ بِهَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿١٠٦﴾ فَأَلْقَىٰ عَصَاهُ

کوئی معجزہ لے کر آئے ہیں تو اسکو اب پیش کیجئے اگر آپ سچے ہیں پس آپ نے اپنا عصا ڈالدیا

فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُبِينٌ ﴿١٠٧﴾ وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنَّاظِرِينَ ﴿١٠٨﴾

سو دفعتہً وہ صاف ایک اژدہا بن گیا اور اپنا ہاتھ باہر نکال لیا سو وہ یکایک سب دیکھنے والوں کے روبرو بہت ہی چمکتا ہوا ہو گیا

قصہ حضرت موسیٰؑ

اس سورت میں پانچ پیغمبروں کا ذکر کرنے کے بعد اب چھٹا قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا شروع کیا گیا ہے، حضرت موسیٰؑ کا تذکرہ قرآن کریم میں سب انبیاء سے زیادہ ہے، چھتیس سورتوں کی مختلف پانچسو چودہ آیات میں ان کے واقعات کے مختلف حصوں کو حسب موقع قرآن کریم نے بیان کیا ہے، حضرت موسیٰؑ کے واقعات کو اتنی کثرت سے بیان کرنے کی کئی وجہ ہیں ۱ ان کے حالات حضور علیہ السلام کے حالات سے کافی ملتے جلتے ہیں نیز ان کا زمانہ بھی نزول قرآن کے زمانہ سے بہت قریب ہے ۲ ان کے معجزات تعداد و قوت دونوں میں زیادہ ہیں اور اسی طرح ان کی قوم مخالفت و عداوت میں بڑھی ہوئی ہے ۳ ان کے واقعات میں نصیحت و موعظت کا بے پناہ ذخیرہ ہے اسلئے اللہ پاک نے ان کے واقعات قرآن کریم میں جگہ بجگہ ذکر کرکے اپنے پیارے نبی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو شمع ہدایت سے نوازا ہے۔

فرعون کو دعوت حق

حضرت موسیٰ کو حق تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ تم فرعون اور اس کے امیروں کو جاکر دین حق کی دعوت دو، چنانچہ موسیٰؑ فرعون کے دربار میں پہنچکر اس سے کہتے ہیں کہ اے بادشاہ وقت میں خدا کا پیغمبر ہوں، میری پیغمبری پر خدا نے مجھے معجزہ بھی عطا فرمایا ہے، لہذا آپ کے لئے یہی بہتر ہے کہ جو کچھ خدائی احکام میں سناؤں ان کو نہ جھٹلائیں، اول یہ کہ صرف خدا کی ذات کو معبود بناؤ اسکے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھیراؤ، دوسرے یہ کہ ظلم مت کرو اور قوم بنی اسرائیل جس کو تم نے بلاوجہ اپنا غلام بنا رکھا ہے اور ان سے سخت قسم کا کام پتھر توڑنا مٹی ڈھونا وغیرہ زبردستی کراتے ہو، ان کو میرے ساتھ بھیجدو تاکہ میں ان کو ان کے بزرگوں اور پیغمبروں کے شہر ملک شام لے جاؤں جہاں پہنچ کر وہ سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کی بندگی نہ کریں۔

فرعون نے حضرت موسیٰ کی تمام باتیں سنی اَن سنی کر دیں اور کہنے لگا اے موسیٰ اگر تو سچا ہے تو کوئی معجزہ دکھا، حضرت موسیٰؑ نے اپنی لاٹھی زمین پر ڈالدی وہ اژدہا بن گئی، یہ حقیقت تھی نظر کا دھوکا نہ تھا، جس طرح جادوگر نظر بندی کرکے اس طرح کے کرتب دکھاتے ہیں، حضرت موسیٰؑ نے دوسرا معجزہ یہ دکھایا کہ اپنا ہاتھ گریبان کے اندر بغل میں دباکر باہر نکالا تو وہ روشن ستارہ کی طرح جگمگا رہا تھا۔

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۹﴾ يُّرِيْدُ

قوم فرعون میں جو سردار لوگ تھے انھوں نے کہا کہ واقعی یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے، یہ چاہتا ہے کہ

اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْٓا اَرْجِهْ

تمکو تمھاری سرزمین سے باہر کردے سو تم لوگ کیا مشورہ دیتے ہو، انھوں نے کہا کہ آپ ان کو

وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ

اور ان کے بھائی کو چندے مہلت دیجئے اور شہر میں چپڑاسیوں کو بھیجدیجئے کہ وہ سب ماہر جادوگروں کو

سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۱۱۲﴾ وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ

آپ کے پاس لاکر حاضر کردیں، اور وہ جادوگر فرعون کے پاس حاضر ہوئے کہنے لگے اگر ہم غالب آئے تو ہمکو

كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

کوئی بڑا صلہ ملے گا فرعون نے کہا کہ ہاں اور تم مقرب لوگوں میں داخل ہوجاؤ گے

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

ساحروں نے عرض کیا کہ اے موسیٰؑ خواہ آپ ڈالئے اوّل یا ہم ہی ڈالیں، موسیٰؑ نے

قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ

فرمایا کہ تم ہی ڈالو، پس جب انھوں نے ڈالا تو لوگوں کی نظر بندی کردی اور ایک طرح کا بڑا

وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ

جادو دکھلایا اور ہم نے موسیٰ کو حکم دیا کہ آپ اپنا عصا ڈال دیجئے،

فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا

سو عصا کا ڈالنا تھا کہ اس نے انکے سارے بنے بنائے کھیل کو نگلنا شروع کیا پس حق ظاہر ہوگیا

يَعْمَلُونَ ﴿١١٨﴾ فَغُلِبُوا هُنَالِكَ وَانقَلَبُوا صَاغِرِينَ ﴿١١٩﴾ وَأُلْقِيَ

اور انھوں نے جو کچھ بنایا تھا سب آتا جاتا رہا پس وہ لوگ اس موقع پر ہار گئے اور خوب ذلیل ہوئے اور وہ جو ساحر

السَّحَرَةُ سَاجِدِينَ ﴿١٢٠﴾ قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٢١﴾ رَبِّ مُوسَىٰ

تھے سجدہ میں گر گئے اور کہنے لگے کہ ہم ایمان لائے رب العالمین پر جو موسیٰ اور ہارون کا

وَهَارُونَ ﴿١٢٢﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ آمَنتُم بِهِ قَبْلَ أَنْ آذَنَ لَكُمْ ۖ إِنَّ

رب ہے فرعون کہنے لگا کہ ہاں تم موسیٰ پر ایمان لائے ہو بدوں اسکے کہ میں اجازت دوں، بیشک

هَٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوهُ فِي الْمَدِينَةِ لِتُخْرِجُوا مِنْهَا

یہ ایک کارروائی تھی جس پر تمھارا عمل درآمد ہوا ہے اس شہر میں تاکہ تم سب اس شہر سے وہاں کے رہنے والوں کو

أَهْلَهَا ۖ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿١٢٣﴾ لَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُم

باہر نکال دو، سو اب تمکو حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے، میں تمھارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹونگا پھر تم

مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَأُصَلِّبَنَّكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿١٢٤﴾ قَالُوا إِنَّا إِلَىٰ

سب کو سولی پر ٹانگ دوں گا انھوں نے جواب دیا کہ ہم مرکر اپنے مالک کے پاس ہی

رَبِّنَا مُنقَلِبُونَ ﴿١٢٥﴾ وَمَا تَنقِمُ مِنَّا إِلَّا أَنْ آمَنَّا بِآيَاتِ رَبِّنَا

جاویں گے اور تو نے ہم میں کون سا عیب دیکھا بجز اسکے کہ ہم اپنے رب کے احکام پر ایمان لے آئے

لَمَّا جَاءَتْنَا ۚ رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ ﴿١٢٦﴾ ع ۱۲ ۱۶ ۴

جب وہ احکام ہمارے پاس آئے اے ہمارے رب ہمارے اوپر صبر کا فیضان فرما اور ہماری جان حالتِ اسلام پر نکالئے

تفسیر حضرت موسیٰؑ کے یہ دو معجزے دیکھ کر فرعون نے اپنے درباریوں سے کہا کہ یہ شخص بہت بڑا جادوگر ہے، اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ اپنے جادو کے ذریعہ تم لوگوں پر غالب آکر یہاں کا بادشاہ بن بیٹھے اور تمکو یہاں سے نکال دے، پس اس کے متعلق تمھارا کیا مشورہ ہے۔ فرعون کی یہ بات سن کر تمام سرداروں نے ہاں میں ہاں ملادی جیسا کہ بادشاہ کے

ع۱۲ اس تمام گفتگو کی نسبت سورہ شعراء میں فرعون کی جانب کی گئی ہے اور اس سورت میں دربار کے سرداروں کی جانب ان دونوں میں جو تطبیق حضرت تھانویؒ نے فرمائی ہے اسی کو ہم نے یہاں اختیار کیا ہے۔

اردگرد رہنے والوں کی عام عادت ہوتی ہے جی حضوری کی، آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے واقعی یہ شخص بہت بڑا جادوگر ہے جیسے کہ ہمارے بادشاہ فرماتے ہیں اور یقیناً وہ یہی چاہتا ہے کہ ہم سب کو یہاں سے نکال کر مع اپنی قوم بنی اسرائیل کے اس ملک میں حکومت کرے، ہمیں کیا کرنا چاہیئے تمھارا اس میں کیا مشورہ ہے۔

بہرحال دربار کے تمام سرداروں نے آپس میں مشورہ کرکے فرعون سے کہا کہ ابھی آپ ان کو کچھ دن کے لئے ڈھیل اور مہلت دیجئے، اگر یہ جادوگر ہے تو پھر اس کو شکست دینا ہمارے لئے کچھ مشکل نہیں کیونکہ ہمارے ملک میں بڑے سے بڑے جادوگر موجود ہیں، آپ پورے ملک کے ماہر جادوگروں کو بلوا کر مقابلہ کرا دیجئے جب ان کی ہار ہوگی تو خود بخود بھاگ جائیں گے، چنانچہ فرعون نے ان کی رائے سے اتفاق کیا اور پورے ملک کے ماہر جادوگروں کو جمع کرالیا ان جادوگروں نے فرعون سے کہا اگر ہم موسیٰ پر غالب آگئے تو ہم کو کچھ انعام بھی ملے گا، فرعون نے کہا ضرور، اور ساتھ ہی تم کو اعزاز بھی ملے گا کہ تمکو دربار کا مقرب بنالیا جائے گا۔

دیکھئے جادوگر تو دنیا حاصل کرنے کے لئے فرعون سے بات کر رہے ہیں اور حضرت موسیٰؑ خدا کا دین پھیلانے کی فکر میں ہیں، بعض روایات میں ہے کہ اس موقع پر حضرت موسیٰؑ نے جادوگروں کے سردار سے گفتگو کی کہ اگر تم پر میں غالب آگیا تو کیا تم مجھ پر ایمان لے آؤ گے؟ اس نے کہا، ہمارے پاس ایسے جادو ہیں کہ ان پر کوئی غالب آ ہی نہیں سکتا، اس لئے ہماری ہار کے بارے میں سوچنا ہی غلط ہے، حضرت موسیٰؑ نے فرمایا پھر بھی ..... اس پر سردار نے کہا کہ اگر بفرض محال تم ہم پر غالب آگئے تو ہم علی الاعلان فرعون کے سامنے اس پورے مجمع میں تم پر ایمان لے آئیں گے

حضرت موسیٰؑ اور جادوگروں کا مقابلہ

مقابلہ کے لئے ایک کھلا میدان مقرر ہوا، اور وقت عید کا دن سورج بلند ہونے کے بعد کا طے ہوا۔

بہرحال وقت مقررہ پر کھلے میدان میں تمام شاہانہ کرّوفر کے ساتھ فرعون تخت نشین ہے اور تمام درباری حسب مراتب قرینے سے بیٹھے ہیں اور لاکھوں آدمی اس حق و باطل کے مقابلہ کو دیکھنے کے لئے جمع ہیں، ایک طرف ملک مصر کے مشہور جادوگروں کا گروہ جادوگری کے ساز و سامان سے مسلح ہے، اور دوسری جانب خدا کا پیغمبر کھڑا ہے، فرعون آج بڑا خوش ہے کہ آج یہ جادوگر موسیٰؑ کو نیچا دکھا دیں گے

مقابلہ شروع ہونے سے پہلے جادوگر موسیٰ علیہ السلام سے بڑے فخریہ انداز میں کہنے لگے کہ پہلے آپ اپنا جادو دکھاتے ہیں یا ہم دکھائیں، انھیں اپنے جادو پر بڑا گھمنڈ تھا، حضرت موسیٰؑ نے فرمایا تمھیں پہلے اپنا جادو دکھالو چنانچہ تمام جادوگروں نے لوگوں کی نظربندی کرکے اپنی لاٹھیاں اور رسیاں میدان میں ڈال دیں وہ لوگوں کو سانپ اژدہے نظر آنے لگے، دیکھتے ہی دیکھتے پورا میدان سانپوں

سے بھر گیا، جادوگر متکبرانہ لہجہ میں حضرت موسیٰؑ سے کہنے لگے آپ بھی دکھائیے اپنا جادو، حضرت موسیٰؑ کو فطرتِ انسانی کے پیش نظر قدرے خوف ہوا کہ کہیں لوگ ان کے جادو سے متأثر نہ ہو جائیں اللہ پاک نے وحی بھیج کر اپنے پیغمبر کی حوصلہ افزائی فرمائی کہ اے موسیٰؑ تم گھبراؤ نہیں جیت تمہاری ہی ہوگی غالب تم ہی رہو گے، تم اپنی لاٹھی زمین پر ڈالدو، چنانچہ موسیٰ علیہ السّلام نے اپنی لاٹھی زمین میں ڈالدی وہ اژدہا بن گئی اور جادوگروں کے مصنوعی سانپ اور اژدہا کو کھانا شروع کر دیا، تھوڑی ہی دیر میں تمام میدان صاف کر دیا، پس حق ظاہر اور ثابت ہو گیا، فرعون اور اس کے ساتھی ہار گئے اور ذلیل و رسوا اور مغلوب ہو کر لوٹے۔

جادوگروں نے موسیٰؑ کی لاٹھی کا جب یہ کرشمہ دیکھا تو حقیقت ان پر واضح ہو گئی کہ یہ جادو نہیں ہے بلکہ خدائی معجزہ ہے کیونکہ اگر موسیٰؑ کی لاٹھی جادو کی ہوتی تو ہماری لاٹھیاں اور رسیاں اصل حالت میں باقی رہتیں اور وہ بے نام و نشان نہ ہو جاتی، پس تمام جادوگر ایک دم سجدے میں گر پڑے اور سب کے سامنے اعلان کر دیا کہ ہم موسیٰ و ہارون کے خدا پر ایمان لے آئے کیونکہ وہی ربّ العٰلمین ہے۔

فرعون نے جب یہ دیکھا کہ جادوگروں ہی نے بھرے مجمع میں اپنی ہار تسلیم کر لی اور موسیٰؑ کو خدا کا پیغمبر مان کر اپنے ایمان کا اعلان کر کے میرا پلان ناکام کر دیا ہے، اب کہیں ایسا نہ ہو کہ مصر کے عوام بھی موسیٰ کی پیروی نہ کرنے لگیں تو اس نے وہاں پر جادوگروں کو دھمکی دی کہ یہ چالاکی تم سب نے مل کر کی ہے موسیٰ جادو میں تمہارا استاد ہے تم سب یہ چاہتے ہو کہ یہاں کے قبطی باشندوں کو نکال کر اس ملک پر حکومت کرو، پس اس سازش کا انجام تم جلد جان لو گے۔ میں تمکو سخت سزا دوں گا اور وہ یہ ہوگی کہ میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا یعنی دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں، تاکہ تمہاری دونوں جانبیں زخمی ہو جائیں، اور پھر میں تم سب کو سولی پر ٹانگ دوں گا تاکہ دوسرے لوگوں کو عبرت ہو۔ مگر یاد رہے کہ ایمان ایک ایسی زبردست قوت ہے کہ جب وہ کسی کے دل میں گھر کر لیتی ہے تو پھر اس میں پوری دنیا سے مقابلہ کرنے کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ جادوگر فرعون کی دھمکیوں سے مرعوب ہونے کے بجائے اس کو جواب دیتے ہیں کہ اے فرعون ہمیں تیری دھمکیوں اور سزا کی کچھ پروا نہیں تو ہمیں قتل ہی تو کرے گا مر کر ہم کسی بُرے ٹھکانہ پر نہیں جائیں گے بلکہ

اقوال و تحقیق :- فرعون نے ان جادوگروں کو سولی پر چڑھایا کہ نہیں۔ اس میں دو قول ہیں، کلبی کا بیان ہے کہ دھمکی کے مطابق فرعون نے ان کے ہاتھ پاؤں کٹوا کر سولی پر چڑھوا دیا تھا، مگر دوسرے علماء فرماتے ہیں کہ فرعون ایسا نہ کر سکا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا تھا کہ اے موسیٰ و ہارون فرعون کی پہونچ تم دونوں تک نہ ہو سکے گی تم دونوں اور تمہاری پیروی کرنے والے ہی غالب رہیں گے۔

اپنے مالک خدائے عزوجل کے پاس جائیں گے جہاں ہمیں ہر طرح کا راحت و آرام نصیب ہوگا، اور اے بادشاہ وقت فرعون تو نے ہم میں ایسا کون سا عیب دیکھا ہے جس کے بدلے تو ہمیں قتل کرنے پر آمادہ ہے سوائے اسکے کہ ہم رب دو جہاں کے سامنے جھکنے والے ہو گئے یاد رکھو یہ ظلم ہے اور ظلم کا بدلہ اللہ پاک کے دربار میں ہر ایک کو بھگتنا ہوگا، اس کے بعد اپنے پروردگار سے دعا کی کہ اے ہمارے رب ہمیں صبر و ہمت کا ایسا خزانہ دے کہ ہم اس ظالم کے کسی بھی ظلم سے ٹس سے مس نہ ہوں اور بالآخر ہماری روح ایمان ہی کی حالت میں نکلے۔

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا

اور قوم فرعون کے سرداروں نے کہا کہ کیا آپ موسیٰ اور اس کی قوم کو یوں ہی رہنے دیں گے کہ وہ ملک میں

فِي الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ

فساد کرتے پھریں اور آپ کو اور آپ کے معبودوں کو ترک کئے رہیں فرعون نے کہا کہ ہم ابھی ان لوگوں کے بیٹوں کو

وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

قتل کرنا شروع کر دیں اور عورتوں کو ابھی زندہ رہنے دیں اور ہم کو ہر طرح کا ان پر زور ہے

فرعون پر موسیٰ کا رعب

مقابلہ میں جب فرعون کی ہار ہو گئی اور جادوگر ایمان لے آئے تو ان کو دیکھ کر بعض تاریخی روایات کے مطابق چھ لاکھ آدمی موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے، حضرت موسیٰؑ کی روحانی قوت کا یہ مظاہرہ دیکھ کر فرعون بے پناہ مرعوب ہو گیا، حضرت سعید ابن جبیرؓ فرماتے ہیں کہ فرعون کا یہ حال ہو گیا تھا کہ جب وہ حضرت موسیٰؑ کو دیکھتا تو اس کا پیشاب خطا ہو جاتا، اور یہ حقیقت ہے کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے تمام مخلوق اس سے ڈرتی ہے، بہر حال اس رعب اور خوف کے سبب فرعون موسیٰؑ کو تو کچھ نہ کہہ سکا اپنا تمام غصہ جادوگروں پر اتارا۔

حضرت موسیٰؑ کے قتل کا مطالبہ

سرداروں نے جب فرعون کا یہ حال دیکھا تو انھوں نے احتجاج کر کے موسیٰؑ کے قتل کا مطالبہ کیا، انھوں نے فرعون سے کہا کیا آپ موسیٰ اور اس کی قوم کو اسی طرح آزاد چھوڑے رکھیں گے تاکہ وہ ملک میں فساد کرتے پھریں، آپ کے خلاف لوگوں کو بھڑکائیں، اس کا نتیجہ ایک دن بغاوت اور انتقام کی صورت میں سامنے آئے گا کیا اسی لئے آپ نے ان کو چھوڑ رکھا ہے تاکہ وہ آپ کو اور آپ کے تجویز کردہ معبودوں کو ٹھکرائے اور ان سے قوم کو بیزار کر دے، حضرت سُدی سے منقول ہے کہ فرعون نے کچھ بت بنوا کر رکھوا دیئے تھے اور اپنی قوم کو ان کی پوجا کا حکم دیدیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ یہ تمہارے معبود ہیں اور تمہارا اور

ان سب کا رب میں ہوں اس لئے اس نے قوم سے کہا تھا اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی یعنی میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔ بس آپ اس کا انتظام کیجئے، فرعون نے کہا کہ فوری طور پر اس کا انتظام یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان کی نرینہ اولاد کو قتل کرنے کا حکم نافذ کر دیں تاکہ ان کی طاقت نہ بڑھ سکے، اور چونکہ عورتوں سے کوئی خطرہ نہیں اس لئے ان کو چھوڑ دیں تاکہ وہ نوکرانی اور باندیاں بن کر ہمارے کام آئیں چونکہ ہر طرح سے ان پر ہمارا زور ہے اس لئے اس انتظام میں کوئی دشواری بھی پیش نہیں آئے گی، فرعون اس سے پہلے بھی موسیٰ ؑ کی پیدائش کے سال بنی اسرائیل کی نرینہ اولاد کو قتل کرنے کا حکم دے چکا تھا جس کی ناکامی کا مظاہرہ وہ آج تک دیکھ رہا تھا کہ اسکے تخت کو پلٹنے والا آج اسکے سامنے موجود ہے مگر جب حق تعالیٰ کسی قوم کو تباہ کرنے کا ارادہ فرما لیتے ہیں تو ان کی تدبیریں بھی ایسی ہی ہو جایا کرتی ہیں جو انجام کار ان کی تباہی و رسوائی کا ذریعہ بنتی ہیں چنانچہ قوم فرعون انجام کار رسوا و ذلیل اور تباہ و برباد ہوئی، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۗ

موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا سہارا رکھو اور مستقل رہو۔ یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے

يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا

جس کو چاہیں مالک بنا دیں اپنے بندوں میں سے اور آخر کامیابی انھیں کو ہوتی ہے جو خدا سے ڈرتے ہیں، قوم

مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۭ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ

کے لوگ کہنے لگے کہ ہم تو ہمیشہ مصیبت ہی میں رہے آپ کی تشریف آوری کے قبل بھی اور آپ کی تشریف آوری کے

اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ

بعد بھی موسیٰ نے فرمایا بہت جلد اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کو ہلاک کر دیں گے اور بجائے انکے تمکو اس سرزمین کا مالک

كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾

بنا دیں گے پھر تمہارا طرز عمل دیکھیں گے

قوم کی حضرت موسیٰ سے فریاد

قوم بنی اسرائیل کو جب اس بات کا پتہ چلا کہ فرعون نے ہماری نرینہ اولاد کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا ہے تو وہ گھبرا گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کرتے ہوئے کہنے لگے کہ آپ کے آنے سے پہلے بھی فرعون ہم پر طرح طرح کے ظلم و ستم کرتا رہا اور ہماری نرینہ اولاد کو قتل کرایا، آپ کے آنے کے بعد بھی وہی ظلم و ستم

کا سلسلہ جاری ہے اور مزید ہماری اولاد کو قتل کرنے کا فیصلہ بھی کر دیا ہے، آخر اب ہمارا کیا ہوگا، حضرت موسیٰؑ نے ان سے فرمایا اللہ سے مدد چاہو، گڑگڑا کر اس سے مدد کی دعا کرو اور اس پر بھروسہ رکھو، فرعون اور اس کی قوم کی طرف سے جو تکلیفیں تمکو پہونچ رہی ہیں ان پر صبر کرو یہ سب کچھ اللہ کی مشیت اور تمھاری آزمائش کی وجہ سے ہو رہا ہے، یقین رکھو یہ ملک اور ساری زمین اللہ کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے دیدیتا ہے مگر انجام کار کامیابی انھیں کو ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، بس تم ایمان اور تقویٰ اختیار کرو انشاء اللہ یہ حکومت تم ہی کو مل جائے گی، بس کچھ عرصہ انتظار کی ضرورت ہے، بہت جلد اللہ پاک تمھارے دشمن کو ہلاک کر دیں گے، اور بجائے ان کے تم کو اس ملک کا مالک بنا دیں گے، پھر تمھارا طرز عمل دیکھیں گے کہ اسکے بعد تم خدائے تعالیٰ کی شکر گذاری اور اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہو یا عیش و عشرت میں پڑ کر اسکی نافرمانی و سرکشی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ

اور ہم نے فرعون والوں کو مبتلا کیا قحط سالی میں اور پھلوں کی کم پیداواری میں

لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا

تاکہ وہ سمجھ جائیں سو جب ان پر خوش حالی آجاتی تو کہتے کہ یہ تو ہمارے لئے ہونا

هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ۭ اَلَآ

ہی چاہیئے اور اگر ان کو کوئی بدحالی پیش آتی تو موسیٰؑ اور ان کے ساتھیوں کی نحوست بتلاتے، یاد

اِنَّمَا طٰۗىِٕرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَقَالُوْا

رکھو کہ ان کی نحوست اللہ کے علم میں ہے لیکن ان میں اکثر لوگ نہیں جانتے تھے اور یوں کہتے

مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾

کیسی ہی عجیب بات ہمارے سامنے لاؤ کہ اسکے ذریعہ سے ہم پر جادو چلاؤ جب بھی ہم تمھاری بات ہرگز نہ مانیں گے

قوم فرعون پر خدا کا قہر

فرعون اور اسکے ساتھی جب برابر خدا کی نافرمانی اور موسیٰؑ کی ایذا رسانی میں لگے رہے اور بنی اسرائیل کی نرینہ اولاد کو بھی قتل کرانا شروع کر دیا تو اللہ پاک کا قہر و عذاب ان پر مختلف صورتیں اختیار کر کے ٹوٹنے لگا اور بالآخر فرعون مع اپنے ساتھیوں کے دریا میں غرق ہوا، اس طرح وہ وعدہ بھی پورا ہوا جو حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم سے ان کی کامیابی کا کیا تھا۔

ان آیات میں بیان ہے کہ ہم نے قوم فرعون کو قحط سالی اور پھلوں کی کم پیداواری میں مبتلا کر دیا تاکہ وہ حق بات کو سمجھ جائیں اور سمجھ کر قبول کر لیں، بعض روایات میں ہے کہ یہ قحط ان پر سات سال تک مسلسل رہا، مگر جب کسی قوم کی تباہی کا وقت آتا ہے تو وہ ٹھوکر لگنے پر بھی نہیں سنبھلتی، یہ پھر بھی حق کی طرف نہ چلے، اور ان کی یہ حالت تھی کہ جب ان کو کوئی راحت و آرام اور بھلائی ملتی تو یہ کہتے کہ یہ تو ہمارے لئے ہونا ہی چاہیئے، یہ ہمارا ہی حق ہے، اور جب کوئی مصیبت ان پر آپڑتی تو کہنے لگتے کہ یہ موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی نحوست سے ہو رہا ہے، حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ احمق تنگدستی کو نحوست موسیٰ اور خوشحالی کو اپنے حق سے تعبیر کر رہے ہیں جو سراسر بے بنیاد ہے ان کو تو اپنے نفس اور اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیئے تھا کہ چونکہ ہمارے اعمال کفر و شرک والے ہیں، ہماری زندگی خدا کی مرضی کے خلاف گذر رہی ہے اس کی ہمیں یہ سزا مل رہی ہے مگر ان میں سے زیادہ تر لوگ ایسے ہیں کہ وہ ان باتوں کی طرف نہ دھیان دیتے ہیں نہ ہی سمجھتے ہیں بلکہ اور بڑھ چڑھ کر یوں کہتے ہیں کہ آپ کتنی ہی نشانیاں اور معجزے اپنی نبوت پر پیش کر کے ہم پر اپنا جادو چلانا چاہیں جب بھی ہم آپ کی بات ہرگز نہ مانیں گے اور کبھی آپ پر ایمان نہیں لائیں گے۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ

پھر ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور گھن کا کیڑا اور مینڈک اور خون

اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَلَمَّا

کہ یہ سب کھلے کھلے معجزے تھے سو وہ تکبر کرتے رہے اور وہ لوگ کچھ تھے ہی جرائم پیشہ اور جب

وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ

ان پر کوئی عذاب واقع ہوتا تو یوں کہتے اے موسیٰ ہمارے لئے اپنے رب سے اس بات کی دعا کر دیجئے

عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ

جس کا اس نے آپ سے عہد کر رکھا ہے اگر آپ اس عذاب کو ہم سے اٹھا دیں تو ہم ضرور آپ کے کہنے سے ایمان

مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۳۴﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ

لے آویں گے اور ہم بنی اسرائیل کو بھی رہا کر کے آپ کے ہمراہ کر دیں گے پھر جب ان سے اس عذاب کو ایک وقت خاص تک کہ اس

هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ

تک ان کو پہنچنا تھا ہٹا دیتے تو وہ فوراً ہی عہد شکنی کرنے لگتے، پھر ہم نے ان سے بدلہ لیا یعنی ان کو دریا میں غرق کر دیا

بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾

اس سبب سے کہ وہ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے، اور ان سے بالکل ہی بے توجہی کرتے تھے

قبطیوں پر پانچ قسم کا عذاب

فرعون اور اس کی قوم قبطی جب خدا اور اس کے رسول کی مخالف و نافرمانی سے باز نہ آئی تو اللہ پاک نے ان کو یکے بعد دیگرے سات بلاؤں اور مصیبتوں میں مبتلا کیا، دو کا ذکر پچھلی آیات میں گذرا پانچ کا بیان ان آیات میں ہے، بارش کا طوفان، جس سے قوم فرعون قبطیوں کی جان مال خطرہ میں پڑ گئی، ان کے گھروں میں پانی بھر گیا، نہ لیٹ سکیں نہ بیٹھ سکیں، گھر کے عورت مرد سب پانی میں کھڑے ہیں، خدا کی قدرت دیکھئے کہ ان کے گھروں سے ملے ہوئے قوم موسیٰ بنی اسرائیل کے مکانات ہیں ان میں پانی نہیں گیا، وہ اطمینان سے اپنے گھروں میں آرام کر رہے ہیں، یہ طوفان سنیچر سے سنیچر تک پورے سات روز ان پر مسلط رہا، آخر قبطیوں نے حضرت موسیٰ سے درخواست کی کہ آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ بارش بند ہو جائے، اگر ہم سے یہ بلا ٹل گئی تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور آپ کی قوم کو آپ کے ساتھ بھیج دیں گے، چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس طوفان سے نجات دی، اور اس سال غلہ، پھل اور گھاس وغیرہ کی بہترین پیداوار ہوئی یہ حالت دیکھ کر قبطیوں کے دماغ شیطان نے پھر گھما دیئے وہ کہنے لگے کہ بارش کا طوفان تو ہمارے لئے نعمت تھا یہ خدا کو نہ ماننے اور موسیٰ کی مخالفت کا نتیجہ نہیں تھا، بہر حال ایمان نہ لائے اور اپنی پرانی حالت پر قائم رہے یہ اطمینان کی زندگی ایک ماہ گذار پائے تھے کہ اللہ پاک نے ان پر ٹڈیوں کا عذاب بھیج دیا اور ٹڈیوں نے قبطیوں کی کھیتیاں باغات سب کھا لیں اور مزید یہ کہ ان کے گھروں کے کواڑ و لکڑیاں وغیرہ سب کھا ڈالیں اور خدا کی قدرت و معجزہ دیکھئے کہ ان تمام آفتوں سے قوم بنی اسرائیل بالکل محفوظ رہی، ان کی کھیتوں وغیرہ کو ٹڈیوں نے منہ بھی نہ لگایا، یہ عذاب بھی قبطیوں پر سنیچر سے سنیچر تک سات دن رہا، ان سات دنوں میں یہ بلبلا اٹھے اور پھر حضرت موسیٰؑ سے عہد و پیمان کرنے لگے کہ اس بار آپ ہمیں اور نجات دلا دیجئے، اس مصیبت سے چھٹکارا پاتے ہی فوراً آپ پر ایمان لے آئیں گے چنانچہ حضرت موسیٰ کی دعا سے اللہ پاک نے قبطیوں سے ٹڈیوں کا عذاب اٹھا لیا، اس کے بعد قبطی باہر نکلے تو دیکھا کہ ان کی کچھ کھیتیاں باقی ہیں چونکہ ابھی ٹڈیوں نے اپنا کام پورا نہیں کیا تھا، حضرت موسیٰ کی دعا سے اللہ نے ان کو ہٹا دیا تھا اس لئے کچھ بچا رہ گیا تھا، اس کو دیکھ کر قبطی کہنے لگے خیر اتنا تو بچ گیا جس سے ہم اپنی زندگی گذر بسر کر سکیں گے، اور ہم اپنا مذہب نہیں چھوڑیں گے، بس یہ بدبخت اور سرکش قوم پھر اپنے وعدے سے پھر گئی اور ایمان نہیں لائے، ایک مہینہ ہی گذرنے پایا تھا کہ

کہ اللہ نے ان پر گھن کے کیڑے کا عذاب بھیجدیا جس نے ان کی کھیتوں کو برباد کرنا شروع کردیا، یہ کیڑے کپڑوں میں گھس کر بدن میں کاٹتے تھے، کھانا کھاتے وقت کھانے میں بھر جاتے تھے، حضرت سعید ابن مسیبؒ سے منقول ہے کہ اس گھن کے کیڑے نے ان کے غلّہ کو اس طرح کھالیا تھا کہ جو شخص دس کلو اناج چکی میں پسوانے لیجاتا تو مشکل سے اس میں سے تین کلو آٹا نکلتا تھا، ایسی مصیبت قوم فرعون پر کبھی نہیں آئی تھی، ان کے بدن کے بال گرگئے، پلکوں اور ابروؤں کے بال بھی جھڑ گئے ان کے جسموں پر یہ کیڑے چیچک کی طرح چسپاں ہوگئے، ان کا کھانا، پینا، سونا، آرام کرنا حرام ہوگیا، حضرت موسیٰ کی برکت سے ان پر ایمان لانے والوں کو اللہ نے اس مصیبت سے محفوظ رکھا، یہ عذاب ان پر ایک ہفتہ رہا، قبطی اس مصیبت سے گھبرا کر چلّانے لگے اور پھر مجبور ہوکر حضرت موسیٰ کے سامنے گڑگڑائے کہ کسی طرح ہمیں اس مصیبت سے بچالیجئے ہم اس بار ضرور آپ پر ایمان لے آئیں گے، چنانچہ حضرت موسیٰ نے دعا کی تو اللہ پاک نے اس عذاب کو ان سے اٹھالیا، یہ نامراد قوم پھر بھی ایمان نہیں لائی اور حضرت موسیٰ پر الزام لگانے لگی کہ موسیٰ کے جادوگر ہونے کا جتنا یقین ہمیں اس سے پہلے تھا اب ان کیڑوں کو دیکھ کر اور زیادہ یقین ہوگیا کہ واقعی تو بڑا زبردست جادوگر ہے، پیغمبر نہیں۔ اس عذاب سے چھٹکارا پائے ہوئے ابھی ان کو ایک ماہ ہی گذرا تھا کہ حضرت موسیٰ کے بددعا کرنے پر اللہ نے پھر ان پر مینڈک کا عذاب نازل فرمادیا، ان کے گھر مینڈکوں سے بھر گئے ہانڈی میں مینڈک، آٹے میں مینڈک کھانا شروع کیا تو فوراً مینڈک اس میں کود گیا، آرام کے لئے لیٹتے تو مینڈک کود کود کر اس قدر چڑھ جاتے کہ ان کو کروٹ لینا مشکل ہوجاتا اس آفت سے قبطی گھبرا کر رونے لگے اور رو رو کر حضرت موسیٰ سے کہنے لگے کہ اس مرتبہ ہم پکی توبہ کرتے ہیں، آئندہ آپ کی نافرمانی نہیں کریں گے بس آپ ہم پر ترس کھائیے اور اس مصیبت سے چھٹکارا دلائیے حضرت موسیٰ نے ان سے مضبوط عہد و پیمان لے کر خدا سے دعا کی تو ان کے اوپر سے عذاب اٹھالیا گیا، جب مصیبت جاتی رہی تو پھر یہ قوم فرعون اپنی پرانی حالت پر لوٹ آئی اور ایمان قبول کرنے سے صاف انکار کردیا خدا نے ان کو ایک مہینہ کا موقع دیا کہ شاید اپنے پچھلے عذاب کو یاد کرکے ایمان لے آئیں مگر یہ برابر کفر و شرک اور سرکشی پر جمے رہے تو اللہ نے پھر ان پر خون کا عذاب مسلط فرمادیا جس چیز کو یہ کھانے پینے کا ارادہ کرتے وہ خون بن جاتی تھی، جس کنوئیں اور تالاب سے بھی پانی کھینچتے تو اس سے تازہ خون نکلتا، ان کے لئے دریائے نیل کا سارا پانی خون بن گیا، جیسے پچھلے تمام عذابوں کی یہ

اقوال و تحقیق وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ الخ: بعض مفسرین نے رجز کا ترجمہ عذاب کیا ہے، جب یعنی جب ان پر کوئی عذاب واقع ہوتا الخ اسی کو حضرت تھانویؒ نے اختیار کیا ہے اور اسی کو ہم نے تفسیر میں بیان کیا ہے حضرت سعید بن مسیبؒ نے فرمایا کہ رجز سے مراد طاعون ہے اس طاعون سے انکے ستر ہزار آدمی ایک دن میں مرے

خصوصیت رہی کہ ان کا اثر بنی اسرائیل پر نہیں ہوا، اسی طرح اس خونی عذاب سے بھی یہ قوم حضرت موسیٰ کے معجزہ اور برکت سے محفوظ رہی، روایات میں ہے کہ ایک ہی کنویں سے بنی اسرائیل ڈول نکالتے تو اس میں پانی ہوتا اور اسی کنویں سے جب قبطی ڈول نکالتے تو وہ بجائے پانی کے خون ہوتا تھا، یہاں تک کہ پیاس سے بیتاب و بے قرار ہو کر جب کسی قبطی عورت نے بنی اسرائیل کی عورت سے پانی مانگا، اور اس نے اپنے برتن سے اسکے برتن میں ڈالا تو وہ پانی فوراً خون بن گیا، انتہا یہ کہ قبطی عورتوں نے پیاس سے لاچار و مجبور ہو کر یہ تک کیا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں سے کہا کہ تم پانی اپنے منھ میں لے کر ہمارے منھ میں کلی کر دو، چنانچہ انھوں نے ایسا کیا تو وہ پانی قبطی عورت کے منھ میں جاتے ہی خون بن گیا، یہ عذاب بھی ان پر پچھلے عذابوں کی طرح سنیچر سے سنیچر تک سات روز رہا، اور پھر آخر حضرت موسیٰ کی دعا سے جاتا رہا، مگر یہ متکبر لوگ اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے، کفر پر ہی جمے رہے۔

قوم فرعون کا غرق

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب ہم نے قوم فرعون کی ہر طرح سے آزمائش کر لی اور وہ اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے تو پھر ہم نے ان سے پورا بدلہ لیا یعنی ان سب کو دریا میں ڈبو کر ہلاک کر دیا، ان کے ڈوبنے کی تفصیل سورۂ بقرہ میں گذر چکی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰ قوم بنی اسرائیل کو اپنے ساتھ لے کر مصر سے چلے اور فرعون کو اس کا علم ہوا تو وہ چھ لاکھ آدمیوں کا لشکر لے کر ان کا پیچھا کرنے نکلا آخر دریائے نیل پر ان کے پاس آپہونچا، اللہ کے حکم سے دریا میں فوراً راستہ بن گیا حضرت موسیٰ اپنی قوم کو لے کر پار ہو گئے فرعون نے دیکھا کہ دریا میں آج راستہ بنا ہوا ہے تو وہ بھی اپنی قوم اور لشکر کو لے کر دریا پار کرنے لگا جب پورا لشکر دریا کے بیچ میں آپہونچا تو اللہ کا حکم ہوا کہ اے دریا تو پھر سے اپنی حالت پر آجا چنانچہ راستہ ختم ہوتے ہی فرعون مع اپنے پورے لشکر کے دریا میں غرق ہو گیا۔

وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ

اور ہم نے ان لوگوں کو جو کہ بالکل کمزور شمار کئے جاتے تھے اس سرزمین کے پورب پچھم کا مالک بنا دیا، جس میں

وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى

ہم نے برکت رکھی ہے اور آپ کے رب کا نیک وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں ان کے صبر کی وجہ

عَلٰي بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ۙ بِمَا صَبَرُوْا ۭ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ

سے پورا ہو گیا اور ہم نے فرعون کو اور اسکی قوم کے ساختہ پرداختہ کارخانوں کو اور جو کچھ وہ اونچی اونچی عمارتیں بنواتے

وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾ (تھے سب کو درہم برہم کر دیا)

بنی اسرائیل کی فتح

فرعون اور اسکی قوم کے غرق ہوجانے کے بعد اللہ پاک نے قوم بنی اسرائیل کو جسے بالکل کمزور شمار کیا جاتا تھا اس سرزمین کی مشرق و مغرب یعنی یعنی تمام حدود کا مالک بنا دیا ہے جس میں ہم نے ظاہری و باطنی برکت رکھی ہے ظاہری برکت سے مراد ہے خوب پیداوار، اور باطنی برکت سے مراد یہ ہے کہ یہ جگہ برکت والی ہے کیونکہ ان جگہوں میں انبیاء قیام فرما رہے اور پھر یہیں زمین کے آغوش میں سو گئے۔ اس سے مراد ملک شام اور مصر ہے، ملک شام سے قوم عمالقہ کو اور ملک مصر سے قوم فرعون کو ہلاک کرکے قوم موسیٰ (بنی اسرائیل) کو اللہ پاک نے حکومت و سلطنت عطا فرمائی اس طرح وہ وعدہ پورا ہوا جو حضرت موسیٰ نے ان سے کیا تھا کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کردے گا اور ان کی زمین کا تمکو مالک بنا دے گا۔

آیت کے اخیر میں ارشاد ہے کہ ہم نے ان تمام چیزوں کو برباد کردیا جن کو فرعون اور اس کی قوم بنایا کرتی تھی اس میں ان کے مکانات و عمارات، گھر کے ساز و سامان اور وہ تدبیریں جو وہ موسیٰ کے مقابلہ کے لئے بنایا کرتے تھے سب شامل ہیں، غرضیکہ ان کی تمام چیزوں کو درہم برہم کرکے اللہ پاک نے قوم بنی اسرائیل کو مکمل فتح و کامیابی عطا فرمائی۔

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْكُفُوْنَ

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار اتار دیا پس ان لوگوں کا ایک قوم پر گذر ہوا جو اپنے چند

عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ

بتوں کو لگے بیٹھے ہیں کہنے لگے اے موسیٰ ہمارے لئے بھی ایک معبود ایسا ہی مقرر کردیجئے جیسے ان کے

اٰلِهَةٌ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِیْهِ

یہ معبود ہیں آپ نے فرمایا کہ واقعی تم لوگوں میں بڑی جہالت ہے، یہ لوگ جس کام میں لگے ہیں یہ تباہ کیا جائے گا

وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ قَالَ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْكُمْ اِلٰهًا وَّ

اور ان کا یہ کام محض بے بنیاد ہے اور فرمایا کیا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو تمہارا معبود تجویز کردوں

هُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَاِذْ اَنْجَیْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ

حالانکہ اس نے تمکو تمام جہان والوں پر فوقیت دی ہے اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے تمکو فرعون والوں سے بچالیا

سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ یُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِیْ

جو تمکو بڑی سخت تکلیفیں پہنچاتے تھے تمہارے بیٹوں کو بکثرت مار ڈالتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے

ع ۱۲ ۱۴ ۶

ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۱۴۱﴾

اور اس میں بڑی آزمائش تھی

بنی اسرائیل کا پہلا مطالبہ جس وقت قوم بنی اسرائیل دریائے نیل کو پار کر چکی اور قوم فرعون کی تباہی و بربادی کا منظر دیکھ کر آگے بڑھی تو اس کو ایک قوم ملی جو اپنے بت خانوں میں بیٹھی ہوئی بتوں کی پوجا کر رہی تھی، بنی اسرائیل نے یہ نقشہ دیکھ کر حضرت موسیٰؑ سے مطالبہ کیا کہ آپ بھی ہمارے لئے اس طرح کے بت بنا دیجئے تاکہ ہم ان کی پوجا کیا کریں گے، یہ سنکر حضرت موسیٰ کو بہت غصہ آیا اور فرمایا کہ تم لوگوں میں بڑی جہالت ہے، جن لوگوں کے طریقہ کو تم پسند کر رہے ہو ان کے تمام اعمال ضائع اور برباد ہیں اس کے بدلہ ان کو کچھ نہیں ملنے والا۔ یہ لوگ باطل کی پیروی کر رہے ہیں، گمراہ ہیں، تمھیں ان کی حرص بالکل نہیں کرنی چاہیئے، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کو تمھارا معبود بنا دوں، اور تم اپنے کرم فرما خدائے تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی عبادت و بندگی کرنے لگو، ذرا سوچو خدائے تعالیٰ نے تم پر کس قدر احسان فرمایا کہ اس زمانہ کے تمام لوگوں پر تمکو فضیلت و برتری عطا فرمائی، اور اپنا گذرا ہوا وقت یاد کرو جب تم فرعون کے غلام تھے وہ تم سے سخت قسم کے کام لیتا تھا اور تمھاری نرینہ اولاد کو قتل کرتا اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا تاکہ ان کو اپنی نوکرانیاں اور باندیاں بنالے، اللہ پاک نے ان تمام مصیبتوں سے تمکو نجات دی، تو کیا تم اسی خدا کے ساتھ مٹی پتھر کی مورتیوں کو شریک کرتے ہو، بے حد تعجب و افسوس ہے تم پر، تمھیں چاہیئے کہ اسی وقت اپنی اس نازیبا حرکت پر پشیمان و شرمندہ ہو کر خدا سے توبہ و استغفار کرو، اور یاد رکھو فرعون کی غلامی سے آزادی تمھارے لئے ایک امتحان ہے ایک آزمائش ہے خدائے تعالیٰ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اب تم اپنی مرضی کے مطابق زندگی گذارتے ہو یا حق تعالیٰ شانہ کی مرضی کیمطابق

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ

اور ہم نے موسیٰ سے تیس شب کا وعدہ کیا اور دس شب کو ان تیس راتوں کا تتمہ بنایا، سو

رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ

ان کے پروردگار کا وقت پورے چالیس شب ہوگیا اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہہ دیا تھا

قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴۲﴾

کہ میرے بعد ان لوگوں کا انتظام رکھنا اور اصلاح کرتے رہنا اور بدعمل کی رائے پر عمل مت کرنا

تفسیر جب فرعون غرق ہو چکا اور قوم بنی اسرائیل اس کے ظلم و ستم سے محفوظ ہو کر زندگی بسر کرنے لگی تو اس نے اپنے نبی حضرت موسیٰ سے درخواست کی کہ اب اگر ہم کو کوئی کتاب و شریعت ملے تو اس پر ہم بے فکری سے عمل کریں، حضرت موسیٰ نے قوم کی اس درخواست کو حق تعالیٰ کے سامنے رکھا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے موسیٰ تم کوہ طور پر آکر ایک مہینہ کا اعتکاف کرو ہم تم کو کتاب اور شریعت مرحمت فرمادیں گے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر ایک ماہ کا اعتکاف کر چکے تو اللہ نے دس دن اور بڑھا کر پورا چلہ کر دیا، اس کا سبب یہ بنا کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک ماہ مسلسل روزے رکھ کر اکتیسویں دن روزہ نہیں رکھا، اور خوب دبا کر مسواک وغیرہ سے منہ کی صفائی کی یہ سوچ کر کہ آج خالق دو عالم اللہ جل شانہ سے کلام و گفتگو کا شرف حاصل ہونے والا ہے مگر وہاں معاملہ ہی دوسرا ہوا، اور حق تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ ہمیں روزہ دار کے منہ کی بو بے حد پسند ہے، اور تم اس کو ختم کر آئے ہو لہٰذا دس روزہ اور رکھئے۔

تنبیہ مسواک کے متعلق یہ حکم یا تو حضرت موسیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہو گا پھر ان کی شریعت میں ایسا ہی حکم ہو گا، ہماری شریعت محمدیہ میں روزہ کی حالت میں مسواک کرنا منع نہیں بلکہ پسندیدہ ہے چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ روزہ دار کا بہترین عمل مسواک ہے جس وقت حضرت موسیٰ کوہ طور کیلئے روانہ ہوئے تو اپنے بھائی حضرت ہارون کو قوم بنی اسرائیل کا ذمہ دار بنا کر گئے کہ قوم کی دیکھ بھال رکھنا ان کی اصلاح کرتے رہنا کسی غلط کام کی طرف ان کے قدم مت بڑھنے دینا۔

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ

اور جب موسیٰ ہمارے وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے باتیں کیں تو عرض کیا کہ اے میرے پروردگار

اِلَيْكَ ۭ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ

اپنا دیدار مجھ کو دکھلا دیجئے کہ میں آپ کو ایک نظر دیکھ لوں ارشاد ہوا کہ تم مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے لیکن تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے

مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا

رہو سو اگر اپنی جگہ پر برقرار رہا تو تم بھی دیکھ سکو گے، پس ان کے رب نے جو اس پر تجلی فرمائی اسکے پرخچے اڑا دیئے

وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا

اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے، پھر جب افاقہ میں ہوئے تو عرض کیا بیشک آپ کی ذات منزہ ہے میں آپ کی جناب میں

اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ

معذرت کرتا ہوں اور سب سے پہلے میں اس پر یقین کرتا ہوں ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ میں نے پیغمبری اور اپنی ہمکلامی سے

بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ ۖ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

اور لوگوں پر تمکو امتیاز دیا ہے تو جو کچھ تمکو میں نے عطا کیا ہے اس کو لو اور شکر کرو

وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ

اور ہم نے چند تختیوں پر ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل ان کو لکھ کر دی تو ان کو

شَىْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ۭ سَاُورِيْكُمْ

کوشش کے ساتھ عمل میں لاؤ اور اپنی قوم کو بھی حکم کرو کہ ان کے اچھے اچھے احکام پر عمل کریں

دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

میں اب بہت جلد تم لوگوں کو ان بے حکموں کا مقام دکھلاتا ہوں

حضرت موسیٰؑ کا شوق دیدار خداوندی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب حق تعالیٰ شانہٗ سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہو چکا تو ان کا شوق اور بڑھتا ہے اور خدائے تعالیٰ کے دیدار کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اسی شوق و جذبہ میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ مجھے اپنا دیدار نصیب فرما، اللہ پاک کی طرف سے ارشاد ہوا، اے موسیٰ تم مجھے اس دنیا میں ہرگز نہیں دیکھ سکتے، تمہاری آنکھیں ہمارے جمال کی تاب نہیں لاسکیں گی مگر پھر بھی ہم تمہاری تسلی و تشفی کے لئے یہ تجویز کرتے ہیں کہ تم اس پہاڑ[1] کی طرف دیکھتے رہو ہم اپنی تجلیات کی ایک جھلک اس پر ڈالتے ہیں، اگر یہ پہاڑ اس کو برداشت کرلے اور اپنی جگہ برقرار رہے تو سمجھو تم بھی ہمارا دیدار کرسکو گے چنانچہ حق تعالیٰ نے اس پہاڑ پر اپنی تجلی فرمائی تو اس کے پرخچے اڑ گئے، حضرت موسیٰؑ یہ منظر دیکھ کر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

ترمذی شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرما کر ہاتھ کی چھوٹی انگلی کے سرے پر انگوٹھا رکھ کر فرمایا کہ اللہ پاک کے نور کا صرف اتنا سا حصہ ظاہر کیا گیا تھا جس سے پہاڑ کے ٹکڑے اڑ گئے۔

مفتی شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں کہ یہ ضروری نہیں کہ پورے ہی پہاڑ کے پرخچے اڑ گئے ہوں بلکہ جتنے حصہ

---

[1] شہر مدین کا یہ سب سے بڑا پہاڑ تھا جس کو زبیر کہا جاتا تھا۔

پر اللہ نے تجلی فرمائی وہی حصہ ریزہ ریزہ ہوا، بہرحال دنیا میں کوئی بھی خدا کے دیدار کا شرف حاصل نہیں کرسکتا، البتہ قیامت میں جنتی دیدار خداوندی سے مشرف ہوں گے، یہی عقیدہ ہے جمہور اہل سنت والجماعت کا (دیدار خداوندی سے متعلق کچھ تفصیل آسان تفسیر پارہ ۸ ص ۸۰ پر لکھی جاچکی ہے

الحاصل جب موسیٰ علیہ السلام کو ہوش آیا تو بارگاہ خداوندی میں عاجزی وانکساری سے معذرت کی کہ بیشک آپ کی ذات پاک ان آنکھوں کی برداشت سے منزہ اور بلند ہے بس میں اپنی درخواست سے توبہ کرتا ہوں اور لَنْ تَرَانِیْ (یعنی تو مجھکو ہرگز نہیں دیکھ سکے گا) اس پر سب سے پہلے میں یقین کرتا ہوں کہ واقعی آپ کو کوئی نہیں دیکھ سکے گا، اس کے بعد اللہ پاک نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا کہ ہم تمکو پیغمبری کا عہدہ دیکر اور اپنے ساتھ ہم کلامی وگفتگو کا شرف بخش کر دوسرے لوگوں پر امتیاز اور فضیلت عطا کی، اسی موقع پر حضرت موسیٰ کو کچھ تختیاں دی گئیں جن پر ضروری نصیحتیں اور احکامات لکھے ہوئے تھے ان تختیوں کے مجموعہ ہی کو تورات کہتے ہیں، یہ عنایات فرماکر ارشاد ہوا اے موسیٰ ان کو لو اور شکر ادا کرو، ان پر تم خود بھی پابندی سے عمل کرو اور اپنی قوم کو بھی حکم کرو کہ وہ اسکے تمام احکامات پر عمل کرے، میں اب بہت جلد تم لوگوں یعنی قوم بنی اسرائیل کو اپنے نافرمانوں اور فاسقوں کا گھر دکھلاتا ہوں فاسقوں کے گھر سے کیا مراد ہے اس میں دو قول ہیں اول یہ کہ اس سے مراد ملک مصر ہے، دوسرے یہ کہ ملک شام ہے، ملک مصر اور ملک شام کو فاسقوں کا گھر اسلئے فرمایا گیا کہ یہاں کے رہنے والے فاجر وفاسق اور خدا کے نافرمان تھے، بہرحال اس آیت میں اس بات کی خوشخبری اور وعدہ ہے کہ جلد ہی تمہارا تسلط وغلبہ ملک شام یا مصر پر ہوجائیگا۔

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَكَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ

میں ایسے لوگوں کو اپنے احکام سے برگشتہ ہی رکھوں گا جو دنیا میں تکبر کرتے ہیں جس کا ان کو کوئی حق حاصل

وَاِنْ یَّرَوْا كُلَّ اٰیَةٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الرُّشْدِ

نہیں اور اگر تمام نشانیاں دیکھ لیں تب بھی ان پر ایمان نہ لاویں اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھیں

لَا یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا ۚ وَاِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الْغَیِّ یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا ؕ

تو اس کو اپنا طریقہ نہ بنادیں اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھ لیں تو اسکو اپنا طریقہ بنالیں اور

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِیْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَ

یہ اس سبب سے ہے کہ انھوں نے ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلایا اور ان سے غافل رہے اور

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ؕ هَلْ

یہ لوگ جنھوں نے ہماری آیتوں کو اور قیامت کے پیش آنے کو جھٹلایا ان کے سب کام غارت گئے

يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۷﴾

اور ان کو وہی سزا دی جاوے گی جو کچھ یہ کرتے تھے

تفسیر اس سے پہلے بیان ہوا کہ ہم جلد ہی تمھیں نافرمانوں فاسقوں کے ملک پر غلبہ دیں گے بس اپنے کو وہاں سنبھال کر رکھنا ایسا نہ ہو انھیں دیکھ کر تمہارا ڈھنگ بھی بگڑ جائے، ان آیات میں ارشاد ہے کہ وہ لوگ بگڑتے ہیں جو تکبر کرتے ہیں اپنے کو دوسروں سے بڑا سمجھتے ہیں پھر وہ انبیاء اور علماء سے سرکشی کرنے پر بھی آمادہ بلکہ عادی ہو جاتے ہیں، اور وہ لوگ بگڑتے ہیں جو ہر قسم کی آیات و معجزات دیکھ کر بھی نہیں مانتے حق بات سے بھاگتے ہیں اور بری باتوں کو اپناتے ہیں، ہدایت سے دور جاتے ہیں اور گمراہی کے قریب آتے ہیں، دنیا میں ان کو یہ نقصان ہوتا ہے کہ ہدایت سے محروم رہتے ہیں اور آخرت میں یہ نقصان ہوگا کہ ان کے وہ تمام کام جن سے انھیں نفع کی توقع تھی سب بیکار جائیں گے، ان سے مراد شرک و بت پرستی کے کام ہیں، بس ان کے اعمال کے بدلے ان کو جہنم دی جائے گی۔

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ

اور موسیٰ کی قوم نے ان کے بعد اپنے زیوروں کا ایک بچھڑا بنا لیا جو کہ ایک قالب تھا جس

خُوَارٌ ؕ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ

میں ایک آواز تھی کیا انھوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ ان سے بات تک نہ کرتا تھا اور نہ ان کو کوئی راہ بتلاتا تھا اس

وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا

کو معبود بنا لیا اور بڑا بے ڈھنگا کام کیا اور جب نادم ہوئے اور معلوم ہوا

اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ

کہ واقعی وہ لوگ گمراہی میں پڑ گئے تو کہنے لگے کہ اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہ کرے اور ہمارا گناہ معاف نہ کرے

مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ

تو ہم بالکل گئے گذرے اور جب موسیٰ اپنی قوم کی طرف واپس آئے غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے

قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْ بَعْدِيْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَاَلْقَى

تو فرمایا کہ تم نے میرے بعد یہ بڑی نامعقول حرکت کی کیا اپنے رب کے حکم سے پہلے ہی تم نے جلد بازی کر لی اور

الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ ۭ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ

تختیاں ایک طرف رکھیں اور اپنے بھائی کا سر پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹنے لگے، ہارون نے کہا اے میرے ماں جائے

الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ۠ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ

ان لوگوں نے مجھکو بے حقیقت سمجھا اور قریب تھا کہ مجھکو قتل کر ڈالیں سو تم مجھ پر دشمنوں کو

الْاَعْدَاۗءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۵۰ قَالَ رَبِّ

مت ہنسواؤ اور مجھ کو ان ظالم لوگوں کے ذیل میں مت شمار کرو موسیٰ نے کہا اے میرے

اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ۡ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝۱۵۱

رب میری خطا معاف کر دے اور میرے بھائی کی بھی اور ہم دونوں کو اپنی رحمت میں داخل فرمایئے اور آپ سب رحم کرنیوالوں سے زیادہ رحم کرنیوالے ہیں

قوم بنی اسرائیل کی سرکشی

ان آیات میں جو واقعہ بیان فرمایا گیا ہے یہ اس وقت کا ہے جب کہ حضرت موسیٰ کوہ طور پر توریت لینے گئے ہوئے تھے ایک ماہ گذرنے کے بعد جب واپس تشریف نہ لائے تو ان کی قوم نے سمجھا شاید حضرت موسیٰ اللہ کو پیارے ہو گئے، ان کی قوم میں ایک چودھری سامری نام کا تھا، اس کا عقیدہ بھی صحیح نہیں تھا اس نے قوم سے وہ تمام زیورات اکھٹے کئے جو یہ قوم فرعون کے لے کے آئے تھے اور ان سب سے ایک بچھڑا بنایا اور اس میں وہ مٹی ڈالدی جو سامری نے حضرت جبرئیلؑ کے گھوڑے کے پاؤں کے نیچے سے اٹھا رکھی تھی، جس میں حیات و زندگی بخشنے کی تاثیر تھی چنانچہ اس مٹی کی وجہ سے اس بچھڑے میں سے گائے جیسی آواز نکلنے لگی، سامری نے اس کو قوم کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ یہ ہے تمہارا خدا اور معبود، موسیٰ تو تم لوگوں کو بھول گئے، اس بچھڑے کو دیکھ کر سب خوش ہو گئے اور اس کی پوجا شروع کر دی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے لوگو کیا تمہیں اتنی بھی عقل نہیں کہ تم نے ایسی چیز کو معبود بنایا ہے جو تمہاری کسی بات کا جواب نہیں دے سکتا، تمہیں دین و دنیا کا کوئی راستہ نہیں بتا سکتا، اس میں اتنی بھی قدرت اور سمجھ نہیں جتنی کہ ایک عام آدمی میں ہوتی ہے، سوچو وہ تمہیں کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے اور کس طرح نقصان اور تکلیف سے تم کو بچا سکتا ہے۔

حضرت ہارون نے ان کو بہت سمجھایا اور اسکی پوجا سے منع کیا مگر یہ نہ مانے، جلد پورا ہو جانے

پر حضرت موسیٰ تشریف لائے اور ان کا یہ حال دیکھا تو بہت دکھ اور افسوس ہوا، اپنے بھائی ہارون کا غصہ میں سر پکڑا کہ میں تجھ کو ان کا نگراں بنا کر گیا تھا، تو نے یہ کام کیوں ہونے دیا، حضرت ہارون نے فرمایا کہ اے میرے بھائی میں نے ان کو بہت سمجھایا مگر انھوں نے میری ایک نہ سنی آپ مجھ کو ان نافرمانوں میں شریک مت کیجئے، اس کے بعد حضرت موسیٰ نے قوم کو توریت کی تختیاں دیں کہ یہ ہیں خدا کے احکامات ان کی پیروی کرو اگر تم کامیابی چاہتے ہو، بہرحال قوم کو اپنی گمراہی کا احساس ہوا اور حضرت موسیٰ سے عرض کیا واقعی ہم نے بہت بڑا ظلم کیا ہے اگر اللہ نے ہم پر رحم نہ کیا ہمکو معاف نہ کیا تو ہم زبردست خسارہ والے ہو جائیں گے، حضرت موسیٰ کی درخواست پر اللہ پاک نے ایک خاص طریقہ ان کی توبہ کا بتلایا کہ اپنے نفس کو قتل کریں جیسا کہ سورۂ بقرہ میں گذرا، یعنی جن لوگوں نے بچھڑے کو پوجا تھا ان کو وہ لوگ قتل کریں جنھوں نے بچھڑے کی پوجا نہیں کی تھی۔

إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَ

جن لوگوں نے گوسالہ پرستی کی ہے ان پر بہت جلد ان کے رب کی طرف سے غضب اور

ذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ ﴿١٥٢﴾ وَالَّذِينَ

ذلت اس دنیوی زندگی ہی میں پڑے گی اور ہم افترا پردازوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں اور جن لوگوں

عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُوا مِن بَعْدِهَا وَآمَنُوا إِنَّ رَبَّكَ مِن

نے گناہ کے کام کئے پھر وہ ان کے بعد توبہ کریں اور ایمان لے آویں تو تمہارا رب اس توبہ

بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٥٣﴾

کے بعد گناہ کا معاف کر دینے والا رحمت کر دینے والا ہے

تفسیر ارشاد خداوندی ہے کہ جن لوگوں نے بچھڑے کی پوجا کی اور اب بھی توبہ نہ کی بلکہ اسی پر قائم رہے تو ان کو آخرت میں خدائے تعالیٰ سخت سزا دیں گے اور دنیا میں اس کو ذلت و رسوائی ملے گی، اور جن لوگوں نے بچھڑے کی پوجا سے توبہ کی اور توبہ کیلئے جو شرط لگائی گئی تھی کہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کریں اس کو پورا کیا تو ان کی توبہ اللہ نے قبول کر لی اور ان پر رحمت فرمائی، چنانچہ حضرت موسیٰ نے اللہ کے حکم سے ان سے فرمایا کہ تم میں سے جو لوگ قتل ہوئے ہیں وہ شہید ہیں اور جو باقی رہے ان کی مغفرت کر دی گئی۔

ٹ ٹ ٹ

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۖ وَفِيْ نُسْخَتِهَا

جب موسیٰ کا غصہ فرو ہوا تو ان تختیوں کو اٹھالیا اور ان کے مضامین

هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَاخْتَارَ مُوْسٰى

میں ان لوگوں کے لئے جو اپنے رب سے ڈرتے تھے ہدایت اور رحمت تھی اور موسیٰ نے ستر آدمی

قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّاۤ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ

قوم میں سے ہمارے وقت معین پر لانے کے لئے منتخب کئے تھے سو جب ان کو زلزلہ نے آپکڑا تو

رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ۭ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ

موسیٰ عرض کرنے لگے اے میرے پروردگار اگر آپ کو یہ منظور ہوتا تو آپ اس کے قبل ہی ان کو اور مجھ کو ہلاک کر دیتے

السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ۭ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ

کہیں آپ ہم میں کے چند بیوقوفوں کی حرکت پر سب کو ہلاک کر دیں گے یہ واقعہ محض آپ کی طرف سے ایک امتحان ہے ایسے

مَنْ تَشَآءُ ۭ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا ۡ وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ

امتحانات سے جس کو آپ چاہیں گمراہی میں ڈالدیں اور جس کو آپ چاہیں ہدایت پر قائم رکھیں آپ ہی تو ہمارے خبر گیران

﴿۱۵۵﴾ وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ

ہیں ہم پر مغفرت اور رحمت فرمایئے اور آپ سب معافی دینے والوں سے زیادہ ہیں اور ہم لوگوں کے نام دنیا میں بھی نیک

اِلَيْكَ ۭ قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ

حال لکھ دیجئے اور آخرت میں بھی ہم آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اپنا عذاب تو اسی پر واقع کرتا

كُلَّ شَيْءٍ ۭ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ

ہوں جس پر چاہتا ہوں اور میری رحمت تمام اشیاء کو محیط ہو رہی ہے تو وہ رحمت ان لوگوں کے نام تو ضرور ہی لکھوں گا

هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۶﴾

جو کہ خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو کہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں

تفسیر جب حضرت موسیٰ ؑ کا غصہ جاتا رہا تو توریت کی تختیاں اٹھا کر اس میں لکھے ہوئے احکامات کو سنائے اور فرمایا کہ خدا کے ان احکامات پر عمل کرو، چونکہ قوم بنی اسرائیل کی عادت تھی شک و

وشبہ میں پڑنے کی لہذا کہنے لگے اے موسیٰ ہم اس بات کا کیسے یقین کریں کچھ احکامات خدا کی طرف سے تم کو ملے ہیں اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ خدا خود ہم سے فرمائے کہ ہاں یہ میرے احکامات ہیں میں نے ہی موسیٰ کو تمہارے عمل کرنے کے لئے دیئے ہیں، موسیٰ نے ان کی اس گستاخانہ بات کو بھی اس توقع پر برداشت فرمایا کہ شاید اس کے بعد خدا کے فرمانبردار ہو جائیں، بہرحال خدائے تعالیٰ سے درخواست کی یہ آپ کا کلام ہے سننا چاہتے ہیں حق تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا اے موسیٰ قوم کے چند آدمی لیکر فلاں وقت کوہ طور پر آجاؤ، الغرض حضرت موسیٰ نے قوم میں سے ستر آدمی معتبر قسم کے منتخب کرکے ان کو اپنے ساتھ کوہ طور پر لے گئے وہاں جاکر موسیٰ نے اللہ پاک سے دعا کی تو ایک نورانی بادل نے آکر ان پر سایہ کرلیا اور اس میں سے اللہ نے کلام فرمایا، یہ کلام سن کر بجائے اس کے بدبخت قوم نے کہا کہ اے موسیٰ ہمیں کیا معلوم یہ آواز کس کی ہے ہم تو اللہ کو اپنی آنکھوں سے کھلم کھلا دیکھ کر اس کی بات سنکر یقین لائیں گے، ان کی اس زبردست گستاخی پر اللہ تعالیٰ کی شان غضب میں آجاتی ہے اور فوراً ان کے پاؤں کے نیچے زلزلہ شروع ہو جاتا ہے اور اوپر سے خوفناک کڑک اور بجلی، جس سے یہ ستر کے ستر آدمی ایسے ہو کر گر گئے جیسے مُردے ہوتے ہیں خواہ حقیقت ہی میں مرگئے ہوں یا ظاہر میں مردہ نظر آتے ہوں حضرت موسیٰ کو اس واقعہ سے سخت صدمہ پہنچا اور سوچنے لگے کہ میں قوم کو جاکر کیا جواب دوں گا وہ پہلے ہی بدگمان اور جاہل ہیں مجھ پر الزام لگائیں گے کہ اس نے لے جاکر ان سب کو ہلاک کرادیا، اور پھر گھبرا کر عرض کرنے لگے اے میرے پروردگار یہ تو مجھے یقین ہے کہ ان لوگوں کو تنبیہ کرنا اور سزا دینا مقصود ہے ہلاک کرنا نہیں کیونکہ اگر آپ ان کو اور مجھ کو ہلاک کرنا چاہتے تو اس سے پہلے جب فرعون ہمارے پیچھے دوڑ رہا تھا تو دریا میں ڈبا کر ہلاک کرسکتے تھے، یا کسی اور طرح سے مار ڈالتے مگر آپ نے رحم کیا اور ان سب کو بچالیا، بس اس بار بھی آپ ان پر رحم فرما کر مجھے قوم کی الزام تراشی سے بچائیے، اور پھر عرض کیا کہ میں جانتا ہوں کہ یہ صرف امتحان ہے جس کے ذریعہ آپ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کون لوگ ناشکری اور شکوہ و شکایت کرکے گمراہ ہوں، اور کون لوگ خدا کی حکمتوں اور مصلحتوں کو سمجھ کر مطمئن ہو جائیں اور ہدایت پر قائم رہیں۔

اس کے بعد حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ بلاشبہ آپ ہمارے کارساز ہیں بس ہم پر اپنی رحمت فرمائیے اور ہماری مغفرت کردیجئے یقیناً آپ سب سے زیادہ معاف کرنے والے ہیں۔ آپ ان کی گستاخی کو معاف فرما دیجئے، پس وہ ستر آدمی صحیح وسالم کھڑے ہو گئے حضرت موسیٰ نے یہ دعا بھی کی کہ اس دنیا کی زندگی میں بھی ہمارے لئے اچھائی اور بھلائی لکھ دے اور آخرت کی زندگی میں بھی ہمارے لئے اچھائی اور بھلائی کر، اللہ پاک نے حضرت موسیٰ کی یہ دعا قبول کی اور فرمایا میرے عذاب کا حال یہ ہے کہ جسے چاہتا ہوں عذاب دیتا ہوں یعنی تمام نافرمانوں

کو عذاب نہیں دیتا بلکہ زیادہ تر ان کو معاف کر دیتا ہوں اور بہت کم ایسے لوگوں کو عذاب دیتا ہوں جو زیادہ ہی نافرمان و سرکش ہوں، اور میری رحمت کا حال یہ ہے کہ ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے یہاں تک کہ نافرمانوں، کافروں پر بھی اللہ کی رحمت ہوتی ہے اگرچہ وہ صرف دنیا میں ہوتی ہے، بس جب میری رحمت ان لوگوں پر بھی ہوتی ہے جو مستحق نہیں تو جو لوگ مستحق ہیں ان پر تو میں پوری پوری رحمت کروں گا اور میری رحمت کے مستحق وہ لوگ ہیں جو مجھ سے ڈر کر میری مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے اور جو مال ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے ہمارے حکم کے مطابق زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ

جو لوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس توریت و انجیل میں لکھا

مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ

ہوا پاتے ہیں وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ

وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ

چیزوں کو ان کے لئے حلال بتلاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان

الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ

لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں سو جو لوگ اس نبی پر ایمان

عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ

لاتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں

الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۱۵۷)

جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے، ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں

ع ۱۹ ۹

تفسیر پچھلی آیات میں حضرت موسیٰؑ کی دعا کے جواب میں ارشاد ہوا تھا کہ یوں تو اللہ کی رحمت ہر ایک کے لئے وسیع ہے، اے موسیٰ آپ کی امت بھی اس سے محروم نہیں لیکن مکمل نعمت و رحمت کے مستحق وہ لوگ ہوں گے جو ایمان و تقویٰ اور زکوٰۃ وغیرہ کی مخصوص شرائط کو پورا کریں گے۔

اس آیت میں ان لوگوں کا پتہ دیا گیا ہے کہ ان شرائط پر پورے اترنے والے وہ لوگ ہوں گے جو رسول امیّ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کریں گے، حق تعالیٰ نے یہ بھی وضاحت فرمادی کہ یہ وہی رسول ہوں گے جن کے واقعات وحالات تم اپنی کتابوں توریت وانجیل میں لکھا ہوا دیکھتے ہو، مثلاً آپ کا مکمل حلیہ کہ رنگ گندمی ہوگا، بال گھنگھریالے ہوں گے وغیرہ اور اسی طرح آپ کے صفات کہ وعدہ خلافی نہیں کریں گے، نرم مزاج ہوں گے، ہدیہ قبول فرمائیں گے زکوٰۃ نہیں کھائیں گے وغیرہ اور وہ رسول نیک اور اچھی باتوں کا حکم کریں گے اور بری وگندی باتوں سے منع کریں گے اور پاکیزہ چیزوں کو ان کے لئے حلال بتلائیں گے، اگرچہ وہ پہلی شریعت میں حرام تھیں مثلاً موسیٰ کی امت کے لئے ان کی نافرمانی کی سزا میں چربی اور اونٹ کا گوشت حرام کردیا گیا تھا اور اسی طرح ان چیزوں کو بھی حلال بتلائیں گے جن کو جاہل لوگوں نے از خود شیطان کے بہکا دینے سے اپنے لئے حرام کر رکھا تھا جیسے وہ جانور جن کو وہ بتوں کے نام پر چھوڑ دیا کرتے تھے یا اسی قسم کے دوسرے جانور جن کی تفصیل کئی مرتبہ گذر چکی ہے۔ اور ناپاک وگندی چیزوں کو ان کے لئے بدستور حرام کریں گے جیسے سود، رشوت، خون، شراب، خنزیر اور مردار وغیرہ اور وہ رسول ان لوگوں سے وہ بوجھ اور طوق اتار دے گا جو ان کے گلوں میں ان کی نافرمانی وسرکشی کی وجہ سے پڑے تھے، یعنی امت موسوی کو جن سخت اور شدید احکام کا پابند کر رکھا تھا یہ رسول ان کو ختم کردیگا، مثلاً ان کی شریعت میں ۱ توبہ قبول ہونے کے لئے قتل کئے جانے کا حکم ۲ بدن کے جس حصہ سے گناہ ہوا ہے اس کو کاٹ ڈالنے کا حکم ۳ کپڑے کے جس حصہ پر ناپاکی لگ جائے اس کو کاٹ دینے کا حکم ۴ سنیچر کے دن دنیوی کام نہ کرنے کا حکم ۵ گرجا کے علاوہ کسی اور جگہ نماز کے ادا نہ ہونے کا حکم ۶ مال غنیمت ان کے لئے حلال نہ ہونے کا حکم، اس طرح کے اور بہت سے سخت قسم کے احکام قوم موسیٰ کے گلے میں طوق کی طرح پڑے ہوئے تھے۔

آیت کے اخیر میں فرمایا گیا کہ جو لوگ اس نبی امیّ پر ایمان لائیں گے اس کی عظمت وحمایت کریں گے اور دشمنوں کے مقابلہ میں اس کی نصرت ومدد کریں گے اور اس نور یعنی قرآن مقدس کا اتباع کریں گے جو ہم اس رسول کو عطا فرمائیں گے بس یہی وہ لوگ ہوں گے جو مکمل کامیاب ہیں یعنی عذاب آخرت سے نجات پائیں گے۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهٗ

آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا ہوں، جس کی بادشاہی

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ

تمام آسمانوں اور زمین میں اسکے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا

وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ

ہے سو اللہ پر ایمان لاؤ اور اسکے نبی اُمّی پر جو کہ اللہ پر اور ان کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ

اور ان کا اتباع کرو تاکہ تم راہ پر آجاؤ اور قوم موسیٰ میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو حق کے موافق ہدایت کرتے

وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

ہیں اور اسی کے موافق انصاف بھی کرتے ہیں

تفسیر اس آیت میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اعلان عام کرنے کا حکم ہے کہ آپ لوگوں کو بتلادیں کہ میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، میری رسالت پچھلے رسولوں کی طرح کسی خاص قوم یا ملک کے مخصوص نہیں اور نہ ہی مقررہ وقت تک ہے بلکہ قیامت تک آنے والے تمام انسانوں اور جنوں کے لئے عام ہے۔

ارشاد خداوندی ہے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے کہ مجھے اس عظیم ذات نے رسول بنا کر بھیجا ہے جو تمام آسمانوں اور زمین کا بادشاہ ہے اسکے قبضہ میں ہر ایک کی زندگی و موت ہے، اسکے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اس لئے اے لوگو تم اس ذات پاک خدائے وحدہ لاشریک پر ایمان لاؤ اور اسکے بھیجے ہوئے رسول نبی امی پر بھی ایمان لاؤ، اور یہ نبی ایسا ہے کہ خود بھی اللہ پر اور اسکے احکامات پر ایمان رکھتا ہے، مطلب یہ ہے کہ جب اس قدر عظیم رتبہ والے نبی کو اللہ پر اور تمام نبیوں پر اور آسمانی کتابوں پر ایمان لانے سے شرم و عار نہیں تو پھر تم اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لانے سے کیوں انکار کرتے ہو بس تم اللہ کے نبی محمد عربی کی پیروی کرو تاکہ صحیح راستہ پر آجاؤ ہدایت یاب ہو جاؤ

قوم موسیٰ کو حضور علیہ السلام نے مختلف طریقوں سے سمجھایا مگر یہ نہ مانے اور یوں ہی گمراہی میں پڑے رہے مگر ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو حق یعنی مذہب اسلام کا اتباع کرتے ہیں اور اسی کے مطابق اپنے اور دوسروں کے معاملات میں انصاف کرتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے توریت و انجیل کے زمانہ میں اس کی تعلیمات و احکامات پر عمل کیا اور جب نبی آخر الزماں تشریف لائے تو توریت و انجیل کی بشارت کے مطابق ان پر ایمان لاکر مشرف باسلام ہوئے۔

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ

اور ہم نے ان کو بارہ خاندانوں میں تقسیم کرکے سب کی الگ الگ جماعت مقرر کردی اور ہم نے موسیٰ کو حکم دیا جب کہ

اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ

ان کی قوم نے ان سے پانی مانگا کہ اپنے اس عصا کو فلاں پتھر پر مارو پس فوراً اس سے بارہ

مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ وَ

چشمے پھوٹ نکلے ہر ہر شخص نے اپنے پانی پینے کا موقع معلوم کرلیا اور ہم نے ان پر

ظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ

ابر کو سایہ افگن کیا اور ان کو ترنجبین اور بٹیریں پہنچائیں اور کھاؤ

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا

نفیس چیزوں سے جو کہ ہم نے تمکو دی ہیں اور انھوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا لیکن

اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ

اپنا ہی نقصان کرتے تھے اور جب ان کو حکم دیا گیا کہ تملوگ اس آبادی میں جاکر رہو

وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا

اور کھاؤ اس جگہ سے جس جگہ تم رغبت کرو اور زبان سے یہ کہتے جانا کہ توبہ ہے اور جھکے جھکے دروازہ

نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ؕ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ

میں داخل ہونا ہم تمھاری خطائیں معاف کردیں گے جو لوگ نیک کام کریں گے ان کو مزید برآں اور دینگے سو بدل ڈالا ان

ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا

ظالموں نے ایک اور کلمہ جو خلاف تھا اس کلمہ کے جس کی ان سے فرمائش کی گئی تھی اس پر ہم نے ان پر ایک

مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۲﴾

آفت سماوی بھیجی اس وجہ سے کہ وہ حکم کو ضائع کرتے تھے

بنی اسرائیل پر انعام خداوندی

ان آیات پاک میں چند ان انعامات کو بیان فرمایا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے قوم بنی اسرائیل پر فرمائے، ان کا تفصیلی

بیان آسان تفسیر پارہ الم جزو اول ص ۵۸ تا ۶۲ پر گذر چکا ہے، مختصر طور پر یہاں بیان ہے۔

پہلا انعام یہ فرمایا کہ ان کو بارہ خاندانوں میں تقسیم کر دیا تھا تاکہ ان کے انتظامات صحیح رہیں اور ان کی اصلاح پوری طور پر ہوتی رہے، حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے، ان کی اولاد کے بارہ خاندان الگ الگ مقرر کر دیئے گئے اور ہر ایک خاندان کا مستقل سردار اور افسر منتخب کر دیا گیا تاکہ اس کی زیر نگرانی ان کی زندگی صحیح طریقہ پر بسر ہوتی رہے۔

دوسرا انعام ان پر وادی تیہہ میں کیا گیا اس لق و دق چٹیل میدان میں جہاں نہ کوئی کنواں تھا نہ تالاب، جب یہ پیاس سے بے قرار ہوئے تو حضرت موسیٰ سے پانی کی فرمائش کی، حضرت موسیٰ نے اللہ کے حکم سے ایک خاص پتھر پر اپنی لاٹھی ماری اس سے بارہ چشمے پانی کے پھوٹ پڑے، بارہ خاندانوں نے ایک ایک چشمے سے خوب پانی پیا۔

تیسرا انعام یہ کیا گیا کہ جب یہ وادی تیہہ میں دھوپ کی تیزی سے بلبلا اٹھے تو انھوں نے حضرت موسیٰ سے سائے کی درخواست کی تو اللہ پاک نے بادلوں سے ان پر سایہ فرما دیا۔

چوتھا انعام بھی وادی تیہہ ہی میں فرمایا گیا جب انھوں نے بھوک کی شکایت کی تو آسمان سے ان کے کھانے کے لئے من و سلویٰ اتارا گیا، اس کھانے کے متعلق ان کو یہ تاکید کی گئی تھی کہ اس کو اگلے دن کے لئے جمع کر کے مت رکھنا مگر انھوں نے خدا کے اس حکم کے خلاف کیا تو اپنا ہی نقصان کر بیٹھے کہ یہ کھانا ان کے پاس آنا بند ہو گیا۔

اسکے بعد فرمایا کہ ہمارا یہ انعام بھی یاد کرو جب ہم نے فرمایا کہ تم لوگ اس آبادی میں جا کر رہو اور جہاں سے جی چاہے کھاؤ پیو، یہ انعام ان پر وادی تیہہ سے نکل جانے کے بعد ملک شام فتح ہو جانے پر کیا گیا یعنی ان سے کہا گیا کہ یہ ملک اب تمہارا ہے اس میں فخر و غرور کے ساتھ داخل مت ہونا بلکہ عاجزی کے ساتھ جھکے جھکے توبہ ہے توبہ ہے کہتے ہوئے جانا ہم تمہاری پچھلی تمام غلطیاں معاف کر دیں گے اور تم میں سے جو لوگ نیک اعمال کریں گے ہم ان پر مزید انعام و احسان فرمائیں گے۔

افسوس اس بدبخت قوم نے خدائے تعالیٰ کے تمام انعامات و احسانات کو بھلا کر پس پشت ڈال کر اسکے احکامات کی نافرمانی اور سرکشی کی، ان کی اس گستاخی پر خدائے قہار و جبار کی ذات جوش و غضب میں آگئی اور ان پر آسمانی عذابات کی بارش برسا دی، بعض روایات میں ہے کہ ان کو طاعون کے مرض میں مبتلا کر دیا گیا جس سے اس قوم کے ستر ہزار آدمی ہلاک ہوئے۔

وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ

اور آپ ان لوگوں سے اس بستی کا جو کہ دریائے شور کے قریب آباد تھے اس وقت کا حال پوچھئے جبکہ

فِي السَّبْتِ إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَيَوْمَ

وہ ہفتے کے بارہ میں حد سے نکل رہے تھے جب کہ ان کے ہفتے کے روز مچھلیاں ظاہر ہو ہو کر ان کے

لَا يَسْبِتُونَ لَا تَأْتِيهِمْ كَذَٰلِكَ نَبْلُوهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ

سامنے آتی تھیں اور جب ہفتے کا دن نہ ہوتا تو ان کے سامنے نہ آتی تھیں ہم ان کی اس طرح پر آزمائش کرتے تھے

(۱۶۳) وَإِذْ قَالَتْ أُمَّةٌ مِنْهُمْ لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا ۙ اللَّهُ مُهْلِكُهُمْ

اس سبب سے کہ وہ بے حکمی کیا کرتے تھے اور اس وقت کا حال جبکہ ان میں سے ایک جماعت نے یوں کہا کہ تم ایسے

أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ قَالُوا مَعْذِرَةً إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ

لوگوں کو کیوں نصیحت کئے جاتے ہو جن کو اللہ تعالیٰ بالکل ہلاک کرنے والے ہیں یا ان کو سخت سزا دینے والے ہیں

يَتَّقُونَ (۱۶۴) فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ أَنْجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ

انھوں نے جواب دیا کہ تمھارے رب کے رو برو عذر کرنے کیلئے اور اسلئے کہ شاید یہ ڈر جاویں جب وہ اس امر کے تارک

السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ (۱۶۵)

ہی رہے جو ان کو سمجھایا جاتا تھا تو ہم نے ان لوگوں کو بچا لیا جو اس برائی سے منع کیا کرتے تھے اور ان لوگوں کو جو زیادتی

فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَا نُهُوا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ (۱۶۶)

کرتے تھے ایک سخت عذاب میں پکڑ لیا، یعنی جب وہ جس کام سے ان کو منع کیا گیا تھا اس میں حد سے نکل گئے تو ہم نے

ان کو کہدیا کہ تم بندر ذلیل بن جاؤ۔

تفسیر اللہ پاک اپنے پیارے نبی سے فرما رہے ہیں کہ جو یہودی تمھارے پاس ہیں ان سے اس قوم کا واقعہ معلوم کرو جو دریائے شور کے کنارے آباد تھی، اس سوال کا ایک منشاء تو یہ ہے کہ اے یہودیو تم سے پہلے تمھاری قوم نے خدا کی نافرمانی کی تھی تو اس کو ذلیل قسم کی سزا دی گئی، بس تم ان کی ذلت آمیز ہلاکت سے ڈرو اور خدا کی نافرمانی سے بچو اور دوسرا منشاء حضور علیہ السلام کی رسالت کو ثابت کرنا ہے کہ یہ واقعات سے مدتوں پہلے کا ہے یہودیوں کو تو اپنی قوم کے واقعات معلوم تھے ہی مگر مکہ والے ان سے بالکل بے خبر تھے پھر محمد عربی کا ان واقعات کو ہو بہو بیان کر دینا اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ واقعہ حضور پاک کو اللہ نے بذریعہ وحی بتلایا ہے۔

واقعہ :- یہ واقعہ حضرت موسیٰ کے سینکڑوں برس بعد حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں ہوا

(اس کی مکمل تفصیل آسان تفسیر پارہ الم جزو اول ص۶۹ و ص۶۸ پر دیکھئے) اس قوم کو سنیچر کے دن دنیوی کاروبار خصوصاً مچھلی کا شکار کرنے سے خدا تعالیٰ نے منع فرما رکھا تھا مگر یہ خدا کی نافرمانی میں حد سے بڑھ رہے تھے، خدا کو ان کی مکمل آزمائش منظور تھی لہذا خدا کی مشیت سے سنیچر کے دن خاص طور پر مچھلیاں پانی کے اوپر آجاتی تھیں اور دوسرے دنوں میں کہیں دور غائب ہو جاتی تھیں، پس انھوں نے سنیچر کے دن ہی مچھلیوں کو پکڑنا شروع کر دیا، اس بستی میں جو لوگ نیک تھے خدا سے ڈرتے تھے انھوں نے ان کو سمجھایا کہ تم خدا کی نافرمانی کر کے شکار مت کرو مگر یہ نہ مانے،

صاحب مظہری رح نے لکھا ہے کہ اس بستی میں تین قسم کے لوگ تھے، ایک وہ جو خدا کی نافرمانی کرتے اور سنیچر کے دن مچھلیاں پکڑتے، دوسرے وہ جو ان کو اس کام سے منع کرتے، تیسرے وہ جو نہ ہی مچھلیاں پکڑتے اور نہ ہی ان کو نصیحت کرتے یا شروع میں نصیحت کی مگر جب نہ مانے تو پھر نصیحت کرنی چھوڑ دی، بس خدائے تعالیٰ نے سنیچر کے دن شکار کرنے والوں پر عذاب نازل فرمایا اور ان سے کہا کہ تم ذلیل بندر بن جاؤ چنانچہ وہ بندر بن گئے اور تین دن کے اندر اندر تمام مر گئے

وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَن

اور وہ وقت یاد کرنا چاہیئے کہ جب آپ کے رب نے یہ بات بتلا دی کہ وہ ان یہود پر قیامت تک ایسے شخص کو ضرور مسلط کرتا رہیگا

يَسُومُهُمْ سُوءَ الْعَذَابِ ۗ إِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ ۖ

جو ان کو سزائے شدید کی تکلیف پہنچاتا رہے گا بلاشبہ آپ کا رب جلد ہی سزا دیتا ہے اور بلاشبہ وہ واقعی بڑی مغفرت

وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٦٧﴾ وَقَطَّعْنَاهُمْ فِي الْأَرْضِ أُمَمًا ۖ

اور بڑی رحمت والا ہے اور ہم نے دنیا میں ان کی متفرق جماعتیں کر دیں بعضے ان میں سے نیک تھے اور بعضے ان میں اور

مِّنْهُمُ الصَّالِحُونَ وَمِنْهُمْ دُونَ ذَٰلِكَ ۖ وَبَلَوْنَاهُم بِالْحَسَنَاتِ

طرح کے بھی تھے اور ہم ان کو خوش حالیوں اور بدحالیوں سے آزماتے رہے

وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿١٦٨﴾

کہ شاید اسی سے باز آجائیں۔

یہود پر قہر خداوندی

ان آیات میں یہود کی نافرمانی اور پھر سزا کا بیان ہے یہ قوم شروع ہی سے خدائے تعالیٰ کی نافرمان تھی اور پیغمبروں کو بھی دکھ پہونچاتی رہتی تھی اسلئے وقتاً فوقتاً اللہ تعالیٰ اصلاح کی خاطر ان کو سزا بھی دیتے رہے ہیں مگر حضرت داؤد ؑ کے وقت سے

جب ان کی نافرمانی و سرکشی حد سے بڑھ گئی تو اللہ پاک نے انبیاء بنی اسرائیل کے ذریعہ ان کو یہ بتلادیا کہ اگر تمہاری نافرمانی کی یہی حالت رہی تو اللہ تعالیٰ تم پر ایسے لوگوں کو مسلط کرتا رہے گا جو تمہیں سخت سزائیں دیں گے مگر یہ بدبخت غافل قوم پھر بھی نہ سمجھی اور برابر نافرمانی کرتی رہی تو پھر حق تعالیٰ نے اس وقت سے آج تک ان پر اسی طرح کے لوگوں کو مسلط رکھا اور یہ سلسلہ قیامت تک قائم رہے گا اول اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان ؑ کو ان پر مسلط کیا اور پھر بخت نصر کو، بخت نصر نے ان کی بستیوں کو تباہ و برباد کر ڈالا ان کے جوانوں کو قتل کیا، عورتوں و بچوں کو غلام و باندی بنایا اور جو بچے ان پر ٹیکس مقرر کر دیا، اور پھر مجوسی برابر ان سے ٹیکس وصول کرتے رہے یہاں تک کہ حضور علیہ السلام تشریف لے آئے اور جب اسلام کو غلبہ ملا تو حضور علیہ السلام نے بھی ان پر ٹیکس مقرر فرمادیا اور شہر بدر کیا گیا، اور اس طرح خدا کا قہر ان پر ٹوٹتا رہا۔ بہرحال اس وقت سے آج تک برابر یہ قوم دوسروں کے ماتحت مغلوب و محکوم چلی آرہی ہے اور قیامت تک اسی ذلت و رسوائی میں مبتلا رہے گی، آجکل کی اسرائیلی حکومت سے اس پر شبہ نہ کیا جائے کیونکہ حقیقت میں آج بھی اسرائیل کی اپنی کوئی طاقت و حکومت نہیں، اور جو حکومت کی شکل نظر آرہی ہے وہ روس اور امریکہ کی طاقت ہے، ان کی اپنی کوئی طاقت نہیں، کوئی حکومت نہیں، ظاہر ہے ایسی حکومت کو کوئی بھی سمجھدار حکومت نہیں کہہ سکتا۔

اس دنیا میں یہودیوں پر دوسرا قہر یہ بھی ہے کہ یہ دنیا کے مختلف حصوں میں الگ الگ پڑے ہوئے ہیں، یکجا ان کا اجتماع اور طاقت نہیں وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا میں اسی کو بیان فرمایا گیا ہے یعنی ہم نے قوم یہود کے ٹکڑے ٹکڑے زمین کے مختلف حصوں میں کر دیئے۔ غور کیا جائے تو یہ خدائے تعالیٰ کا ان پر بہت بڑا عذاب ہے کہ اکھٹے ہونے سے جو ان کی طاقت و قوت اور شان و شوکت بن سکتی تھی یہ اس سے محروم ہوگئے، یہی وجہ ہے کہ یہ چاہے انفرادی طور پر کتنے بھی مالدار ہوگئے ہوں مگر اقتدار ان کے ہاتھ نہ آیا، چند سال سے فلسطین کے ایک حصہ میں ان کے اجتماع اور مصنوعی اقتدار سے دھوکا نہ کھایا جائے، اجتماع تو ان کا اس جگہ آخری زمانہ میں ہونا ہی تھا، کیونکہ احادیث پاک خدا کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیشین گوئی فرمادی تھی کہ آخری زمانہ میں حضرت عیسیٰ ؑ نازل ہوں گے اس وقت تمام عیسائی مسلمان ہوجائیں گے اور یہودیوں سے جہاد کرکے ان کو قتل کریں گے، حضرت عیسیٰ ملک شام دمشق میں اتریں گے وہیں پر یہود سے جہاد ہوگا پس حضرت عیسیٰ کی سہولت کے لئے اللہ پاک نے یہود کو اس جگہ جمع فرمادیا تاکہ ان کو آسانی کے ساتھ قتل کیا جاسکے

اسکے بعد فرمایا گیا کہ تمام ہی یہودی بُرے نہیں بلکہ کچھ ان میں نیک ہیں اور کچھ بد، اور نیک وہ ہیں جو توریت کے زمانہ میں توریت کے پورے پابند تھے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے وہ لوگ مراد ہوں جنھوں نے اسلام آنے کے بعد اسکو قبول کرلیا اور حضور علیہ السلام پر ایمان لے آئے،

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان یہودیوں کو اچھی، بُری دونوں حالتوں سے آزمایا یعنی کبھی مال و دولت اور فراخی و تندرستی وغیرہ سے نوازا، یعنی کبھی مال و دولت اور فراخی و تندرستی وغیرہ سے نوازہ کہ دیکھیں وہ اس حالت میں ہمارے شکرگذار بنتے ہیں یا عیش و عشرت میں مست ہوکر تکبر و برائی دکھلاکر سرکشی پر اتر آتے ہیں، اور کبھی ان کو فقر و فاقہ اور تنگدستی و رسوائی میں مبتلا کیا کہ دیکھیں وہ ان مصیبتوں سے گھبراکر ہماری طرف آتے ہیں یا نہیں، اپنی غلطی کی معافی چاہ کر وہ ہماری بندگی کرتے ہیں یا نہیں۔ مگر یہ بدبخت دونوں حالتوں میں خدا کی یاد سے غافل رہے اس کی بندگی کے لئے آمادہ نہیں ہوئے اور آزمائش میں مکمل ناکام ہوگئے۔

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ

پھر ان کے بعد ایسے لوگ ان کے جانشین ہوئے کہ کتاب کو ان سے حاصل کیا اس دنیائے دنی کا مال و

هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ

متاع لے لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری ضرور مغفرت ہوجاوے گی حالانکہ اگر ان کے پاس ویسا ہی مال

مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ۭ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا

و متاع آنے لگے تو اس کو لے لیتے ہیں کیا ان سے اس کتاب کے اس مضمون کا عہد نہیں لیا گیا کہ خدا کی طرف سے

يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ۭ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ

بجز حق بات کے اور کسی بات کی نسبت نہ کریں اور انھوں نے جو کچھ اس کتاب میں تھا پڑھ لیا اور آخرت

خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ

والا گھر ان کے لیے بہتر ہے جو پرہیز رکھتے ہیں پھر کیا تم نہیں سمجھتے اور جو لوگ کتاب کے پابند ہیں

بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۷۰﴾

اور نماز کی پابندی کرتے ہیں ہم ایسے لوگوں کا جو اپنی اصلاح کریں ثواب ضائع نہ کریں گے

تفسیر ان آیات میں بھی یہودی ہی کا تذکرہ ہے کہ پھر ان کے بعد ان کے جانشین ایسے یہود بنے کہ انھوں نے توریت کی تعلیمات تو ان سے حاصل کرلی اور پھر ان کے ذریعہ دنیا کمانا شروع کردیا، اس میں طرح طرح کی ردوبدل کرنے لگے، صاحب مظہری نے لکھا ہے کہ اس سے مراد حضور علیہ السلام کے زمانہ کے یہودی ہیں، انھوں نے رسول کریم کی وہ صفات جو توریت میں بیان کی گئی تھی ان کو چھپایا اور بہت سی صفات میں کمی و زیادتی کرکے لوگوں کے سامنے پیش کیا صرف اس غرض

سے کہ اگر لوگوں نے محمد عربی کو سچا رسول مان لیا تو ہماری آمدنی کے دروازے بند ہو جائیں گے، اور اسی طرح لوگوں کے فیصلے کے وقت توریت کے مسئلوں میں توڑ مروڑ کر کے رشوت حاصل کیا کرتے تھے۔

حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ یہود میں جو جج اور قاضی ہوتا تھا وہ خوب رشوتیں لیا کرتا تھا اور جب اس قوم کے اچھے لوگ اس کو نکال کر دوسرے شخص کو قاضی بناتے تو اس کو رشوت نہ لینے کی تاکید کرتے اور وہ وعدے وعید کر کے جب قاضی بن جاتا تو پھر خوب رشوتیں لیتا اور کہتا خدا بخشنے والا ہے، دوسرے اس پر اعتراض اور طعنے کستے مگر جب یہ رشوت خور قاضی مرجاتا یا اس کو الگ کر دیا جاتا اور ان اعتراض کرنے والوں میں سے کسی کو قاضی بنا دیا جاتا تو وہ بھی دونوں ہاتھوں سے رشوتیں سمیٹنا شروع کر دیتا اسی لئے اللہ پاک نے فرمایا ان کو دنیا کی طمع اس قدر ہے کہ جہاں انھیں دنیا حاصل کرنے کا موقع ملا تو فوراً سمیٹنا شروع کر دیتے ہیں حلال و حرام اور گناہ کی بھی پرواہ نہیں کرتے

اَلَمْ یُؤْخَذْ عَلَیْهِمْ الخ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کیا ہم نے ان یہودیوں سے ان کی کتاب توریت میں اس بات کا عہد نہیں لیا تھا کہ خدا کی طرف سے وہی بات منسوب کرنا جو توریت میں ہے اپنی طرف سے گھڑ کر مت منسوب کرنا، اور توریت میں جو حق باتیں ہیں ان کو مت چھپانا، مگر انھوں نے اپنے اس عہد کو بھلا دیا پس پشت ڈال دیا اور توریت کے مسئلوں میں رد و بدل کر کے ان کو خدا کی طرف منسوب کر کے لوگوں سے خوب مال بٹورا، ان کی غلط حرکتوں پر اللہ پاک نے یہ جملہ "آخرت کا گھر بہتر ہے ڈرنے والوں کیلئے" فرما کر تنبیہ فرما دی، تو پھر اے یہود تم کیوں دنیا کے گھر کو سب کچھ سمجھ کر اس پر جان دیتے ہو اور اس چند روزہ گھر کی خاطر اس آخرت والے مستقل گھر کو برباد کرتے ہو، یاد رکھو آخرت کا گھر انھیں کے لئے آرام دہ ہے جو خدا سے ڈرتے ہیں اس کی مرضی کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاتے، اپنی زندگی اس کی مرضی کے مطابق گذارتے ہیں، اور جو لوگ زندگی اپنی مرضی کے مطابق گذارتے ہیں ان کے لئے آخرت کا گھر مصیبت خانہ ہے جس کا دوسرا نام جہنم ہے، اللہ ہم سب کو اس سے دور رکھے۔

وَالَّذِیْنَ یُمَسِّکُوْنَ بِالْکِتٰبِ الخ اس آیت میں ان یہودیوں کی تعریف فرمائی گئی ہے جو نیک اور صالح ہیں جنھوں نے توریت پر پابندی سے عمل کیا اور پابندی سے نمازیں ادا کیں، اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ انھوں نے اپنی اصلاح کی اس لئے ہم ان کا اجر و ثواب ضائع نہیں کریں گے بلکہ اس کا بدلہ دیں گے جو جنت کی صورت میں ان کو عطا کیا جائیگا۔

حضرت مجاہدؒ نے فرمایا کہ اس آیت میں جن لوگوں کا ذکر ہے اس سے مراد حضرت عبد اللہ بن سلام اور ان کے تمام یہودی ساتھی ہیں، جنھوں نے توریت پر پابندی سے عمل کیا اس میں کسی قسم کی رد و بدل نہیں کی، اور نہ ہی اسکے احکام کو بگاڑ کر کمائی کا ذریعہ بنایا، اور جب اللہ کے سچے رسول محمد عربیؐ تشریف لائے تو پھر آپ پر ایمان لا کر آپ کی شریعت کی مکمل پیروی کی۔

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا

اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب ہم نے پہاڑ کو اٹھا کر چھت کی طرح ان کے اوپر

اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ

معلق کر دیا اور ان کو یقین ہوا کہ اب ان پر گرا اور کہا کہ جلدی قبول کرو جو کتاب ہم نے تمکو دی ہے مضبوطی کے ساتھ اور یاد رکھو

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ ع

جو احکام اس میں ہیں جس سے توقع ہے کہ تم متقی بن جاؤ۔

تفسیر پچھلی آیات سے یہودیوں کی نافرمانی و سرکشی کا بیان ہو رہا ہے، اس آیت میں بھی ان کی سرکشی کا ذکر ہے یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب کہ ان کے مطالبہ کرنے پر ان کو حضرت موسیٰؑ کے ذریعہ آسمانی کتاب توریت عطا فرمائی گئی اور جب اس پر عمل کے لئے ان سے کہا گیا تو یہ عمل کرنے پر آمادہ نہ ہوئے، اللہ پاک کی عادت ہے کہ جب تک ڈھیل دیتے ہیں تو خوب دیتے ہیں اور جب پکڑ پر آتے ہیں تو پکڑ بھی خوب ہی کرتے ہیں، اس موقع پر ایسا ہی ہوا جب یہ عمل پر آمادہ نہ ہوئے تو حق تعالیٰ نے پہاڑ کو حکم دیا کہ ان کے سروں پر کھڑا ہو جائے چنانچہ فرشتے چاروں طرف سے پکڑ کر کھڑے ہو گئے اور پہاڑ مثل چھت کے ان کے اوپر ہو گیا، اب ان سے پھر کہا گیا کہ یا تو توریت کے احکامات پر عمل کرو نہیں تو اس پہاڑ کو تم پر گرا کر پیس دیا جائیگا، جب ان کو یقین ہو گیا کہ اب بچنے کا کوئی راستہ ہے ہی نہیں تو سجدے میں گر پڑے، پہاڑ خدا کے حکم سے اپنی جگہ جا پہونچا۔

ایک شبہ کا جواب یہاں پر کسی کو یہ شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ قرآن کریم تو اعلان کر رہا ہے لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ یعنی دین میں زبردستی نہیں ہے، کیا اوپر پہاڑ مسلط کر دینا زبردستی نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ زبردستی ایمان قبول کرنے پر نہیں بلکہ ایمان قبول کر لینے کے بعد احکامات پر عمل نہ کر کے بغاوت کرنے پر زبردستی ہے، یہ بات اس مثال سے اور واضح ہو جائے گی کہ جو آدمی ملٹری میں بھرتی نہیں ہوا اس پر کوئی زبردستی نہیں ہے کہ وہ جنگ میں شرکت کرے اور جو بھرتی ہو چکا ہے تو اب اس پر زبردستی کیجائے گی کہ تجھکو لازمی جنگ میں جا کر لڑنا ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ

اور جب آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور

اَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۛ شَهِدْنَا ۛ

ان سے انھیں کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب نے جواب دیا کیوں نہیں ہم سب گواہ بنتے

اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝۱۷۲ اَوْ

ہیں تاکہ تم لوگ قیامت کے روز یوں نہ کہنے لگو کہ ہم تو محض اس سے بے خبر تھے یا

تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ

یوں کہنے لگو کہ شرک تو ہمارے بڑوں نے کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد ان کی نسل

بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝۱۷۳ وَكَذٰلِكَ

میں ہوئے سو کیا ان غلط راہ والوں کے فعل پر آپ ہمکو ہلاکت میں ڈالے دیتے ہیں اور ہم اسی طرح

نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝۱۷۴

آیات کو صاف صاف بیان کیا کرتے ہیں اور تاکہ وہ باز آجائیں

تفسیر اور جب خدائے تعالیٰ نے آدمؑ اور اولاد آدم کی پشت سے ان کی نسل کو نکالا اور ان میں عقل و شعور پیدا فرما کر ان سے انھی کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا کیوں نہیں، بے شک آپ ہمارے رب ہیں، انسانوں کے اس عہد و اقرار پر اللہ پاک نے فرشتوں کو گواہ بنا لیا، ایسا اس لئے کیا گیا تاکہ قیامت کے دن وہ لوگ جنھوں نے شرک کیا تھا یوں نہ کہنے لگیں کہ ہم تو اس توحید کے مسئلہ سے بالکل ناواقف و بے خبر تھے، یا یوں کہنے لگیں کہ اصل شرک تو ہمارے بڑوں نے کیا تھا اور ہم ان کے بعد ان کی نسل میں ہوئے، اور عام طور پر نسل عقائد و خیالات میں اپنے بڑوں کے تابع ہوا کرتی ہے اس لئے ہم بے گناہ ہیں، اصل غلطی اور گناہ ہمارے بڑوں کا ہے تو کیا آپ ان غلط راہ نکالنے والے گمراہوں کے فعل پر ہمکو ہلاکت میں ڈالے دیتے ہیں، بس اب اس عہد و اقرار اور اس پر گواہوں کی موجودگی میں تم کوئی حیلہ بہانہ اور عذر پیش نہیں کر سکو گے اور پھر اسکے بعد ان سب روحوں سے وعدہ کیا گیا کہ یہ عہد دنیا میں تمکو پیغمبروں کے ذریعہ یاد دلایا جائے گا، چنانچہ اس وقت سے قیامت تک پیغمبر اور ان کے نائبین برابر اس عہد کو یاد دلاتے چلے آرہے ہیں تاکہ قیامت کے دن انسان کوئی عذر نہ پیش کر سکے، آیت کے اخیر میں اس یاددہانی کو جتلاتے ہیں کہ ہم اسی طرح اپنی آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں تاکہ ان کو عہد کا ہونا معلوم ہو جائے اور معلوم ہو جانے کے بعد وہ شرک سے باز آجائیں۔

ترمذی شریف میں ہے کہ کچھ لوگوں نے اس آیت کا مطلب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کا مطلب پوچھا گیا تھا، آپ سے جو جواب میں نے سنا وہی تمکو سناتا ہوں، سنو " اللہ تعالیٰ نے پہلے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا پھر اپنا دستِ قدرت ان کی پشت پر پھیرا تو ان کی پشت سے جو نیک انسان پیدا ہونے والے تھے وہ نکل آئے، تو فرمایا کہ ان کو میں نے جنت کے لئے پیدا فرمایا ہے، اور یہ جنت ہی کے کام کریں گے، پھر دوسری مرتبہ ان کی پشت پر دستِ قدرت پھیرا تو جتنے گناہ گار انسان ان کی نسل سے پیدا ہونے والے تھے ان کو نکال کھڑا کیا اور فرمایا ان کو میں نے دوزخ کے لئے پیدا فرمایا ہے اور یہ دوزخ میں جانے ہی کے کام کریں گے صحابہ رض میں سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ جب پہلے ہی جنتی و جہنمی مقرر کر دیئے گئے ہیں تو پھر عمل کس مقصد کے لئے کرایا جاتا ہے آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو جنت کے لئے پیدا فرماتے ہیں تو وہ اہل جنت ہی کے کام کرنے لگتا ہے، یہاں تک کہ اس کا خاتمہ کسی ایسے کام پر ہی ہوتا ہے جو اہل جنت کا کام ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کسی کو جہنم کے لئے بناتے ہیں تو وہ دوزخ ہی کے کام میں لگ جاتا ہے یہاں تک کہ اس کا خاتمہ بھی کسی ایسے ہی کام پر ہوتا ہے جو اہل جہنم کا کام ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جب انسان کو معلوم نہیں کہ وہ کس طبقہ میں داخل ہے تو اس کو اپنی طاقت و قدرت اور اختیارات ایسے کاموں میں خرچ کرنے چاہئیں جو اہل جنت کے کام ہیں اور یہی امید رکھنا چاہئے کہ وہ انھی میں سے ہوگا۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ

اور ان لوگوں کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنائیے کہ اس کو ہم نے اپنی آیتیں دیں پھر وہ ان سے بالکل ہی نکل گیا پھر شیطان

الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ ﴿١٧٥﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَٰكِنَّهُ

اسکے پیچھے لگ گیا، سو وہ گمراہ لوگوں میں داخل ہو گیا، اور اگر ہم چاہتے تو اس کو ان آیتوں کی بدولت بلند مرتبہ

أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ ۚ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ إِن

کر دیتے لیکن وہ تو دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا سو اسکی حالت کتے کی سی ہو گئی

تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَث ۚ ذَّٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ

کہ اگر تو اس پر حملہ کرے تب بھی ہانپے یا اس کو چھوڑ دے تب بھی ہانپے، یہی حالت ان لوگوں کی ہے جنھوں نے

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿١٧٦﴾

ہماری آیتوں کو جھٹلایا سو آپ اس حال کو بیان کر دیجئے شاید وہ لوگ کچھ سوچیں

سَآءَ مَثَلًا الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا

ان لوگوں کی حالت بھی بری حالت ہے جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں اور وہ اپنا

يَظْلِمُوْنَ (۱۷۷)

ہی نقصان کرتے ہیں

تفسیر اس سے پہلی آیات میں اس عہد کا ذکر تھا جو تمام روحوں سے اللہ پاک نے ازل میں لیا تھا، اب ان آیات میں عہد شکنی کرنے کا ایک خاص واقعہ مذکور ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ہم عہد شکنی کرنے والوں کو دردناک ذلت والی سزا دیتے ہیں۔

عبرتناک واقعہ ان آیات میں جس واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے قرآن کریم نے اس شخص کا نام ذکر نہیں کیا، ائمہ مفسرین صحابہؓ و تابعین رضؒ سے اس کے متعلق مختلف روایات ہیں ان میں زیادہ مشہور اور جمہور کے نزدیک معتبر وہ روایت ہے جو حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اس شخص کا نام بلعم بن عورا ہے یہ ملک شام میں بیت المقدس کے قریب کنعان کا رہنے والا تھا، بعض روایات کے مطابق بنی اسرائیل میں سے تھا، یہ بہت بڑا عالم اور بزرگ تھا اس کو اسم اعظم کا علم تھا، اسکے ذریعہ یہ جو دعا کرتا تھا وہ ضرور قبول ہوتی تھی۔

ملک مصر فتح ہو جانے کے بعد جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قوم عمالقہ سے جہاد کرنے کا حکم ہوا تو موسیٰ علیہ السلام اپنا لشکر لے کر کنعان میں رک جاتے ہیں، جب قوم عمالقہ کو معلوم ہوا کہ موسیٰ ہم پر لشکر لے کر حرکت آیا ہے تو وہ گھبرائے کہ جس نے ملک مصر کو فتح کر لیا اور جس کو دریائے قلزم نے بھی نہیں غرق کیا تو ہم اس کا کیسے مقابلہ کر سکیں گے، لہذا وہ اپنے بزرگ مستجاب الدعوات بلعم بن باعورا کی خدمت میں پہونچ کر پورا واقعہ ذکر کر کے حضرت موسیٰ کے لئے بددعا کی درخواست کی۔ بلعم نے کہا کمبختو تم ایسی شخصیت کے بارے میں مجھ کو بددعا کے لئے کہہ رہے ہو جو اللہ کا نبی ہے اور اس کے ساتھ فرشتوں اور مومنوں کا لشکر ہے بھلا میں اس کے لئے کس طرح بددعا کر سکتا ہوں، مگر لوگوں نے بے حد اصرار کیا اور کہا کہ وہ ہم کو قتل کر ڈالیں گے اور ہمارے بیوی بچوں کو ہماری بستیوں سے نکال دیں گے، ایسی صورت میں ہم ذلیل و خوار اور ہلاک و برباد ہو جائیں گے، آپ ہم سب کی خاطر بددعا کر دیجئے۔

بلعم کا یہ معمول تھا کہ وہ دعا سے پہلے استخارہ کیا کرتا تھا، لہذا اس نے ان لوگوں سے کہا کہ میں استخارہ کر کے تمہیں جواب دوں گا، استخارہ کیا تو سختی کے ساتھ حضرت موسیٰ کے لئے بددعا کرنے سے منع فرمایا گیا، بلعم نے لوگوں سے کہا مجھے بددعا کرنے سے منع کر دیا گیا ہے میں بددعا

نہیں کرسکتا۔ مگر لوگوں نے ان کے سامنے رونا شروع کر دیا اور مختلف صورتوں سے بڑے بڑے تحفے دینے لگے جو حقیقت میں رشوت تھے، اور بلعم کی بیوی کے پاس اپنی عورتوں کو بھیج بھیج کر اس سے کوشش کرائی کہ بلعم بددعا کردے، بہرحال ان تمام جدوجہد اور کوششوں کے بعد بلعم نے کہا اچھا میں دوبارہ پھر استخارہ کرتا ہوں، اس مرتبہ استخارہ میں کوئی جواب نہیں ملا، تو لوگوں نے کہا کہ حضرت جواب نہ ملنے کا مطلب ہے کہ بددعا کی اجازت ہے، نہیں تو پھر سختی سے آپ کو بددعا سے منع کیا جاتا بلعم لوگوں کی باتوں سے فریب کھا بیٹھا اور لوگ بہکانے میں کامیاب ہوگئے، اب بلعم بددعا کرنے کے لئے ایک خچر پر بیٹھ کر حیتان پہاڑ پر چڑھتا ہے خچر تھوڑی دور چل کر بیٹھ جاتا ہے تو مار کر اسے چلایا جاتا ہے، پھر کچھ دور چل کر بیٹھ جاتا ہے اور پھر اس کو حق تعالیٰ قوت گویائی عطا فرماتے ہیں، خچر بلعم سے کہتا ہے کہ اے بلعم تو کہاں چڑھا جا رہا ہے کیا تجھے سامنے فرشتے نظر نہیں آرہے ہیں، جو میرا اور تیرا راستہ روک رہے ہیں مگر اب تو بلعم کو دنیا کی ہوس اور لوگوں کی سرداری سوجھی ہوئی تھی لہذا اس نے ایک نہ سنی اور خچر کو مار مار کر پہاڑ پر پہونچ کر بددعا کرنا شروع کی تو یہ بددعا قوم عمالقہ کے حق میں زبان سے نکلنے لگی، لوگوں نے کہا حضرت آپ کو معلوم بھی ہے آپ کیا دعا کر رہے ہیں، بلعم نے کہا میرے اختیار میں نہیں خدا جو کہلوا رہا ہے میری زبان وہی کہہ رہی ہے، خدا نے اسی وقت فوراً اس کو یہ سزا دی کہ اس کی زبان سینے پر لٹک آئی اور اس طرح سانس لینے لگا جس طرح کتا لیتا ہے، کہنے لگا اے لوگو! اب میری دنیا و آخرت دونوں برباد ہو چکی ہیں، اور دعا قبول ہونے کی صفت بھی میرے سے جا چکی ہے، بس اب چالبازی اور مکاری کے علاوہ کوئی راستہ نہیں، اگر تم موسیٰ سے بچنا چاہتے ہو تو اپنی حسین و خوبصورت نوجوان لڑکیاں خوب سجا سنوار کر سودا بیچنے کے لئے موسیٰ کے لشکر میں بھیجو اور ان لڑکیوں کو ہدایت کردو کہ وہ لوگ تمہارے ساتھ جو کچھ کرنا چاہیں کرنے دینا، منع مت کرنا، پس اگر ان میں سے کسی ایک نے بھی بدکاری کرلی تو خدا کی مدد ان سے اٹھ جائے گی اور تم ان سے مقابلہ میں کامیاب ہو جاؤ گے، چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا اور جب یہ لڑکیاں لشکر میں پہونچیں تو بنی اسرائیل کا ایک سردار زمری بن شلوم نامی ایک لڑکی پر فریفتہ ہو بیٹھا، اٹھ کر اس لڑکی کا ہاتھ پکڑ لیا، حضرت موسیٰ ؑ نے اس کو بہت منع کیا مگر یہ نہ مانا اور لڑکی کو لے کر خیمہ میں گھس کر اس سے منہ کالا کیا، اس کے زنا کاری کرتے ہی پورے لشکر میں طاعون پھیل گیا اور ایک دن میں ستر ہزار آدمی مرے

حضرت موسیٰ نے اپنے لشکر کا سردار ایک زبردست طاقتور انسان فیحاص نامی کو بنا رکھا تھا اس واقعہ کے وقت وہ لشکر میں موجود نہ تھا اس کے آنے پر جب اس کو معلوم ہوا تو یہ اپنا وہ برچھا جو پورا لوہے کا تھا لے کر اس زناکار کے لشکر میں پہونچا دیکھا کہ دونوں ایک دوسرے سے

ہم کنار ہیں، اس نے پوری طاقت سے برچھا مارا تو وہ دونوں کے پار ہو گیا اور پھر اسی برچھے میں پروئے ہوئے ان دونوں کو باہر لایا اور رو کر رب العالمین سے دعا کی کہ جو تیری نافرمانی کرتا ہے اس کے ساتھ یہی معاملہ کیا جاتا ہے، اس پر اللہ کو رحم آیا اور ان سب سے طاعون کو اٹھا لیا۔

ان آیات میں اللہ پاک اپنے پیغمبر کو مخاطب کر کے فرما رہے ہیں کہ آپ لوگوں کو اس ذلیل انسان کا حال سنائیے جو ہماری آیات، تعلیمات و احکام سے روگردانی کر کے شیطانی حرکتیں کر کے گمراہ ہو گیا اگر وہ ہمارے احکامات پر عمل کرتا تو ہم اس کو عظیم مرتبہ عنایت کرتے مگر وہ تو دنیا حاصل کرنے اور اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے چکر میں لگ گیا، اور اس کی حالت رسوائی و پریشانی کے اعتبار سے کتے جیسے ہو گئی، اور ظاہر میں بھی اللہ پاک نے اس میں کتے جیسی خصلت پیدا کر دی کہ زبان منہ سے باہر نکالے کتے کی طرح ہانپتا رہتا تھا۔

جیسی حالت اس شخص کی ہوئی یہی حالت عام طور پر ان لوگوں کی ہوتی ہے جو ہماری ان آیتوں کو جھٹلاتے ہیں جو توحید و رسالت پر دلالت کرتی ہیں، بس جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتا ہے اسکی حالت بری ہوتی ہے کہ آخرت تو برباد ہوتی ہی ہے عبرت کے لئے دنیا میں بھی کبھی کبھی ان کی حالت بُری بنا دی جاتی ہے ہر دور میں عام طور سے اس طرح کے واقعات دیکھنے کو ملتے ہیں۔

اخیر میں فرمایا گیا اے میرے پیغمبر آپ ان لوگوں یعنی مکہ والوں سے جو یہ تمنا کیا کرتے تھے کہ خدا کا پیغمبر ہمارے پاس آئے اور ہمیں سیدھا راستہ دکھائے اور جب پیغمبر واضح دلائل کے ساتھ آیا تو اس کو جھٹلایا اور خدا کے احکامات سے روگردانی کی،

یا بنی اسرائیل جو حضور علیہ السلام کی تشریف آوری سے پہلے آپ کے سچے نبی ہونے کی علامات و خصوصیات جو توریت میں تھی لوگوں کو بتلایا کرتے تھے اور آپ کی آمد کے منتظر تھے مگر جب آپ تشریف لائے تو آپ کی نبوت کا صاف انکار کر دیا

بہر حال ان لوگوں کو واقعہ سنانے کے لئے فرمایا جا رہا ہے اس توقع پر کہ شاید اس دردناک اور عبرت آموز واقعہ پر یہ دھیان دیں، سوچیں سمجھیں اور گمراہی کے جنگلات سے نکل کر ہدایت کے چمنستان میں آ بسیں۔

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا ہے سو ہدایت پانے والا وہی ہوتا ہے اور جس کو وہ گمراہ کر دے سو ایسے ہی

الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾ وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ

لوگ خسارہ میں پڑ جاتے ہیں اور ہم نے ایسے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لئے پیدا کئے ہیں جن کے دل

لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا

ایسے ہیں جن سے نہیں سمجھتے اور جن کی آنکھیں ایسی ہیں کہ جن سے نہیں دیکھتے

وَلَهُمْ أَذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ

اور جن کے کان ایسے ہیں کہ جن سے نہیں سنتے یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ یہ

هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿١٧٩﴾

لوگ زیادہ بے راہ ہیں یہ لوگ غافل ہیں

تفسیر ان دونوں آیتوں میں سے پہلی آیت میں ارشاد ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے صحیح راستہ کی ہدایت کردی وہی ہدایت پانے والا ہے، اور جس کو وہ گمراہ کردے تو ایسے ہی لوگ خسارہ میں رہتے ہیں، یہ مضمون قرآن پاک کی بہت سی آیات میں بار بار آیا ہے جس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ ہدایت و گمراہی خیر و شر اور تمام اچھے برے کاموں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، انسان کے سامنے، اچھے برے صحیح اور غلط دونوں راستے کردیئے ہیں اور اس انسان کو ایک خاص قسم کا اختیار دیدیا گیا ہے وہ اس اختیار کو اگر اچھے اور صحیح راستہ میں خرچ کرتا ہے تو ثواب اور جنت کا مستحق ہوتا ہے اور اگر برے اور غلط راستے میں خرچ کرتا ہے تو عذاب اور جہنم کا مستحق ہوتا ہے

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ الخ دوسری آیت میں بھی اسی مضمون کی وضاحت ہے کہ ہدایت و گمراہی دونوں اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں جس کو ہدایت مل گئی اس سے تمام کام ہدایت ہی کے مناسب سرزد ہوتے ہیں اور جو گمراہی میں پڑ گیا اس کے سارے کام اسی انداز کے ہوتے ہیں اس لئے فرمایا وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ الخ یعنی ہم نے جہنم کے لئے پیدا کیا ہے بہت سے جنوں اور انسانوں کو جن کی علامات یہ ہیں کہ ان کے پاس سمجھنے کے لئے دل دیکھنے کے لئے آنکھیں اور سننے کے لئے کان سب کچھ موجود ہیں جن کو وہ صحیح استعمال کریں تو اچھے، برے راستے کو سمجھ لیں، اور ہدایت پالیں مگر ان کا حال یہ ہے کہ نہ تو وہ دل سے حق بات کو سمجھتے ہیں، نہ آنکھ سے حق بات کو دیکھتے ہیں اور نہ کان سے حق بات کو سنتے ہیں، اور ان کا نہ دیکھنا اور نہ سننا اس اعتبار سے ہے کہ وہ اس کو سمجھنے اور ماننے کی غرض سے نہیں سنے اور ایسا سننا نہ سننے کے برابر ہے، اسی لئے آیت کے اخیر میں ان لوگوں کے متعلق فرمایا گیا کہ یہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں کہ وہ صرف اپنے پیٹ بھرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں، پھر فرمایا کہ یہ لوگ جانوروں سے بھی زیادہ بیوقوف ہیں کیونکہ جانور شرعی احکام کے پابند نہیں، ان کے لئے عذاب و ثواب نہیں، اس لئے اگر ان کی زندگی کا مقصد صرف

پیٹ بھرنے تک رہے تو صحیح ہے مگر انسان کو تو اپنے اعمال کا حساب دینا ہے اور اس پر عذاب و ثواب ملنے والا ہے اس لئے انسان کو اپنے اعمال پر نظر نہ رکھنا اور صرف پیٹ بھرنے کی فکر میں لگے رہنا بہت بڑی بے وقوفی ہے، اور پھر جانور اپنے مالک کی پوری خدمت کرتا ہے اور یہ نافرمان انسان اپنے مالک رب دو جہاں کی خدمت و بندگی میں کوتاہی کرتا ہے اسلئے وہ جانوروں سے زیادہ بے وقوف اور غافل ہوا۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ

اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لئے ہیں سو ان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو اور ایسے لوگوں سے

فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ۭ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾

تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کجروی کرتے ہیں، ان لوگوں کو اسکے کئے کی ضرور سزا ملے گی

تفسیر اس آیت پاک میں ارشاد ہے کہ اچھے اچھے نام اللہ تعالیٰ ہی کے لئے خاص ہیں، بس ان ناموں سے اللہ ہی کو پکارا کرو کسی دوسرے کو ان ناموں سے مت پکارو، اور جو لوگ ان ناموں میں کجروی کرتے ہیں ان سے تعلق بھی مت رکھو، ان کے کئے کی ان کو ضرور سزا ملے گی۔

اسمار حسنیٰ کی برکت ترمذی شریف میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے ۹۹ نام ہیں، جو ان کو یاد کریگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ وہ مبارک نام یہ ہیں۔

هو الله الذی لا اله الا هو الرحمٰن الرحیم الملك القدوس السلام المومن المهیمن العزیز الجبار المتکبر الخالق البارئ المصور الغفار الوهاب الرزاق الفتاح العلیم القابض الباسط الخافض الرافع المعز المذل، السمیع البصیر الحکم العدل اللطیف الخبیر الحلیم العظیم الغفور الشکور العلی الکبیر الحفیظ المقیت الحسیب الجلیل الکریم الرقیب المجیب الواسع الحکیم الودود المجید الباعث الشهید الحق الوکیل القوی المتین الولی الحمید المحصی المبدئ المعید المحیی الممیت الحی القیوم الواجد الماجد الصمد الواحد المقتدر القادر المقدم المؤخر الاول الآخر الظاهر الباطن الوالی المتعالی البر التواب المنتقم العفو الرؤف مالك الملك ذوالجلال والاکرام

الجامع الغنی المغنی المانع الضارّ النافع النور الهادی، البدیع الباقی الوارث الرشید الصبور۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء کا حصر انھی مذکورہ اسماء میں نہیں ہے، ان کے علاوہ دوسرے نام بھی ہیں، اس حدیث میں جن اسماء کا ذکر ہے ان سے مراد شاید یہ ہے کہ جو ان کو یاد کرے گا وہ جنت میں جائیگا، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو ایک لڑی میں پرو دیا ہے تاکہ لوگ سہولت سے یاد کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ کے یہ ننانوے نام پڑھ کر جس مقصد کے لئے دعا کی جائے قبول ہوتی ہے۔

اسمائے حسنیٰ میں کجروی کی ممانعت

اس آیت میں حضور علیہ السلام کو یہ ہدایت فرمائی گئی ہے کہ آپ ایسے لوگوں سے تعلق بھی چھوڑ دیں جو اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں کجروی سے کام لیتے ہیں، کجروی کی کئی صورتیں ہیں اوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ کے وہ نام استعمال کئے جائیں جو قرآن وحدیث سے اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت نہیں، علماء حق کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام اور صفات میں کسی کو یہ اختیار نہیں کہ جو چاہے نام رکھدے یا جس صفت کے ساتھ چاہے اس کی حمد وثنا کرے بلکہ صرف وہی الفاظ ہونا ضروری ہیں جو قرآن وحدیث میں اللہ تعالیٰ کے لئے بطور نام یا صفت کے ذکر کئے گئے ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کو کریم کہہ سکتے ہیں سخی نہیں، ساقی کہہ سکتے ہیں طبیب نہیں۔ کیونکہ یہ دوسرے الفاظ منقول نہیں، اگرچہ انھی الفاظ کے ہم معنی ہیں۔

دوسری صورت اسماء حسنیٰ میں کجروی کی یہ ہے کہ اللہ کے جو نام قرآن وحدیث سے ثابت ہیں ان میں سے کسی نام کو غیر مناسب سمجھ کر چھوڑ دیا جائے کیونکہ اس میں زبردست بے ادبی ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ اللہ کے مخصوص ناموں کو کسی دوسرے کے لئے استعمال کرے مگر اس میں یہ تفصیل ہے کہ اسماء حسنیٰ میں سے بعض نام ایسے بھی ہیں جن کو خود قرآن وحدیث میں دوسروں کے لئے استعمال کیا گیا ہے اور بعض وہ ہیں جن کو اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے استعمال کرنا قرآن وحدیث سے ثابت نہیں تو جن ناموں کا استعمال اللہ کے علاوہ دوسروں کے لئے قرآن وحدیث سے ثابت ہے وہ نام دوسروں کے لئے بھی استعمال کئے جا سکتے ہیں جیسے رحیم، رشید وغیرہ اور وہ نام جن کا استعمال خدا کے علاوہ کے لئے قرآن وحدیث سے ثابت نہیں وہ صرف اللہ ہی کے لئے مخصوص ہیں ان کو اللہ کے علاوہ کے لئے استعمال کرنا کجروی میں داخل ہے، اور ناجائز وحرام ہے مثلاً رحمٰن، رزاق، خالق وغیرہ پھر ان مخصوص ناموں کو اللہ کے علاوہ کے لئے استعمال کرنا اگر کسی غلط عقیدہ کی وجہ سے ہے یعنی اس کو خالق یا رازق ہی سمجھ کر ان الفاظ سے مخاطب کر رہا ہے تو ایسا کہنا

کفر ہے، اور اگر عقیدہ غلط نہیں، صرف بے توجہی اور ناسمجھی سے کسی شخص کو، رحمٰن، خالق، رازق کہہ دیا تو یہ اگرچہ کفر نہیں مگر مشرکانہ الفاظ ہونے کی وجہ سے شدید گناہ ہے، افسوس ہے آج کل عام مسلمان اس غلطی میں شدت سے مبتلا ہیں، کچھ لوگ تو وہ ہیں جنھوں نے اسلامی نام ہی رکھنا چھوڑ دیا ہے وہ انگریزی طرز کے نام رکھنے میں اپنی شان سمجھتے ہیں، اور کچھ لوگ وہ ہیں جنھوں نے اسلامی ناموں میں نام کو مختصر کرنے کی غرض سے یہ طریقہ اختیار کر لیا کہ نام کا صرف آخری لفظ پکارتے ہیں مثلاً عبدالرحمٰن کو رحمٰن صاحب اور عبدالخالق کو خالق صاحب، یہ ناجائز و حرام اور گناہ کبیرہ ہے جتنی مرتبہ یہ لفظ پکارا جاتا ہے اتنی ہی مرتبہ کبیرہ گناہ ہوتا ہے، اور سننے والا بھی گناہ سے نہیں بچتا۔

آج یہ سب ہماری دین اسلام سے بے توجہی اور لاپرواہی کی وجہ سے ہو رہا ہے، اللہ پاک ہمیں صحیح سمجھ اور ہدایت عطا فرمائے۔

آیت کے اخیر میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں کجروی کرنے والوں کو ان کے کئے کا بدلہ دیا جائیگا اور اس بدلہ کی تعیین نہیں کی گئی، اس ابہام میں شدید عذاب کی طرف اشارہ ہے بس اللہ ہی ہماری حفاظت فرمائے۔

۲۲ ع ۱۰ ۱۲

وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُونَ ﴿۱۸۱﴾

اور ہماری مخلوق (جن و انس) میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو حق کے موافق ہدایت کرتے ہیں اور اسی کے موافق انصاف بھی

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا

کرتے ہیں۔ اور جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں ہم ان کو بتدریج لئے جا رہے ہیں اس طور پر کہ ان کو خبر

يَعْلَمُونَ ﴿۱۸۲﴾ وَأُمْلِي لَهُمْ ۚ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ﴿۱۸۳﴾

بھی نہیں اور ان کو میں مہلت دیتا ہوں بے شک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے

تفسیر

ارشاد خداوندی ہے کہ ہماری مخلوق میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو حق یعنی مذہب اسلام کے مطابق ہدایت کرتا ہے اور حق ہی کے مطابق اپنے اور غیروں کے فیصلے کرتا ہے، امت محمدیہ کی دوسری تمام امتوں پر فضیلت کا راز یہی حق پرستی ہے کہ وہ حق کے سامنے اپنا سر جھکا دیتے ہیں اور جانی و مالی ہر طرح کا نقصان برداشت کر لیتے ہیں، صحابہؓ و تابعینؒ کی پوری تاریخ اس کی آئینہ دار ہے، مگر جب سے اس امت نے حق پرستی پر پورے طور سے قائم رہنا چھوڑ دیا ہے اسی وقت سے اس کی تنزلی کا دور شروع ہو گیا ہے۔

مسلمانوں کی پریشانیوں کا سبب اور اسکا حل

جب سے اس امت نے حق پرستی پر پورے طور پر قائم رہنا چھوڑ دیا ہے اسی وقت سے اس کی تنزلی کا دور شروع ہو گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ آج یہ امت مسلمہ تقریباً ہر جگہ رسوائی و پریشانی کا شکار ہے، اس نے حق سے منھ موڑا اور حق تعالیٰ نے ان کی نصرت و مدد سے رخ پھیر لیا۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ پوری امت فلاح و کامیابی اور ترقی حاصل کرے تو اس کے لئے اسکے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں کہ قرآنی اصولوں کو مضبوطی سے تھاما جائے خود بھی اس پر پابندی سے عمل کرے اور دوسروں کو بھی ان پر عمل کرانے کی پوری پوری کوشش کرے"

ایک شبہ کا جواب

دوسری آیت میں اس شبہ کا جواب ہے کہ جب قومی ترقی کا مدار حق پرستی اور حق و انصاف ـــ کی پیروی پر ہے تو غیر مسلم قومیں جو حق سے سراسر دور ہیں وہ کیوں دنیا میں پھلتی پھولتی نظر آتی ہیں؟ اس کا جواب اس آیت میں دیا گیا ہے وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا الخ یعنی ہم اپنی آیات جھٹلانے والوں کو اپنی حکمت و مصلحت کی بنا پر ایک دم نہیں پکڑتے بلکہ آہستہ آہستہ پکڑتے ہیں جس کی ان کو خبر بھی نہیں ہوتی، اس لئے دنیا میں کفار و فجار کی مالداری اور عزت و جاہ سے دھوکا نہ کھایا جائے کیونکہ وہ حقیقت میں ان کے لئے کوئی بھلائی کا سامان نہیں بلکہ حق تعالیٰ کی طرف سے استدراج ہے اور قرآن و حدیث کی اصطلاح میں استدراج اس کو کہا جاتا ہے کہ بندہ کے گناہ پر دنیا میں کوئی تکلیف و مصیبت نہ آئے بلکہ جوں جوں وہ گناہ میں آگے بڑھتا جائے دنیا میں مال و اسباب بھی بڑھتا جائے، جس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ اس کو اپنی بدکرداری پر کسی وقت بھی تنبیہ نہیں ہوتی اور غفلت سے آنکھ نہیں کھلتی اور اپنے برے اعمال اس کو برے نظر نہیں آتے کہ وہ ان سے باز آنے کی فکر کرے۔

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيْرٌ

کیا ان لوگوں نے اس بات میں غور نہ کیا کہ ان کا جن سے سابقہ ہے ان کو ذرا بھی جنون نہیں وہ تو صرف ایک صاف صاف

مُّبِيْنٌ ﴿١٨٤﴾ أَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ

ڈرانے والے ہیں، اور کیا ان لوگوں نے غور نہیں کیا آسمانوں اور زمین کے عالم میں اور دوسری چیزوں

اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّأَنْ عَسٰى أَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ أَجَلُهُمْ ۚ فَبِأَيِّ

میں جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں اور اس بات میں کہ ممکن ہے کہ ان کی اجل قریب ہی آپہونچی ہو پھر اس (قرآن) کے بعد

حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ؕ

کون سی بات پر یہ لوگ ایمان لاویں گے، جسکو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اس کو کوئی راہ پر نہیں لاسکتا،

وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

اور اللہ تعالیٰ ان کو ان کی گمراہی میں بھٹکتے ہوئے چھوڑ دیتا ہے

شانِ نزول

حضرت قتادہ رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات کوہ صفا پر چڑھ کر قریش کے ایک ایک قبیلہ کو نام بنام یا بنی فلاں، یا بنی فلاں کہہ کر پکارا اور اللہ تعالیٰ کے عذابات اور حوادثات الٰہیہ سے ڈرایا تو بعض بیوقوف کہنے لگے کہ یہ شخص تو کچھ دیوانہ اور مجنون معلوم ہوتا ہے تب ہی تو اس طرح کی بے موقع باتیں کر رہا ہے، اس پر یہ آیت اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا نازل ہوئی جس میں ارشاد ہے، ان کم عقلوں نے ذرا بھی عقل و شعور سے کام نہیں لیا اور بلا سوچے سمجھے اپنے روحانی استاذ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق زبان کھول دی کہ وہ مجنون ہیں، ارے کم بختوں اس ذات پاک پر تو جنون کا گمان کرنا خود جنون ہے، ان کی عقل و حکمت کے سامنے تو پوری دنیا کے عقلمند اور دانشور حیران ہیں،

بیوقوفو! جن کو تم دیوانہ کہہ رہے ہو وہ تو تمھارے سب سے بڑے خیر خواہ اور ہمدرد ہیں کہ ان حقائق سے جن سے تم بے خبر ہو ان کو صاف صاف تمھارے سامنے بیان کر کے تمھیں آخرت اور خدا کے عذاب سے ڈرا رہے ہیں تاکہ ڈر کر تم اپنی زندگی خدا کی مرضی کے مطابق گذارو اور آخرت اور جنت کے راحت و آرام اور نعمتوں کے مستحق بنو۔

اسکے بعد ان کو دو چیزوں کی طرف دعوت فکر دی گئی ہے۔ اوّل تمام مخلوقات اور آسمان و زمین اور جو کچھ انمیں ہے ان میں غور و فکر کریں تو ان پر واضح ہو جائیگا کہ ان سب چیزوں کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے اور وہی حقیقت میں عبادت و بندگی کا مستحق ہے، دوسرے یہ کہ اپنی عمر کے بارے میں غور کریں۔ ممکن ہے ان کی موت قریب آپہونچی ہو، پھر قرآن کریم پر ایمان لانے کی طرف کیوں نہیں بڑھتے آخر یہ قرآن سے بڑھ کر اور کون سا واضح ثبوت چاہتے ہیں حقیقت میں ان کی روگردانی کی علت یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ چھوڑ دے اس کو کوئی راہ پر نہیں لاسکتا، اور اللہ تعالیٰ اسی کو گمراہی پر بھٹکتا ہوا چھوڑتے ہیں جو گناہ پر گناہ کر کے ایمان قبول کرنے کی صلاحیت کو تباہ و برباد کرلے۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ

یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اسکا وقوع کب ہوگا، آپ فرمادیجئے کہ اس کا علم صرف میرے

لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ۚ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ لَا

رب ہی کے پاس ہے اسکے وقت پر اس کو سوا اللہ کے کوئی اور ظاہر نہ کریگا اور آسمان اور زمین میں بڑا بھاری حادثہ

تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً ۗ يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۖ قُلْ إِنَّمَا

ہوگا وہ تم پر اچانک آپڑے گی وہ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں جیسے گویا آپ اس کی تحقیقات کر چکے ہیں

عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (۱۸۷)

آپ فرما دیجئے کہ اسکا علم اللہ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے

شان نزول حضرت قتادہؓ سے منقول ہے کہ قریش مکہ نے حضور علیہ السلام سے بطور مذاق کے دریافت کیا کہ آپ قیامت کے آنے کی خبریں دیتے اور لوگوں کو اس سے ڈراتے ہیں اگر آپ سچے ہیں تو متعین کر کے بتلایئے کہ قیامت کس سن اور کس تاریخ میں آئے گی تاکہ ہم اسکے آنے سے پہلے کچھ تیاری کریں، نیز آپ کے اور ہمارے درمیان جو رشتہ داری کے تعلقات ہیں ان کا تقاضا بھی یہ ہے کہ اگر آپ عام طور سے لوگوں کو بتلانا نہیں چاہتے تو کم از کم ہمیں بتلا دیجئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

قیامت کب آئیگی؟ اس آیت پاک میں ارشاد ہے کہ اے محمد عربیؐ قریش مکہ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ وہ کب آئے گی؟ آپ فرما دیجئے کہ اس کی تعیین کا صحیح علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے نہ پہلے سے کسی کو معلوم ہے اور عین وقت پر بھی کسی کو پہلے سے معلوم نہ ہوگا اسکے بعد فرمایا کہ یہ حادثہ قیامت آسمانوں اور زمین پر بہت بھاری واقعہ ہوگا کہ آسمان و زمین کے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اڑ جائیں گے اسلئے حکمت و مصلحت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ایسے شدید واقعہ کا اظہار پہلے سے نہ کیا جائے، نہیں تو قیامت پر یقین رکھنے والوں کی زندگی تلخ ہو جائے گی اور انکار کرنے والوں کو مزید مذاق اڑانے کا موقع ملے گا، اس لئے فرمان خداوندی ہے کہ قیامت تمہارے پاس اچانک ہی آئے گی تاکہ ہر عمل کرنے والا ہر وقت آخرت کے عذاب سے ڈر کر نیک عمل کے اختیار کرنے اور برے اعمال سے باز رہنے میں پوری توجہ دے۔

قُلْ لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۚ وَلَوْ

آپ کہہ دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا مگر اتنا ہی کہ جتنا خدا تعالیٰ نے

كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ ۚ

چاہا اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیا کرتا اور کوئی مضرت ہی مجھ پر واقع نہ

إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿١٨٨﴾

ہوتی میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں

تفسیر اس آیت پاک میں مشرکین اور عوام کے اس غلط عقیدہ کی تردید ہے جو ان لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کے بارے میں قائم کر رکھا تھا کہ وہ غیب جانتے ہیں، ان کا علم اللہ تعالیٰ کی طرح تمام کائنات کے ذرّہ ذرّہ پر حاوی ہوتا ہے، نیز یہ کہ وہ ہر نفع و نقصان کے مالک ہوتے ہیں جس کو چاہیں نفع و نقصان پہونچا سکتے ہیں، اس عقیدہ کی وجہ سے قریش مکہ حضور علیہ السلام سے قیامت کی معین تاریخ بتلانے کا مطالبہ کرتے تھے۔

قرآن کریم نے بے شمار آیات میں بار بار اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ علم غیب جس سے کوئی ذرہ چھپا ہوا نہ رہے یہ صرف اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے اس صفت میں کسی دوسرے کو شریک کرنا شرک ہے، اس مسئلہ کو واضح کرنے کی غرض سے اس آیت پاک میں حضورؐ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ اعلان فرما دیں کہ میں اپنی ذات کے لئے بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں ہوں دوسروں کے نفع و نقصان کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اور یہ بھی بتلا دیں کہ میں غیب نہیں جانتا، اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں ہر نفع کی چیز حاصل کر لیتا اور ہر نقصان کی چیز سے محفوظ رہتا، حالانکہ ایسا نہیں ہے، تاریخ اسلام اس پر شاہد ہے۔

مسئلہ علم غیب اس آیت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام نہ قادر مطلق ہوتے ہیں، نہ عالم الغیب بلکہ ان کو علم و قدرت کا اتنا ہی حصہ حاصل ہوتا ہے جتنا اللہ کی جانب سے ان کو مرحمت کر دیا جائے ہاں اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ جو حصہ علم کا ان کو عطا ہوتا ہے وہ ساری مخلوقات سے بڑھا ہوا ہوتا ہے خصوصاً ہمارے نبی سلطان الانبیاء محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اولین و آخرین کا علم عطا فرمایا گیا تھا یعنی تمام انبیاء علیہم السلام کو جتنا علم دیا گیا تھا وہ سب اور اس سے بھی زیادہ آپ کو عطا فرمایا گیا تھا اور اسی عطا شدہ علم کے مطابق آپ نے ہزاروں غیب کی باتوں کی خبر دیں جن کی سچائی کا ہر خاص و عام نے مشاہدہ کیا، اس کی وجہ سے تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہزاروں لاکھوں غیب کی چیزوں کا علم عطا کیا گیا تھا مگر اس کو اصطلاح قرآن میں علم غیب نہیں کہہ سکتے اور اسکی وجہ سے حضورؐ کو عالم الغیب نہیں کہا جا سکتا۔

آیت کے اخیر میں فرمایا گیا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ لوگوں کو یہ بھی بتلا دیجئے کہ میرا فریضۂ منصبی صرف یہ ہے کہ میں احکام شرعیہ بتلا کر بدکاروں کو عذاب سے ڈراؤں اور نیک لوگوں کو ثواب کی خوشخبری سناؤں۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا

اور اللہ ایسا ہے جس نے تم کو ایک تن واحد سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ وہ اس اپنے

لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا ۖ فَلَمَّا تَغَشَّاهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا فَمَرَّتْ بِهِ ۚ

جوڑے سے انس حاصل کرے پھر جب میاں نے بیوی سے قربت کی تو اس کو حمل رہ گیا ہلکا سا سو وہ اس کو

فَلَمَّا أَثْقَلَت دَّعَوَا اللَّهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ آتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُونَنَّ

لئے ہوئے چلتی پھرتی رہی پھر جب وہ بوجھل ہو گئی تو دونوں میاں بی بی اللہ سے جو کہ ان کا مالک ہے دعا کرنے لگے

مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿١٨٩﴾ فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا

کہ اگر آپ نے ہم کو صحیح وسالم اولاد دیدی تو ہم خوب شکر گزاری کریں گے سو جب اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو صحیح وسالم اولاد دیدی تو

آتَاهُمَا ۚ فَتَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿١٩٠﴾

اللہ کی دی ہوئی چیز میں وہ دونوں اللہ کے شریک قرار دینے لگے، سو اللہ پاک ہے ان کے شرک سے

تفسیر ان آیات میں فرمایا گیا ہے کہ پوری دنیا کے لوگ آدم ؑ کی نسل سے پیدا کئے گئے ہیں، اور حضرت آدم ہی سے ان کی بیوی حوّا پیدا کی گئیں تاکہ وہ اس سے انس حاصل کریں انھیں دونوں سے نسل بڑھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور اتنا بڑھایا کہ تم لوگ خاندان اور قبیلے بن گئے۔

خدا کے اس احسان عظیم کا تقاضہ یہ تھا کہ تمام اولاد آدم ؑ خدا کی شکر گذار رہتی اور صرف اسی ایک خدا کی اطاعت وبندگی کرتی مگر اس غفلت شعار انسان نے معاملہ اس کے خلاف کیا، چنانچہ اولاد آدم میں سے بعض کی حالت یہ ہوئی کہ جب میاں نے بیوی سے قربت کی اور حمل رہ گیا وہ شروع شروع میں ہلکا پھلکا رہا اور عورت بے تکلفی سے چلتی پھرتی رہی اور جب عورت کا پیٹ حمل سے بڑھ جانے سے بوجھل ہو گیا تو اب میاں بیوی کو فکر لاحق ہوئی اور یہ خطرہ محسوس کرنے لگے کہ کہیں ہمارا لخت جگر لنگڑا لولا نہ پیدا ہو، لہٰذا ان دونوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ہمیں صحیح وسالم بچہ عطا فرما، ہم تیرے شکر گذار ہوں گے مگر جب اللہ پاک

نے ان کی دعا قبول کرلی اور ان کو صحیح سالم بچہ عطا کیا تو اب یہ شکر گذاری کے بجائے شرک میں مبتلا ہوگئے جس کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں، کبھی تو یہ فاسد عقیدہ سے ہوتا ہے کہ یہ بچہ فلاں ولی یا بزرگ کا دیا ہوا ہے، کبھی بچہ کا نام رکھنے میں مشرکانہ طرز اختیار کرتے ہیں مثلاً عبدالشمس یا بندۂ علی وغیرہ۔

آیت کے اخیر میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اس شرک سے جس کو ان لوگوں نے اختیار کیا ہے۔

أَيُشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ﴿۱۹۱﴾ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ

کیا ایسوں کو شریک ٹھیراتے ہیں جو کسی چیز کو نہ بنا سکیں اور خود ہی بنائے جاتے ہوں، اور وہ ان کو کسی قسم

لَهُمْ نَصْرًا وَلَا أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ ﴿۱۹۲﴾ وَإِن تَدْعُوهُمْ إِلَى

کی مدد نہیں دے سکتے اور وہ خود اپنی بھی مدد نہیں کر سکتے اور اگر تم ان کو کوئی بات بتلانے کو

اقوال و تحقیق

هو الذی خلقکم الخ ان آیات کی دو تفسیریں منقول ہیں ایک وہ جس کو ہم نے اوپر بیان کیا اور یہی معتبر ہے، اسی کو حافظ ابن کثیر رح نے صحیح فرمایا ہے، اور لکھا ہے کہ ہم تو وہی کہیں گے جو حضرت امام حسن رض فرماتے ہیں کہ مشرکوں نے اپنی اولاد کے بارے میں شرک کیا نہ کہ حضرت آدم و حوا نے، یہی تفسیر مفسر قرآن حضرت ابن عباس رض نے فرمائی ہے، اسی کو حضرت تھانوی اور صاحب تفسیر معارف وغیرہ نے اختیار فرمایا ہے، مفتی شفیع صاحب رح لکھتے ہیں کہ شرک اختیار کرنے والوں کے معاملہ کا تعلق حضرت آدم و حوا سے مطلق نہیں جس کی وجہ سے ان کی عصمت پر کوئی شبہ ہو، دراصل اسکا تعلق بعد کی آنے والی نسلوں کے عمل سے ہے، حافظ ابن کثیر رح فرماتے ہیں کہ یہاں آدم و حوا کا ذکر صرف تمہید کے طور پر آیا ہے کہ اصل ماں باپ کا ذکر کرے پھر بعد والے ماں باپ کا ذکر ہوا اور انھیں کے شرک کو بیان فرمایا گیا ہے۔

دوسری تفسیر میں اس شرک کو آدم و حوا ہی کی طرف منسوب کیا گیا ہے، اس تفسیر کی بنیاد اس قصہ پر ہے جو حاکم و ترمذی سے نقل کیا ہے کہ شیطان کے بہکانے پر انھوں نے اپنے بچہ کا نام عبدالحارث (یعنی شیطان کا بندہ) رکھ دیا تھا، مفسرین و محدثین اس روایت کو صحیح نہیں مانتے بلکہ اسرائیلی بتلاتے ہیں۔

الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ

پکارو تو تمہارے کہنے پر نہ چلیں ، تمہارے اعتبار سے دونوں امر برابر ہیں خواہ تم ان کو پکارو اور یا تم

صَامِتُوْنَ ﴿۱۹۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ

خاموش رہو واقعی تم خدا کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ بھی تم ہی جیسے بندے ہیں تم

فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ اَلَهُمْ

ان کو پکارو پھر ان کو چاہیئے کہ تمہارا کہنا کردیں اگر تم سچے ہو کیا ان کے

اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ

پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے کسی چیز کو تھام سکیں یا ان کی آنکھیں

اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ قُلِ

ہیں جن سے وہ دیکھتے ہوں یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہوں آپ کہہ دیجئے کہ تم

ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۱۹۵﴾ اِنَّ وَلِيِّيَ اللّٰهُ

اپنے سب شریکوں کو بلا لو پھر میری ضرر رسانی کی تدبیر کرو پھر مجھ کو ذرا مہلت نہ دو ، یقیناً میرا پروردگار اللہ تعالیٰ

الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۚ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ

ہے جس نے یہ کتاب نازل فرمائی اور وہ نیک بندوں کی مدد کیا کرتا ہے اور تم جن لوگوں کی خدا

مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۷﴾

کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ تمہاری کچھ مدد نہیں کرسکتے اور نہ وہ اپنی مدد کرسکتے ہیں

وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا ؕ وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ

اور اگر ان کو کوئی بات بتلانے کو پکارو تو اس کو نہ سنیں اور ان کو آپ دیکھتے ہیں کہ گویا وہ آپ کو

اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۹۸﴾

دیکھ رہے ہیں اور وہ کچھ بھی نہیں دیکھتے

تفسیر:- ان آیات پاک میں ان مشرکین کو جو اللہ تعالیٰ کے بجائے بتوں کی پوجا کرتے ہیں ،

انھیں تنبیہ فرمائی گئی ہے کہ یہ مانا کہ تم ان پتھر کی مورتیوں کو نہیں پوجتے بلکہ ان کو پوجتے ہو جن کی یہ صورتیں تم نے بنا رکھی ہیں اور وہ تمھاری طرح خدا کے بندے ہیں ان میں کسی کو نفع و نقصان پہنچانے کی صلاحیت نہیں، اور یہ بت تمھارا کہنا تو کیا مانیں گے ان میں تو تم جیسی بھی صفات نہیں نہ یہ چل سکتے ہیں نہ اپنے ہاتھوں سے کچھ کام لے سکتے ہیں نہ اپنی آنکھوں سے کچھ دیکھ سکتے ہیں اور نہ اپنے کانوں سے کچھ سن سکتے ہیں، پس وہ تم سے بھی کچھ کم درجے کے ہوئے پھر ان کی پوجا کرنا کہاں کی سمجھداری ہے

اسی لئے حق تعالیٰ نے فرمایا کیا وہ پتھر کے ان بتوں کو خدا کا شریک بناتے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود بنائے گئے ہیں چنانچہ انسان ہی ... ان بتوں کو تراش کر بناتا ہے، قرآن کریم نے دوسری جگہ مشرکین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم جن بتوں کی پوجا کرتے ہو وہ ایک مکھی تک نہیں بنا سکتے، بلکہ اگر مکھی ان کے کھانے کی چیز لے اڑے تو وہ اس سے چھین نہیں سکتے، بس ان لوگوں نے خدا کی قدرت کو نہیں پہچانا کہ وہ کس قدر قوی و عزیز ہے، حضرت ابراہیمؑ نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ تم اس کی عبادت کرتے ہو جس کو تم خود گھڑتے ہو پھر فرمایا کہ وہ اپنی پوجا کرنے والوں کی ذرا بھی مدد نہیں کر سکتے بلکہ اگر کوئی ان کے ساتھ برا برتاؤ بھی کرے تو خود اپنا بھی بچاؤ نہیں کر سکتے جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ اپنی قوم کے بتوں کو توڑ پھوڑ دیتے تھے، قرآن کریم میں ہے کہ حضرت ابراہیم بت خانہ کے تمام بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے تھے اور سب سے بڑے بت کو چھوڑ دیتے تھے تاکہ لوگ اس بڑے بت سے پوچھ لیں کہ یہ کیا ہوا؟ اور کس نے کیا؟

الغرض جو چیز خود بے جان ہے اس میں کسی طرح کے نفع و نقصان پہنچانے کی صلاحیت اپنے لئے بھی نہیں ... تو بھلا وہ کسی کے کیا کام آسکتی ہے ایسی صورت حال میں اس سے امیدیں وابستہ کر کے اس کو خوش کرنے کے لئے چڑھاوے چڑھانا اور ماتھا ٹیکنا وغیرہ صراصر اپنے آپ کو دھوکہ و فریب دینا نہیں تو پھر اور کیا ہے۔

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ﴿١٩٩﴾

سرسری برتاؤ قبول کر لیا کیجئے اور نیک کام کی تعلیم دیا کیجئے اور جاہلوں سے ایک کنارہ ہو جایا کیجئے

وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۚ إِنَّهُ

اور اگر آپ کو کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے آنے لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے بلاشبہ وہ

سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٠٠﴾ إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ

خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے یقیناً جو لوگ خدا ترس ہیں جب ان کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے

الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿۲۰۱﴾ وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ

آجاتا ہے تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں، سو یکایک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور جو شیاطین کے تابع

فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾

ہیں وہ ان کو گمراہی میں کھینچے چلے جاتے ہیں پس وہ باز نہیں آتے

تفسیر ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا گیا ہے کہ آپ خطا کاروں کے قصور کو معاف فرمادیں، ان سے بدلہ نہ لیں اور ساتھ ہی نیک کام کی ہدایت بھی کرتے رہیں اور جاہلوں سے آپ کنارہ کش ہوجائیں یعنی ظلم کا بدلہ چھوڑ کر آپ ان کے ساتھ ہمدردی کا معاملہ فرمائیں اور نرمی کے ساتھ ان کو حق بات بتلائیں مگر بہت سے جاہل ایسے بھی ہوتے ہیں جو اس شریفانہ معاملہ سے متاثر نہیں ہوتے بس اس قسم کے جاہلوں سے آپ کنارہ کش ہوجائیں حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ کنارہ کش ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی برائی کا جواب برائی سے نہ دیں یہ مطلب نہیں کہ ان کو ہدایت کرنا بھی چھوڑ دیں کیونکہ یہ رسالت و نبوت کے شایان شان نہیں

امام تفسیر ابن جریرؒ نے نقل کیا ہے کہ جس وقت یہ آیت خذ العفو الخ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیلؑ سے اس کا مطلب پوچھا، حضرت جبرئیل نے فرمایا مجھے معلوم نہیں اللہ سے دریافت کرکے بتاؤں گا، کچھ دیر کے بعد جبرئیلؑ لوٹ کر آئے اور کہا کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اس میں آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جو آپ سے قطع تعلق کرے آپ اس سے ملا کریں جو آپ کو محروم رکھے آپ اس پر بخشش کریں، اور جو آپ پر ظلم و ستم کرے آپ اس کو معاف کردیں

شان نزول حضرت سعد بن عبادہ رضؓ سے مروی ہے کہ غزوۂ احد میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضؓ کو شہید کیا گیا اور بڑی بے دردی سے ان کے اعضا کاٹ کر لاش کی بے حرمتی کی گئی تو حضورؐ نے لاش کو اس حالت میں دیکھ کر فرمایا کہ جن لوگوں نے حمزہؓ کے ساتھ یہ معاملہ کیا ہے ان کے ستر آدمیوں کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرکے چھوڑوں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں آپ سے فرمایا گیا کہ آپ کا یہ مقام نہیں، آپ کے شایانِ شان تو یہ ہے کہ عفو درگذر سے کام لیں۔

وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ الخ یعنی اگر آپ کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آنے لگے تو اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگ لیں، مطلب یہ ہے کہ ظالم کے ظلم کو معاف کرتے وقت اگر شیطان بہکائے تو اس وقت اس ملعون کے فریب سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے اسکے بعد والی آیتوں میں اسی

مضمون کو یوں بیان فرمایا ہے۔

اللہ سے ڈرنے والوں کو جب شیطانی وسوسہ آجاتا ہے تو وہ فوراً خدا کی یاد میں لگ جاتے ہیں مثلاً اعوذ باللہ پڑھنا یا دعا مانگنا، یا خدا کی عظمت اور ثواب وعذاب کو یاد کرنا ایسا کرنے سے یکایک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور حقیقت ان پر کھل جاتی ہے جس سے وسوسہ ان پر اثر انداز نہیں ہوتا، اور اس کے برخلاف جو شیطان کے بھائی یعنی فاسق لوگ ہیں تو شیطان ان کو گمراہی کی طرف کھینچتا ہے اور وہ کھنچتے چلے جاتے ہیں، چونکہ وہ خدا سے پناہ نہیں مانگتے لہٰذا وہ شیطانی وسوسوں سے نہیں بچتے۔

وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ؕ قُلْ اِنَّمَآ

اور جب آپ کوئی معجزہ ان کے سامنے ظاہر نہیں کرتے تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ یہ معجزہ کیوں نہ لائے، آپ

اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ

فرما دیجئے کہ میں اسکا اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر میرے رب کی طرف سے حکم بھیجا گیا ہے یہ گویا بہت سی دلیلیں ہیں

وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰۳﴾

تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں

تفسیر

مکہ والے محض ضد اور دشمنی کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزات کا مطالبہ کرتے تھے اور جب کوئی معجزہ ان کو نہ دکھایا جاتا جس میں حق تعالیٰ کی کچھ نہ کچھ حکمت ہوتی تھی تو وہ لوگ کہتے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر واقعی آپ نبی ہیں تو پھر ہمیں یہ معجزہ کیوں نہیں دکھایا گیا؟، اسی کا جواب اس آیت میں یہ دیا گیا ہے کہ اے محمد آپ ان جاہلوں سے فرما دیجئے کہ میرا کام اپنے اختیار سے معجزے ظاہر کرنا نہیں ہے، میرا اصل کام تو ان احکامات کو ماننا ہے جو اللہ تعالیٰ میری طرف بھیجتے ہیں جس میں دین اسلام کی تبلیغ بھی

اقوال و تحقیق (صفحہ گذشتہ) عفو کی دو تفسیریں کی گئی ہیں، ایک وہ وجہ جس کو ہم نے اوپر بیان کیا، اور دوسری یہ کہ حضورؐ سے فرمایا جا رہا ہے کہ آپ سرسری برتاؤ قبول کر لیا کریں حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ اور مجاہد کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا ہے کہ لوگوں کی طرف سے سرسری برتاؤ اور سہل ترین اعمال کو قبول کریں مثلاً کوئی عذر کرے تو عذر قبول کریں اس کی چھان بین نہ کریں اس تفسیر کو جمہور مفسرین نے اختیار کیا ہے۔

شامل ہے، اس لئے میں اصلی کام میں مصروف ہوں اور میری نبوت کے لئے دوسرے وہ بیشمار معجزے بھی کافی ہیں جو تم پہلے دیکھ چکے ہو اور پھر قرآن کریم خود ایک بہت بڑا معجزہ ہے، اسی کو حق تعالیٰ نے هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ الخ میں فرمایا ہے کہ یہ قرآن تمہارے رب کی طرف سے بہت سی دلیلوں اور معجزوں کا مجموعہ ہے جس میں معمولی سی غور و فکر کرنے والا بھی یہ یقین کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہ کلام خدائے تعالیٰ ہی کا ہے کسی مخلوق کا اس میں کوئی دخل نہیں، اسکے بعد فرمایا کہ یہ قرآن کریم حق ہونے کی دلیل تو سارے جہاں کے لئے ہے مگر مقصد تک پہونچانے والا اور رحمت حق ..... کا مستحق بنانے والا صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو اس پر ایمان لاتے ہیں۔

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ

اور جب قرآن پڑھا جایا کرے تو اس کی طرف کان لگا دیا کرو اور خاموش رہا کرو امید ہے کہ تم

تُرْحَمُوْنَ (۲۰۴)

پر رحمت ہو

تفسیر اس سے پہلی آیت میں یہ بیان ہوا کہ قرآن کریم ہدایت و رحمت ہے اور لوگوں کے لئے سمجھنے کی چیز ہے، اس آیت میں ارشاد ہے کہ اس کی تلاوت کے وقت خاموش رہا کرو تاکہ اس کا احترام و تعظیم ہو سکے امید ہے کہ تم پر خدا کی رحمت ہوگی،

اس آیت کے شان نزول میں روایات مختلف ہیں کہ یہ حکم نماز کی قرارت کے بارے میں آیا ہے یا خطبہ کے یا مطلقاً قرارت قرآن کے خواہ وہ نماز یا خطبہ میں ہو یا دوسرے حالات میں، لیکن جمہور مفسرین رح کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ جس طرح آیت کے الفاظ عام ہیں اسی طرح اس کا حکم بھی سب حالات کے لئے عام ہے۔

لیکن بعض فقہاء علیہ الرحمہ نے یہ تفصیل فرمائی ہے کہ کان لگانا اور سننا صرف ان جگہوں میں واجب ہے جہاں قرآن کو سنانے ہی کے لئے پڑھا جا رہا ہو جیسے نماز و خطبہ وغیرہ میں، اور اگر کوئی شخص بطور خود تلاوت کر رہا ہے یا چند آدمی کسی ایک جگہ اپنی اپنی تلاوت کر رہے ہیں تو دوسرے کی آواز پر کان لگانا اور خاموش رہنا واجب نہیں، یہی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، بہرحال نماز سے باہر کی تلاوت کے بارے میں فقہاء نے کچھ گنجائش دی ہے، لیکن بہتر و افضل سب کے نزدیک یہی ہے کہ نماز سے باہر بھی جب کہیں تلاوت قرآن کی آواز آئے تو اسکو خاموش ہو کر سننے اسی لئے ان جگہوں پر جہاں لوگ سوتے ہوں یا کاروبار میں مصروف ہوں بلند آواز سے تلاوت

قرآن مناسب نہیں اور اسی طرح تلاوت قرآن کے وقت ریڈیو وغیرہ کھولنا ایسی جگہوں پر غیر مناسب ہے

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ

اور اے شخص اپنے رب کی یاد کیا کر اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ اور زور کی آواز کی

مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾

نسبت کم آواز کے ساتھ صبح اور شام اور اہل غفلت میں شمار مت ہونا

اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ

یقیناً جو تیرے رب کے نزدیک ہیں وہ اسکی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی

يُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ ع

بیان کرتے ہیں اور اس کو سجدہ کرتے ہیں

ذکر و تلاوت کے آداب

اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ اے لوگو اپنے رب کا ذکر کیا کرو آہستہ آواز سے اور ذرا بلند آواز سے عاجزی اور خوف کے ساتھ صبح و شام جمہور مفسرین نے فرمایا ہے کہ ذکر سے مراد عام ذکر ہے جو ذکر و تسبیح اور تلاوت کلام پاک سبھی کو شامل ہے۔

اس آیت سے ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن کی تین قسمیں معلوم ہوتی ہیں اول یہ کہ صرف دل ہی دل میں ذکر کرے یعنی ذکر و قرآن کے معانی کا تصور اور تفکر کرے، زبان کو بالکل حرکت نہ دے دوسرے یہ کہ اسکے ساتھ زبان کو بھی حرکت دے جس سے ہلکی سی آواز نکلے اور تیسرے یہ کہ دل بھی متوجہ ہو اور زبان بھی حرکت کرے اور بلند آواز بھی نکلے لیکن اتنی بلند نہیں کہ چیخنا معلوم ہو کیونکہ یہ ادب و احترام کے خلاف ہے، قرآن کریم کی ایک دوسری آیت سے اس کی مزید وضاحت ہو رہی ہے وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا اس آیت میں حضور علیہ السلام کو حکم ہے کہ اپنی قرأت میں نہ زیادہ جہر کریں اور نہ بالکل اخفا بلکہ ان دونوں کے درمیانی کیفیت رکھا کریں، نماز میں قرأت کے متعلق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہی ہدایت فرمائی تھی۔

صحیح حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخیر رات میں گھر سے نکلے اور حضرت ابوبکر کے مکان پر پہونچے تو دیکھا کہ وہ نماز میں مشغول تھے اور تلاوت آہستہ آہستہ کر رہے

تھے، پھر حضرت عمر رضؓ کے مکان پر پہونچے وہ بھی نماز میں مشغول تھے اور تلاوت خوب بلند آواز سے کر رہے تھے، جب صبح کو یہ دونوں حضرات حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے صدیق اکبر رضؓ سے فرمایا کہ میں رات تمہارے پاس گیا تو دیکھا کہ تم پست آواز سے تلاوت کر رہے تھے، حضرت ابوبکر صدیق نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے جس ذات کو سنانا تھا اس نے سن لیا یہ کافی ہے اسی طرح عمر فاروق سے فرمایا کہ آپ بلند آواز سے تلاوت کر رہے تھے، انھوں نے عرض کیا کہ میرا مقصد یہ تھا کہ نیند کا غلبہ نہ ہو اور شیطان قرآن سنکر بھاگ جائے، دونوں کی باتیں سنکر آپ نے حضرت ابوبکر رضؓ سے فرمایا کہ آواز کچھ بلند کیا کریں، اور عمر فاروق کو یہ ہدایت فرمائی کہ آواز کچھ پست کر لیا کریں۔

سجدۂ تلاوت کی فضیلت

اس سورۂ اعراف کی آخری آیت، آیت سجدہ ہے، سجدۂ تلاوت کی فضیلت کے متعلق مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضؓ سے منقول ہے کہ جب کوئی انسان آیت سجدہ پڑھتا ہے اور پھر فوراً سجدۂ تلاوت کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا بھاگتا ہے اور کہتا ہے کہ ہائے افسوس انسان کو سجدہ کرنے کا حکم ملا تو اس نے فوراً سجدہ کر لیا، اور اس کا ٹھکانہ جنت مقرر ہوا اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا میں نے نافرمانی کی تو میرا ٹھکانا جہنم بنا دیا گیا۔

الحمد للہ سورۂ اعراف کی تفسیر مکمل ہوئی



شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْأَنفَالِ ۖ قُلِ الْأَنفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ ۖ فَاتَّقُوا

یہ لوگ آپ سے غنیمتوں کا حکم دریافت کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ یہ غنیمتیں اللہ کی ہیں اور رسول کی ہیں سو تم اللہ

اللَّهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۖ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِن

سے ڈرو اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کرو اور اللہ کی اور اسکے رسول کی اطاعت کرو

كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١﴾

اگر تم ایمان والے ہو

شانِ نزول اس آیت کا شانِ نزول ترمذی شریف میں حضرت عبادہ بن صامت رضؓ سے یہ منقول ہے کہ یہ آیت ہمارے یعنی اصحاب بدر کے متعلق نازل ہوئی جس کا واقعہ یہ تھا کہ مال غنیمت کی تقسیم میں ہمارے درمیان کچھ اختلاف پیدا ہو گیا تھا جس نے ہمارے اخلاق پر بُرا اثر ڈالا۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعہ غنیمت کا مال ہمارے ہاتھوں سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سپرد کر دیا اور حضور نے اس جنگ میں شرکت کرنے والوں میں برابر تقسیم فرما دیا۔

تفسیر ارشاد ہے کہ یہ لوگ آپ سے مال غنیمت کا حکم دریافت کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ یہ غنیمتیں اللہ کی ہیں یعنی وہ اللہ کی ملک ہیں اس کو ہی حق ہے کہ اس کے متعلق جو چاہے حکم کرے، اور یہ غنیمتیں رسول کی ہیں یعنی وہ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم پا کر اس پر عمل کریں، حاصل یہ کہ مال غنیمت میں تمہاری رائے کو کوئی دخل نہیں بلکہ اس کا فیصلہ حکم شرعی پر ہوگا، پس تم دنیا کی حرص مت کرو اور آخرت کے طالب رہو اس طور پر کہ اللہ سے ڈرو اور اپنے آپسی تعلقات کی اصلاح کرو کہ آپس میں حسد و بغض نہ رہے اور اللہ و رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کرو اگر تم ایمان والے ہو۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَ

بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں

إِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ

اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے

يَتَوَكَّلُونَ ﴿٢﴾ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ

رب پر توکل کرتے ہیں جو کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے وہ اس

يُنفِقُونَ ﴿٣﴾ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ

میں سے خرچ کرتے ہیں سچے ایمان والے یہ لوگ ہیں ان کے لئے بڑے درجے ہیں ان کے رب

رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٤﴾

کے پاس اور مغفرت ہے اور عزت کی روزی

تفسیر: پچھلی آیت میں تھا کہ اگر تم ایمان والے ہو، ان آیات میں اس کی تشریح ہے کہ

ایمان والے کون ہیں یعنی ایمان والوں کی کیا کیا صفتیں ہیں، ان آیات میں کامل ایمان والوں کی پانچ صفتیں بیان کی گئی ہیں، اوّل یہ کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے دل خدا کی عظمت و جلال اور ہیبت سے ڈر جاتے ہیں، بعض حضرات مفسرین نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو گناہ کا ارادہ کرتے ہیں اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈرو، تو وہ فوراً اللہ کے عذاب کے ڈر سے اس گناہ سے رک جاتے ہیں، دوسری صفت ان کی یہ ہے کہ جب اللہ کا کلام پڑھ کر ان کو سنایا جاتا ہے تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے یعنی ان کے نور ایمان میں ترقی ہوتی ہے، تیسری صفت ان کی یہ ہے کہ وہ اپنے رب پر ہی بھروسہ رکھتے ہیں، یعنی وہ اپنے تمام کام اللہ ہی کے سپرد کر دیتے ہیں، نہ خدا کے سوا کسی سے امید رکھتے ہیں نہ خوف ان کا یہ پختہ یقین ہوتا ہے کہ جو کرے گا اللہ ہی کرے گا، چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ نماز کی پابندی کرتے ہیں، یعنی نماز کو پورے آداب و شرائط کے ساتھ پڑھتے ہیں، پانچویں صفت یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا ہے اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، صاحب معارف نے لکھا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا عام ہے جو تمام نفلی و واجبی صدقات کو شامل ہے، نیز مہمانوں، دوستوں اور بزرگوں کی مالی خدمت کو بھی شامل ہے۔

آیت کے اخیر میں فرمایا کہ جن لوگوں میں یہ پانچوں صفتیں ہوں گی وہ سچے پکے مسلمان ہیں ان کیلئے حق تعالیٰ شانہ کے یہاں بڑے بڑے درجات ہیں اور ان کے لئے مغفرت ہے اور عزت کی روزی ہے حضرت عبادہؓ بن صامت سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کے اندر سو درجات ہیں اور ہر درجہ کا دوسرے درجہ سے اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے اور فردوس سب سے اونچا درجہ ہے اس سے جنت کی چار نہریں نکلتی ہیں اس سے اوپر عرش ہوگا اس کے بعد حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ دعا کرتے وقت تم فردوس مانگا کرو ایک روایت میں ہے کہ جنت والے (جو نیچے والے درجے میں ہوں گے) اوپر کی جنت والوں کو ایسے دیکھیں گے جیسے آسمان پر ستارے اور ابوبکرؓ و عمرؓ انھیں میں سے ہوں گے۔

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ

جیسا آپ کے رب نے آپ کے گھر سے مصلحت کے ساتھ آپ کو روانہ کیا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس

الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَمَا تَبَيَّنَ

کو گراں سمجھتی تھی وہ اس مصلحت (کے کام ہیں بعد اسکے کہ اس کا ظہور ہو گیا تھا اپنے بچاؤ

كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنظُرُونَ ﴿٦﴾

کیسے آپ سے اس طرح جھگڑ رہے تھے کہ گویا کوئی ان کو موت کی طرف ہانکے لئے جاتا ہے اور وہ دیکھ رہے ہیں

تفسیر ان آیات میں جنگ بدر کا ابتدائی حصہ بیان کیا گیا ہے، ارشاد ہے کہ جس وقت آپ کے رب نے آپ کے گھر اور بستی یعنی مدینہ طیبہ سے مصلحت کے ساتھ مقام بدر کی طرف روانہ کیا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اپنی تعداد اور سامان جنگ کی کمی کی وجہ سے طبعًا اس کو گراں اور ناپسند کرتی تھی باوجودیکہ ان کو اپنی کامیابی کا علم ہو چکا تھا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو یہ خوشخبری سنادی تھی کہ مجھ سے اللہ پاک نے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ ان دونوں جماعتوں میں سے ایک پر ہمارا غلبہ ہوگا، دونوں جماعتوں سے مراد ایک ابوسفیان کا تجارتی قافلہ ہے اور دوسرا یہ مکہ سے آنے والا لشکر! بہرحال یہ حضرات اپنے بچاؤ کے لئے بطور مشورہ آپ سے اس طرح جھگڑ رہے تھے کہ گویا کوئی ان کو موت کی طرف ہانکے لئے جاتا ہے اور وہ موت کو گویا دیکھ رہے ہیں، اول تو رمضان کا مہینہ پھر قریش کی تعداد ان کے مقابلہ میں تین گنی تھی اور پھر وہ بھی سامان جنگ سے مسلح بے شمار گھوڑوں اور اونٹوں کے ساتھ اور صحابہ کی جماعت تعداد میں بھی کم اور پھر بے سروسامان کے، اس لئے ان کو ایسا محسوس ہو رہا تھا گویا ہم موت کے منہ میں جا رہے ہیں، یہ حالت تمام صحابہ کی نہیں تھی بلکہ ان میں سے بعض حضرات نے حضور علیہ السلام سے مشورہ لینے کے وقت جہاد سے اپنی کم ہمتی ظاہر کی تھی

صحابۂ کرام نے اگرچہ جہاد میں شرکت سے انکار نہیں کیا تھا بلکہ مشورہ میں اپنا کمزور ہونا اور پست ہمتی کا اظہار کیا تھا مگر رسول اللہ کے ساتھیوں سے ایسے مشورہ کا اظہار بھی ان کے بلند مقام کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کو ناپسند تھا اس لئے ناراضی کے الفاظ سے اس کو بیان فرمایا۔

واقعۂ جنگ بدر اس سورۂ انفال میں زیادہ تر مضامین جنگ بدر کے موقع کے ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ مختصر جنگ بدر کا واقعہ یہاں بیان کر دیا جائے، نیز اس آیت کی مکمل تفسیر بھی اس واقعہ کی مدد سے آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے۔

قریش کا مایۂ ناز اور تمام طاقت و قوت اور شان و شوکت کا سبب چونکہ ملک شام کی تجارت تھی اسی کے بل پر انھوں نے رسول اللہ اور آپ کے ساتھیوں کو پریشان کر کے مکہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا اس لئے سیاسی اصول کے مطابق ضرورت تھی کہ ان کی اس قوت و شوکت کو توڑنے کے لئے ملک شام کی تجارت کے سلسلہ کو بند کیا جائے۔ ایک مرتبہ قریش کا ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ ملک شام سے واپس آرہا تھا جس میں اس وقت کے چھبیس لاکھ اور اس وقت

کے چھبیس کروڑ کا مال تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو ۱۲ رمضان المبارک ۲ھ کو تین سو چودہ صحابۂ مہاجرین و انصار کو ساتھ لے کر مقابلے کے لئے خود تشریف لے گئے، روحا میں پہونچ کر ڈیرہ ڈال دیا (روحا مدینہ کے جنوب کے جانب میں چالیس میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے) ادھر قریشی قافلے کے سردار کو اس کی اطلاع ہو گئی اس لئے وہ راستہ کاٹ کر دریا کے کنارے کنارے قافلہ کو لے کر چلا، اور ساتھ ہی ایک سوار کو مکہ کی طرف دوڑا دیا کہ قریش اپنی پوری طاقت کے ساتھ جلد موقع پر پہونچیں اور اپنے تجارتی قافلہ کی حفاظت کریں، قریش پہلے ہی سے مسلمانوں پر حملے کے منصوبے بنا رہے تھے، اس خبر کا مکہ میں پہونچنا تھا کہ فوراً ساڑھے نو سو نوجوانوں کا ایک بڑا لشکر جس میں سو گھوڑے اور سات سو اونٹ تھے آپ کے مقابلے کیلئے روانہ ہو گیا اس لشکر میں قریش کے بڑے بڑے سردار بھی تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع ملی تو آپ نے صحابہ رضؓ سے مشورہ کیا حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور عمر فاروق رضؓ اور دوسرے صحابہ رضؓ نے اپنی جان و مال کو پیش کر دیا، انصار میں سے قبیلہ خزرج کے سردار سعد بن عبادہ رضؓ نے کہا کہ اگر آپ حکم دیں تو ہم سمندر میں کود پڑیں، حضرت مقداد رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے سے لڑیں گے، اپنے صحابہ کے ان جذبات کو سنکر آپ بہت خوش ہوئے اور صحابہ کو آگے بڑھنے کا حکم فرمایا، مقام بدر کے قریب پہونچے تو معلوم ہوا کہ ابوسفیان تو اپنے قافلۂ تجارت کو لے کر نکل گیا ہے، اور قریش کا بڑا لشکر اسی میدان بدر کے دوسرے کنارے پڑا ہے، لشکر قریش نے پہلے ہی پہونچ کر ایسی جگہ قبضہ کر لیا ہے جو جنگی محاذ کے لئے بہتر تھی، پانی کے مواقع بھی سب اسی طرف تھے، مسلمانوں کے حصہ میں ایسی ریتلی زمین آئی کہ اس میں چلنا بھی دشوار تھا اور پانی کا بھی کوئی نام و نشان نہ تھا، چونکہ حق تعالیٰ کو حضورؐ کے

اقوال و تحقیق کما اخرجک :- لفظ کما تشبیہ کے لئے استعمال ہوتا ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ یہاں تشبیہ کس چیز کی کس چیز سے دی گئی ہے۔ حضرات مفسرینؒ نے اس کی مختلف توجیہات بیان فرمائی ہیں، امام تفسیر ابو حیانؒ نے اس طرح کے پندرہ اقوال نقل کئے ہیں ہم ان میں سے راجح قول کو یہاں لکھتے ہیں، جس طرح غزوۂ بدر کے مال غنیمت کے تقسیم میں کچھ اختلاف ہو گیا تھا اور پھر حکم خداوندی کے مطابق سب نے حضور علیہ السلام کا حکم مانا جس کے برکات و اچھے نتائج سامنے آئے بس اسی طرح اس جہاد کے شروع میں کچھ حضرات کی جانب سے ناپسندیدگی کا اظہار ہوا اور پھر جب حکم خداوندی کے مطابق حضور علیہ السلام کے حکم کو مانا تو اس کے نتائج بھی بہتر سامنے آئے، یہ توجیہ فرّاء اور مبرّد کی طرف منسوب کی گئی ہے۔

ساتھیوں کو فتح و کامیابی نصیب کرنا تھی اس لئے غیب سے مدد فرمائی اور اسی وقت خوب بارش ہوئی جس سے زمین کا ریت بھی جم گیا اور پورے لشکر نے سیراب ہو کر پانی پیا اور اپنے سب برتن بھر لئے اور زمین میں حوض بنا کر پانی کو روک لیا جو بارش مسلمانوں کے لئے رحمت بنی وہی کفار قریش کے لئے زحمت بن گئی، ان کی زمین میں اس بارش کی وجہ سے کیچ ہو گیا جس سے چلنا مشکل ہو گیا، اس کے بعد گھمسان کی لڑائی ہوئی اور اس میں کھلی فتح اللہ پاک نے مسلمانوں کو عطا فرمائی۔

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ

اور تم لوگ اس وقت کو یاد کرو جب کہ اللہ تعالیٰ تم سے ان دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کرتے تھے کہ وہ تمہارے ہاتھ آجائیگی

اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ

اور تم اس تمنا میں تھے کہ غیر مسلح جماعت تمہارے ہاتھ آجاوے اور اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ اپنے احکام سے حق کا

الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۷ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَ

حق ہونا ثابت کردے اور ان کافروں کی بنیاد کو قطع کردے تاکہ حق کا حق ہونا اور

يُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۸

باطل کا باطل ہونا ثابت کردے گو یہ مجرم لوگ ناپسند ہی کریں

تفسیر اس آیت پاک میں جنگ بدر میں شریک ہونے والے صحابہؓ کو یہ خوشخبری دی گئی ہے کہ دونوں جماعتوں یعنی تجارتی قافلہ یا لشکر قریش میں سے تم کو ایک پر فتح و نصرت اور غلبہ دیا جائیگا، ظاہر ہے کہ تجارتی قافلہ پر غلبہ پانا آسان تھا اور مسلح لشکر پر بہت مشکل، اس لئے اس خوشخبری کو سنکر کچھ صحابہ رضؓ کی یہ خواہش ہوئی کہ تجارتی قافلہ پر غلبہ حاصل ہو جائے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بہت سے اجل صحابہ کا باشارات ربانی یہ قصد ہوا کہ مسلح لشکر پر غلبہ ہو تو بہتر ہوگا۔

اس آیت میں تجارتی قافلہ پر غلبہ چاہنے والے مسلمانوں کو متنبہ کیا گیا ہے کہ تمہیں تو اپنی سہولت پسندی اور خطرات سے بچے رہنے کی غرض سے یہی پسند تھا کہ غیر مسلح تجارتی قافلہ پر غلبہ ہو جائے اور اللہ پاک کا ارادہ یہ تھا کہ اسلام کا اصل مقصد حاصل ہو یعنی حق کا حق ہونا واضح ہو جائے اور کافروں کی جڑ کٹ جائے، اور ظاہر ہے کہ یہ کام اسی وقت ہو سکتا تھا جبکہ مسلح لشکر پر مسلمانوں کا مکمل غلبہ و قبضہ ہو جاتا، اسی بات کو دوسری آیت میں اور واضح طور پر

فرمایا گیا ہے کہ اللہ کے قبضہ قدرت سے تو کوئی چیز باہر نہیں، اگر وہ چاہتے تو تجارتی قافلہ پر بھی غلبہ دے سکتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور صحابہ کرام رضی کی شایان شان اس کو سمجھا کہ مسلح لشکر سے مقابلہ ہو کر اس پر غلبہ و قبضہ ہو تاکہ حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا سب کے سامنے واضح ہو کر آجائے اگرچہ یہ مجرم لوگ یعنی مغلوب ہونے والے کفار قریش اس کو کتنا ہی ناپسند کیوں نہ کریں۔

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ

اور اس وقت کو یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری سن لی کہ میں تم کو ایک ہزار

مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ﴿٩﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ

فرشتوں سے مدد دوں گا جو سلسلہ وار چلے آویں گے اور اللہ تعالیٰ نے یہ امداد محض اس کے لئے کی کہ بشارت ہو اور

بِهِ قُلُوبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿١٠﴾ ع ۱۰/۱۵

تاکہ تمہارے دلوں کو قرار ہو جاوے اور نصرت صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے جو کہ زبردست حکمت والے ہیں

تفسیر اس آیت میں ارشاد ہے کہ اس وقت کو یاد کرو جب تم اپنی تعداد اور سامان جنگ کی کمی اور دشمن کی کثرت دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہے تھے اور اپنی مدد کی دعا مانگ رہے تھے چنانچہ حضورؐ دعا مانگتے تھے اور صحابہ کرام آمین کہتے تھے، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے آپ کی دعا کے یہ کلمات نقل کئے ہیں "یا اللہ مجھ سے جو وعدہ آپ نے فرمایا ہے اس کو جلد پورا کر دیجئے، یا اللہ اگر مسلمانوں کی یہ مختصر سی جماعت فنا ہو گئی تو پھر زمین پر آپ کی عبادت کرنے والا کوئی باقی نہ رہے گا، (کیونکہ ساری زمین کفر و شرک سے بھری ہوئی ہے، یہی چند مسلمان ہیں جو صحیح عبادت کرتے ہیں) حضرت ابوبکرؓ حضور کے قریب آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ بس کیجئے اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا۔

اسی آیت میں دعاء کی قبولیت کو بھی بیان فرما دیا گیا ہے کہ تمہارے رب نے تمہاری فریاد سن لی، میں ایک ہزار[1] فرشتوں سے تمہاری امداد کروں گا جو سلسلہ وار چلے آئیں گے، آگے ارشاد ہے کہ اللہ نے فرشتوں کی امداد اس حکمت و مصلحت کے لئے کی تاکہ تمکو غلبہ پانے کی خوشخبری ہو، اور تاکہ تمہارے دلوں کو قرار آجائے، تم مطمئن ہو جاؤ چونکہ انسان کی تسلی طبعی طور پر اسباب

---

[1] اس مقام کی تفصیل سورۂ آل عمران میں دیکھی جا سکتی ہے۔ محمد یعقوب غفرلہ و لوالدیہ

سے ہوتی ہے اس لئے اللہ نے اس کا بھی انتظام فرمایا ورنہ درحقیقت نصرت وغلبہ تو صرف حق تعالیٰ شانہ کی ہی طرف سے ہے جو کہ زبردست حکمت والا ہے۔

إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ

اس وقت کو یاد کرو جب کہ اللہ تعالیٰ تم پر اونگھ طاری کر رہا تھا اپنی طرف سے چین دینے کے لئے اور تم پر آسمان سے پانی

السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ

برسا رہا تھا تاکہ اس پانی کے ذریعہ تم کو پاک کردے اور تم سے شیطانی وسوسہ کو دفع کردے

وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ﴿١١﴾

اور تمہارے دلوں کو مضبوط کردے اور تمہارے پاؤں جمادے

اصحاب بدر پر انعام خداوندی

پیچھے سے جنگ بدر اور اصحاب بدر پر انعام خداوندی کا ذکر ہو رہا ہے، چنانچہ اس سے پہلے فرشتوں کی امداد وغیرہ انعام کا ذکر ہوا، ان آیات میں دو انعاموں کا تذکرہ ہے، اوّل ان پر اونگھ طاری ہوجانا، دوسرے بارش کا ہونا، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضؓ نے فرمایا کہ جنگ میں نیند کا آنا ... اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے جس سے مجاہدین کا تکان دور کرکے اطمینان وسکون بخشا ہوتا ہے، اور نماز میں نیند کا آنا شیطان کی طرف سے ہوتا ہے، حضرت قتادہ رضؓ نے فرمایا کہ اونگھ اللہ کی طرف سے نازل شدہ چین وسکون تھا اور اسکا نزول دو مرتبہ ہوا ہے، ایک مرتبہ جنگ بدر میں اور دوسری مرتبہ جنگ اُحد میں، حضرت علی مرتضیٰؓ نے فرمایا کہ غزوۂ بدر کی اس رات میں ہم میں سے کوئی باقی نہیں رہا جو سویا نہ ہو، صرف رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم تمام رات بیدار رہ کر صبح تک نماز تہجد میں مشغول رہے۔

دوسرا انعام بارش کا ہونا ہے، بارش ان کے لئے رحمت اس طرح ثابت ہوئی کہ صحابۂ کرام نے جس جگہ ڈیرا ڈالا تھا وہ نچلا حصہ تھا اور ریتلا تھا بارش ہوجانے پر ریت جم گیا اور یہ آرام سے اس پر چلنے لگے، اور کفار قریش جس جگہ پر تھے وہاں اس بارش سے کیچڑ ہوگیا، جس کی وجہ سے ان کا چلنا پھرنا مشکل ہوگیا اور اس بارش سے اللہ پاک نے مسلمانوں کو پاک کردیا، یعنی بے وضو اور بے غسل ہونے کی حالت سے، اور اس بارش کے ذریعہ مسلمانوں سے شیطانی وسوسہ کو دور کردیا۔ شیطان نے یہ وسوسہ ڈالا تھا کہ تمہارا دعویٰ ہے کہ ہم خدا کے دوست ہیں، ہمارے میں اللہ کا مقدس وبرگزیدہ رسول ہے مگر اسکے باوجود پانی پر قبضہ دشمنوں کا ہے جس کی وجہ سے تم بغیر

طہارت کے نماز پڑھ رہے ہو پھر کس طرح تم اللہ کے دوست ہو، اور تم میں اللہ کا رسول کیسا ہے کہ تم پر خدا کی مدد نہیں آتی اور اس بارش کے ذریعہ تمہارے دلوں کو مضبوط کر دیا، یعنی اللہ کی مہربانی پر اعتماد رکھنے اور دلوں کے اندر سکون نازل ہونے کی وجہ سے تمہارے دل مضبوط ہو گئے۔

إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ

جب کہ آپ کا رب فرشتوں کو حکم دیتا تھا کہ میں تمہارا ساتھی ہوں سو تم ایمان والوں کی

آمَنُوا ۚ سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا

ہمت بڑھاؤ میں ابھی کفار کے قلوب میں رعب ڈالے دیتا ہوں سو تم گردنوں

فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿١٢﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ

پر مارو اور ان کے پور پور کو مارو یہ اس بات کی

شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ وَمَن يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ

سزا ہے کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ اور اسکے رسول کی مخالفت کرتا ہے

اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿١٣﴾ ذَٰلِكُمْ فَذُوقُوهُ وَأَنَّ لِلْكَافِرِينَ

سو اللہ تعالیٰ (اس کو) سخت سزا دیتے ہیں سو یہ سزا چکھو اور جان رکھو کہ کافروں کیلئے

عَذَابَ النَّارِ ﴿١٤﴾

جہنم کا عذاب مقرر ہی ہے

تفسیر اس آیت میں بھی خدائے تعالیٰ کے ایک انعام واحسان کا تذکرہ ہے، ارشاد ہے کہ اس وقت کو بھی یاد کرو کہ اللہ پاک نے ان فرشتوں سے جو جنگ میں تمہاری امداد کے لئے بھیجے تھے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کی ہمت بڑھاؤ میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا بس تم ان کی گردنوں پر مارو اور ان کے جسم کے ہر ہر جوڑ پر مارو، صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں نے صرف جنگ میں شرکت ہی نہیں کی بلکہ باقاعدہ قتل وقتال بھی کیا ہے چند روایات سے اسکا ثبوت بھی ملتا ہے۔

ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللہ الخ اس آیت میں کفار قریش کو اس سزا کے دینے کی وجہ بیان فرمائی گئی ہے، ارشاد ہے کہ ہم نے ان کو یہ سزا انسانوں اور فرشتوں کے ذریعہ اس وجہ سے دی کہ

انھوں نے اللہ و رسول کی مخالفت کی، یاد رکھو جو اللہ و رسول کی مخالفت کرتا ہے اس کو سخت عذاب دیا جاتا ہے۔ آخری آیت میں ان کفار قریش کو مخاطب کرکے فرمایا گیا کہ یہ عذاب جو اس جنگ بدر کے موقع پر یا دنیا میں ہم نے دیا ہے اس کو چکھو اور آخرت کا عذاب اس سے کہیں زیادہ سخت ہوگا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا فَلَا

اے ایمان والو جب تم کافروں سے دوبدو مقابل ہو جاؤ تو ان سے

تُوَلُّوهُمُ الْأَدْبَارَ ﴿١٥﴾ وَمَن يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا

پشت مت پھیرنا اور جو شخص ان سے اس موقع پر پشت پھیریگا مگر ہاں جو لڑائی کے

لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ

لئے پینترا بدلتا ہو یا اپنی جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو وہ مستثنیٰ ہے باقی اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے غضب

جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿١٦﴾

میں آجائیگا اور اسکا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے

میدان جنگ سے بھاگنا جائز نہیں

ان دو آیتوں میں یہ بات بتلائی گئی ہے کہ اے مسلمانو جس وقت تم جہاد کے لئے نکل چکے ہو اور جنگ شروع ہو جائے تو پھر تمہارے لئے یہ جائز نہیں کہ تم دشمن کے مقابلہ سے پیچھے ہٹو، بلکہ ہر حال میں جم کر دشمنوں سے مقابلہ کرو، یاد رکھو جو کوئی بھاگے گا تو وہ اللہ کے غضب میں آجائیگا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا، ہاں دو صورتوں میں تم کو بھاگنے کی اجازت ہے اول یہ کہ لڑائی کے لئے پینترا بدلنا مقصد ہو یعنی میدان چھوڑنا ڈر کی وجہ سے نہیں بلکہ جنگی چال کی وجہ سے ہو کہ صرف دشمن کو دکھانا مقصود ہے کہ میرا مقابل میدان سے ہٹ گیا اور پھر جیسے ہی دشمن غفلت میں آیا تو فوراً اس پر حملہ کر دیا، دوسرے اس صورت میں پیچھے ہٹنے کی اجازت ہے کہ مجاہد لڑتے لڑتے تھک جائے اور واپس اپنی جماعت میں آملے اور مقصد یہ ہو کہ تکان دور ہو جانے کے بعد دوبارہ جاکر لڑوں گا یا اپنے موجودہ لشکر کی کمزوری کا احساس کرکے اسلئے پیچھے ہٹے کہ اپنی طاقت بڑھا کر دوبارہ پھر سے حملہ کروں گا۔

ان آیات میں میدان جنگ چھوڑنے کی ممانعت عام ہے، چاہے دشمن کتنی ہی بڑی تعداد میں کیوں نہ ہو جنگ بدر میں یہی حکم تھا مگر اسکے بعد اس حکم میں تخفیف کر دی گئی چنانچہ اسی سورۃ

انفال کی آیت ۶۶ میں یہ قانون بتلادیا گیا کہ اگر دشمن ہوگئے ہیں تب تو میدان سے بھاگنے کی اجازت نہیں، بھاگنے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا، ہاں اگر دشمن دوگنے سے زیادہ ہیں تب اگر مسلمان میدان چھوڑ دیتے ہیں تو گنہگار نہیں ہوں گے۔

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ

سو تم نے ان کو قتل نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا اور آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی لیکن

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ۭ اِنَّ

اللہ تعالیٰ نے وہ پھینکی اور تاکہ مسلمانوں کو اپنی طرف سے ان کی محنت کا خوب عوض دے، بلاشبہ

اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۸﴾

اللہ تعالیٰ خوب سننے والے خوب جاننے والے ہیں ایک بات تو یہ ہوئی اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کی تدبیر کو کمزور کرنا تھا

شان نزول حضرت مجاہدؒ سے منقول ہے کہ جب صحابہ کرام جنگ بدر سے فارغ ہوکر لوٹے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ میں نے فلاں کافر کو قتل کیا ہے، اور میں نے فلاں کو اس پر یہ آیت فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ الخ نازل ہوئی، جس میں فرمایا گیا ہے کہ تم نے ان کو اپنی قوت کی بدولت قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو قتل کیا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہاری نصرت و مدد فرمائی، ان پر رعب ڈالا اور فرشتوں کے ذریعہ مدد کرا کر تمہیں ان پر غلبہ عطا فرمایا، حاصل یہ کہ تمکو فخر و ناز نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ تم نے محض اپنی طاقت کے بل پر دشمنوں کو قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے چاروں طرف سے تمہاری مدد فرما کر دشمنوں کو قتل کیا ہے، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا جو دشمنوں پر خاک اور کنکریوں کی مٹھی بظاہر آپ نے پھینکی ہے وہ بھی درحقیقت آپ نے نہیں پھینکی بلکہ ہم نے پھینکی ہے، کنکریاں پھینکنے کا واقعہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضؓ وغیرہ سے اس طرح نقل کیا گیا ہے کہ جنگ کے دن جبوقت قریش کے ایک ہزار جوانوں کا لشکر ٹیلہ کے پیچھے سے اپنی طاقت پر گھمنڈ کرتا ہوا میدان میں آیا اس وقت حضور علیہ السلام نے دعا کی یا اللہ تجھکو جھٹلانے والے یہ قریش گھمنڈ کرتے ہوئے آرہے ہیں آپ نے جو ان پر فتح و کامیابی کا وعدہ مجھ سے فرمایا ہے اس کو جلد پورا کیجئے، اسی وقت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا آپ ایک مٹھی خاک کی لے کر دشمنوں کے لشکر کی طرف پھینک دیں، چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا ایک روایت میں ہے کہ آپ نے تین مرتبہ مٹی اور کنکریوں کی مٹھی بھر کر ایک لشکر کے داہنے حصہ پر دوسری بائیں پر

اور تیسری سامنے کی طرف پھینکی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس مٹی اور کنکری کی مٹھی کو اللہ پاک نے معجزانہ انداز سے اس طرح پھیلا دیا کہ دشمن کے لشکر کا کوئی آدمی ایسا نہیں بچا جس کی آنکھ اور چہروں پر یہ دھول اور کنکریاں نہ پہونچی ہوں جس کا اثر یہ ہوا کہ پورے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی اور مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا، اور فرشتوں نے بھی ان کے ساتھ قتال کیا اور بالآخر دشمنوں کو سخت ناکامی ہوئی، ان کے ستر آدمی مارے گئے اور ستر ہی گرفتار کر لئے گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے تمکو جو غلبہ عطا کیا وہ اس لئے تاکہ دین اسلام غالب ہو اور دشمن مغلوب ہوں اور اس لئے تاکہ اس جنگ میں شریک ہونے والوں کو خوب اجر و ثواب مرحمت فرمائیں، اور امداد غیبی دیکھ کر ان کے ایمان میں مزید تقویت آئے اور خدا کا قرب نصیب ہو اور ایک غرض اس میں یہ بھی تھی کہ کافروں کی تدبیر کو کمزور کرنا تھی اور یہ اسی وقت ہو سکتا تھا جبکہ کافر اپنے سے زیادہ والے بلکہ اپنے سے کمزور کے ہاتھوں ناکام و مغلوب ہوتے، یہی وجہ ہے کہ اللہ پاک نے مسلمانوں کا مقابلہ تجارتی قافلہ سے نہیں کرایا، جو رعب مسلمانوں کی طرف سے ان کے دلوں میں اس جنگ سے پیدا ہوا ہے وہ تجارتی قافلہ پر حملہ کرنے سے نہ ہوتا۔

إِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَإِنْ تَنْتَهُوا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ

اور اگر تملوگ فیصلہ چاہتے ہو تو وہ فیصلہ تو تمہارے سامنے آموجود ہوا۔ اور اگر باز آجاؤ تو یہ تمہارے لئے بہت

وَإِنْ تَعُودُوا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَلَوْ

خوب ہے اور اگر تم پھر وہی کام کروگے تو ہم بھی پھر وہی کام کریں گے اور تمہاری جمعیت تمہارے ذرا بھی کام نہ

كَثُرَتْ ۙ وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٩﴾

آوے گی گو گنتی زیادہ ہو، اور واقعی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہے

شان نزول جس وقت کفار قریش کا لشکر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا تو مکہ سے نکلنے سے پہلے لشکر کے سردار ابوجہل وغیرہ نے بیت اللہ کا پردہ پکڑ کر دعا مانگی اور عجیب بات یہ ہے کہ انھوں نے اپنی فتح کی دعا کرنے کے بجائے عام الفاظ میں اس طرح دعا مانگی، یا اللہ، دونوں لشکروں میں جو زیادہ اعلیٰ و افضل ہو، جو زیادہ ہدایت پر ہو، جو زیادہ کریم و شریف ہو، جس کا دین افضل ہو اس کو فتح و کامیابی عطا فرما، کفار قریش یہ سمجھ بیٹھے کہ ہم مسلمانوں کے مقابلہ میں حق پر ہیں اس لئے اس طرح دعا کی مگر ان کو یہ خبر نہ تھی کہ اس دعا میں وہ درحقیقت اپنے لئے بددعا اور مسلمانوں کے لئے دعا کر رہے ہیں، بہرحال جنگ ختم ہو جانے کے بعد نتیجہ سامنے

آگیا، جو اس آیت نازل فرما کر انھیں سنا دیا گیا، ارشاد ہے کہ اگر تم لوگ حق و باطل کا فیصلہ چاہتے ہو تو وہ فیصلہ تمھارے سامنے آچکا ہے یعنی جو حق پر تھا ہم نے اس کو کامیاب و غالب فرما دیا ہے، بس اب واضح ہو کر حق تمھارے سامنے آگیا ہے اس لئے تمھارے لئے بہتری اور کامیابی اسی میں ہے کہ اب ہمارے رسول محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے باز آجاؤ، اور یاد رکھو اگر تم اب بھی باز نہ آئے تو ہم پھر سے مسلمانوں کو تم پر غالب کر دیں گے اور یہ بھی سوچ لو کہ اگر تم کو اپنی کثرت و جمعیت پر گھمنڈ ہو کر اس مرتبہ اس سے بھی بڑا اور مضبوط لشکر لے کر مسلمانوں سے مقابلہ کریں گے تو یاد رکھو تمھاری کثرت و قوت تمھارے بالکل کام نہ آئے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مدد ایمان والوں کے ساتھ ہے، کبھی کسی وجہ سے ان کا غلبہ نہ ہو تو وہ ایک الگ بات ہے جیسا کہ جنگ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر قائم نہ رہنے کی وجہ سے ہوا تھا مگر اصلی بات یہی ہے کہ خدائے تعالیٰ کی مدد و نصرت مومنوں ہی کے ساتھ ہوتی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ

اے ایمان والو اللہ کا کہنا مانو اور اسکے رسول کا اور اس کہنا ماننے سے روگردانی مت کرو اور

أَنْتُمْ تَسْمَعُونَ ﴿٢٠﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ

تم سن تو لیتے ہی ہو اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم نے سن لیا

لَا يَسْمَعُونَ ﴿٢١﴾ إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ

حالانکہ وہ سنتے سناتے کچھ نہیں بے شک بدترین خلائق اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو بہرے ہیں گونگے

الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٢٢﴾ وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَّأَسْمَعَهُمْ

ہیں جو کہ ذرا نہیں سمجھتے اور اگر اللہ تعالیٰ ان میں کوئی خوبی دیکھتے تو ان کو سننے کی توفیق دیتے اور

وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوا وَّهُم مُّعْرِضُونَ ﴿٢٣﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

اگر ان کو اب سنا دیں تو ضرور روگردانی کریں گے بے رخی کرتے ہوئے اے ایمان والو تم اللہ

آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ

اور اسکے رسول کے کہنے کو بجالایا کرو جب کہ رسول تمکو تمھاری زندگی بخش چیز کی طرف بلاتے ہوں اور جان

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٢٤﴾

رکھو کہ اللہ تعالیٰ آڑ بن جاتا ہے آدمی اور اسکے قلب کے درمیان میں اور بلاشبہ تم سب کو خدا ہی کے پاس جمع ہونا ہے

اصل کامیابی خدا و رسول کی فرمانبرداری ہے

اس سے پہلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے، یہاں ارشاد ہے کہ خدا کا تمہارے ساتھ ہونا صرف نام سے مسلمان کہلانے کی وجہ سے نہیں بلکہ جبھی ہے جبکہ تم اللہ اور اسکے رسول کی فرمانبرداری کرو، اور رسول کا حکم سن کر روگردانی مت کرو، حقیقت میں جب تک مسلمانوں میں یہ دو باتیں رہیں تو خدا کا مکمل سایہ ان پر رہا، دنیا کی سلطنتیں باوجود بے سروسامانی کے ان کے ہاتھ میں دیدیں، اور جب اس قوم مسلم نے اللہ و رسول کی فرمانبرداری سے منہ موڑا ہے تو اللہ پاک نے بھی اپنی نعمتوں اور رحمتوں کا سایہ ان سے اٹھا لیا ہے۔

بہرحال ان آیات میں فرمایا جارہا ہے کہ خدا و رسول کے مکمل فرمانبردار بنو، منافقوں جیسے مت ہوجاؤ کہ جو زبان سے کہتے تھے کہ ہم نے اے خدا تیرا حکم سن لیا مگر اس کو دل سے نہیں سنتے تھے یعنی اس کو اعتقاد و عمل کی نیت سے نہیں سنتے تھے، ایسے لوگوں کو اللہ نے جانوروں سے بھی بدترین فرمایا ہے، ارشاد ہے کہ مخلوق میں سب سے زیادہ برے اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو حق بات اعتقاد کے ساتھ سننے سے بہرے ہیں اور حق بات کہنے سے گونگے ہیں، اور حق بات سمجھنے سے بے عقل اور کورے ہیں، بہرحال انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کی جو وجہ ہے اس سے یہ بالکل محروم ہیں کیونکہ وہ ازلی گمراہ ہیں اگر ان کو اس موجودہ حالت میں جبکہ ان میں حق کی طلب نہیں حق بات سنادی جائے تو وہ ضرور روگردانی کریں گے بے رخی کرتے ہوئے۔

صاحب معارف تفسیر روح البیان کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ انسان اپنی خلقت کے اعتبار سے جانوروں سے افضل و اعلیٰ ہے اور فرشتوں سے کم درجہ رکھتا ہے لیکن جب وہ اپنے سعی و عمل اور طاعت حق میں جدوجہد کرتا ہے تو فرشتوں سے بھی اعلیٰ و اشرف ہوجاتا ہے، اور اگر اس نے اطاعتِ حق سے روگردانی کی تو پھر وہ جانوروں سے بھی بدتر ہوجاتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ ہم جو تمکو اللہ و رسول کی اطاعت کی طرف بلا رہے ہیں تو یاد رکھو اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے کیونکہ رسول تمکو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلا رہے ہیں اور وہ چیز ہے ایمان۔ اس لئے کہ مومن زندہ ہے اور کافر مردہ بس تمکو چاہیئے کہ اللہ و رسول کی مکمل فرمانبرداری کرو، آیت کے اخیر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آڑ بن جایا کرتے ہیں آدمی اور اسکے دل کے درمیان، دو طریقہ سے ایک یہ کہ مومن کے دل میں اطاعت کی برکت سے کفر و معصیت کو نہیں آنے دیتا، دوسرے یہ کہ کافر کے دل میں مخالفت و نافرمانی کی نحوست سے ایمان و طاعت کو نہیں آنے دیتے، اس سے معلوم ہوا کہ مسلسل نیک کام میں لگے رہنا بڑی نفع کی چیز ہے، اخیر میں یہ بھی تنبیہ فرمادی گئی کہ یہ بھی یاد رکھو یقیناً تم سب کو خدا ہی کے پاس جمع ہونا ہے اس وقت اطاعت و فرمانبرداری پر جزا و ثواب بصورت

جنت ملے گا اور مخالفت پر سزا و عذاب بصورت جہنم ملیگا۔

وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً

اور تم ایسے وبال سے بچو کہ جو خاص انھیں لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٢٥﴾

اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں

تفسیر اس آیت پاک میں مسلمانوں کو ایسے گناہ سے بچنے کی خاص طور پر ہدایت فرمائی گئی ہے جن کا عذاب صرف گناہ کرنے والوں تک ہی نہیں رہتا بلکہ وہ بھی اس میں مبتلا ہوجاتے ہیں جنھوں نے گناہ نہیں کیا، اس گناہ سے مراد یہ ہے کہ قدرت ہونے کے باوجود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرے، حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ بقدر وسعت دوسروں کی اصلاح کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے، ہاتھ سے روکنے کی طاقت ہو تو ہاتھ سے روکے اور اگر ہاتھ سے نہیں روک سکتا تو زبان سے منع کرے، اور اگر زبان سے بھی منع نہیں کر سکتا تو پھر دل سے برا سمجھو، یہ آخری درجہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس کا حکم دیا ہے کہ کسی جرم و گناہ کو اپنے ماحول میں قائم نہ رہنے دیں کیونکہ اگر انھوں نے ایسا نہ کیا یعنی جرم و گناہ دیکھتے ہوئے باوجود قدرت کے اس کو منع نہ کیا تو اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب عام کریں گے جس سے نہ گنہ گار بچیں گے نہ بے گناہ، اور بے گناہ سے مراد یہاں وہ لوگ ہیں جو اصل گناہ میں ان کے ساتھ شریک نہیں مگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ترک کر دینے کے گناہ گار وہ بھی ہیں اس لئے یہاں یہ شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ ایک کے گناہ کا عذاب دوسرے پر ڈالنا بے انصافی اور قرآنی اصول کے خلاف ہے کیونکہ یہاں گنہگار اپنے اصل گناہ کے وبال میں اور بے گناہ ترک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے گناہ میں پکڑے گئے ہیں، کسی کا گناہ دوسرے پر نہیں ڈالا جائیگا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی خاص جماعت کے گناہ کا عذاب عام لوگوں پر نہیں ڈالتے جب تک کہ ایسی صورت پیدا نہ ہوجائے کہ وہ اپنے ماحول میں گناہ ہوتا ہوا دیکھیں اور ان کو یہ قدرت بھی ہو کہ اس کو روک سکیں اس کے باوجود انھوں نے اس کو نہیں روکا تو اس وقت اللہ تعالیٰ کا عذاب ان سب کو گھیر لیتا ہے، آیت کے اخیر میں فرمایا گیا ہے کہ یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں، لہٰذا اللہ کے عذاب سے ڈرتے رہو

اور ضرورت و موقع پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے غفلت مت کرو

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ

اور اس حالت کو یاد کرو کہ جبکہ تم قلیل تھے سر زمین میں کمزور شمار کئے جاتے تھے، اس اندیشہ میں

اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ

رہتے تھے کہ تمکو لوگ نوچ کھسوٹ نہ لیں سو اللہ نے تمکو رہنے کو جگہ دی اور تم کو اپنی

مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

نصرت سے قوت دی اور تمکو نفیس نفیس چیزیں عطا فرمائیں تاکہ تم شکر کرو

تفسیر اس آیت پاک میں صحابۂ کرام سے فرمایا گیا ہے کہ وہ وقت یاد کرو جب تم مکہ معظمہ میں ہجرت سے پہلے تعداد میں بھی کم تھے اور طاقت کے اعتبار سے بھی کمزور تھے اور ہر وقت تمکو یہ خطرہ لگا رہتا تھا کہ کہیں دشمن حملہ آور ہو کر ہمیں اُچک نہ لیں، پس ایسی ناداری کی حالت میں اللہ پاک نے تمکو مدینہ طیبہ میں اطمینان و سکون سے رہنے کو جگہ دی اور تمکو اپنی نصرت سے قوت دی، کہ تعداد بھی بڑھا دی اور ساز و سامان بھی، اور یہی نہیں کہ صرف تمہاری مصیبتوں ہی کو دور کیا بلکہ اعلیٰ درجہ کی خوشحالی بھی عطا فرمائی کہ دشمن پر غلبہ دے کر ان کی سلطنتیں تمہارے قبضے میں آگئیں، اور تمکو عمدہ عمدہ نفیس چیزیں عطا فرمائیں، تاکہ تم ان نعمتوں کا شکر ادا کرو، اور سب سے بڑا شکر یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کی اطاعت و بندگی کی جائے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا

اے ایمان والو تم اللہ اور رسول کے حقوق میں خلل مت ڈالو اور اپنی قابل حفاظت چیزوں

اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ

میں خلل مت ڈالو اور تم تو اس کو جانتے ہو اور تم اس بات کو جان رکھو کہ تمہارے اموال اور

وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾

تمہاری اولاد ایک امتحان کی چیز ہے اور اس بات کو بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا بھاری اجر ہے

خیانت کی ممانعت ارشاد خداوندی ہے کہ اے ایمان والو اللہ کے حقوق میں خیانت نہ کرو، اور نہ آپس میں امانتوں میں خیانت کرو، امانت میں خیانت کا

نقصان تم جانتے ہی ہو، انسان مال و اولاد کے چکر میں پھنس کر امانت میں خیانت کرنے پر مجبور ہوتا ہے اسلئے اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا کہ یہ بات ذہن میں رکھو کہ تمہارے مال و اولاد ایک امتحان کی چیز ہیں کہ دیکھیں تم ان کی محبت کو ترجیح دیتے ہو یا اللہ تعالیٰ کی محبت کو، اگر کبھی تمہارا دل دنیوی مال و دولت کی طرف مائل ہونے لگے تو فوراً اس کا تصور کر لیا کرو کہ اللہ کے پاس ان لوگوں کے لئے جو اللہ کی محبت کو ترجیح دیتے ہیں بڑا بھاری اجر و ثواب ہے جو جنت اور اس کی بے شمار نعمتوں کی شکل میں ملے گا اور پھر کبھی واپس نہیں لیا جائیگا

واقعہ شان نزول ان آیات میں خیانت کی ممانعت فرمائی گئی ہے، یہ حکم تمام مسلمانوں کے لئے ہے اگرچہ ان آیات کا نزول خاص حضرت ابولبابہ رضؓ کے متعلق ہوا، واقعہ یہ پیش آیا تھا کہ حضور علیہ السلام نے ابولبابہ رضؓ کو قبیلہ بنی قریظہ کی طرف بھیجا کہ رسول اللہ کے حکم کی شرطوں کو مانتے ہوئے قلعہ خالی کر دیں، حضرت ابولبابہ رضؓ کے اہل و عیال بھی انھیں میں تھے، بنو قریظہ نے ابولبابہ رضؓ ہی سے مشورہ کیا کہ اگر ہم قلعہ سے اتر آئیں تو کیا ہمارے معاملے میں حضور کچھ نرمی فرمائیں گے، ابولبابہ رضؓ کو معلوم تھا کہ ان کے معاملہ میں نرمی اختیار کرنے کی رائے نہیں ہے، اس لئے انھوں نے کچھ ان لوگوں کے رونے اور خوشامد کرنے سے اور کچھ اپنے اہل و عیال کی محبت سے متاثر ہو کر اپنے گلے پر تلوار کی طرح ہاتھ پھیر کر اشارہ سے بتلا دیا کہ ذبح کئے جاؤ گے، گویا اس طرح رسول اللہ کا راز فاش کر دیا، مال و اولاد کی محبت میں یہ کام تو کر گذرے، مگر فوراً متنبہ ہوا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیانت کی ہے چنانچہ قسم کھا بیٹھے کہ جب تک اللہ تعالیٰ مجھے معاف نہیں کریں گے اس وقت تک میں کچھ کھاؤں گا پیوں گا نہیں چاہے میری موت ہی کیوں نہ آجائے، اور پھر سیدھے وہاں سے مسجد میں آئے اور اپنے کو ستون سے باندھ دیا، اور سات دن تک اسی طرح بندھے رہے صرف نماز اور قضاء حاجت کے لئے ان کے بیوی بچے ان کو کھول دیا کرتے تھے، بہر حال ساتویں دن ان کی توبہ قبول ہونے کی خوشخبری حضور علیہ السلام کو سنا دی گئی، بعض حضرات نے اس خوشخبری کے بعد ان کو کھولنا چاہا مگر ابولبابہ رضؓ نے کہا کہ جب تک حضور مجھے نہ کھولیں گے میں کھلنا پسند نہیں کروں گا، چنانچہ آپ نے اپنے دست مبارک سے ان کو کھولا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ

اے ایمان والو اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تمکو ایک فیصلہ کی چیز دے گا اور تم سے

عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٢٩﴾ وَإِذْ

تمہارے گناہ دور کر دے گا اور تم کو بخشدیگا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے اور اس

يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ ۚ

واقعہ کا بھی ذکر کیجئے جب کہ کافر لوگ آپ کی نسبت تدبیریں سوچ رہے تھے کہ آیا آپ کو قید کریں یا آپ کو قتل کر ڈالیں یا آپ کو

وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ ۖ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ﴿٣٠﴾

خارج وطن کر دیں اور وہ تو اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہے تھے اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ ہے

تقویٰ کے فوائد اس آیت پاک میں ارشاد ہے اے ایمان والو خدا سے ڈرو تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرو، اس کے نتیجہ میں اللہ پاک تم کو تین چیزیں عطا فرمائیں گے، ایک یہ کہ فیصلہ کی چیز عطا فرمائیں گے، فیصلہ کی چیز سے مراد یہ ہے کہ اللہ پاک حق و باطل کے پہچاننے کی توفیق مرحمت فرمادیں گے اور پھر اس کے نتیجے میں خدا کی مدد و نصرت ملے گی اور نجات ہو جائے گی، دوسرا فائدہ یہ ہے کہ یہ تقویٰ اس کے لغزشوں اور گناہوں کے لئے کفارہ بن جاتا ہے یعنی اس کو نیک اعمال کی توفیق ہو جاتی ہے تو اس کی لغزشوں اور گناہوں پر غالب آجاتے ہیں، تیسرا فائدہ تقویٰ اختیار کرنے سے یہ ہوگا کہ تمام گناہ اور لغزشیں معاف ہو جاتی ہیں اور مغفرت کر دی جاتی ہیں، آیت کے اخیر میں فرمایا گیا کہ خدائے تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں یعنی ان تینوں چیزوں کے علاوہ نہ جانے اور کیا کیا احسان تم پر فرمائیں گے۔

اسکے بعد اس آیت وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الخ میں اپنے ایک احسان کا تذکرہ فرمایا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام بلکہ پوری امت پر ہوا، یہ واقعہ ہجرت سے پہلا ہے، جب مدینہ طیبہ سے آکر مکہ معظمہ میں انصار ایمان قبول کرنے لگے تو قریش مکہ کو فکر ہوئی کہ محمد کی جماعت بڑھتی جارہی ہے ایسا نہ ہو آئندہ چل کر یہ ہم پر حملہ آور ہو جائے اس لئے اس کی روک تھام ابھی سے کی جائے چنانچہ اس سلسلہ میں انھوں نے مکہ کے سرداروں کو جمع کر کے اس کے متعلق مشورہ کیا، اس میں لوگوں نے اپنی مختلف رائے پیش کیں، چنانچہ ابوالحقیق نے کہا کہ ان کو قید کر لیا جائے، ابوالجہل نے کہا کہ ان کو قتل کر دیا جائے، ابوالاسود نے کہا کہ ان کو جلاوطن کر دیا جائے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کفار قریش اپنی تدبیریں اور اسکیمیں سوچ رہے تھے اور ہم اپنی تدبیر ان کی تدبیروں کو ختم کرنے کے لئے کر رہے تھے، یعنی قریش مکہ یہ تدبیر سوچ رہے تھے کہ محمد اور اس کے ساتھی اور ان کا دین اسلام ختم ہو جائے اور اللہ پاک محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے صحابۂ کرام کی حفاظت اور دین اسلام کو پھیلانے اور چمکانے کی تدبیر کر رہے تھے اور اے کافرو یہ بات بھی خوب سمجھ لو کہ حق تعالیٰ کی تدبیر زیادہ بہتر اور مضبوط ہوتی ہے کیونکہ خدا کی تدبیر کے سامنے دوسروں کی تمام تدبیر ناکام اور فیل ہو جاتی ہیں چنانچہ حضور علیہ السلام قریش کی تمام تر چالاکیوں کے باوجود صحیح وسالم مدینہ آپہونچے۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ

اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا، اور اگر ہم ارادہ کریں تو اسکی برابر

هٰذَآ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ

ہم بھی کہہ لادیں یہ تو کچھ بھی نہیں صرف بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے منقول چلی آرہی ہیں اور جبکہ ان لوگوں نے کہا کہ اے

كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ

اللہ اگر یہ قرآن آپ کی طرف سے واقعی ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایئے یا ہم پر کوئی

السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۲﴾ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ

دردناک عذاب واقع کر دیجئے اور اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرینگے کہ ان میں آپ کے

وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾

ہوتے ہوئے ان کو عذاب دیں اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دینگے جس حالت میں کہ وہ استغفار بھی کرتے رہتے ہیں

شان نزول

وَاِذَا تُتْلٰى الخ اس آیت کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، یہ بدبخت قرآن مقدس کو پہلے لوگوں کی داستان کی کتاب بتلاتا تھا، حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ جب رسول خدا قرآن کریم اور اسکی تفسیر سنا کر مجلس ختم کر دیتے تھے تو یہ کمبخت نضر آپ کی نقل اتارتا اور ایرانی بادشاہوں کے قصے کہانی سنا کر لوگوں سے کہتا بتاؤ کس نے مزے دار قصے سنائے۔

چنانچہ ان آیات میں فرمایا گیا ہے کہ کفار کی یہ حالت ہے کہ وہ قرآن کریم کو پہلے لوگوں کی قصے کہانی کی کتاب بتلاتے ہیں اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا ہے اگر چاہیں تو ہم بھی اس طرح کا کلام کہہ سکتے ہیں، ان کا مطلب یہ تھا کہ یہ قرآن کریم اللہ کا کلام نہیں، کوئی معجزہ نہیں جس سے محمد اپنی نبوت پر نبوت پیش کر سکے، ان کا یہ کہنا کہ اس طرح کا کلام ہم بھی کہہ سکتے ہیں جہالت و بے وقوفی اور حسد کی وجہ سے ہے جس سے یہ اپنے آپ کو اور اپنے ہم خیال لوگوں کو دھوکا دے رہے ہیں، کیونکہ دس سال تک برابر ان کو مقابلہ کی دعوت دیتا رہا اور ان کو چیلنج کرتا رہا کہ قرآن کی ایک آیت ہی کے مقابلہ میں تم اپنا کلام پیش کرو، مگر تمام فصحاء عرب اس کے مقابل پیش کرنے سے عاجز رہے، جب نضر بن حارث اور کفار کو یہ منہ توڑ جواب ملا تو کہنے لگے کہ اے اللہ اگر یہ قرآن آپ کی طرف سے حق ہے اور ہم اس کی حقانیت کا انکار

کرتے ہیں تو آپ ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور دردناک عذاب بھیجدے، جیسا کہ آپ نے اس سے پہلے اصحاب فیل اور قوم لوط وغیرہ کو سزا دی ہے، انہی آیات میں اس کا جواب ان کو یہ دیا گیا کہ واقعی تمہاری حرکتیں تو اسی طرح کی ہیں کہ تم پر عذاب نازل کر دیا جائے، لیکن ہم تمکو دو وجہ سے عذاب سے بچائے ہوئے ہیں اول اسلئے کہ رحمۃ للعالمین محمد عربی کی مقدس و بابرکت ذات تم میں موجود ہے، ان کے ہوتے ہوئے ہم کسی کو عذاب نہیں دیں گے، اور دوسرے اس وجہ سے کہ ہم کسی قوم پر ایسی حالت میں عذاب نازل نہیں کرتے جب کہ وہ استغفار کرتی ہو اور تم بھی ہم سے استغفار کرتے ہو، چنانچہ یہ لوگ اپنے طواف وغیرہ میں غفرانک کہا کرتے تھے، ان کا استغفار کرنا اگرچہ آخرت میں کوئی فائدہ نہیں دیگا، مگر چونکہ استغفار عمل صالح ہے اسلئے دنیا میں کفار کو اس سے فائدہ ہو جاتا ہے۔

وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ

اور ان کا کیا استحقاق ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو سزا نہ دے حالانکہ وہ لوگ مسجد حرام سے روکتے ہیں

الْحَرَامِ وَمَا كَانُوا أَوْلِيَاءَهُ ۚ إِنْ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ

حالانکہ وہ لوگ اس مسجد کے متولی نہیں اسکے متولی تو سوا متقیوں کے اور کوئی بھی اشخاص نہیں،

وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٤﴾ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ

لیکن ان میں اکثر لوگ علم نہیں رکھتے اور ان کی نماز خانہ کعبہ کے پاس صرف

الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً ۚ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ

یہ تھی سیٹیاں بجانا اور تالیاں بجانا سو اس کا عذاب کا مزہ چکھو اپنے

تَكْفُرُونَ ﴿٣٥﴾

کفر کے سبب

تفسیر اس سے پہلی آیات میں یہ بیان ہوا کہ جن لوگوں میں آپ موجود ہیں ان پر اللہ تعالیٰ عذاب نازل نہیں فرماتے، اس آیت میں یہ فرمایا گیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ ان کو عذاب نہ دے حالانکہ یہ لوگ مسجد حرام میں مسلمانوں کو عبادت کرنے سے روکتے ہیں کیونکہ یہ اپنے آپ کو مسجد حرام کا متولی سمجھتے تھے، حالانکہ کوئی کافر کسی مسجد کا متولی (خدا کے گھر کا نگہبان) نہیں ہو سکتا، اور پھر متولی کو بھی یہ حق نہیں کہ وہ کسی کو مسجد میں عبادت کرنے سے روکے

اس میں واقعہ حدیبیہ کی طرف اشارہ ہے جبکہ ۶ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام کے ساتھ عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ معظمہ پہونچے تھے اور مشرکین مکہ نے آپ کو روک کر واپس آنے پر مجبور کر دیا تھا۔

ایک شبہ کا حل ان دونوں آیتوں میں بظاہر ٹکراؤ ہے کہ پچھلی آیت میں عذاب نازل نہ ہونے کا ذکر ہے اور اس آیت میں عذاب ہونے کا تذکرہ ہے، حضرت تھانوی علیہ الرحمہ اس کا حل اس طرح فرمایا کرتے تھے کہ عذاب نازل نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان پر عام دستور کے خلاف آسمان سے عذاب نہیں بھیجا جائیگا جیسا کہ پہلی امتوں پر نازل کیا گیا ہے، اور عذاب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو ہمارے عذاب سے بالکل ہی مطمئن نہ ہو جانا چاہئے بلکہ ہم ان کو کسی بھی طرح سزا دے سکتے ہیں، چنانچہ ۸ھ میں مکہ مکرمہ مسلمانوں کے قبضہ میں دلا کر اللہ پاک نے ان مشرکین مکہ کو ان کی نافرمانی کی سزا دی۔

صاحب معارف نے اس کا حل یہ فرمایا ہے کہ عذاب نازل نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو دنیا میں عذاب نہیں دیا جائے گا اور عذاب دینے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو آخرت میں عذاب دیا جائے گا۔

اسکے بعد ان کی نالائقی کا اس طرح ذکر فرمایا کہ یہ دوسروں کو تو مسجد حرام میں نماز نہیں پڑھنے دیتے اور خود اسطرح نماز پڑھتے تھے کہ بیٹھ کر کچھ سیٹیاں بجالی، کچھ تالیاں بجالی اور اس کا نام نماز رکھ لیا، چونکہ عبادت و نماز کے نام پر ان کی یہ حرکت زبردست گستاخی تھی اس لئے حق تعالیٰ نے آخری آیت میں فرمایا کہ اپنی اس گستاخی اور کفر و نافرمانی کی وجہ سے عذاب کا مزہ چکھو۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَن سَبِيلِ

بلاشک یہ کافر لوگ اپنے مالوں کو اس لئے خرچ کر رہے ہیں کہ اللہ کی راہ سے روکیں

اللَّهِ ۚ فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۗ

سو یہ لوگ تو اپنے مالوں کو خرچ کرتے رہیں گے پھر وہ مال ان کے حق میں باعثِ حسرت ہو جائیں گے

وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ﴿٣٦﴾ لِيَمِيزَ اللَّهُ

پھر آخر مغلوب ہی ہو جاویں گے اور کافر لوگوں کو دوزخ کی طرف جمع کیا جاویگا تاکہ اللہ تعالیٰ ناپاک

الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهُ عَلَىٰ بَعْضٍ

کو پاک سے الگ کر دے اور ناپاکوں کو ایک دوسرے سے ملا دے یعنی ان سب کو متصل کر دے

فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ

پھر ان سب کو جہنم میں ڈال دے ایسے ہی لوگ پورے خسارہ میں ہیں

(۳۷) قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ

آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر یہ لوگ باز آجائیں گے تو ان کے گناہ سارے جو پہلے ہو چکے

وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ (۳۸)

ہیں معاف کر دیئے جائیں گے اور اگر اپنی وہی عادت رکھیں گے تو کفار سابقین کے حق میں قانون نافذ ہو چکا ہے

شان نزول

بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس آیت کا نزول ابو جہل وغیرہ کے بارہ آدمیوں کے بارے میں ہوا جنھوں نے جنگ بدر میں پورے لشکر کو کھانا کھلایا تھا، ان میں سے ہر شخص روزانہ دس اونٹ ذبح کیا کرتا تھا، بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس کا نزول ابو سفیان کے بارے میں ہوا کیونکہ اس نے جنگ احد کے لئے دو ہزار آدمیوں کو اجرت دے کر تیار کیا تھا۔ بہر حال شان نزول کوئی بھی ہو لیکن آیت کے الفاظ عام ہیں کہ جو شخص بھی اپنا مال خرچ کر کے لوگوں کو اللہ کے راستے (دین اسلام) سے روکے گا جس میں اس دور کے وہ کفار بھی داخل ہیں جو لوگوں کو اسلام سے روکنے کے لئے مختلف طریقوں سے روپیہ خرچ کر رہے ہیں، ان سب کے متعلق اللہ پاک نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ یہ مال ان کے لئے حسرت و افسوس کا سبب بنے گا کیونکہ مال خرچ کرنے کے بعد جب ان کا مقصد حاصل نہ ہوتا تو ان کو حسرت ہوتی ہے جیسا کہ جنگ بدر میں ہوا کہ بے پناہ مال خرچ کرنے کے بعد بھی ناکامی رہی، اور آخرت میں ان کو جو سزا دی جائے گی وہ اس سے الگ ہے چنانچہ انھی آیات میں ارشاد ہے کہ کافر لوگوں کو دوزخ کی طرف لے جانے کے لئے قیامت میں جمع کیا جائیگا تاکہ اللہ تعالیٰ ناپاک یعنی کافروں کو پاک یعنی مسلمانوں سے الگ کر دے کیونکہ جب دوزخیوں کو دوزخ کی طرف لائیں گے، ظاہر ہے جنتی ان سے علیحدہ رہیں گے اور پھر ان ناپاک لوگوں کو دوسرے ناپاک لوگوں کے ساتھ ملا کر سب جہنم میں ڈال دے، بس ایسے لوگ مکمل خسارے میں ہیں کہ دنیا بھی برباد اور آخرت بھی تباہ۔

اسکے بعد اللہ پاک نے ان کافروں کے لئے ایک مشفقانہ پیغام اپنے پیغمبر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ بھیجا کہ اگر تم اب بھی کفر و شرک سے باز آجاؤ اور اسلام قبول کر لو تو تمھارے تمام گناہ جو اسلام قبول کرنے سے پہلے کئے ہیں اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں گے، اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر یہ اسکے باوجود بھی اسلام قبول نہ کریں، کفر و شرک پر ہی قائم

رہیں تو پھر ان کو خبردار کر دیجئے کہ تم سے پہلے کافروں کے ساتھ جو معاملہ ہوا ہے وہی تمھارے ساتھ بھی ہوگا یعنی دنیا میں ہلاکت اور آخرت میں سخت عذاب۔

وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ

اور تم ان سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فساد عقیدہ نہ رہے اور دین اللہ ہی کا ہو جاوے

فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٣٩﴾ وَاِنْ تَوَلَّوْا

پھر اگر کفر سے باز آجاویں تو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو خوب دیکھتے ہیں اور اگر روگردانی

فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۭ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿٤٠﴾

کریں تو یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمھارا رفیق ہے وہ بہت اچھا رفیق ہے اور بہت اچھا مددگار ہے

تفسیر

ان آیات میں فرمایا گیا ہے کہ اے مسلمانو کفار عرب سے اس حد تک جہاد کرو کہ فتنہ یعنی کفر ختم ہو جائے اور دین خالص اللہ ہی کا ہو جاوے، پھر اگر یہ کفر سے باز آجائیں اور اسلام قبول کر لیں تو ان کے ظاہری اسلام کو قبول کر لو، دل کا حال مت ٹٹولو کیونکہ یہ اگر دل سے ایمان نہیں لائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو خوب دیکھتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی اسلام کا دشمن ایسی حالت میں کہ تمھاری تلوار اس کی گردن پر ہو اور وہ تم سے یہ کہے کہ میں مسلمان ہوں اور کلمہ طیبہ پڑھ لے تو تم فوراً اپنی تلوار اس کی گردن سے اٹھا لو اس حالت میں اس کو قتل کرنا تمھارے لئے جائز نہیں کیونکہ تمھیں صرف ظاہر پر عمل کا حکم ہے اس کے دل میں کیا ہے نہ تم اس کو جان سکتے ہو اور نہ اس کا تمھیں مکلف بنایا گیا ہے، بخاری و مسلم میں حضرت ابن عمر کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں دشمنان اسلام سے جہاد کرتا رہوں یہاں تک کہ وہ کلمۂ اسلام لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو قبول کر لیں اور نماز و زکوٰۃ ادا کرنے لگیں، جب وہ ایسا کرنے لگیں تو ان کے جان و مال سب محفوظ ہو جائیں گے، سوا حق اسلام کے یعنی اگر اسلامی قانون کے خلاف کوئی جرم کیا ہے تو اس کی سزا دی جائے گی، آیت کے اخیر میں فرمایا گیا کہ اگر وہ اسلام سے روگردانی کریں، ایمان قبول نہ کریں تو ایسی صورت میں تم ان سے برابر مقابلہ کرتے رہو اور خدا پر پورا یقین رکھو کہ وہ تمھارا ہی رفیق و مددگار رہے اور جس کا مددگار خدا بن جائے اسے پوری دنیا بھی مل کر کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی، پس خدا تمام مددگاروں سے بڑھ کر حمایتی و مددگار ہے۔ ہم سب کو خدا کی حمایت نصیب ہو، آمین۔

الحمد للہ پارۂ قال الملا کی تفسیر بحسن و خوبی مکمل ہوئی۔

قسط وار شائع ہونے والی تین عظیم الشان کتابیں

آسان تفسیر

قرآن کریم کے نزول کا اصل مقصد اس کو سمجھ کر عمل کرنا ہے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے آسان تفسیر کا سلسلہ جاری کیا گیا ہے۔ یہ تفسیر اکابر امت کی قدیم وجدید مستند ومعتبر تفاسیر کا خلاصہ ونچوڑ ہے۔ جس کو نہایت آسان وعام فہم زبان اور مختصر وجامع انداز میں مولانا محمد یعقوب قاسمی نے قلمبند کیا ہے، ترجمہ کلام پاک حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کا ہے۔ الحمدللہ یہ تفسیر بتیس (۳۲) قسطوں میں تیار ہو چکی ہے۔

تذکرۃ الانبیاء

اس کتاب میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزماں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تک مشہور پیغمبروں کے واقعات و حالات اور ان کے ماننے والوں کی فلاح ونجات اور جھٹلانے والوں کا انجام تفصیل کے ساتھ مستند طور پر سلیس وعام فہم انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ الحمدللہ یہ کتاب سولہ (۱۶) قسطوں میں تیار ہو چکی ہے۔

تلخیص بخاری شریف

بخاری شریف جس کے متعلق فرمایا گیا ہے ''اصح الکتب بعد کتاب اللّٰہ الصحیح البخاری'' کہ قرآن کریم کے بعد کتابوں میں سب سے زیادہ صحیح کتاب بخاری شریف ہے۔ ''تلخیص بخاری شریف'' میں صحیح بخاری شریف کی منتخب احادیث پاک کا ترجمہ وتشریح آسان وعام فہم انداز میں بالخصوص عام اردو داں طبقہ کے لیے مستند ومعتبر شروحات بخاری شریف وغیرہ کتب سے اخذ کر کے مولانا محمد یعقوب قاسمی (سابق استاذ حدیث وتفسیر دارالعلوم سہارنپور) نے ترتیب دیا ہے۔

''تلخیص بخاری شریف'' کو اپنے وقت کے عظیم اکابرین نے اپنی قیمتی تقریظات سے مزین فرمایا ہے۔

ان کتابوں کو آپ فون کر کے گھر بیٹھے پوسٹ مین سے وی، پی رجسٹری، پارسل کے ذریعہ حاصل کر سکتے ہیں۔
مکمل معلومات حاصل کرنے، اور ان کتابوں کو طلب کرنے کے لیے ہمارے موبائل نمبر پر رابطہ قائم فرمائیں۔

گذارش: خواہش مند حضرات کے مکمل پتے روانہ فرما کر اشاعت دین میں تعاون فرمائیں۔ فجزاکم اللہ۔

ادارہ دعوت وتبلیغ

گلی نمبر ۲، آلی کی چنگی، منڈی سمیتی روڈ، سہارنپور، موبائل نمبر: 09837375773
09837002261

قسط وار شائع ہونے والی تین عظیم الشان کتابیں

رحمت کے خزانے

یہ مبارک کتاب اعمال حسنہ کی ترغیب سے متعلق حدیث پاک کا عظیم مجموعہ ہے جس کو علامہ ابن کثیر علیہ الرحمہ کے استاذ محترم، محدث جلیل امام شرف الدین دمیاطی علیہ الرحمہ نے ''المتجر الرابح فی ثواب العمل الصالح'' کے نام سے ترتیب دیا ہے۔ یہ کتاب اہل عرب کثرت سے اپنے مطالعہ میں رکھتے ہیں۔

اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر حضرت مولانا مفتی امداد اللہ انور صاحب مدظلہ نے اس کا اردو ترجمہ ''رحمت کے خزانے'' کے نام سے کیا ہے۔ موصوف نے ترجمہ کے ساتھ حسب ضرورت احادیث پاک کی مختصر و عام فہم تشریح بھی فرمائی ہے اور احادیث کی تخریج بھی کی ہے۔ الحمدللہ یہ مکمل کتاب چھپ کر تیار ہو چکی ہے۔

توبہ کا دروازہ کھلا ہے

یہ ایک ایسی پُر اثر کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت سے پُر امید کر کے گناہوں سے سچی توبہ کرنے پر مجبور کرتی ہے نیز بڑے بڑے گناہوں سے لت پت لوگ کس طرح توبہ کر کے ولی اللہ بن گئے، ایسے پُر اثر واقعات پر مشتمل اصلاحی و انقلابی کتاب ہے، اس کو مولانا محمد اسحاق ملتانی صاحب نے مرتب فرمایا ہے۔ الحمدللہ یہ مکمل کتاب چھپ کر تیار ہو چکی ہے۔

تاریخ حرمین شریفین

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے فیض یافتہ حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس عظیم الشان کتاب ''**تاریخ حرمین شریفین**'' میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفہما کے فضائل و تاریخ کو بہت عمدہ انداز میں تفصیل کے ساتھ جمع کیا ہے، جس کے ضمن میں چاہ زم زم کے نمودار ہونے، مکہ معظّمہ کے آباد ہونے، بیت اللہ شریف کی تعمیر ہونے، مقام ابراہیم، حجر اسود وغیرہ نیز مسجد نبوی کی تعمیر، مقام صفہ اور مدینہ طیبہ کی مختلف تاریخی مساجد اور مقامات مقدسہ کی تاریخ و تعارف بڑے دلچسپ انداز میں بیان کی ہے۔ الحمدللہ یہ مکمل کتاب آٹھ قسطوں میں چھپ کر تیار ہو چکی ہے۔

ان کتابوں کو آپ فون کر کے گھر بیٹھے پوسٹ مین سے وی، پی رجسٹری، پارسل کے ذریعہ حاصل کر سکتے ہیں۔
مکمل معلومات حاصل کرنے، اور ان کتابوں کو طلب کرنے کے لیے ہمارے موبائل نمبر پر رابطہ قائم فرمائیں۔

گذارش: خواہش مند حضرات کے مکمل پتے روانہ فرما کر اشاعت دین میں تعاون فرمائیں۔ فجزاکم اللہ۔

ادارہ دعوت و تبلیغ

گلی نمبر ۲، آلی کی چنگی، منڈی سمیتی روڈ، سہارنپور، موبائل نمبر: 09837375773, 09837002261

قسط وار شائع ہونے والی تین عظیم الشان کتابیں

تلخیص بخاری شریف

بخاری شریف جس کے متعلق فرمایا گیا ہے ''اصح الکتب بعد کتاب اللّٰہ الصحیح البخاری'' کہ قرآن کریم کے بعد کتابوں میں سب سے زیادہ صحیح کتاب بخاری شریف ہے۔ ''تلخیص بخاری شریف'' میں صحیح بخاری شریف کی منتخب احادیث پاک کا ترجمہ وتشریح آسان وعام فہم انداز میں بالخصوص عام اردوداں طبقہ کے لیے مستند ومعتبر شروحات بخاری شریف وغیرہ کتب سے اخذ کر کے مولانا محمد یعقوب قاسمی (سابق استاذ حدیث وتفسیر دارالعلوم سہارنپور) نے ترتیب دیا ہے۔

''تلخیص بخاری شریف'' کو اپنے وقت کے عظیم اکابرین نے اپنی قیمتی تقریظات سے مزین فرمایا ہے۔

رحمت کے خزانے

یہ مبارک کتاب اعمال حسنہ کی ترغیب سے متعلق حدیث پاک کا عظیم مجموعہ ہے جس کو علامہ ابن کثیر علیہ الرحمہ کے استاذ محترم، محدث جلیل امام شرف الدین دمیاطی علیہ الرحمہ نے ''المتجر الرابح فی ثواب العمل الصالح'' کے نام سے ترتیب دیا ہے۔ یہ کتاب اہل عرب کثرت سے اپنے مطالعہ میں رکھتے ہیں۔

اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر حضرت مولانا مفتی امداد اللہ انور صاحب مدظلہ نے اس کا اردو ترجمہ ''رحمت کے خزانے'' کے نام سے کیا ہے۔ موصوف نے ترجمہ کے ساتھ حسب ضرورت احادیث پاک کی مختصر وعام فہم تشریح بھی فرمائی ہے اور احادیث کی تخریج بھی کی ہے۔ الحمدللہ یہ مکمل کتاب چھپ کر تیار ہو چکی ہے۔

توبہ کا دروازہ کھلا ہے

یہ ایک ایسی پُر اثر کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت سے پُر امید کر کے گناہوں سے سچی توبہ کرنے پر مجبور کرتی ہے نیز بڑے بڑے گناہوں سے لَت پَت لوگ کس طرح توبہ کر کے ولی اللہ بن گئے، ایسے پُر اثر واقعات پر مشتمل اصلاحی وانقلابی کتاب ہے، اس کو قاری محمد اسحاق ملتانی صاحب نے مرتب فرمایا ہے۔ الحمدللہ یہ مکمل کتاب چھپ کر تیار ہو چکی ہے۔

ان کتابوں کو آپ فون کر کے گھر بیٹھے پوسٹ مین سے وی، پی رجسٹری، پارسل کے ذریعہ حاصل کر سکتے ہیں۔
مکمل معلومات حاصل کرنے، اور ان کتابوں کو طلب کرنے کے لیے ہمارے موبائل نمبر پر رابطہ قائم فرمائیں۔

گذارش: خواہش مند حضرات کے مکمل پتے روانہ فرما کر اشاعت دین میں تعاون فرمائیں۔ فجزاکم اللہ۔

IDARA DAWAT-O-TABLEEGH
GALI NO-2 AALI KI CHUNGI
MANDI SAMITI ROAD, SAHARANPUR (U.P.)
Mob. 9837375773, 9837002261

اس دور کی سب سے آسان، عام فہم اور مستند تفسیر قرآن کریم

آسان تفسیر

پارہ ۱۰

مرتب

مولانا محمد یعقوب قاسمی

سابق استاذ حدیث وتفسیر دار العلوم سہارنپور

دار التفسیر دار العلوم دیوبند

ترجمہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

60/-

شائع کردہ

ادارہ دعوت وتبلیغ

گلی ۲ آلی کی چنگی منڈی سمیتی روڈ سہارنپور یوپی موبائل: 9837375773

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے آسان کردیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا ہے

قرآن شریف کی آسان تفسیر اردو

قدیم و جدید مستند و معتبر کتب تفاسیر کے ماخذ کی روشنی میں

ترجمہ قرآن شریف
حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی
رحمۃ اللہ علیہ

اعلیٰ حضرت

مرتب
مولانا محمد یعقوب قاسمی
فاضل دارالعلوم دیوبند

ادارہ دعوت و تبلیغ گلی ۲ آلی کی چنگی سہارنپور یوپی ۲۴۷۰۰۱

ظہیر انور قاسمی

ہدیہ :-

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ

اور (اس بات کو) جان لو کہ جو شے (کفار سے) بطور غنیمت تم کو حاصل ہو تو (اسکا حکم یہ ہے کہ) کل کا پانچواں حصہ اللہ کا اور اسکے

وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ اِنْ

رسول کا ہے اور (ایک حصہ آپکے قرابت داروں کا ہے اور (ایک حصہ) یتیموں کا ہے اور (ایک حصہ) غریبوں کا ہے اور (ایک حصہ) مسافروں کا ہے

کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ

اگر تم اللہ پر یقین رکھتے ہو اور اس چیز پر جس کو ہم نے اپنے بندے (محمدؐ) پر فیصلہ کے دن جس دن کہ دونوں

یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴۱﴾

جماعتیں (مومنین و کفار کی) باہم مقابل ہوئی تھیں، نازل فرمایا تھا اور (اللہ ہی) ہر شے پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔

تفسیر

اس آیت پاک میں مال غنیمت کے احکام اور اس کی تقسیم کا قانون بیان فرمایا گیا ہے۔ مال غنیمت وہ مال کہلاتا ہے جو غیر مسلموں سے جنگ و جہاد میں شکست دیکر حاصل ہوتا ہے۔ جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ سے بغاوت کرتی ہے یعنی کفر و شرک میں مبتلا ہو جاتی ہے تو پہلے اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح کیلئے اپنے رسول اور آسمانی کتابیں بھیجتے ہیں، جو بدبخت اس انعام الٰہی سے بھی متاثر نہیں ہوتے تو اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو ان کے مقابلہ میں جہاد کا حکم فرما دیتے ہیں، جس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ ان باغیوں کے جان و مال سب مباح کر دیئے گئے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال سے نفع اٹھانے کا حق نہیں رہا۔

مذہب اسلام سے پہلے مال غنیمت کے متعلق اللہ پاک کا یہ حکم تھا کہ اسے کوئی اپنے استعمال میں نہ لائے بلکہ اس کو اٹھا کر کسی اونچی کھلی جگہ پر رکھ دیا جائے اور پھر آسمان سے ایک بجلی آکر اسے جلا ڈالتی تھی مگر ہمارے پیغمبر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو جو چند خصوصیات مرحمت فرمائی گئی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مال غنیمت آپؐ کی امت کیلئے استعمال کرنا جائز ہے، اور اس مال کو سب سے زیادہ پاکیزہ قرار دیا ہے۔

مال غنیمت کی تقسیم کا قانون

مال غنیمت کی تقسیم کا جو قانون اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ جو مال کفار سے تم کو بطور غنیمت کے حاصل ہو اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے کل پانچ حصے کئے جائیں جن میں سے چار حصے تو مجاہدین کا حق

ہے۔ ان میں تقسیم کر دیئے جائیں اور ایک حصہ یعنی پانچواں حصہ پھر پانچ حصوں میں تقسیم ہوگا، جن میں ایک[1] تو اللہ کا اور اس کے رسول کا ہے، یعنی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے گا، جن کو دینا بمنزلہ اس کے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کر دیا، اور ایک[2] حصہ حضور کے رشتہ داروں کا ہے، اور ایک[3] حصہ یتیموں کا اور ایک[4] حصہ غریبوں کا ہے۔ اور ایک[5] حصہ مسافروں کا ہے۔

پانچواں حصہ جو حضور علیہ السلام کے لئے ہے اس کا خرچ کرنا آپ کی صواب دید پر چھوڑ دیا گیا ہے اور آپ کو یہ حکم ہوا کہ یہ پانچواں حصہ ان پانچ قسم کے لوگوں میں تقسیم کیجئے جن کا ذکر اوپر کیا گیا جمہور ائمہ نے لکھا ہے کہ آپ کو اس کا پابند نہیں فرمایا گیا کہ پانچ حصے برابر کر کے پانچوں قسم کے لوگوں میں تقسیم کریں، بلکہ صرف اتنا ضروری تھا کہ یہ پانچواں حصہ ان ہی پانچوں قسم کے لوگوں میں خرچ کریں، ان کے علاوہ پر صرف نہ فرمائیں، اب ضرورت ہو تو پانچوں قسم کے لوگوں میں جو مقدار مناسب سمجھیں تقسیم فرما دیں یا ان پانچوں میں سے بعض کو جس کو زیادہ ضروری سمجھیں عنایت فرما دیں، بہرحال اس کی تقسیم کا معاملہ آپ کی صواب دید پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ جس طرح آپ مناسب سمجھیں تقسیم فرما دیں۔

آیت کے اخیر میں فرمایا کہ اگر تم اللہ پر اور اس چیز پر یقین رکھتے ہو جس کو ہم نے اپنے بندے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر فیصلہ کے دن جس روز کے دونوں جماعتوں (مومنین اور کفار) کا آپس میں مقابلہ ہوا تھا نازل فرمایا تھا، اس سے مراد جنگ بدر ہے اور جو چیز نازل فرمائی تھی وہ ہے امداد غیبی۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تم کو اللہ پر اور اس کی غیبی امداد پر یقین ہے تو ہمارے اس قانون کو مان کر اس پر عمل کرو۔ یہ اس لئے فرمایا گیا کہ مجاہدین کو پانچواں حصہ نکالنا شاق نہ گذرے، اور یہ سمجھ لیں کہ یہ ساری غنیمت اللہ ہی کی امداد سے ہاتھ آئی، بے شک حق تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔

إِذْ أَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ

(یہ وہ وقت تھا کہ) جب تم (اس میدان کے) ادھر والے کنارہ پر تھے اور وہ لوگ (یعنی کفار اس میدان کے) ادھر والے کنارہ پر تھے اور وہ قافلہ (قریش کا) تم سے نیچے کی طرف (بچا ہوا)

مِنْكُمْ ۚ وَلَوْ تَوَاعَدْتُمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ ۙ وَلَٰكِنْ لِيَقْضِيَ

تھا اور اگر تم (اور وہ) کوئی بات ٹھیراتے، تو ضرور اس ٹھہرے کے بارہ میں تم میں اختلاف ہوتا لیکن تاکہ جو بات

اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ۙ لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَ

يَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۴۲

جس کو زندہ (ہدایت یافتہ) ہونا ہے، وہ (بھی) نشان آنے پیچھے زندہ ہو اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والے خوب جاننے والے ہیں

مصلحتِ جنگِ بدر

جنگ بدر جس کا واقعہ اور تفصیلات پارہ ۹ میں بیان ہوئی۔ اس آیت میں اسی جنگ بدر کی مصلحت بیان فرمائی گئی ہے، ارشاد ہے کہ تمام حالات اس طرح کے تھے کہ تم جنگ کے لئے تیار نہ ہوتے (مگر ہم نے پھر بھی جنگ کرا کر مذہب اسلام کی حقانیت کو ثابت کر دیا) کیونکہ اے مسلمانوں تم ہر اعتبار سے کمزور تھے، تمہاری تعداد بھی کم تھی، اور ہتھیاروں سے بھی تم خالی تھے، اور پھر جنگ کی جگہ بھی تمہارے حصہ میں اچھی نہ آئی، تم میدان جنگ کے ادھر والے کنارے پر تھے جو کہ مدینہ طیبہ سے قریب ہے اور یہ حصہ ریتیلا تھا، اس پر چلنا دشوار تھا، اور آس پاس پانی کا بھی کوئی بندوبست نہ تھا اور تمہارے دشمن کفار قریش کو میدان جنگ سے ادھر کا حصہ ملا جو مدینہ سے دور تھا، وہاں کی زمین پختہ تھی، جس پر آرام سے چل پھر سکتے تھے اور قریب میں پانی کا بھی بندوبست تھا، اور پھر ابوسفیان کا تجارتی قافلہ جو ملک شام سے آرہا تھا جو اس جنگ کا سبب بنا تھا وہ کفار قریش کے قریب تھا ضرورت پڑنے پر وہ بھی ساتھ مل کر لڑ سکتا تھا اور تم سے وہ تین میل کے فاصلے پر نیچے نیچے سمندر کے کنارے اپنی منزل کی طرف چلا جا رہا تھا، بہرحال تمام حالات اس طرح کے تھے کہ اگر تم میں پہلے سے جنگ کیلئے کوئی تاریخ مقرر ہوتی جیسا کہ اہل عرب کا معمول تھا تو پھر یہ جنگ نہ ہو پاتی، یا تو اس وجہ سے کہ مسلمان آپس میں اختلاف کرتے اور اپنی تعداد کی کمی اور بے سروسامانی کی وجہ سے تیار نہ ہوتے یا پھر کفار پر منجانب اللہ جو رعب طاری تھا اس کی وجہ سے وہ جنگ کے لئے آمادہ نہ ہوتے، مگر چونکہ اللہ پاک کو یہ جنگ کرانا منظور تھا اس لئے اتفاقی طور پر دونوں لشکر سامنے آئے اور جوش پیدا ہو کر مڈبھیڑ ہو گئی اور پھر جو مصلحت و مقصد اس جنگ سے حق تعالیٰ کا تھا وہ پورا ہو گیا یعنی اس مختصر سی بے سروسامان جماعت کو فتح و کامیابی عطا فرما کر مذہب اسلام کی تائید فرمائی کہ یہ مذہب حق ہے، ہمارا پسندیدہ ہے اور کفر ایک گمراہی ہے تمہارے رب کو قطعاً پسند نہیں۔

آیت کے اخیر میں فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والے اور خوب جاننے والے ہیں، دیکھتے ہیں کون اس واضح حقیقت کو دیکھ کر کفر پر جما رہتا ہے اور کون ایمان قبول کرتا ہے۔

اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ۭ وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَ

(وہ وقت بھی قابل ذکر ہے کہ) جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے خواب میں آپ کو وہ لوگ کم دکھلائے اور اگر اللہ تعالیٰ آپکو وہ لوگ زیادہ دکھلا دیتے

لَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ

تو تمہاری ہمتیں ہار جاتیں اور اس امر میں تم میں باہم نزاع (و اختلاف) ہو جاتا، لیکن (اللہ کے) کرنے کے بارہ میں) اللہ تعالیٰ نے (اس کم ہمتی اور اختلاف

الصُّدُورِ ﴿٤٣﴾ وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ إِذِ الْتَقَيْتُمْ فِي أَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا

سے) بچا لیا بیشک وہ دلوں کی بات کو خوب جانتا ہے۔ اور (اس وقت کو یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو جبکہ تم مقابل ہوئے، وہ لوگ تمہاری نظر میں کم کر کے دکھلا

وَيُقَلِّلُكُمْ فِي أَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ۗ وَ

رہے تھے اور (اسی طرح) ان کی نگاہ میں تمکو کم کر کے دکھلا رہے تھے تاکہ جو بات اللہ کو کرنا منظور تھا اسکی تکمیل کر دے اور

إِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿٤٤﴾

سب معاملے خدا ہی کی طرف رجوع کئے جائینگے۔

تفسیر اس آیت پاک میں ارشاد ہے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ وقت بھی یاد کرو جب ہم نے آپ کو جنگ بدر کے موقع پر دشمنوں کی تعداد کم دکھائی تھی، چنانچہ حضورؐ نے یہ خواب صحابہ کو سنایا تو ان کے دل خوب مضبوط اور قوی ہو گئے، اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کو دشمنوں کی تعداد زیادہ کر کے دکھلا دیتا تو آپ صحابہؓ سے فرما دیتے تو اے صحابہ تمہاری ہمتیں ہار جاتیں اور جنگ کے متعلق تم میں آپس میں اختلاف پیدا ہو جاتا، اور اللہ پاک نے اس کم ہمتی اور اختلاف سے تم کو بچا لیا۔ بے شک وہ دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے، اس کو معلوم تھا کہ اس طرح تمہارے دل مضبوط ہوں گے اور اس طرح کمزور اس نے ایسی تدبیر اختیار کی کہ جس سے تمہارے دل مضبوط اور قوی ہو گئے۔

صاحب تفسیر مظہریؒ نے لکھا ہے کہ دشمنوں کی تعداد کم دکھانے میں یہ مصلحت تھی تاکہ مسلمان ثابت قدم رہیں، ان کے حوصلے بلند ہو جائیں، دشمنوں کی کثرت دیکھ کر خوف زدہ نہ ہوں۔ واقعہ یہ ہوا کہ جنگ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم فرمایا کہ جب تک میں تمہیں لڑنے کے لئے نہ کہوں اس وقت تک لڑائی شروع نہ کرنا اگر دشمن تمہارے قریب آجائیں تو ان پر صرف تیر چلانا تلوار مت چلانا، تلوار اسی وقت چلانا جب وہ تم پر ٹوٹ ہی پڑیں، یہ فرما کر آپ جھونپڑی میں تشریف لے گئے وہاں آپ کو تھوڑی سی نیند آگئی، حضرت ابوبکرؓ جو آپ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ دشمن بالکل قریب آپہنچے ہیں اور چھیڑ چھاڑ کرنے لگے ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آواز سے آپ بیدار ہو گئے۔ اس وقت اللہ پاک نے آپ کو خواب میں دشمنوں کی تعداد کم دکھائی۔ اس کی اطلاع آپ نے صحابہؓ کو دی۔ جس سے ان کی ہمت اور بڑھ گئی۔ اور پھر عین مقابلہ کے وقت جو مجاہدین صحابہ کرامؓ کو دشمنوں کی تعداد کم دکھائی گئی جیسا کہ اس آیت وَاِذْ یُرِیْکُمُوْھُمْ الخ

میں بیان ہے، ارشاد ہے اس وقت کو یاد کرو جب اللہ تمہیں جب کہ تم دشمنوں کے مقابل ہوئے تو ان کو تمہاری نظر میں کم کر کے دکھلا رہے تھے، اور اسی طرح ان لوگوں کی نگاہ میں تم کو کم کر کے دیکھا رہے تھے۔

صاحب تفسیر معارف القرآن لکھتے ہیں کہ دشمنوں کو مسلمانوں کی تعداد کم کر کے دکھانا اس لحاظ سے بھی ہو سکتا ہے کہ ان کی تعداد حقیقت میں کم ہی تھی اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ صاحب مظہریؒ نے بھی لکھا ہے کہ مسلمانوں کی تعداد اصل تعداد سے کم دکھائی گئی، چنانچہ ابوجہل نے مسلمانوں کا لشکر دیکھ کر اپنے ساتھیوں سے کہا ان کی تعداد ایک خوراک اونٹ سے زیادہ نہیں۔ اہل عرب کے ایک اونٹ سو آدمی کھاتے تھے، مسلمانوں کی کم تعداد جنگ چھڑنے سے پہلے دکھائی گئی، اور جب جنگ چھڑ گئی تو ان کی تعداد دوگنا کر کے دکھائی گئی دشمنوں کی تعداد کم کر کے دکھائی گئی اس کا اندازہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اس فرمان سے لگا لیجئے، فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے پاس والے ایک آدمی سے کہا کہ دشمن نوے ہوں گے اس نے کہا نہیں سو ہوں گے۔

تعداد کم دکھانے میں یہ غرض تھی تاکہ دونوں لشکر جنگ کے لئے آمادہ رہیں اور حوصلہ بڑھا رہے اور پھر ٹکراؤ ہو جانے پر کافروں کو ناکام کر کے لوگوں کو یہ دکھا دیں کہ مضبوط اور مستحکم لشکر کے ناکام ہونے کا صاف مطلب یہی ہے کہ سامنے والا لشکر حق پر ہے اور اس طرح مذہب اسلام کی حقانیت کھل کر لوگوں کے سامنے آجائے۔

آیت کے اخیر میں فرمایا گیا کہ تمام مقدمے اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں، پس وہ گمراہ کافروں کو سزا دے گا اور ہدایت یاب مسلمانوں کو جزا اور ثواب دے گا

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً

اے ایمان والو! جب تم کو کسی جماعت سے (جہاد میں) مقابلہ کا

فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٤٥﴾ وَأَطِيعُوا اللَّهَ

اتفاق ہوا کرے تو (ان آداب کا لحاظ رکھو) (۱) ثابت قدم رہو (۲) اور اللہ تعالیٰ کا خوب کثرت سے ذکر کرو، امید ہے کہ تم کامیاب ہو (۳) اور اللہ اور

وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا

اسکے رسول کی اطاعت (کا لحاظ) کیا کرو (۴) اور نزاع مت کرو، ورنہ اپنے امام سے اور نہ آپس میں ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائیگی

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿٤٦﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن

(۵) اور صبر کرو بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔ (۶) اور ان (کافر) لوگوں کے مشابہ مت ہونا، کہ جو (اسی واقعۂ بدر میں) اپنے گھروں سے

دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ

اترائے ہوئے اور لوگوں کو (اپنی شان) دکھلاتے ہوئے نکلے اور لوگوں کو اللہ کے رستے (دین) سے روکتے تھے۔

وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿٤٧﴾

اور اللہ تعالیٰ اُنکے اعمال کو (اپنے علم کے) احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔

جنگ وجہاد کے چند آداب

ان آیات پاک میں حق تعالیٰ شانہٗ نے مسلمانوں کو جنگ وجہاد کے لئے چھ آداب وہدایات فرمائی ہیں جو ان کے لئے دنیا میں کامیابی وفتح مندی اور آخرت میں نجات وفلاح کا نسخۂ اکسیر ہیں، صحابہ کرامؓ کی تمام جنگوں میں کامیابی بھی ان ہی ہدایات پر عمل کرنے کا نتیجہ ہے۔

اوّل جنگ میں ثابت قدم رہو، بھاگو مت، صحیح احادیث میں ہے کہ مقابلہ کے وقت میدان سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے جس کی تفصیل پارہ ۹ میں گذر چکی۔ اہل تجربہ پر یہ بات روشن ہے کہ میدان جنگ کے لئے سب سے پہلا اور کامیاب ہتھیار اپنے قدموں کا جمے رہنا ہے اگر ان میں جماؤ نہیں تو پھر تمام ہتھیار بے کار ہیں۔ دوسرے ذکر اللہ۔ اللہ کے ذکر سے دل مضبوط ہوتا ہے، ذکر اللہ ایک بہترین ہتھیار ہے، پوری دنیا جنگ کے لئے بہترین اسلحہ کا اہتمام کرتی ہے مگر مومنوں کے اس روحانی ہتھیار "ذکر اللہ" سے بے خبر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے جب بھی ان ہدایات کے مطابق جنگ لڑی ہے تو اپنے مسلح اور زبردست مقابل کو شکست دی اور ناکام کیا، قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ لکھتے ہیں کہ یہاں ذکر اللہ سے مراد فتح وکامیابی کی دعا کرنا ہے چنانچہ ایک جنگ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو دشمن سے مقابلہ کی تمنا مت کرو اور اللہ سے عافیت (بچاؤ) کی دعا کرو، لیکن جب مقابلہ ہو ہی جائے تو پھر ثابت قدم رہو اور یقین رکھو کہ جنت تلواروں کے سایہ کے نیچے ہے پھر دعا کی اے اللہ کافروں کے لشکر کو شکست دے، اور اپنے مومن بندوں کو فتح وکامیابی عطا فرما، تیسرے اللہ ورسول کی اطاعت وفرماں برداری کی جائے کوئی کارروائی شریعت کے خلاف نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی امداد ونصرت اس کی اطاعت ہی کے ذریعہ حاصل کی جاسکتی ہے، نافرمانی تو اللہ کی ناراضگی اور فضل سے محرومی کا سبب ہے۔ چوتھے یہ کہ اپنے امیر اور ساتھیوں سے نااتفاقی اور اختلاف مت کرو نہیں تو تم بزدل اور کم ہمت

ہو جاؤ گے۔ کیونکہ اختلاف کی صورت میں ایک کا دوسرے پر بھروسہ نہیں رہتا جس سے اجتماعی قوت ختم ہو جاتی ہے، اور دوسرا نقصان اس سے یہ ہو گا کہ تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی یعنی جو رعب تمہارا دشمنوں پر طاری ہے وہ جاتا رہے گا، پانچواں یہ کہ صبر کا دامن تھامے رہے یعنی اگر کوئی بات طبیعت کو ناگوار لگے تو اس پر صبر کرو اس کی وجہ سے آپس میں نا اتفاقی اور اختلاف پیدا مت کرو۔ اسی کے ساتھ صبر کرنے والوں کو خوشخبری بھی سنا دی ہے کہ صبر کرنے والوں کے ساتھ اللہ ہے اور جس کا رفیق و مددگار اللہ ہو تو اس کے لئے دونوں جہان کی نعمتیں ہیچ ہیں۔ چھٹے یہ کہ اپنی طاقت و قوت پر گھمنڈ مت کرو اور فخر و ریاکاری بھی اختیار مت کرو، غرض یہ کہ تم ان کافروں جیسے مت ہو جانا جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور اپنی شان و شوکت لوگوں کو دکھلاتے ہوئے نکلے اور ان کی یہ نیت بھی تھی کہ وہ لوگوں کو اللہ کے راستے (دین اسلام) سے روکیں۔ بس اللہ ان کی حرکتوں سے خوب واقف ہے، ان کو سخت سزا دے گا۔ اس میں اشارہ ہے قریش مکہ کی طرف، جو انہوں نے جنگ بدر کے موقع پر کہا تھا۔ روایت میں ہے کہ ابوسفیان جب اپنا تجارتی قافلہ حفاظت کی حدود میں لے آیا تو اس نے ابوجہل کو یہ پیغام بھیجا کہ اب ہم بالکل محفوظ ہیں تم اپنا لشکر واپس لے کر مکہ چلے جاؤ لشکر میں سے کچھ ساتھیوں نے بھی ابوجہل سے یہی کہا مگر اس نے کسی کی نہ مانی اور قسم کھا کر کہنے لگا کہ ہم میدان بدر میں جا کر تین دن قیام ضرور کریں گے اور اپنی کامیابی کا اعلان کریں گے وہاں جا کر ہم اونٹ ذبح کر کے لوگوں کو کھلائیں گے، شرابیں پلائیں گے طوائفیں ناچیں اور گائیں گی، محمد اور اس کے ساتھی جب ہماری دلیرہ دلی کی داستانیں سنیں گے تو ان کے دلوں پر ہماری ہیبت چھا جائے گی، چنانچہ ابوجہل کا لشکر وہاں پہونچا اور بجائے شراب و کباب کے موت کا دور چلا، گانے کی جگہ نوحہ ہوا۔

بہر حال مسلمانوں کو یہ ہدایت فرمادی گئی کہ تم اخلاص سے جنگ میں شرکت کرو دین اسلام کی سربلندی کی نیت رکھو، دکھاوے اور شہرت کے لئے یہ کام مت کرو اسی میں تمہاری دین و دنیا کی بھلائی اور کامیابی ہے۔

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ

اور (اس وقت کا ان سے ذکر کیجئے) جبکہ شیطان نے

اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ

ان (کفار) کو انکے اعمال خوشنما کرکے دکھلائے اور کہا کہ لوگوں میں سے آج کوئی تم پر غالب آنے والا نہیں، اور میں

جَارٌ لَّكُمْ فَلَمَّا تَرَاۗءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰي عَقِبَيْهِ وَقَالَ

تمہارا حامی ہوں، پھر جب دونوں جماعتیں (کفار و مسلمین کی) ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں تو وہ الٹے پاؤں بھاگا۔ اور (یہ) کہا

اِنِّيْ بَرِيْۗءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰي مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ

کہ میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں، میں ان چیزوں کو دیکھ رہا ہوں، جو تم کو نظر نہیں آتیں (یعنی فرشتے) میں تو خدا سے ڈرتا ہوں

وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۴۸

اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں

تفسیر

اس آیت پاک میں جنگ بدر کے موقع کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ قریش مکہ کو شیطان نے مسلمانوں سے مقابلہ کے لئے ابھارا اور خود ان کا حمایتی بن کر مع اپنے لشکر کے جنگ میں شریک ہوا اور پھر عین جنگ کے وقت میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ لیا۔

واقعۂ آیت کی تفصیل

اس آیت میں جس واقعہ کی طرف اشارہ ہے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے اس کی تفصیل یہ منقول ہے کہ قریش مکہ کا لشکر جب مسلمانوں کے مقابلہ کیلئے مکہ سے نکلا تو ان کے دلوں میں یہ خطرہ تھا کہ قریب میں قبیلۂ بنو بکر ہمارا دشمن ہے ایسا نہ ہو کہ ہم مسلمانوں کے مقابلہ پر جائیں اور یہ دشمن قبیلہ موقع پاکر ہمارے گھروں، عورتوں اور بچوں پر چھاپہ مار دے، یہ اسی سوچ میں تھے کہ اچانک شیطان سراقہ بن مالک کی صورت میں اس طرح سامنے آیا کہ اس کے ہاتھ میں جھنڈا اور اس کے ساتھ ایک دستہ بہادر فوج کا تھا سراقہ بن مالک اس علاقہ اور قبیلہ کا بڑا سردار تھا جن سے حملہ کا خطرہ تھا اس نے آگے بڑھ کر قریشی جوانوں سے خطاب کیا اور دو طرح سے فریب میں مبتلا کیا۔ اول اس طرح کہ فکر مت کرو آج کوئی بھی قبیلہ تم پر غالب نہیں آسکتا کیونکہ مجھے تمہارے دشمنوں کی طاقت کا اندازہ ہے اور میں تمہاری طاقت بھی دیکھ رہا ہوں۔ اس لئے تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تم بے فکر ہو کر آگے بڑھو، فتح تمہاری ہی ہوگی۔ دوسرا فریب یہ دیا کہ تمہیں جو قبیلۂ بنو بکر سے خطرہ ہے اس سے بھی

مطمئن رہو۔ میں اس کی ذمہ داری لیتا ہوں وہ حملہ آور نہ ہوگا، اور میں تمہارا حمایتی و مددگار رہوں گا، بہر حال شیطان کی ان فریب آمیز باتوں نے کفار قریش کے لشکر میں آگے بڑھنے کا پورا حوصلہ پیدا کر دیا چنانچہ یہ پورے اطمینان کے ساتھ میدان جنگ تک پہونچے۔ اور جب دونوں لشکر مقابلہ کے لئے آمنے سامنے آئے تو شیطان وہاں سے بھاگ لیا، قریشی لشکر میں سے حارث بن ہشام نے اس سے کہا کیوں بھاگتا ہے تو شیطان نے جواب دیا کہ مجھے وہ چیز نظر آرہی ہے جو تم کو نہیں دیکھتی، اس سے مراد فرشتوں کا لشکر ہے جو جنگ بدر میں حق تعالیٰ نے بھیجا تھا۔ حضرت ابن عباس رضؓ سے منقول ہے کہ جس وقت شیطان نے حضرت جبرئیل اور ان کے ساتھ فرشتوں کا لشکر دیکھا تو وہ گھبرا گیا کیونکہ وہ فرشتوں کی طاقت سے خوب واقف تھا، سمجھ گیا کہ اب میری خیر نہیں۔ بہر حال شیطان یہاں سے بھاگ لیا، اور پورے راستے پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا آخر جا کر سمندر میں گر پڑا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر کہنے لگا اے میرے رب اپنا وہ وعدہ پورا کر جو تو نے مجھ سے کیا تھا اے اللہ میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں اس مہلت تک کی جو تو نے مجھے قیامت تک کے لئے دی ہے۔ یہ دعا شیطان نے اس لئے کی کہ اس کو خوف ہو گیا کہ جبرئیل مجھے مار ڈالیں گے

روایت میں ہے کہ جب جنگ ختم ہو گئی اور قریش مکہ واپس آگئے تو ان میں سے کسی کی ملاقات سراقہ بن مالک سے ہوئی تو اس نے کہا، اے سراقہ تم نے عین جنگ کے وقت ہمیں خوب دھوکہ دیا، تمہاری اس حرکت سے ہمارے جوانوں کی ہمتیں ٹوٹ گئیں اور آخر کار ہم ناکام ہو کر لوٹے۔ سراقہ یہ باتیں سن کر حیران ہو کر کہنے لگا نہ میں تمہارے ساتھ گیا اور نہ وہاں سے بھاگا۔ مجھے تو تمہاری شکست کی خبر بھی تمہارے مکہ واپس آنے پر معلوم ہوئی ہے۔

شیطان انسان کا سخت دشمن ہے

اس آیت سے یہ بات بھی کھل کر سامنے آگئی ہے کہ شیطان انسان کا سخت دشمن ہے وہ انسان کو نقصان پہونچانے کے لئے طرح طرح کے حیلے کرتا ہے اور قسم قسم کے روپ بدلتا ہے بعض اوقات دل میں وسوسہ ڈال کر پریشان کرتا ہے اور بعض اوقات سامنے آکر دھوکہ دیتا ہے۔ انسان کو چاہئے کہ ہر وقت اس کے مکر و فریب سے خدا کی پناہ چاہتا رہے۔

اقوال و تحقیق

انی اخاف اللہ: عطاء رحؒ نے اس کا یہ مطلب بیان فرمایا ہے کہ شیطان نے کہا کہ مجھے اللہ سے اس بات کا ڈر ہے کہ وہ دوسرے ہلاک ہونے والوں کے ساتھ

اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ

(اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے کہ) جب منافقین اور جن کے دلوں میں

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّهٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ

(شک کی) بیماری تھی (یوں) کہتے تھے، کہ ان (مسلمان) لوگوں کو اُنکے دین نے بھول میں ڈال رکھا ہے۔ اور جو شخص اللہ پر بھروسہ

عَلَي اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۴۹

کرتا ہے۔ تو بلاشبہ اللہ تعالےٰ زبردست ہیں (اور) حکمت والے (بھی) ہیں

تفسیر منافقین و مشرکین نے جنگ بدر میں جب قریش مکہ کی زبردست طاقت دیکھی اور ان کے مقابلہ میں مسلمانوں کو نہتے اور کمزور دیکھا تو کہنے لگے کہ مسلمانوں کو ان کے دین نے بھول میں ڈال رکھا ہے کہ اپنے دین کے حق ہونے کے بھروسہ پر اتنی زبردست طاقت سے بلا سوچے سمجھے مقابلہ کرنے نکل پڑے۔ ان کو اللہ پاک نے اس آیت میں جواب دیا ہے کہ جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ اکثر غالب ہی رہتا ہے، کیونکہ جس ذات پر وہ بھروسہ کر رہے ہیں وہ زبردست طاقت و قوت والی ہے اس لئے وہ اپنے اوپر بھروسہ کرنے والوں کو غالب کر دیتے ہیں۔ گرچہ وہ ظاہری اعتبار سے کتنے ہی کمزور اور بے سروسامان کیوں نہ ہوں اور جو کبھی کبھی کامیابی نہیں ملتی تو اس میں اللہ کی کوئی حکمت و مصلحت ہوا کرتی ہے۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ

اور اگر آپ (اس وقت کا واقعہ) دیکھیں، جبکہ فرشتے ان

كَفَرُوا ۙ الْمَلٰۗىِٕكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا

(موجودہ) کافروں کی جان قبض کرتے جاتے ہیں (اور) اُنکے منہ پر اور ان کی پشتوں پر مارتے جاتے ہیں اور (یہ کہتے جاتے ہیں کہ ابھی کیا ہے

عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝۵۰ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ

آگے چل کر) آگ کی سزا چکھنا۔ یہ (عذاب) ان (اعمال کفریہ) کی وجہ سے ہے جو تمہارے اپنے ہاتھوں سمیٹے ہیں اور یہ (سزا) مرتب ہی ہے)

بقیہ اقوال و تحقیق:۔ کہیں مجھے بھی ہلاک نہ کر دے کلبیؒ نے فرمایا کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ شیطان کو حضرت جبرئیل کی طرف سے ڈر تھا کہ کہیں جبرئیل اس کو پکڑ کر لوگوں کے سامنے اس کی مکاری نہ کھول دیں

بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۵۱﴾ كَدَأْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ

کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والے نہیں (اُنکی حالت ایسی ہے) جیسی فرعون والوں کی اور اُن سے پہلے کے کافر لوگوں کی حالت (تھی)

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ

کہ انہوں نے آیاتِ الٰہیہ کا انکار کیا، سو خدا تعالیٰ نے انکے (ان) گناہوں پر ان کو پکڑ لیا ، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی قوت

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۵۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً

والے سخت سزا دینے والے ہیں یہ بات اس سبب سے ہے ، کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسی نعمت کو جو کسی قوم کو عطا فرمائی ہو

اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۳﴾ ۙ

نہیں بدلتے جب تک کہ وہی لوگ اپنے ذاتی احوال کو نہیں بدل ڈالتے اور یہ (امر ثابت ہی ہے) کہ اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے بڑے جاننے والے ہیں

تفسیر ان آیات میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ اگر آپؐ ان کافروں کا حال اس وقت دیکھتے جب کہ فرشتے ان کی روح قبض کرنے کے وقت ان کے چہروں اور پیٹھوں پر مارتے جاتے ہیں اور یہ کہتے جاتے ہیں کہ یہ سزا تو کچھ بھی نہیں ۔ آگے چل کر آگ کی سزا جھیلنا تو اس وقت آپ بڑا ہی ہیبت ناک منظر دیکھتے ۔ مطلب یہ ہے کہ جب کوئی کافر مرتا ہے تو فرشتے اس کے ساتھ یہ معاملہ کرتے ہیں ، ایک روایت میں ہے کہ فرشتوں کے ہاتھ میں آگ کے کوڑے اور لوہے کے گرز ہوتے ہیں جن سے وہ مرنے والے کافر کو مارتے ہیں ۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ یہ واقعہ جنگ بدر میں پیش آیا جب کفار قریش مسلمانوں کی طرف بڑھتے تو فرشتے ان کے منہ پر تلواریں مارتے اور جب منہ پھیر کر بھاگتے تو فرشتے ان کی پیٹھوں پر مارتے اس طرح فرشتے ان کو قتل کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ یہ سزا تو کچھ بھی نہیں آگے چل کر جہنم کے انگاروں میں تمہیں جلنا ہے

اگلی آیت میں اللہ پاک نے کافروں کو اس بات سے بھی آگاہ کر دیا کہ اس طرح سزا دے کر ہم تم پر کوئی ظلم نہیں کر رہے ہیں ، بلکہ یہ سب تمہاری ان کرتوتوں اور حرکتوں کا بدلہ ہے جو تم زندگی میں کیا کرتے تھے اور پھر فرمایا کہ ان لوگوں کی حالت ایسی ہے جیسی قوم فرعون کی تھی اور اس سے پہلی قوموں کی تھی جیسے قوم عاد، قوم ثمود ، قوم لوط ، قوم نوح اور دیگر کافر قوموں کی کہ انہوں نے اللہ پاک کی آیات کو جھٹلایا اور کفر و شرک میں مبتلا رہے بس ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے عذاب میں گرفتار کر لیا ۔ بلاشبہ اللہ پاک

بڑی طاقت والے اور سزا دینے والے ہیں بس اس کے مقابل کی کوئی بھی طاقت نہیں جو اس کے عذاب سے بچا سکے۔

اللہ کا دستور

آخری آیت میں عذاب کا سبب بیان فرمایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ دستور ہے کہ جب کوئی قوم اپنی حالت بگاڑ لیتی ہے تو اللہ پاک اس سے اپنی نعمت چھین لیتا ہے اور عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے، چنانچہ کفار مکہ کو دین و دنیا دونوں طرح کی نعمتوں سے نوازا، دنیا کی نعمت یہ کہ ان کو تجارتی ترقی عطا فرمائی اور ایسے ملکوں میں جہاں کسی کا تجارتی قافلہ سلامتی سے نہیں گذر سکتا تھا، ان لوگوں کے تجارتی قافلے ملک شام و یمن میں جاتے اور کامیاب واپس آتے تھے، اور دین کی ایسی نعمت عظیمہ ان کو عطا کی گئی جو پچھلی کسی قوم کو نصیب نہیں ہوئی تھی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت۔ بس ان کو چاہیئے تھا کہ ان نعمتوں کا شکر ادا کرتے اور اپنی حالت درست کرتے مگر انہوں نے مزید اپنی حالت اور بگاڑ لی۔ صلہ رحمی کو چھوڑ کر اپنے ان رشتہ داروں پر جو مسلمان ہو گئے تھے ظلم کیا۔ مہمان نوازی جو عرب کی عام عادت تھی اس کو چھوڑ کر ان مسلمانوں کا آب و دانہ بند کرنے کے عہد نامے لکھے گئے، حاجیوں کی خدمت جس کو قریش اپنی سعادت سمجھتے تھے اس کو چھوڑ کر مسلمانوں کو حرم شریف میں جانے سے روکتے تھے یہ وہ حالات تھے جن کو قریش نے بدلا اس کے نتیجہ میں اللہ پاک نے ان سے اپنی نعمتیں چھین کر عذاب میں مبتلا کر دیا کہ دنیا میں بھی ذلیل و رسوا ہوئے اور جو ذات بابرکت رحمۃ للعالمین بنکر آئی تھی اس کے ذریعہ ان بدبختوں کا قتل ہوا اور پھر ہمیشہ کے لئے جہنم رسید ہوئے۔

كَدَأْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذَّبُوْا

(انکی حالت) فرعون والوں اور انسے پہلے والوں کی سی حالت (ہے) کہ انہوں نے جھٹلایا

بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ

کی آیات کو جھٹلایا، پس ہم نے انکو انکے گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا اور فرعون والوں کو غرق کر دیا،

وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝ اِنَّ شَرَّ الدَّوَاۗبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ

اور وہ سب ظالم تھے بلاشبہ بدترین خلائق اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ کافر لوگ ہیں

كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ۚ

تو یہ ایمان نہ لائیں گے

تفسیر

اس آیت میں دوبارہ پھر تاکید کے طور پر فرمایا گیا کہ ان کافروں کی حالت اللہ کی نعمتوں کی قدر نہ کرنے میں ایسی ہے جیسے قوم فرعون اور اس سے پہلے دوسری کافر قوموں کی تھی۔ بس ان کی نافرمانی و سرکشی اور گناہ کی وجہ سے ہم نے ان پر اپنا عذاب نازل فرمایا، فرعون کو مع اس کی قوم کے دریائے نیل میں غرق کیا اور دوسری قوموں میں سے کسی کو زلزلہ کے ذریعہ، کسی کو زمین میں دھنسا کر، کسی کی صورتیں بگاڑ کر، کسی کو ہوا کے طوفان سے، اور آخر میں مشرکین مکہ کو جنگ بدر میں مسلمانوں کے ذریعہ عذاب دسزا دی گئی۔

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ الخ اس آیت میں ان ہی کافرین ومشرکین کے متعلق ارشاد فرمایا کہ جتنے بھی جاندار زمین پر چلتے ہیں چاہے وہ جانور ہوں یا انسان ان میں سب سے بدترین یہ لوگ ہیں، بس یہ ایمان نہیں لائیں گے جو ایمان قبول کرنے کی صلاحیت ہر انسان میں ہوتی ہے انھوں نے مسلسل گناہ و نافرمانی کرکے اسے ضائع کر دیا ہے، لہٰذا اب یہ ایمان بھی قبول نہیں کر سکیں گے۔ بس ان کی زندگی مثل جانوروں کے ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی کا مقصد کھانا پینا، سونا جاگنا سمجھ لیا ہے۔

اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ

جن کی یہ کیفیت ہے، کہ آپ اُن سے کئی بار عہد لے

عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ

چکے ہیں (مگر) پھر (بھی) وہ ہر بار اپنا عہد توڑ ڈالتے ہیں، اور وہ (عہد شکنی سے) ڈرتے نہیں سو اگر آپ لڑائی میں

فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾

اُن لوگوں پر قابو پائیں تو اُن (پر حملہ کرکے اس) کے ذریعہ سے اور لوگوں کو جو کہ اُنکے علاوہ ہیں منتشر کر دیجئے تاکہ وہ لوگ سمجھ جاویں۔

اقوال وتحقیق

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ الخ اس کو مکرر بیان کرنے کی صاحب مظہری نے تین وجہ بیان فرمائی ہیں ۱ تاکید پیدا کرنے کے لئے ۲ عذاب کے نزول کی وجہ پہلے کفر کو قرار دیا اور اس آیت میں تغیر حالت کو ۳ پہلی آیت میں ان کے گناہوں کی وجہ سے صرف ان کی گرفت کا ذکر تھا اور اس آیت میں گرفت کی نوعیت بیان فرمائی گئی ہے کہ ان کو تباہ وبرباد کر دیا۔

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى

اور اگر آپ کو کسی قوم سے خیانت (یعنی عہد شکنی) کا اندیشہ ہو تو آپ (وہ عہد) انکو اس طرح واپس کر دیجئے کہ (آپ اور وہ اس اطلاع میں)

سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۸﴾

برابر ہو جائیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

بنو قریظہ کی عہد شکنی

ان آیات میں سے پہلی آیت میں یہود کے ایک قبیلہ بنو قریظہ کی عہد شکنی کو بیان کیا گیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے عہد لیا تھا کہ وہ مشرکین کی مدد نہیں کریں گے مگر انہوں نے اپنے کئے ہوئے اس عہد کو توڑ ڈالا اور جنگ بدر کے موقع پر مشرکین مکہ کو ہتھیار پہونچائے اس کے باوجود جب اس جنگ میں مشرکین کو زبردست ناکامی و شکست ہوئی تو بنو قریظہ کو اپنی حرکت پر شرم آئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی غلطی کی معافی چاہی، آپؐ نے ان کو معاف کر دیا اور پھر دوبارہ یہی عہد لیا مگر یہ اپنی فطرت سے مجبور ہو چکے تھے چنانچہ جنگ احد میں انہوں نے پھر مشرکین کو مدد پہونچائی، آیت کے اخیر میں ان کے متعلق فرمایا گیا کہ یہ لوگ ڈرتے نہیں یعنی دنیا میں عہد شکنی پر جو انجام بد ہوا کرتا ہے، یہ لوگ اس سے نہیں ڈرتے، اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ یہ آخرت کے عذاب سے نہیں ڈرتے تب ہی تو اس طرح کی حرکتیں کرتے ہیں۔

دوسری آیت میں حضور علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا گیا کہ اگر آپ کسی جنگ میں ان لوگوں پر قابو پالیں تو ان کو ایسی سخت سزا دیں جو دوسروں کے لئے عبرت بنے یعنی اس سزا سے مشرکین مکہ اور دوسرے اسلام دشمن قبیلے بھی سبق حاصل کریں اور مسلمانوں کے مقابلہ میں آنے کی ہمت و جرأت نہ کر سکیں آیت کے اخیر میں لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ،، (تاکہ ان کو عبرت ہو) فرما کر رب العالمین کی رحمت عامہ کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس دردناک سزا کا مقصد اپنا غصہ ٹھنڈا کرنا یا انتقام لینا نہیں بلکہ صرف ان کی اصلاح کی غرض سے ہے تاکہ غلط کام کرنے والوں کے برے انجام کو دیکھ کر دوسرے سنبھل جائیں۔

تیسری آیت میں ارشاد ہے کہ اگر آپ کو کسی قوم سے یہ خطرہ ہو کہ وہ اپنا عہد توڑ دے گی تو ان سے کہدیں کہ ہم تمہاری بدنیتی سے باخبر ہو چکے ہیں، لہٰذا اب ہم اس عہد کے پابند نہیں، اس سے پہلے ان سے کوئی جنگ وغیرہ کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ عہد کے خلاف جنگ کرنا ہوگا جو کہ خیانت ہے اور اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا کہ ہم خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا ۖ إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ﴿٥٩﴾

اور کافر لوگ اپنے کو یہ خیال نہ کریں کہ وہ بچ گئے ۔ یقیناً وہ لوگ (خدا تعالےٰ کو) عاجز نہیں کر سکتے

شان نزول علامہ بغوی رح نے فرمایا کہ جنگ بدر کے دن جو کفار مکہ شکست کھا کر بھاگ کر بچ نکلے تھے ان کے متعلق پہلے یہ آیت نازل ہوئی جس میں ارشاد ہے کہ یہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ ہم بچ گئے کیونکہ جنگ بدر کفار کے لئے ایک عذاب الٰہی تھا اور اس کی پکڑ سے بچنا کسی کے بس میں نہیں اسی لئے اس آیت کے آخری حصہ میں فرمایا گیا کہ یہ لوگ اپنی چالاکی سے اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے جب اللہ ان کو پکڑنا چاہے گا تو آسانی سے پکڑ لے گا ہو سکتا ہے کہ دنیا ہی میں پکڑ لئے جائیں نہیں تو آخرت میں پکڑے جانا اور عذاب میں مبتلا کیا جانا تو لازمی اور ضروری ہے ۔

تنبیہ :- اس آیت نے اس طرف اشارہ کر دیا کہ کوئی مجرم گناہگار اگر کسی مصیبت اور تکلیف سے نجات پا جائے اور پھر بھی توبہ نہ کرے بلکہ اپنے جرم پر ڈٹا رہے تو یہ اس کی علامت نہ سمجھو کہ وہ کامیاب ہو گا اور ہمیشہ کے لئے چھوٹ گیا بلکہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی گرفت میں ہے اور یہ ڈھیل اس کے عذاب اور مصیبت کو بڑھا رہی ہے گو اس کو محسوس نہ ہو ۔

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ

اور ان (کافروں) کیلئے جسقدر تم سے ہو سکے قوت (یعنی ہتھیار) سے ، اور پلے ہوئے گھوڑوں سے ، سامان درست رکھو ، کہ اسکے ذریعہ سے تم

بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُونَهُمُ ۚ اللَّهُ

(اپنا) رعب جمائے رکھو ، اُنپر جو کہ (کفر کی وجہ سے) اللہ کے دشمن ہیں ، اور تمہارے دشمن ہیں ، اور انکے علاوہ دوسروں پر بھی جنکو تم (بالتعیین) نہیں جانتے انکو اللہ

يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ

ہی جانتا ہے / اور اللہ کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کروگے وہ تم کو پورا پورا دے دیا جاوے گا

إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ﴿٦٠﴾

اور تمہارے لئے کچھ کمی نہ ہوگی

تفسیر اس آیت پاک میں اسلام سے دفاع اور کفار سے مقابلہ کی تیاری کے احکام ہیں ارشاد ہے کہ سامان جنگ کی تیاری کرو کفار کے لئے جس قدر تم سے ہو سکے ، اس کے اس سامان کی کچھ تفصیل اس طرح فرمائی کہ مِنْ قُوَّةٍ ،، یعنی مقابلہ کی قوت جمع کرو ، اس میں تمام جنگی سامان اسلحہ ہواری

دغیرہ بھی داخل ہے اور اپنے بدن کی ورزش اور جنگ کا علم وفن سیکھنا بھی۔ قرآن کریم نے اس جگہ اس زمانے کے مروجہ ہتھیاروں کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ قوت کا عام لفظ اختیار فرماکر اس طرف بھی اشارہ کردیا کہ یہ قوت ہر زمانہ اور ہر ملک ومقام کے اعتبار سے مختلف ہوسکتی ہے، اس زمانہ کے اسلحہ تیر، تلوار نیزے تھے اس کے بعد بندوق، توپ کا زمانہ آیا اور اب بموں اور راکٹوں کا وقت ہے۔ بہرحال لفظ قوت ان سب کو شامل ہے

اس کے بعد فرمایا کہ پلے ہوئے گھوڑوں کو بھی تیار رکھو، گھوڑوں کا ذکر خاص طور پر اس لئے فرمایا کہ اس زمانہ میں کسی ملک وقوم کو فتح کرنے کے لئے سب سے زیادہ مفید اور کارآمد گھوڑے ہی ہوتے تھے اور آج بھی بہت سے ایسے مقامات ہیں جن کو گھوڑوں کے بغیر فتح نہیں کیا جاسکتا، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھوڑوں کی پیشانی میں اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی ہے۔

چونکہ جہاد کا اصل مقصد اسلام اور مسلمانوں سے دفاع ہے اور دفاع ہر زمانہ میں اور ہر قوم کا جدا ہوتا ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشرکین سے جہاد کرو اپنے مال سے، اپنی جان سے، اپنی زبان سے مطلب یہ ہے کہ جس چیز کی ضرورت پڑے اس کو استعمال میں لاؤ۔

اس آیت میں یہ بات بھی واضح فرمادی گئی ہے کہ جہاد کے لئے سامان جمع کرنے کا اصل مقصد قتل وقتال نہیں بلکہ کفر وشرک کو مرعوب ومغلوب کرنا ہے، وہ کبھی صرف زبان یا قلم سے بھی ہوسکتا ہے اور اس کے لئے کبھی قتل وقتال کی بھی ضرورت پڑتی ہے بہرحال جیسی صورت ہو اس کے مطابق دفاع کیا جائے۔

اس کے بعد فرمایا کہ جہاد کی تیاری سے جن لوگوں کو مرعوب کرنا مقصود ہے ان میں سے بعض کو تم جانتے ہو یعنی کفار مکہ اور یہود مدینہ اور کچھ وہ لوگ بھی ہیں جن کو ابھی تک مسلمان نہیں جانتے جیسے ملک فارس وروم وغیرہ کے کفار ومشرکین۔

جہاد میں چونکہ مال کی بھی ضرورت پڑتی ہے کہ ہتھیار وغیرہ مال ہی کے ذریعہ بنتے ہیں اس لئے اس آیت کے اخیر میں فرمایا کہ راہ خدا میں تم جو کچھ بھی خرچ کروگے اس کا پورا پورا بدلہ تمہیں دیدیا جائیگا بعض اوقات تو دنیا میں بھی مال غنیمت کی صورت میں یہ بدل مل جاتا ہے ورنہ آخرت کا بدلہ تو یقینی ہے اور ظاہر ہے کہ وہ زیادہ قابل قدر ہے۔

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى

اور اگر وہ (کفار) صلح کی طرف جھکیں تو آپ بھی اس طرف جھک جائیے اور اللہ پر بھروسہ

اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۱﴾ وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ

رکھئے بلاشبہ وہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے اور اگر وہ لوگ آپ کو دھوکا دینا چاہیں،

فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ۭ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾

تو اللہ تعالیٰ آپکے لئے کافی ہیں۔ وہ وہی ہے جس نے آپ کو اپنی (غیبی) امداد (ملائکہ سے اور (ظاہری امداد) مسلمانوں کی قوت دی۔

تفسیر

ان آیات میں ارشاد ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر کفار صلح کرنا چاہیں تو آپ اگر اس صلح میں مسلمانوں کی مصلحت سمجھیں تو صلح کر سکتے ہیں، اور اگر اس صلح کے پیچھے کفار کی کوئی سازش ہو کہ وہ تم کو دھوکے میں رکھ کر چپکے چپکے جنگی تیاریاں کرتے رہیں اور پھر اچانک مسلمانوں پر حملہ کر دیں تو ایسی صورت میں آپ اللہ پر بھروسہ رکھئے ... خوب سننے والے اور جاننے والے ہیں وہ ان کی باتیں بھی سنتے ہیں اور ان کے چھپے ہوئے ارادوں کو بھی جانتے ہیں۔ بس آپ اپنے حالات کو اللہ کے سپرد کر دیں وہ آپ کی مدد کے لئے کافی ہے، وہ تم کو ظاہری امداد مسلمانوں کے ذریعہ اور غیبی امداد فرشتوں کے ذریعہ پہونچائے گا جیسا کہ جنگ بدر میں پہونچائی۔

اس خدائی وعدہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عمر بھر میں کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ دشمنوں کے دھوکہ و فریب سے کوئی نقصان پہونچا ہو۔

وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا

اور اُنکے قلوب میں اتفاق پیدا کر دیا اگر آپ دُنیا بھر کا مال خرچ کرتے تب بھی اُن کے

مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ

قلوب میں اتفاق پیدا نہ کر سکتے لیکن اللہ ہی نے ان میں باہم اتفاق پیدا کر دیا بیشک وہ زبردست ہیں

اقوال و تحقیق

فَاجْنَحْ اِلَخ حضرت حسن و قتادہ کا خیال ہے کہ آیت اُقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ سے اس آیت وَاِنْ جَنَحُوْا کا حکم منسوخ کر دیا گیا ہے اور قاضی بیضاویؒ نے لکھا ہے کہ اس آیت کا حکم اہل کتاب کیلئے مخصوص ہے قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ لکھتے ہیں کہ آیت کو منسوخ ماننے کی نہ ضرورت ہے اور نہ ہی اس کو اہل کتاب کے ساتھ مخصوص کرنے کی ضرورت ہے بلکہ اس آیت میں جو صیغہ ہے وہ وجوب کے لئے نہ مانا جائے۔ اباحت کے لئے مانا جائے اس صورت میں آیت کا صاف مطلب وہ نکل آئیگا جس کو ہم نے اوپر تفسیر میں اختیار کیا ہے

ع ۷

حَكِيمٌ ﴿٦٣﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٤﴾

حکمت والے ہیں۔ اے نبی ! آپ کے لئے اللہ تعالےٰ کافی ہے اور جن مومنین نے آپ کا اتباع کیا ہے (وہ کافی ہیں)

انعام عظیم

ان آیات میں اللہ پاک نے اپنے ایک عظیم انعام کا ذکر فرمایا ہے ارشاد ہے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کو مسلمانوں کے ذریعہ مدد دینے کے ساتھ ساتھ ایک بڑا احسان یہ بھی فرمایا کہ ان کے دل آپس میں جوڑ دیئے، جب کہ اس سے پہلے ان میں مختلف قبیلے تھے اور وہ سب آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے، چنانچہ قبیلۂ اوس و خزرج میں برابر جنگیں چلتی رہتی تھیں مگر جب یہ مسلمان ہو گئے تو آپ کی برکت سے اللہ نے ان میں اتفاق و پیار پیدا فرما دیا اور پھر ان سب نے مل جل کر آپ کی مدد کی۔ ظاہر ہے کہ اگر ان میں اتحاد و اتفاق پیدا نہ ہوتا تو پھر ان کے ذریعہ مدد پہونچانا ناممکن تھا۔ اس آیت میں یہ بھی فرمایا گیا کہ اے ہمارے پیغمبر باوجودیکہ آپ عقل و تدبر میں کامل ہیں اور ان میں اتفاق کے لئے چاہے آپ دنیا بھر کا مال و دولت بھی خرچ کر ڈالتے تب بھی آپ ان میں اتحاد و اتفاق پیدا نہ کر سکتے، بس یہ اللہ ہی کا کام تھا کہ اس نے ان کے دلوں کو آپس میں جوڑ کر اتحاد و اتفاق پیدا فرما دیا۔ اس کے بعد اس آیت یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ الخ میں) حضورؐ کو مزید تسلی دینے کے لئے فرمایا کہ آپ کے لئے حقیقت کے اعتبار سے اللہ اور ظاہر کے اعتبار سے مسلمان کافی ہیں۔ لہٰذا آپ کسی بڑے سے بڑے دشمن کی تعداد یا سامان سے خوف زدہ نہ ہوں۔ علماء مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت غزوۂ بدر کے میدان میں جنگ شروع ہونے سے پہلے نازل ہوئی تھی تاکہ کم تعداد اور بے سامان مسلمان اپنے مقابل کی تعداد و طاقت سے مرعوب و خوف زدہ نہ ہو جائیں۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ ۚ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ

اے پیغمبر! آپ مومنین کو جہاد کی ترغیب دیجئے اگر تم میں کے بیس آدمی

اقوال و تحقیق

یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ الخ کا ایک شان نزول اوپر بیان ہوا، دوسرا حضرت سعید ابن جبیرؓ سے یہ منقول ہے کہ جب ۳۲ مرد اور چھ عورتیں مسلمان ہو گئیں تو چالیسویں نمبر پر حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت عمرؓ مسلمان ہو گئے تو مشرکین نے کہا آج ہماری قوم کی طاقت آدھی ہو گئی۔

عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ

ثابت قدم رہنے والے ہونگے تو دوسو پر غالب آجاویں گے اور (اسی طرح) اگر تم میں کے سو آدمی

مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿٦٥﴾

ہوں گے تو ایک ہزار کفار پر غالب آجاویں گے اس وجہ سے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو دین کو کچھ نہیں سمجھتے۔

اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ۭ فَاِنْ يَّكُنْ

اب اللہ تعالےٰ نے تم پر تخفیف کردی، اور معلوم کرلیا کہ تم میں ہمت کی کمی ہے سو اگر تم میں کے

مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ

سو آدمی ثابت قدم رہنے والے ہونگے تو دوسو پر غالب آجاویں گے۔ اور اگر تم میں کے ہزار ہوں گے،

اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٦٦﴾

تو دو ہزار پر اللہ کے حکم سے غالب آجاویں گے۔ اور اللہ تعالےٰ صابرین کے ساتھ ہیں

تفسیر ارشاد خداوندی ہے کہ اے ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ مومنین کو جہاد کی ترغیب دیجئے اور اس کے متعلق ان کو یہ قانون سنا دیجئے کہ اگر تم بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہونگے تو دوسو دشمنوں پر غالب آجائیں گے، اور اگر تم سو ہو گئے تو ایک ہزار کافروں پر غالب آجاؤ گے، اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارے مقابل کفار ایسے ہیں جو دین اسلام کو کچھ نہیں سمجھتے اسی وجہ سے ان کو خدا کی غیبی مدد نہیں ملتی۔ اور مسلمانوں کا کامل یقین حق تعالیٰ شانہٗ کی ذات پر ہوتا ہے اور اس کے کئے ہوئے وعدوں پر ہوتا ہے کہ اگر تم میری راہ میں مارے گئے تو جام شہادت پیو گے اور پھر جنت کے تمام عیش و آرام تمہیں نصیب ہوں گے اور ہم تم سے راضی ہو جائیں گے اور تم کو راضی کرلیں گے، اس جذبہ و شوق اور امداد غیبی کی وجہ سے بیس مسلمان دوسو کافروں پر غالب آجائیں گے، یہ حکم کہ دس کافروں کا مقابلہ ایک مسلمان کرے اسلام کی سب سے پہلی لڑائی جنگ بدر کے موقع پر دیا گیا اور پھر اس کا نتیجہ پوری دنیا نے دیکھ لیا کہ چند نہتے اور کمزور مسلمانوں نے مسلح اور طاقت ور لشکر کو کس طرح ناکام کیا اور شکست دی

اس کے بعد والی آیت میں پہلے حکم میں تخفیف کرکے دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ اگر تم میں سو آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو وہ دوسو کافروں پر غالب آجائیں گے، یہ حکم اللہ پاک نے اس وجہ سے بدلا کہ اس نے جان لیا کہ تم میں ضعف اور ہمت کی کمی ہے، بہرحال اب یہ آخری حکم ہے کہ ایک

مسلمان دو کافروں کا مقابلہ کرے اور ایسی حالت میں جب کہ کفار مسلمانوں سے ڈبل ہوں مسلمانوں کو میدان میں جمے رہنا فرض ہے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ کوئی بے انصافی بھی نہیں کیونکہ مسلمانوں کے اندر قوت ایمانی و روحانی اللہ پاک نے ایسی رکھی ہے جس کی وجہ سے وہ بآسانی اپنے سے دوگنے دشمنوں کو پچھاڑ سکتا ہے شرط وہی ہے کہ اللہ کی نصرت پر یقین کامل رکھے اور ثابت قدم رہے تو پھر انشاء اللہ فتح و نصرت ان ہی کی ہے۔ آیت کے اخیر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے یعنی جہاد میں اگر کوئی تکلیف و پریشانی پیش آئے تو اس سے گھبرائے نہیں بلکہ اس پر صبر کرے اور ثابت قدم رہ کر جہاد میں مشغول رہے اور اس کا یقین رکھے کہ اللہ کی نصرت میرے ساتھ ہے تو پھر انشاء اللہ کامیابی ہی کامیابی ہے

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ

نبی (کی شان) کے لائق نہیں کہ اُنکے قیدی (باقی) رہیں (بلکہ قتل کر دئے جائیں) جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح (کفار کی) خونریزی

تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ

کرلیں تم تو دنیا کا مال و اسباب چاہتے ہو۔ اور اللہ تعالےٰ آخرت (کی مصلحت) کو چاہتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ

عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۷﴾ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ

بڑے زبردست ہیں بڑی حکمت والے ہیں۔ اگر خدا تعالےٰ کا ایک نوشتہ (مقدر) نہ ہو چکتا، تو جو امر تم نے اختیار کیا ہے اسکے

اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۶۸﴾ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ

بارہ میں تم پر کوئی بڑی سزا واقع ہوتی۔ سو جو کچھ تم نے لیا ہے اس کو حلال پاک (سمجھ کر) کھاؤ

وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۹﴾

اور اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ تعالےٰ بڑے بخشنے والے بڑی رحمت والے ہیں۔

جنگ بدر کے موقع کا ایک واقعہ

ان آیات میں جنگ بدر کے موقع کے ایک واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کے سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس واقعہ کی جو تفصیل روایات میں آئی ہے وہ معلوم کرلی جائے۔

جنگ بدر کی کامیابی کے بعد مسلمانوں کے قبضہ میں دشمنوں کے بڑے بڑے ستر سردار آئے جن کو وہ قیدی بنا کر اپنے ساتھ لے آئے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضؓ سے ان قیدیوں

کے بارے میں مشورہ کیا کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ سب آپ کے قبیلہ کے لوگ ہیں آپ کے بھائی بند ہیں، آج اللہ نے ان پر آپ کو غلبہ عطا فرمایا ہے، آپ ان کو قتل نہ کیجئے میری رائے یہ ہے کہ ان سے فدیہ میں مال لے کر آزاد کر دیجئے یہ مال کفار سے مقابلہ کے وقت ہماری طاقت بڑھائے گا اور امید ہے کہ خدائے پاک آپؐ کے ذریعہ ان قیدیوں کو ایمان کی دولت سے مشرف فرما دے، اکثر صحابہ کرامؓ نے اس کی تائید کی حضرت ابوبکرؓ کی رائے سننے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا، ابن خطاب تمہاری کیا رائے ہے، حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں نے آپؐ کو جھٹلایا اور طرح طرح کی تکلیفیں پہونچائیں اور بالآخر وطن سے نکال باہر کیا اور آپؐ سے جنگ کی اس لئے میری رائے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی رائے کے بالکل خلاف ہے، میری رائے میں آپ ان سب کو قتل کر دیجئے اور اپنے ایک قریبی رشتہ دار قیدی کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ اس کو آپ میرے حوالہ کر دیں تاکہ میں اس کو قتل کر دوں اور اللہ کو ظاہری طور پر بھی یہ بات معلوم ہو جائے کہ ہمارے دلوں میں مشرکوں سے کوئی محبت و تعلق نہیں حضرت عمر فاروقؓ کے پیش نظر یہ بات تھی کہ آج حسن اتفاق سے کفار قریش کے ان سرداروں کو اللہ نے ہمارے قبضہ میں دیا ہے جو اسلام کے خلاف طرح طرح کے پلان بناتے ہیں، ان سے اسلام قبول کرنے کی توقع نہیں، البتہ یہ گمان غالب ہے کہ یہ لوگ واپس ہو کر پہلے سے زیادہ مسلمانوں کے خلاف سرگرمی کا سبب بنیں گے، حضرت عمر فاروقؓ کی رائے کی بعض صحابہ کرامؓ نے تائید کی۔ دونوں حضرات کی رائے سن کر آپؐ گھر میں تشریف لے گئے اور کچھ دیر بعد واپس تشریف لاکر فرمایا کہ کچھ لوگوں کے دل اللہ اتنے نرم کر دیتا ہے کہ وہ دودھ سے بھی نرم ہو جاتے ہیں اور بعض کے دل اتنے سخت کر دیتا ہے کہ وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں، اور پھر فرمایا ابوبکر تمہاری مثال صحابہ میں ایسی ہے جیسے فرشتوں میں حضرت میکائیل کی جو بارش لاتے ہیں اور پیغمبروں میں حضرت ابراہیمؑ کی جنہوں نے فرمایا تھا جو میری پیروی کرے وہ میرا ہے اور جو نافرمانی کرے تو بے شک تو بخشنے والا مہربان ہے۔ اور عمر تمہاری مثال صحابہ میں ایسی ہے جیسے فرشتوں میں حضرت جبرئیل کی جو سختی اور عذاب لاتے ہیں اور پیغمبروں میں حضرت موسیٰؑ کی جنہوں نے کہا تھا اے اللہ ان کے مالوں کو بالکل تباہ و برباد کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے کہ ایمان نہ لائیں یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام نے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ اگر تم دونوں کی رائے ایک ہوتی تو میں تمہاری رائے کے خلاف فیصلہ نہ کرتا تم لوگ اس وقت ناداری و غربت کی حالت میں ہو اس لئے ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے اور جو فدیہ نہ دے اسے قتل کر دیا جائے، آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کی رائے کے مطابق فیصلہ تین وجہ سے دیا

اول اس لئے کہ اس وقت صحابہ کرام ناداری و غربت کی حالت میں تھے، دوسرے اس وجہ سے کہ اکثر صحابہ کی رائے یہی تھی اور تیسرے اس وجہ سے کہ آپ کو اللہ نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا تھا اس لئے آپ نے دشمنوں کے حق میں بھی وہ فیصلہ فرمایا جس میں رحمت و شفقت ہو کہ ان کو چھوڑ دیا جائے قتل نہ کیا جائے۔

تفسیر

اب ان آیات کی تفسیر دیکھئے، ارشاد خداوندی ہے کہ نبی کی شان کے لائق نہیں کہ ان کے قیدی باقی رہیں بلکہ قتل کر دیئے جائیں جب تک کہ وہ کفار کی طرح اچھی طرح خوں ریزی نہ کرلیں، مطلب یہ ہے کہ کفار کا زور اور ان کی طاقت وقوت اور شان و شوکت ختم کر دیں کیونکہ جہاد کا مقصد ہی یہ ہے کہ کفار پر رعب چھا جائے اور وہ فساد کے لئے سر نہ اٹھا سکیں اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ جب کہ ان کا زور ختم کر دیا جائے، بس ایسی صورت حال سے پہلے قیدیوں کا زندہ چھوڑ دینا آپ کی شان کے مناسب نہیں البتہ جب وہ حالات بن جائیں جو جہاد سے مقصود ہیں یعنی اسلام کا رعب کفار پر جم جائے تو پھر قیدیوں کو قتل کرنا ضروری نہیں، صاحب تفسیر حقانی نے لکھا ہے کہ امام المسلمین کو قیدیوں کے بارے میں چار باتوں کا اختیار ہے ۱ قتل کر دے ۲ فدیہ لے کر چھوڑ دے ۳ بلا کچھ لئے ہی چھوڑ دے ۴ غلام بنا کر رکھ لے۔

اس آیت میں اس بات پر صحابہ کو تنبیہ فرمائی گئی ہے کہ تم نے ہمارے پیغمبر کو ایسا مشورہ کیوں دیا کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے، بس تم دنیا کا مال و اسباب چاہتے ہو اس مال سے اگرچہ صحابہ کرام کا مقصود دین اسلام ہی کو بلند کرنا تھا۔ مگر انسان کا وہ معاشرہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر تربیت اس پیمانہ پر بنایا جا رہا تھا کہ ان کا مرتبہ فرشتوں سے بھی آگے ہو ان کے لئے مال کی طرف دھیان بھی ایک قسم کی معصیت سمجھی گئی، اس لئے آگے فرمایا گیا اور اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تم آخرت کے طالب بنو اور تمہارا غلبہ کافروں پر ہو جائے تاکہ آزادی سے اسلام کا نور ہدایت پھیلے، آیت کے اخیر میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ زبردست قوت اور بڑی حکمت والے ہیں بس اگر آپ لوگ جلد بازی نہ کرتے تو وہ اپنے فضل سے آئندہ فتوحات میں تمہارے لئے مال و دولت کا بھی سامان کر دیتے۔

لَوْلَا كِتٰبٌ الخ اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا ایک نوشتہ مقدر نہ ہو چکا ہوتا تو جو کام تم نے اختیار کیا کہ مال لے کر قیدیوں کو چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا اس کے بارے میں تم پر کوئی بڑی سزا واقع ہو جاتی، اس نوشتۂ تقدیر سے کیا مراد ہے اس کے متعلق ترمذی شریف میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مال غنیمت تم سے پہلے کسی امت کے لئے حلال نہیں تھا، جنگ بدر کے

موقع پر جب مسلمان مال غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے حالانکہ ابھی تک ان کے لئے مال غنیمت حلال نہیں کیا گیا تھا، اس پر یہ آیت ،، لَوْلَا كِتٰبٌ ،، نازل ہوئی کہ مال غنیمت کے حلال ہونے کا حکم نازل ہونے سے پہلے مسلمانوں کا مال غنیمت جمع کرنا ایسا گناہ تھا کہ اس پر عذاب آجانا چاہئے تھا لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم لوح محفوظ میں لکھا ہوا تھا کہ امت محمدیہ کے لئے مال غنیمت حلال کیا جائے گا اس لئے مسلمانوں کی اس غلطی پر عذاب نازل نہیں کیا گیا۔

بعض روایات حدیث میں ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عذاب الٰہی بالکل سامنے آچکا تھا، اللہ نے اپنے فضل سے روک دیا اور اگر عذاب آجاتا تو سوائے عمر بن خطابؓ اور سعد بن معاذ کے کوئی اس سے نہ بچتا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی تنبیہ و غصہ کا سبب قیدیوں سے فدیہ لے کر چھوڑ دینا تھا، اور جو ابھی ترمذی کی روایت کے حوالہ سے لکھا گیا اس سے غصہ کا سبب مال غنیمت جمع کرنا معلوم ہوتا ہے مگر ان دونوں میں کوئی تضاد اور ٹکراؤ نہیں ہے کیونکہ قیدیوں سے فدیہ لینا بھی مال غنیمت ہی کا جزء ہے

اس کے بعد مال غنیمت کو واضح طور پر اللہ پاک نے مسلمانوں کے لئے حلال کر دیا چنانچہ اگلی آیت فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ الخ میں اسی کا حکم ہے کہ جو مال غنیمت تم کو ہاتھ آگیا ہے اس کو حلال اور پاک سمجھ کر کھاؤ اور آئندہ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی سے ڈرتے رہو بلاشبہ اللہ بڑے بخشنے والے اور بڑی رحمت والے ہیں کہ تمہارا گناہ بھی معاف کر دیا اور فدیہ اور مال غنیمت بھی حلال کر دیا۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ

اے پیغمبر! آپکے قبضہ میں جو قیدی ہیں آپ ان سے فرما دیجئے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو تمہارے قلب میں ایمان معلوم ہوگا

اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ

کہ جو کچھ (فدیہ میں) تم سے لیا گیا ہے (دنیا میں) اس سے بہتر تم کو دیدے گا، اور (آخرت میں) تم کو بخش

لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۷۰ وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ

دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں بڑی رحمت والے ہیں۔ اور اگر (بالفرض) یہ لوگ آپکے ساتھ خیانت (نقض عہد) کرنے کا

خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۷۱

ارادہ رکھتے ہوں، تو (کچھ فکر نہ کیجئے) اس سے پہلے انہوں نے اللہ کے ساتھ خیانت کی تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے انکو گرفتار کرا دیا۔

تفسیر

اس آیت میں جنگ بدر کے قیدیوں کے متعلق ارشاد ہے کہ اگر اللہ تمہارے دلوں میں کوئی خیر پائیں گے یعنی تم اخلاص کے ساتھ ایمان قبول کرو گے تو جو کچھ مال تم نے فدیہ میں دیا ہے تو اس سے زیادہ اور بہتر مل جائیگا، چنانچہ واقعات شاہد ہیں کہ ان لوگوں میں سے جو مسلمان ہو گئے اللہ تعالیٰ نے ان کی مغفرت اور جنت کے اعلیٰ درجات عطا کرنے کے ساتھ ساتھ دنیوی مال و دولت بھی ان کے دیئے ہوئے فدیہ سے بہت زیادہ دیا چنانچہ حضرت عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں تو اس وعدہ کا ظہور اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کیونکہ مجھ سے بیس اوقیہ سونا فدیہ میں لیا گیا تھا، اس وقت میرے بیس غلام مختلف جگہوں میں کاروبار کر رہے ہیں اور کسی کا کاروبار بیس ہزار درہم سے کم نہیں، اور اس پر مزید انعام یہ کہ مجھے حاجیوں کو آب زمزم پلانے کی خدمت مل گئی، جو میرے نزدیک پورے مکہ کے مال سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

شانِ نزول

علامہ بغویؒ نے لکھا ہے کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب بھی جنگ بدر میں گرفتار کر لئے گئے تھے، یہ اپنے ساتھ بیس اوقیہ سونا لائے تھے، ابھی یہ اس کو خرچ بھی نہیں کر پائے تھے کہ مع سونے کے گرفتار ہو گئے، اور جب اور قیدیوں کے ساتھ ان سے بھی آزاد ہونے کے لئے فدیہ کا مطالبہ کیا گیا تو کہنے لگے کہ مجھ سے سونا لیا گیا ہے وہ فدیہ میں لگا لیا جائے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ تو مال غنیمت ہے آزاد ہونے کے لئے تم کو الگ سے دینا ہوگا، اور یہ بھی فرمایا کہ اپنے دونوں بھتیجوں عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث کا فدیہ بھی ادا کرنا ہوگا، اس پر عباس کہنے لگے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر تم مجھ پر اتنا مالی بوجھ ڈالو گے تو میں فقیر ہو جاؤں گا اور مجھے قریش سے بھیک مانگنی پڑے گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا آپ کے پاس وہ سونا نہیں جو اپنی بیوی کو سپرد کر کے آئے تھے، حضرت عباس یہ سن کر چونک گئے اور پوچھا اے محمدؐ آپ کو کیسے معلوم ہوا جب کہ میرے اور میری بیوی کے علاوہ اس کو کوئی نہیں جانتا حضورؐ نے فرمایا مجھے میرے رب نے بتلایا ہے، حضرت عباس فوراً بول اٹھے

اشهد ان لا اله الا الله واشهد انك عبده ورسوله

جنگ بدر کے قیدیوں میں سے جو کچھ لوگ ایمان لے آئے تھے ان کے متعلق مسلمانوں کے دلوں میں یہ اندیشہ تھا کہ یہ لوگ مکہ پہونچ کر اسلام سے پھر جائیں گے اور پھر ہمیں نقصان پہونچائیں گے اس خطرہ و اندیشہ کو اللہ پاک نے اگلی آیت اِنْ یُّرِیْدُوْا خِیَانَتَكَ الخ میں یہ فرما کر ختم کر دیا کہ اگر یہ لوگ آپ کے ساتھ خیانت ہی کا ارادہ کریں تو اس سے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہونچے گا۔

یہ تو وہ لوگ ہیں جو اس سے پہلے اللہ کے ساتھ خیانت کر چکے ہیں یعنی جو عہد ازل میں ان سے رب ہونے کا اقرار لیا گیا اس کی مخالفت کر کے شرک و کفر اختیار کیا جس کے نتیجہ میں ان کو ذلیل و رسوا اور گرفتار ہونا پڑا، اب بھی اگر یہ لوگ آپ کی مخالفت کریں گے تو اللہ ان کو پھر آپ کے قبضے میں کر دے گا، بلاشبہ اللہ خوب جاننے والے ہیں کہ کون خیانت کرتا ہے اور بڑی حکمت والے ہیں کہ ایسے حالات بنا دیتے ہیں جس سے خیانت کرنے والا مغلوب ہو جاتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي

اور اللہ خوب جاننے والے بڑی حکمت والے ہیں۔ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت بھی کی اور اپنے مال اور جان سے اللہ کے راستہ میں جہاد

سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ

بھی کیا اور جن لوگوں نے رہنے کو جگہ دی اور مدد کی یہ لوگ باہم ایک دوسرے کے وارث ہونگے

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُم مِّن وَلَايَتِهِم مِّن

اور جو لوگ ایمان تو لائے، اور ہجرت نہیں کی تمہارا ان سے میراث کا کوئی تعلق نہیں جب تک

شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا ۚ وَإِنِ اسْتَنصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ

کہ وہ ہجرت نہ کریں اور اگر وہ تم سے دین کے کام میں مدد چاہیں تو تمہارے ذمہ مدد

النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ ۗ وَاللَّهُ بِمَا

کرنا (واجب) ہے مگر اس قوم کے مقابلہ میں (نہیں) کہ تم میں اور ان میں باہم عہد (صلح کا) ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے

تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٧٢﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ

سب کاموں کو دیکھتے ہیں اور جو لوگ کافر ہیں وہ باہم ایک دوسرے کے وارث ہیں۔

إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُن فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ ﴿٧٣﴾ ۚ

اگر اس (حکم مذکور) پر عمل نہ کرو گے، تو دنیا میں بڑا فتنہ اور بڑا فساد پھیلے گا۔

تفسیر ان دو آیتوں میں سے پہلی آیت میں ہجرت اور اس کے بعد میراث کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔ مسلمانوں کو جب ایسے حالات سے دو چار ہونا پڑے کہ ان میں کافروں سے جنگ کرنے کی طاقت نہ ہو اور نہ ہی صلح کی مناسب شکل بنے تو ایسے وقت میں شریعت اسلام ہجرت

کا حکم دیتی ہے کہ اس شہر اور ملک کو چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں جہاں آزادی کے ساتھ اسلامی قوانین پر عمل کر سکیں، چنانچہ جب مکہ میں کفار نے مسلمانوں کو بہت پریشان کیا تو ان پر ہجرت فرض کر دی گئی حضرات ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آ گئے ان کو مہاجر کہتے ہیں، مدینہ طیبہ کے مسلمانوں نے ان حضرات کو رہنے کی جگہ دی اور ہر طرح سے مدد پہونچائی، ان لوگوں کو انصار کہتے ہیں ان دونوں انصار و مہاجرین کے متعلق یہ ارشاد فرمایا کہ یہ آپس میں ایک دوسرے کے ولی اور وارث ہوں گے۔

مکہ کے مسلمانوں میں کچھ ایسے بھی تھے جو کسی جائز وجہ و عذر کی وجہ سے ہجرت نہیں کر پائے تھے ان کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ یہ لوگ مہاجرین کے وارث نہیں اور نہ ہی مہاجرین ان غیر مہاجرین کے وارث بنیں گے، گویا کہ ان کا آپسی تعلق ورثہ وراثت کے لینے دینے میں ختم ہو چکا ہے، ہاں اگر یہ غیر مہاجرین تم سے دشمنوں کے مقابلہ میں مدد چاہیں تو تمہارے ذمہ لازم ہے کہ ان کی ہر طرح سے مدد و نصرت کرو، اور اس بات کا ضرور دھیان رکھو کہ جس قوم کے مقابلہ میں وہ تم سے مدد مانگ رہے ہیں ان سے تمہارا جنگ کرنے کے متعلق کوئی عہد تو نہیں اگر تمہاری اس قوم سے جنگ نہ کرنے کے متعلق صلح ہوئی ہے تو پھر تم مدد سے اپنے مسلمان غیر مہاجر بھائیوں کو صاف منع کر دو، یہ ہے مذہب اسلام کا اصول معاہدہ صلح کہ اس کو توڑ کر اپنے مسلمان بھائی کی مدد دشمنوں کے مقابلہ پر کرنے کی بھی اجازت نہیں مہاجر اور غیر مہاجر کا آپس میں ایک دوسرے کے مال کا وارث نہ ہونا فتح مکہ سے پہلے تھا۔

مگر جب مکہ فتح ہو گیا تو یہ حکم بھی ختم ہو گیا، یعنی اب دونوں ایک دوسرے کے مال کے وارث ہیں، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرما دیا تھا کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت فرض نہیں۔

دوسری آیت میں فرمایا گیا کہ کافر آپس میں ایک دوسرے کے مال کے وارث ہیں، نہ تم ان کے مال کے وارث ہو نہ وہ تمہارے مال کے وارث۔ ابتداء اسلام میں ایسا بکثرت تھا کہ باپ مسلمان تو بیٹا کافر، یا باپ کافر تو بیٹا مسلمان، اسی طرح دوسری رشتہ داریوں میں بھی تھا کوئی مسلمان تو کوئی کافر اس لئے قرآن نے صاف اعلان فرما دیا کہ کافر مسلمان کا وارث نہیں اور نہ ہی مسلمان کافر کے مال کا

اقوال و تحقیق اولیاء بعض حضرت ابن عباسؓ وغیرہ حضرات نے فرمایا کہ یہاں پر ولی سے مراد وارث ہے مطلب آیت کا یہ ہوگا کہ مہاجر و انصار آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہیں چنانچہ مفسر حقانی لکھتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء اسلام میں مہاجر و انصار کو ایک دوسرے کا دینی بھائی بنا کر وارث قرار دیا تھا لیکن فتح مکہ کے بعد جب ہجرت کی ضرورت نہ رہی تو آیت میراث یا اس سورت کی آخری آیت والو الارحام الخ سے میراث کو رشتہ داروں کیلئے مقرر فرما دیا بعض حضرات نے ولی کے لغوی معنی مراد لئے دوستی اور امداد اور امداد کا مطلب ہوگا کہ مہاجر و انصار آپس میں ایک دوسرے کے دوست اور مددگار ہیں

وارث بنے گا۔

یہ احکام بیان کرنے کے بعد آیت کے آخر میں فرمایا گیا ہے کہ اگر تم نے ان احکامات پر عمل نہیں کیا تو دنیا میں فتنہ و فساد پھیل جائے گا، مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانوں اگر تم اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد نہیں کروگے اور کافروں سے تعلقات قائم رکھوگے اور ان کو وراثت بھی دیتے لیتے رہوگے، تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کفر غالب آجائے گا اور اسلام کمزور ہو جائیگا اور زمین پر سب سے بڑا فتنہ و فساد کفر ہی ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ

اور جو لوگ (اوّل) مسلمان ہوئے اور انہوں نے (ہجرت نبویہ کے زمانہ میں) ہجرت کی، اور اللہ کی راہ میں جہاد (بھی) کرتے رہے۔ اور جن

اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ

لوگوں نے (ان مہاجرین کو) اپنے یہاں ٹھہرایا، اور (انکی) مدد کی، یہ لوگ (ایمان کا پورا حق ادا کرنے والے ہیں۔ انکے لئے (آخرت میں بڑی) مغفرت

رِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۴﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا

اور (جنت میں بڑی) معزز روزی ہے۔ اور جو لوگ (ہجرت نبویہ کے) بعد کے زمانہ میں ایمان لائے اور (ہجرت کی) اور تمہارے ساتھ جہاد کیا

مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ

سو یہ لوگ (اگرچہ فضیلت میں تمہارے برابر نہیں لیکن تاہم تمہارے ہی شمار میں ہیں اور جو لوگ رشتہ دار ہیں کتاب اللہ میں ایک دوسرے کی میراث کے

فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۵﴾

زیادہ حق دار ہیں بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں

مہاجرین و انصار کی فضیلت

ان دونوں آیتوں میں سے پہلی آیت میں مکہ سے ہجرت کرنے والے صحابہؓ اور ان کے مدد کرنے والے انصارِ مدینہ کی فضیلت و تعریف فرمائی گئی ہے اور ان کے سچا مسلمان ہونے کی شہادت دی گئی اور ان سے مغفرت اور باعزت روزی دینے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ یہی لوگ سچے پکے مسلمان ہیں۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ حضرات جنہوں نے ہجرت نہیں کی تھی اگرچہ وہ بھی مسلمان ہیں مگر ان کا ایمان کامل بھی نہیں اور یقینی بھی نہیں کیونکہ ان کی سچائی عمل سے ثابت نہیں ہو سکی، ان کے ایمان میں نفاق کا شک ہے کیونکہ ممکن ہے کہ انہوں نے حقیقت میں

ایمان قبول نہ کیا ہو بلکہ منافق ہوں۔

اس کے بعد والی آیت میں مہاجرین کے مختلف درجات کا بیان ہے کہ وہ حضرات جنہوں نے سب سے پہلے ہجرت کی یعنی صلح حدیبیہ سے پہلے ان کا آخری درجہ و مقام ان حضرات سے بڑھا ہوا ہے جنہوں نے صلح حدیبیہ کے بعد ہجرت کی مگر دینوی احکام میں دونوں برابر ہیں یعنی وراثت میں دونوں برابر کے شریک ہیں اس میں کسی قسم کا کوئی فرق نہیں ہوگا، اس آیت کا آخری جملہ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ سے اس عارضی حکم کو منسوخ کر دیا گیا جو ہجرت کے شروع میں تھا کہ مہاجر و انصار ایک دوسرے کے وارث ہیں، اس میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ نے اپنے خاص حکم سے یہ قانون بنا دیا ہے کہ جو مسلمان آپس میں قریبی رشتہ داری کا تعلق رکھتے ہیں وہ میراث کے زیادہ حق دار ہیں ان لوگوں سے جو دور کے رشتہ دار ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو قریبی رشتہ دار ہیں جن کو ذوی الفروض کہتے ہیں ان کو تقسیم کے بعد اگر کچھ مال بچے گا تو وہ دور کے رشتہ دار یعنی دادا کے رشتہ داروں میں تقسیم کر دیا جائے گا، میراث کی تفصیل سورہ نساء میں گذر چکی ہے وہاں دیکھ لی جائے۔

الحمد للہ سورۂ انفال کی تفسیر بحسن و خوبی مکمل ہوئی

سُوْرَةُ التَّوْبَةِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَتِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَسِتَّةَ عَشَرَ رُكُوْعًا

سورۂ توبہ مدینہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو انتیس آیتیں اور سولہ رکوع ہیں۔

سورۂ توبہ کا دوسرا نام اور وجہ تسمیہ

سورہ توبہ کا دوسرا نام براءت ہے کیونکہ اس سورت میں کافروں سے بیزاری، دست برداری اور براءت کا اعلان ہے، اور سورہ توبہ اس کو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس میں مسلمانوں کی توبہ قبول ہونے کا ذکر ہے۔

سورۂ توبہ کے شروع میں بسم اللہ نہ ہونے کی وجہ

قرآن کریم کی دوسری سورتوں کی طرح اس سورت کے شروع میں بسم اللہ نہیں لکھی گئی اس کی وجہ جامع قرآن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباسؓ کے دریافت کرنے پر یہ بیان فرمائی کہ قرآن حکیم تئیس سال کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا ضرورت کے مطابق نازل ہوا کبھی کسی سورت کی آیت نازل ہوگئی کبھی کسی کی لیکن حضرت جبرئیلؑ یہ بھی بتلا دیا کرتے تھے کہ یہ آیت فلاں سورت کی ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کاتبوں سے اسی سورت میں لکھوا دیتے تھے، اور جب نئی سورت شروع ہوتی تھی تو اس کے شروع میں بسم اللہ کا بھی نزول ہوتا تھا۔ لیکن سورہ براءت کے شروع میں اس کا نزول نہیں ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی کوئی صراحت و وضاحت نہیں فرمائی، بہرحال اس کے شروع میں بسم اللہ نہ ہونے کی وجہ سے مجھے شبہ ہوا کہ شاید یہ کوئی مستقل سورت نہ ہو بلکہ کسی سورت کا جزء ہو اب اس کی تلاش ہوئی کہ وہ کون سی سورت ہو سکتی ہے جس کا یہ جزء ہو، غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اس کا مضمون سورۂ انفال سے ملتا جلتا ہے لہٰذا میں نے اس کو سورۂ انفال کے اخیر میں لکھوا دیا اور بیچ میں بسم اللہ کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی۔

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس سورت کے شروع میں بسم اللہ نہ لکھے جانے کی وجہ معلوم کی تو انہوں نے فرمایا کہ بسم اللہ میں امن و امان کی تعلیم ہے اور یہ سورت تلوار لے کر اتری ہے، مطلب یہ ہے کہ اس سورت میں چونکہ کافروں سے امان اٹھا لینے کا حکم ہے اس لئے اس کے شروع میں بسم اللہ نہیں لکھی گئی۔

ایک غلطی کی اصلاح

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں کہ بہت سے ناواقف لوگ سورہ توبہ کی تلاوت کے شروع میں اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ النَّارِ پڑھتے ہیں، یہ ان کی غلطی ہے اس کو خود انہوں نے رائج کیا ہے اس کا کوئی ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے نہیں ہے، اور دوسری غلطی یہ کرتے ہیں کہ اس سورت میں کسی حال میں بسم اللہ پڑھنا جائز نہیں سمجھتے جب کہ حضرات فقہاء رحمہم اللہ نے اس بات کی وضاحت فرما دی ہے کہ جو شخص اس سورت کے شروع یا درمیان سے اپنی تلاوت شروع کر رہا ہے اس کو چاہیئے کہ بسم اللہ پڑھ کر شروع کرے ہاں اگر کوئی شخص سورۂ انفال کی تلاوت اوپر سے کرتا آیا ہو اور سورۂ توبہ شروع کر رہا ہو تو وہ بسم اللہ نہ پڑھے۔

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ①

اللہ کی طرف سے اور اسکے رسول کی طرف سے، ان مشرکین (کے عہد) سے دستبرداری ہے، جن سے تم نے (بالتعین مدت) عہد کر رکھا تھا

فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ

سو تم لوگ اس سرزمین میں چار مہینے چل پھر لو، اور (یہ بھی) جان رکھو کہ تم خدا تعالیٰ کو عاجز

مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۝۲

نہیں کر سکتے اور یہ بھی جان رکھو کہ بیشک اللہ تعالیٰ کافروں کو (آخرت میں) رسوا کریگے۔

تفسیر

علامہ بغویؒ نے لکھا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ تبوک کے لئے چلے گئے تو منافق افواہیں پھیلانے اور ایسی باتیں کہنے لگے جن سے مسلمانوں میں سخت بے چینی پیدا ہو جائے اور جو معاہدے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر چکے تھے ان کو توڑنے لگے۔ صاحب مظہریؒ نے لکھا ہے کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کو یقین تھا کہ مسلمان شاہ شام یعنی قیصر کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے اور سب کے سب وہیں تباہ ہو جائیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے پیغمبر کو کافروں سے معاہدہ ختم کرنے کا حکم دیدیا اور فرمایا اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکین کے معاہدہ سے دست برداری ہے جن سے تم نے بلا تعین معاہدہ کر رکھا تھا، بس جن مشرکین نے تم سے بلا تعین مدت کے معاہدہ کر رکھا تھا یا بالکل کوئی معاہدہ ہی نہیں تھا ان دونوں جماعتوں سے کہہ دیجئے کہ تم اس سرزمین پر چار مہینے چل پھر لو اور یہ سمجھو کہ تم اللہ کے پنجے سے چھوٹ نہیں سکتے۔ اللہ نے اگرچہ تم کو مہلت دیدی ہے مگر تم اس کی گرفت سے باہر نہیں ہو اور اللہ تعالیٰ کافروں کو ضرور رسوا ذلیل کریں گے دنیا میں قتل وقید کی ذلت اور آخرت میں عذاب جہنم کی ذلت۔

امام زہریؒ کے نزدیک چار مہینے سے مراد شوال، ذی قعدہ، ذی الحجہ محرم ہیں اور اکثر علماء مفسرین کے نزدیک ۹/۱۰ ذی الحجہ سے ربیع الثانی تک چار مہینے مراد ہیں۔

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ

اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بڑے حج کی تاریخوں میں عام لوگوں کے سامنے اعلان (کیا جاتا) ہے کہ اللہ اور اسکا

بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ

رسول دونوں بیزار ہوتے ہیں (ان مشرکین کو امن دینے) سے۔ پھر اگر تم (کفر سے) توبہ کر لو، تو تمہارے لئے بہتر ہے، اور اگر تم نے

تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ

(اسلام سے) اعراض کیا، تو یہ سمجھ رکھو کہ تم خدا تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکو گے اور ان کافروں کو ایک

كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ ۝۳

دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے

اعلانِ عام اس سورت میں جو مشرکین سے امن و امان اور عہد و پیمان ختم کرنے کا حکم آیا ہے اس کا نفاذ فوراً نہیں کر دیا گیا بلکہ پہلے باقاعدہ ۹ھ کو حج کے دنوں میں مقام منیٰ و عرفات کے اجتماع میں اس کا اعلان کیا گیا، جس کا بیان اس آیت میں ہے کہ اللہ و رسول کی طرف سے بڑے[1] حج کی تاریخوں میں عام لوگوں کے سامنے اعلان کیا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول دونوں بری الذمہ ہوتے ہیں، ان مشرکین کو امن دینے سے جنھوں نے خود عہد کو توڑا ہے، مگر پھر بھی ان سے کہا جاتا ہے کہ اگر تم کفر سے توبہ کر لو تو تمہارے لئے دونوں جہان میں بہتر ہے دنیا میں تو اس لئے کہ تمہاری عہد شکنی معاف ہو جائے گی اور قتل سے بچ جاؤ گے اور آخرت میں ظاہر ہے عذاب سے نجات ہو گی اور اگر تم نے اسلام قبول کرنے سے اعراض و روگردانی کی تو سمجھ لو تم خدا کو مغلوب نہیں کر سکتے اس کی گرفت سے نکل کر کہیں بھاگ کر بچ نہیں سکتے، آیت کے اخیر میں فرمایا کہ ان مشرکین کو دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے، یعنی اگر یہ اسلام قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تو پھر ان کو دردناک عذاب بھگتنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔

إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ

(ہاں) مگر وہ مشرکین (مستثنےٰ ہیں) جن سے تم نے عہد لیا،

ثُمَّ لَمْ يَنقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُّوا

پھر انہوں نے تمہارے ساتھ ذرا کمی نہیں کی، اور نہ تمہارے مقابلہ میں کسی کی مدد کی، سو ان کے معاہدہ کو

إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ﴿٤﴾

ان کی مدت (مقررہ) تک پورا کرو۔ واقعی اللہ تعالیٰ (بدعہدی سے) احتیاط رکھنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔

ایفاءِ عہد کی ہدایت اس آیت میں ان مشرکین کا ذکر ہے جنہوں نے مسلمانوں سے کسی میعاد مقررہ تک عہد کیا اور پھر وہ اس پر پورے قائم رہے اس کو توڑا نہیں اور نہ ہی انہوں نے تمہارے مقابلہ میں کسی دشمن کی مدد کی بس اے مسلمانو تم ان سے معاہدہ کو ان کی مدت تک

---

[1] صاحب مظہری لکھتے ہیں۔ چونکہ عمرہ کو چھوٹا حج کہا جاتا ہے اس لئے حج کے ساتھ بڑے کی صفت ذکر کر دی گئی تاکہ اس سے عمرہ کا احتمال نہ رہے۔ محمد یعقوب غفرلہٗ و لوالدیہ۔

پورا کرو اس میں کسی قسم کی بدعہدی مت کرو اور یاد رکھو اللہ بدعہدی سے احتیاط رکھنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔ بس تم احتیاط رکھو گے تو تم بھی حق تعالیٰ کے پسندیدہ و محبوب بن جاؤ گے۔ اس آیت میں جن مشرکین کا تذکرہ ہے اس سے مراد بنی کنانہ کے دو قبیلے بنی ضمرہ اور بنی مدلج ہیں، دونوں قبیلے آخر تک اپنے کیئے ہوئے وعدے پر قائم رہے۔

تفسیر خازن میں لکھا ہے کہ اس حکم کے نازل ہونے کے وقت ان کے معاہدے کے نو مہینے باقی تھے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نو مہینے کی مہلت دی۔

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ

سو جب اشہر حرم گزر جاویں، تو (اسوقت) ان مشرکین کو جہاں پاؤ مارو، اور پکڑو اور باندھو،

وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ

اور داؤ گھات کے موقعوں میں ان کی تاک میں بیٹھو پھر اگر (کفر سے)

تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ۭ اِنَّ

توبہ کرلیں اور نماز پڑھنے لگیں، اور زکوٰۃ دینے لگیں، تو ان کا راستہ چھوڑ دو، واقعی

اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنیوالے بڑی رحمت کرنیوالے ہیں۔

تفسیر اس آیت پاک میں قریش مکہ کے متعلق بیان ہے جنہوں نے حدیبیہ کے عہد کو توڑ دیا تھا۔ جس کی وجہ سے یہ کسی مہلت کے مستحق نہیں تھے مگر چونکہ یہ زمانہ اشہر حرم یعنی ان چار مہینوں کا تھا جن میں قتل و قتال اور جنگ و جدال کرنا من جانب اللہ ممنوع تھا اس لئے اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ جب یہ چار مہینے گذر جائیں (ان چار مہینوں کی تفصیل اسی سورت کی آیت ۲ کے تحت گذر چکی ہے) تو یا تو وہ جزیرۃ العرب سے نکل جائیں یا مسلمان ہو جائیں نہیں تو پھر ان سے جنگ کیجائے

آیت کے اخیر میں فرمایا گیا کہ واقعی اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت و رحمت کرنے والے ہیں کہ ان عہد توڑنے والوں کو پھر سے آزادی کے ساتھ رہنے کا موقع دے رہے ہیں۔

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ

اور اگر کوئی شخص مشرکین میں سے آپ سے پناہ کا طالب ہو تو آپ اس کو پناہ دیجئے، تاکہ وہ کلام الٰہی سن لے

ع ۱ ۷

اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝٦ ع

پھر اس کو اسکی امن کی جگہ پہنچا دیجئے یہ (حکم) اس سبب سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ پوری خبر نہیں رکھتے

تفسیر اس آیت پاک میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ اگر کفار و مشرکین میں سے کوئی آپؐ سے پناہ مانگے تو آپؐ کو پناہ دینی چاہیئے تاکہ وہ آپ کے قریب آکر اللہ کا پیغام سن سکے اور اسلام کی حقانیت کو سمجھ سکے اور صرف یہی نہیں کہ وقتی طور پر اس کو پناہ دیدی جائے بلکہ جب وہ اپنے اس کام سے فارغ ہو جائے تو اپنی حفاظت و نگرانی میں اس کو اس جگہ تک پہونچانا بھی مسلمانوں کے ذمے ہے جہاں یہ اپنے آپ کو محفوظ و مطمئن سمجھتا ہے، آیت کے اخیر میں فرمایا کہ یہ حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ یہ لوگ مذہب اسلام کے بارے میں پوری معلومات نہیں رکھتے آپ کے قریب آکر اللہ کا کلام و پیام سن کر باخبر ہو سکیں گے۔

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖۤ

ان مشرکین (قریش) کا عہد اللہ تعالےٰ کے نزدیک اور اسکے رسول کے نزدیک کیسے

اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا

(قابل رعایت) رہے گا مگر جن لوگوں سے تم نے مسجد حرام کے نزدیک عہد لیا ہے سو جب تک یہ لوگ تم سے سیدھی طرح

لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝٧

رہیں، تم بھی ان سے سیدھی طرح رہو بلاشبہ اللہ تعالےٰ (بدعہدی سے) احتیاط رکھنے والوں کو پسند کرتے ہیں

تفسیر اس آیت میں ان قریش مکہ کے متعلق ارشاد ہے جن سے حدیبیہ میں صلح کا معاہدہ ہوا تھا صاحب روح المعانی نے لکھا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں سے دس سال جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کیا تھا مگر یہ اس پر صرف ستہ ۱۰ مہینہ قائم رہے اور پھر اس عہد کو توڑ دیا اور وہی فتح مکہ کا سبب ہوا، ان لوگوں کے متعلق اس آیت میں اللہ تعالیٰ ان کے عہد توڑنے سے پہلے ہی بطور پیشین گوئی کے فرماتے ہیں کہ ان مشرکین قریش کا عہد اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک کیسے قابل رعایت رہے گا کیونکہ رعایت اس عہد کی ہوتی ہے جس کو دوسرا شخص خود نہ توڑے، اور یہ لوگ عہد توڑ دیں گے بس اس وقت مسلمانوں کی طرف سے بھی رعایت نہ ہو گی۔

اس کے بعد فرمایا کہ جن لوگوں نے تم سے مسجد حرام یعنی حرم کے نزدیک عہد لیا ہے۔ اس سے مراد بنی مدلج اور بنی ضمرہ کے لوگ ہیں ان کے متعلق فرمایا گیا کہ جب تک یہ لوگ تم سے سیدھی

طرح رہیں یعنی عہد پر قائم رہیں تو تم بھی ان سے سیدھی طرح رہو یعنی عہد کی مدت پوری کرو، بے شک اللہ تعالیٰ عہد پورا کرنے والے کو پسند فرماتے ہیں، چنانچہ ان کے عہد کی مدت کے نو مہینے باقی تھے ان کو پورا کیا گیا۔

كَيْفَ وَإِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ

کیسے (ان کا عہد قابلِ رعایت رہے گا) حالانکہ (انکی حالت یہ ہے کہ) اگر وہ تم پر کہیں غلبہ پاجائیں، تو تمہارے

اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَ

بارے میں نہ قرابت کا پاس کریں، اور نہ قول وقرار کا۔ یہ لوگ تمکو اپنی زبانی باتوں سے راضی کر رہے ہیں۔ اور انکے دل (ان باتوں کو) نہیں مانتے

اَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا

اور انمیں زیادہ آدمی شریر ہیں انہوں نے احکام الٰہیہ کے عوض (دُنیا کی) متاع ناپائدار کو اختیار کر رکھا ہے، سو یہ لوگ اسکے

عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ لَا يَرْقُبُوْنَ

(یعنی اللہ کے) رستے سے ہٹے ہوئے ہیں (اور یقیناً) ان کا یہ عمل بہت ہی بُرا ہے ۔ یہ لوگ کسی مسلمان کے بارے میں

فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۝ فَاِنْ

(بھی) نہ قرابت کا پاس کریں، اور نہ قول وقرار کا، اور یہ لوگ بہت ہی زیادتی کر رہے ہیں ۔ سو اگر یہ

تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ

لوگ (کفر سے) توبہ کرلیں، اور نماز پڑھنے لگیں، اور زکوٰۃ دینے لگیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہوجاویں گے

وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

اور ہم سمجھ دار لوگوں کے لئے احکام کو خوب تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

تفسیر

یہاں پھر ان ہی عہد توڑنے والے مشرکین قریش کے بارے میں فرمایا جارہا ہے کہ یہ لوگ کس طرح عہد پر قائم رہ سکتے ہیں حالانکہ ان کی یہ حالت ہے کہ اگر وہ تم پر کہیں غلبہ پاجائیں تو پھر وہ نہ تمہارے بارے میں رشتہ داری کا لحاظ کریں اور نہ قول وقرار کا کیونکہ ان کی یہ صلح مجبوری اور جنگ کے ڈر سے ہے دل سے نہیں بس یہ لوگ تم کو صرف اپنی زبانی باتوں سے راضی کر رہے

ہیں، ان کے دل ان باتوں کو نہیں مانتے، بس عہد کرتے وقت ہی ان کا ارادہ پورا کرنے کا نہیں ہوتا بس ان میں زیادہ آدمی شریر ہیں جو عہد کو پورا کرنا نہیں چاہتے، اور بعض ایسے بھی ہیں جو پورا کرنا چاہتے ہیں مگر اکثریت کے آگے اقلیت کی نہیں چلتی، اس کے بعد عہد توڑنے کی وجہ بیان کی گئی کہ اصل میں یہ لوگ لالچی ہیں دنیا کے مال و اسباب سے محبت رکھتے ہیں، اسی وجہ سے خدا کے احکامات کا انکار کرتے ہیں اور اسی وجہ سے عہد توڑ دیتے ہیں کہ جب انہیں عہد توڑنے میں دنیا کا نفع نظر آتا ہے تو پھر یہ انجام کو بلا سوچے سمجھے عہد توڑ دیتے ہیں۔

مشرکین کے ان حالات کو سن کر بہت ممکن تھا کہ مسلمان ان سے ہمیشہ کے لئے بیزار ہو جائیں اور کسی بھی حالت میں ان سے برادرانہ تعلقات قائم کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوں، اس لئے حق تعالیٰ شانہٗ نے آگے فرمادیا کہ اگر یہ مشرکین کفر سے توبہ کرکے ایمان قبول کرلیں اور اپنے مسلمان ہونے کو نماز اور زکوٰۃ ادا کرکے ظاہر بھی کردیں تو ایسی صورت میں یہ تمہارے دینی بھائی ہو جائیں گے، اب ان کی عہد شکنی اور اسلام دشمنی پر نظر نہ رکھی جائے بلکہ جیسے اللہ پاک ان کے پچھلے تمام گناہوں کو معاف فرمادیتے ہیں اسی طرح مسلمانوں پر بھی لازم ہے کہ ان کے پچھلے تمام معاملات کو دل سے نکال کر بھلا دیں اور بھائی چارگی اختیار کرلیں۔

آیت کے اخیر میں فرمایا گیا کہ ہم سمجھدار لوگوں کو بتلانے کے لئے احکامات کو خوب تفصیل سے بیان کرتے ہیں دیکھ لیجئے اللہ پاک نے تمام معاملات و عبادات کی طرح جنگ و جہاد اور اسلام دشمن قوموں سے تعلقات کے احکام کو بھی کس قدر وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔

وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ

اور اگر وہ لوگ عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں، اور تمہارے دین (اسلام) پر طعن کریں تو تم لوگ اس قصد

فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ﴿۱۲﴾

سے کہ یہ باز آجاویں ان پیشوایان کفر سے (خوب) لڑو، کیونکہ (اس صورت میں) ان کی قسمیں باقی نہیں رہیں۔

تفسیر سورۂ توبہ کی ساتویں آیت میں اس بات کی پیشین گوئی فرمادی گئی تھی کہ کفار قریش کی ایک جماعت عہد توڑ دے گی اس آیت میں یہ بیان ہے کہ جب وہ لوگ عہد توڑ دیں تو ان کے

ساتھ مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیئے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ اگر یہ لوگ اپنے معاہدہ اور قسموں کو توڑ ڈالیں اور اسلام بھی قبول نہ کریں بلکہ بدستور تمہارے دین اسلام پر طعن و تشنیع کرتے رہیں تو ایسی صورت میں ان کفر کے پیشواؤں کے ساتھ جنگ کرو تاکہ وہ باز آجائیں۔

جنگ کا مقصد

اس آخری جملہ "تاکہ وہ باز آجائیں" سے یہ بتلا دیا گیا کہ مسلمانوں کی جنگ و جہاد کا مقصد دنیا کے عام لوگوں کی طرح دشمن کو ستانا اور بدلہ لینا مقصود نہیں ہونا چاہیئے بلکہ ان کی جنگ کا مقصد دشمنوں کی خیر خواہی و ہمدردی اور یہ جذبہ ہونا چاہیئے کہ وہ لوگ غلط طریقہ سے باز آجائیں۔ اور وہ غلط طریقہ یہ ہے کہ جس ذات مقدس نے یہ آسمان و زمین اور ان کے اندر کی تمام چیزوں کو اور خود ہم انسانوں کو بنایا اور پھر ہماری ضروریات کی تمام نعمتیں ہمیں عطا کرکے ہم پر انعام عظیم فرمایا تو ہمیں چاہیئے کہ اس کے علاوہ کسی کے سامنے سجدۂ بندگی نہ کریں صرف اسی کو مستحق عبادت سمجھیں اگر ہم اس کے سوا کسی کی بندگی کریں تو یہ طریقہ غلط ہے اور اس ذات مقدس کے ساتھ اعلان بغاوت ہے۔

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَ

تم ایسے لوگوں سے کیوں نہیں لڑتے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا، اور رسول کے جلاوطن کر دینے کی تجویز کی اور انہوں نے تم سے

ءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱۳

پہلے خود چھیڑ نکالی کیا ان سے (لڑنے سے) تم ڈرتے ہو سو اللہ تعالیٰ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ تم ان سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَ

ان سے لڑو، اللہ تعالیٰ (کا وعدہ ہے کہ) ان کو تمہارے ہاتھوں سزا دے گا، اور انکو ذلیل (و خوار) کریگا، اور تمکو ان پر غالب کریگا

يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱۴ۙ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ۭ

اور بہت سے مسلمانوں کے قلوب کو شفا دے گا اور انکے قلوب کے غیظ (و غضب) کو دور کریگا۔

وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۱۵

اور جس پر منظور ہوگا اللہ تعالیٰ توجہ (بھی) فرمادیگا اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں

تفسیر

اس آیت میں جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا جارہا ہے کہ اے مسلمانوں تم ایسی قوم کے ساتھ جہاد کے لئے کیوں تیار نہ ہوگے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو نکالنے کا منصوبہ بنایا تھا اس سے مراد مدینہ کے یہود ہیں اور کہا تھا لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ یعنی ایسا ضرور ہوگا کہ عزت وقوت والا کمزور و ذلیل کو مدینہ سے نکالے گا۔ انہوں نے اپنے آپ کو عزت وقوت والا سمجھ رکھا تھا اور مسلمانوں کو ذلیل و کمزور۔ اس کے جواب میں اللہ پاک نے انکے ہی قول کو اس طرح پورا کر دکھایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام نے ان کو مدینہ سے نکال کر یہ ثابت کر دیا کہ عزت وقوت والے مسلمان ہیں اور کمزور و ذلیل تم ہو۔

اس کے بعد فرمایا کہ جنگ وقتال کی پہل ان ہی لوگوں کی طرف سے ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جنگ نہیں کی تھی مگر انہوں نے خلاف معاہدہ مشرکوں کی مدد کی۔ آگے فرماتے ہیں کیا تم ان سے ڈرتے ہو کہ اگر ان سے جہاد کیا تو تم پر کوئی مصیبت آجائے گی۔ اے مسلمانوں تم کو ان سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیئے۔ بس اس کے حکم کی خلاف ورزی سے ڈرتے ہوئے ان اسلام دشمن لوگوں سے جہاد کرو اللہ پاک تمہارے ذریعہ ان لوگوں کو عذاب دے گا۔ یعنی یہ تمہارے ہاتھوں قتل کئے جائیں گے اور قید ہوں گے اور اس جہاد کے ذریعہ اللہ پاک مسلمانوں کے دلوں کو اس رنج وغم رنج وغم سے شفا عطا فرمائیں گے جو کفار کی طرف سے ان کو مسلسل پہونچتا رہا ہے اور ان کی غداری اور عہد شکنی کی وجہ سے جو غم وغصہ مسلمانوں کے دلوں میں پیدا ہوا تھا۔ ان ہی کے ہاتھوں ان کو عذاب دیکر اس غصہ کو بھی ختم فرمادیں گے۔

ایک شبہ کا ازالہ

اس سے پہلی آیت میں یہ ہدایت فرمائی گئی تھی کہ جنگ کا مقصد بدلہ لینا اور اپنا غصہ نکالنا نہیں ہونا چاہیئے۔ اس آیت میں یہ بتلایا گیا کہ جب وہ اپنی نیت کو اللہ کے لئے صاف کرلیں اور محض اللہ کے لئے لڑیں تو پھر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ایسی صورتیں بھی پیدا فرمادیں گے کہ ان کے غم وغصہ کا انتقام بھی خود بخود ہو جائے گا۔

جہاد کا ایک اہم فائدہ

اخیر میں جہاد کا ایک اہم فائدہ یہ بھی بیان فرمایا گیا کہ ان کفار ومشرکین میں سے جس کے متعلق اللہ پاک کو منظور ہوگا۔ اس کی توبہ قبول فرمالیں گے اور اس طرح دشمن کی جماعت میں سے بہت سے لوگوں کو اسلام کی توفیق ہو جائے گی، وہ مسلمان ہو جائیں گے

اقوال وتحقیق

قَوْمًا نَّكَثُوْا۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ وغیرہ مفسرین نے لکھا ہے کہ قوماً سے مراد کفار مکہ ہیں صاحب مظہری لکھتے ہیں کہ صحیح اور قوی یہ ہے کہ اس سے مراد کفار مدینہ ہیں کیونکہ یہ سورت غزوۂ تبوک کے بعد نازل ہوئی تھی اس وقت اہل مکہ مسلمان ہو چکے تھے۔ لہٰذا اہل مکہ کے متعلق اس آیت کا نزول نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی کفار مکہ مراد ہو سکتے ہیں۔

چنانچہ فتح مکہ میں بہت سے سرکش ذلیل وخوار ہوئے اور بہت سے لوگ مشرف باسلام ہوئے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم والے اور بڑی حکمت والے ہیں کہ اس کے ہر حکم میں بے شمار حکمتیں اور خوبیاں ہیں۔

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ

کیا تم یہ خیال کرتے ہو، کہ تم یوں ہی چھوڑ دیئے جاؤ گے، حالانکہ ہنوز اللہ تعالیٰ نے (ظاہر طور پر) ان لوگوں کو تو دیکھا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے

وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ

(ایسے موقع پر) جہاد کیا ہو اور اللہ اور رسول اور مومنین کے سوا کسی کو خصوصیت کا دوست نہ بنایا

وَلِيجَةً ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٦﴾

ہو اور اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے تمہارے سب کاموں کی

تفسیر

اس آیت میں ان عام لوگوں کو خطاب ہے جو مسلمان سمجھے جاتے تھے اگرچہ ان میں بعض منافق بھی تھے اور بعض کمزور ایمان والے بھی تھے اور کچھ ڈگمگ یقین بھی تھے ان سے فرمایا جا رہا ہے کہ کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم صرف زبان سے کلمہ پڑھ لینے اور اسلام کا دعویٰ کر لینے پر آزاد چھوڑ دیئے جاؤ گے، حالانکہ ابھی تک اللہ تعالیٰ نے ظاہری طور پر ایسے لوگوں کو دیکھا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے ایسے موقع پر جہاد کیا ہو جس میں مقابلہ رشتہ داروں سے ہو اور اللہ ورسول اور مومنوں کے علاوہ کسی کو راز داں دوست نہ بنایا ہو اس وقت امتحان ہو جاتا ہے کہ کون اللہ کو چاہتا ہے اور کون رشتہ داروں کو۔

اس آیت پاک میں سچے مومنوں کی دو پہچان بتلائی گئی ہے ۱ اللہ کے واسطے کفار سے جہاد کریں ۲ کسی غیر مسلم کو اپنا راز داں دوست نہ بنائیں، آیت کے اخیر میں فرمایا گیا ہے کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے بخوبی باخبر ہے پس اگر کوئی ظاہر میں مسلمان ہو اور حقیقت میں منافق ہو تو اللہ پاک اس سے بھی واقف ہیں اور ایسے لوگوں کو سخت سزا دیں گے۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ

مشرکین کی یہ لیاقت ہی نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں، جس حالت میں کہ وہ خود اپنے اوپر کفر (کی باتوں) کا اقرار

بِالْكُفْرِ ۙ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّمَا

کر رہے ہیں۔ ان لوگوں کے سب اعمال اکارت ہیں اور دوزخ میں وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے۔ ہاں اللہ

يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ

کی مسجدوں کو آباد کرنا ان لوگوں کا کام ہے، جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاویں، اور نماز کی پابندی

الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ ۖ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ

کریں اور زکوٰۃ دیں اور بجز اللہ کے کسی سے نہ ڈریں، سو ایسے لوگوں کی نسبت توقع (یعنی وعدہ)

اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۸﴾

ہے، کہ اپنے مقصود تک پہنچ جاویں گے،

شانِ نزول حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب میرے والد حضرت عباسؓ جنگ بدر میں گرفتار ہو کر آئے تو مسلمانوں نے ان کو کفر و شرک پر قائم رہنے پر شرم دلائی تو حضرت عباس نے فرمایا کیا وجہ ہے کہ تم لوگ ہماری برائیوں کو ذکر کرتے ہو مگر ہماری خوبیوں کا کوئی تذکرہ نہیں اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کیا آپ لوگوں میں کچھ خوبیاں بھی ہیں حضرت عباس نے فرمایا جی ہاں ہم مسجد حرام کی تعمیر کرتے ہیں، کعبہ شریف کی دربانی کرتے ہیں، حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں حضرت عباس کے اس خیال کی تردید کے لئے اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی جس میں ارشاد ہے کہ مشرکین کو یہ حق نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں، کعبہ شریف کا تو ذکر ہی کیا ہے، مسجدوں کی آبادی اللہ کے ذکر نماز و تلاوت کلام پاک سے ہوتی ہے، کفر و شرک سے وہ برباد ہوتی ہیں، بس اے مشرکوں تم مسجد کو آباد نہیں بلکہ برباد کر رہے ہو، آیت کے اخیر میں فرمایا کہ ان مشرکین نے اب تک جتنے کام کئے جس میں مسجد حرام کی آبادی بھی ہے وہ سب اکارت گئے، ضائع ہوئے، اس کا کوئی بدلہ ان کو ملنے والا نہیں ہے بس یہ ہمیشہ دوزخ ہی میں رہیں گے۔

اس کے بعد والی آیت میں فرمایا کہ مسجدوں کو آباد کرنا تو صرف ان لوگوں کا کام ہے جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان لائیں اور نماز کی پابندی کریں، زکوٰۃ دیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں یعنی دین کے معاملے میں وہ اللہ کے علاوہ کسی سے نہ ڈریں، کسی کے خوف سے اللہ کے احکامات پر عمل کرنے سے نہ رکیں، بس ایسے لوگوں کے متعلق اللہ پاک کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے مقصود تک پہونچ جائیں گے، یعنی عذابات خداوندی سے نجات پا کر جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ

کیا تم لوگوں نے حجاج کے پانی پلانے کو اور مسجد حرام کے

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ

آباد رکھنے کو اس شخص (کے عمل) کی برابر قرار دے لیا، جو کہ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا ہو ، اور اس نے اللہ کی

فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي

راہ میں جہاد کیا ہو، یہ لوگ برابر نہیں اللہ کے نزدیک - اور جو لوگ بے انصاف ہیں

الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٩﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي

اللہ تعالیٰ انکو سمجھ نہیں دیتا - جو لوگ ایمان لائے اور (اللہ کے واسطے) انہوں نے ترک وطن کیا، اور اللہ

سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ

کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کیا ، وہ درجہ میں اللہ کے نزدیک بہت بڑے ہیں-

اللَّهِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿٢٠﴾ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ

اور یہی لوگ پورے کامیاب ہیں - اُن کا رب انکو بشارت دیتا ہے اپنی طرف سے بڑی رحمت

مِنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُقِيمٌ ﴿٢١﴾ خَالِدِينَ

اور بڑی رضامندی، اور (جنت کے) ایسے باغوں کی، کہ ان کے لئے ان (باغوں) میں دائمی نعمت ہوگی - (اور) اُن میں یہ

فِيهَا أَبَدًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿٢٢﴾

ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے - بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا اجر ہے

واقعہ شانِ نزول

مسلم شریف میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ جمعہ کے روز میں چند صحابۂ کرام کے ساتھ مسجد نبوی میں منبر کے قریب بیٹھا ہوا تھا ان حضرات میں سے ایک نے کہا میرے نزدیک اسلام و ایمان کے بعد حاجیوں کو پانی پلانا سب سے بڑا ثواب ہے، دوسرے نے کہا مسجد حرام کو آباد کرنا سب سے بڑا ثواب ہے، تیسرے نے کہا سب سے زیادہ ثواب کا کام اللہ کے راستے میں جہاد کرنا ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے پاس شور و شغب مت کرو، بہتر یہ ہے کہ نماز جمعہ کے

بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لیا جائے اس پر یہ آیات نازل ہوئیں جن میں جہاد کو مسجد حرام کی آبادی اور حاجیوں کو پانی پلانے سے بہتر اور افضل قرار دیا گیا ہے

ابن عباسؓ نے اپنے والد حضرت عباس کے جنگ بدر میں گرفتار ہونے پر جو واقعہ پیش آیا (جس کو اس سے پہلی آیت کے تحت لکھا گیا ہے) اس کو ان آیات کا شان نزول بتلایا ہے، بہر حال ایمان قبول کرنے سے پہلے تو کوئی بھی عمل قابل قبول ہے ہی نہیں چاہے وہ مسجد حرام کی آبادکاری ہو یا حاجیوں کو پانی پلانا ہو یا جہاد کرنا ہو اور ایمان کے بعد ان تینوں عملوں میں سے جہاد فی سبیل اللہ کرنا اعلیٰ و افضل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ تمام اعمال میں اللہ کا ذکر سب سے افضل ہے صاحب تفسیر معارف لکھتے ہیں کہ قرآن و حدیث کے مجموعی ارشادات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی عمل کا دوسرے عمل سے افضل و اعلیٰ ہونا حالات و واقعات کے تابع ہے مثلاً اگر اسلام اور مسلمانوں سے دفاع کی سخت ضرورت ہو تو ایسے حالات میں جہاد تمام اعمال سے افضل ترین عبادت ہوگا جیسا کہ غزوۂ خندق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار نمازیں قضا ہو جانے سے ظاہر ہے اور جس وقت جہاد کی اتنی سخت ضرورت نہ ہو تو اس وقت یقیناً اللہ کا ذکر اور عبادت جہاد سے افضل ہوگا۔

اس کے بعد والی آیت میں اللہ پاک نے ان لوگوں کو خوشخبری دی ہے جو ایمان لائے، ہجرت کی اور جہاد کیا کہ ان کے لئے اللہ کی رحمت و خوشنودی ہے اور جنت کے ایسے باغات ہیں کہ جنکی نعمتوں سے یہ ہمیشہ لطف اندوز ہوں گے اور جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ

اے ایمان والو! اپنے باپوں کو، اپنے بھائیوں کو (اپنا) رفیق مت بناؤ اگر وہ لوگ

اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

کفر کو بمقابلہ ایمان کے (ایسا) عزیز رکھیں (کہ انکے ایمان لانے کی اُمید نہ رہے) اور جو شخص تم میں سے اُنکے ساتھ رفاقت رکھے گا، سو

الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَ

ایسے لوگ بڑے نافرمان ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور

اَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ

تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں۔ اور وہ تجارت جس میں نکاسی

تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ

نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو، تم کو اللہ سے اور اس کے

وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ

رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہوں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم (سزا کے)

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۲۴ ع

ترک ہجرت کا) بھیج دیں۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے حکم کرنے والوں کو (اُنکے مقصود تک نہیں پہنچاتا)

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کا حکم فرمایا تو بعض لوگوں کے اہل و عیال ان سے چمٹ گئے اور اللہ کی قسمیں کھا کر کہنے لگے کہ تم ہمیں چھوڑ کر جانے کا ارادہ ختم کر دو اس سے ان لوگوں کے دلوں میں رحم اور ترس آیا اور انہوں نے ہجرت کا ارادہ چھوڑ کر اپنے ہی وطن میں بیوی بچوں کے ساتھ رہنے کا ارادہ کر لیا۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں جن میں ان لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے اور آنے والے عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ اے مسلمانو اگر تمہارے رشتہ دار مال و دولت اور تجارت جس کے بند ہونے کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے وہ مکانات جو تم کو پسند ہیں یہ تمام چیزیں اگر تم کو رسول سے اور جہاد سے زیادہ محبوب و پسند ہوں تو پھر تم انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم ہجرت نہ کرنے والوں کی سزا کے متعلق بھیج دے۔

اس حکم سے مراد فتح مکہ ہے یعنی جب جہاد کے ذریعہ مکہ فتح ہوگا تو اس وقت خدا کی نافرمانی کر کے ہجرت نہ کرنے والے ذلیل و رسوا ہوں گے اور ان کے یہ تعلقات جن کی وجہ سے انہوں نے ہجرت نہیں کی کچھ کام نہ آئیں گے۔ آیت کے آخری حصہ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ میں اسی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ جن لوگوں نے اپنے رشتہ داروں، مال و دولت وغیرہ کی محبت کی وجہ سے ہجرت نہیں کی تو ان کا ایسا کرنا ان کے لئے دنیا میں بھی نفع بخش نہ ہوگا کہ وہ اپنے اہل و عیال اور مال و دولت کے ساتھ چین و سکون سے اپنے مکانوں میں بیٹھ سکیں بلکہ جہاد کا حکم آتے ہی یہ تمام چیزیں ان کے لئے وبال جان بن جائیں گی کیونکہ اللہ تعالیٰ فاسقوں اور نافرمانوں کو مقصود تک نہیں پہونچاتے۔

ایک علمی نکتہ

اس آیت میں ہجرت چھوڑنے پر وعید سنانا مقصود ہے مگر ذکر بجائے ہجرت کے جہاد کا کیا گیا ہے جو ہجرت کے بعد کا اگلا قدم ہے، اس میں اس بات کی طرف اشارہ کر دیا گیا کہ ابھی تو صرف ہجرت اور وطن چھوڑنے ہی کا حکم ہوا ہے اسی میں کچھ لوگ ہمت ہار بیٹھے آگے جہاد کا حکم آنے والا ہے جس میں اللہ و رسول کی محبت پر ساری محبتوں کو یہاں تک کہ خود اپنی جان کو قربان

کرنا پڑے گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس جگہ ہجرت ہی کو جہاد سے تعبیر کر دیا ہو کیونکہ ہجرت بھی حقیقت میں جہاد ہی کا ایک شعبہ ہے۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ

تم کو خدا تعالےٰ نے (لڑائی کے) بہت موقعوں

مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ

میں (کفار پر) غلبہ دیا، اور حنین کے دن بھی جبکہ تم کو اپنے مجمع کی کثرت سے غرہ ہو گیا تھا،

تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ

پھر وہ کثرت تمہارے لئے کچھ کار آمد نہ ہوئی اور تم پر زمین باوجود اپنی فراخی کے تنگی کرنے لگی پھر (آخر) تم پیٹھ دیکر

وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝۲۵ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ

بھاگ کھڑے ہوئے۔ پھر (اسکے بعد) اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول (کے قلب) پر اور دوسرے مومنین (کے قلوب)

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ

پر اپنی (طرف سے) تسلی نازل فرمائی اور (مدد کے لئے) ایسے لشکر نازل فرمائے جن کو تم نے نہیں دیکھا، اور کافروں کو

كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝۲۶ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ

سزا دی، اور یہ کافروں کی (دنیا میں) سزا ہے پھر (اسکے بعد) خدا تعالےٰ جس کو چاہیں

ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۲۷

توبہ نصیب کر دیں اور اللہ تعالےٰ بڑی مغفرت کرنے والے، بڑی رحمت کرنیوالے ہیں

واقعہ جنگ حنین

حنین مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان ایک مقام کا نام ہے جو مکہ مکرمہ سے دس میل سے کچھ زیادہ فاصلہ پر واقع ہے رمضان ۸ھ میں جب مکہ فتح ہوا اور قریش مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے تو عرب کے ایک مشہور طاقتور قبیلے ہوازن اس کی ایک اہم شاخ بنو ثقیف بھی تھی ان دونوں نے مل کر مشورہ کیا کہ مکہ فتح ہو جانے کے بعد مسلمانوں کی قوت بڑھ گئی ہے لہذا وہ اب ہماری طرف بڑھیں گے، پس بہتر یہ ہے کہ ان کے حملہ سے پہلے ہم ہی ان پر حملہ آور ہو جائیں اور ان کا خاتمہ کر دیں، اس کام کے لئے انہوں نے اپنی تمام

شاخوں کو جو مکہ سے طائف تک پھیلی ہوئی تھیں جمع کر لیا سب نے اکٹھے ہو کر مسلمانوں سے جنگ کرنے کی رائے سے اتفاق کیا ان کی دو چھوٹی چھوٹی شاخیں بنی کعبؓ اور بنی کلابؓ نے ان کی رائے سے اتفاق نہیں کیا انہوں نے کہا کہ اگر مشرق سے مغرب تک کی تمام طاقتیں بھی محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ٹکرائیں گی تو ناکام ہوں گی اس لئے ہماری رائے میں اس خدائی طاقت سے جنگ کرنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ بہرحال ان دو شاخوں کے علاوہ تمام نے مل کر مالک بن عوف نضری کی زیر قیادت ان سے جنگ کرنے کی ٹھان لی۔ مالک بن عوف تیس سالہ جوان تھے اور ان میں مسلمانوں سے جنگ کرنے کا سب سے زیادہ جوش تھا (یہ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے اور پھر اسلام کے بڑے علم بردار ثابت ہوئے) الغرض انہوں نے چار ہزار[۵] سپاہیوں کا لشکر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے تیار کر لیا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب مکہ مکرمہ میں ان کے خطرناک ارادہ کی خبر ملی تو آپ نے ان سے مقابلہ پر جانے کا پختہ ارادہ فرمالیا، اس کے لئے آپ نے بارہ ہزار مجاہدین کا لشکر تیار کیا جن میں دس ہزار مہاجرین و انصار مدینہ تھے اور دو ہزار وہ حضرات تھے جو فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے تھے اور اسی وہ مشرکین بھی شریک ہو گئے تھے جن کے دلوں میں یہ بات چھپی تھی کہ اگر مسلمان کامیاب ہو گئے تو ہمارا کوئی نقصان نہیں ہوگا اور اگر یہ ناکام ہو گئے تو ہمیں اپنی عداوت و دشمنی نکالنے کا موقع مل جائے گا

دو اہم واقعات

ان اسی مشرکین میں ایک شیبہ بن عثمان بھی تھے، انہوں نے مسلمان ہو جانے کے بعد اپنا ایک واقعہ بیان کیا کہ جنگ بدر میں میرے والد حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے اور چچا حضرت علیؓ کے ہاتھ سے مارے گئے تھے، ان کے انتقام کا جوش میرے دل میں تھا اسی وجہ سے میں جنگ حنین میں شریک ہوا تھا کہ موقع پاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دوں گا۔ بہرحال میں موقع پاکر حضورؐ کے قریب پہونچا دیکھا کہ داہنی طرف حضرت عباس اور بائیں طرف ابوسفیانؓ آپؐ کی حفاظت کر رہے ہیں اس لئے میں پیچھے کی طرف پہونچ کر ارادہ ہی کر رہا تھا کہ ایک دم آپ پر تلوار سے حملہ کر دوں کہ یکایک آپ کی نظر مجھ پر پڑی۔ آپ نے مجھے آواز دی، شیبہ یہاں آؤ۔ اپنے قریب بلا کر اپنا دست مبارک میرے سینہ پر رکھ دیا اور دعا فرمائی اے اللہ اس سے شیطان کو دور فرما دے، اب جو میں نظر اٹھاتا ہوں تو حضورؐ میرے دل میں، اپنی آنکھ، کان اور جان سے بھی زیادہ

---

[۵] حافظ ابن حجرؒ نے ان کی تعداد چوبیس[۲۴] ہزار بتائی ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ مجاہدین کے ساتھ ان کے بچوں اور عورتوں کو بھی شمار کیا جائے جن کو وہ اپنے ساتھ لے کر آئے تھے۔
(محمد یعقوب غفرلہٗ ولوالدیہ)

عزیز و محبوب ہو جاتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا جاؤ دشمنوں سے مقابلہ کرو، اب تو میرا یہ حال تھا کہ میں اپنی جان آپ پر قربان کر رہا تھا اور بڑی بے جگری سے دشمنوں کا مقابلہ کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب اس جہاد سے واپس آئے تو میں خدمت بابرکت میں حاضر ہوا تو آپ نے میرے دل کے تمام خیالات ظاہر فرما دیئے کہ تم مکہ سے اس نیت سے چلے تھے اور میرے قتل کے لئے گھوم رہے تھے مگر اللہ کا ارادہ تم سے نیک کام لینے کا تھا جو ہو کر رہا۔

دوسرا واقعہ اسی سفر میں یہ واقعہ بھی پیش آیا، حضرت ابی بردہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے مقام اوطاس پر پہنچ کر دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہیں، ایک شخص آپ کے قریب بیٹھا ہے، میں آپؐ کے قریب پہونچا تو آپ نے فرمایا کہ میں سو گیا تھا۔ یہ شخص آیا اور میری تلوار اپنے قبضے میں لے کر میرے سر پر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اے محمد بتلاؤ اب میرے ہاتھ سے تمہیں کون بچا سکتا ہے؟ میں نے کہا اللہ بچا سکتا ہے، یہ سن کر تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی، ابو بردہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اجازت دیجئے میں اس دشمن خدا کی گردن اڑا دوں، یہ جاسوس معلوم ہوتا ہے آپؐ نے فرمایا ابو بردہؓ خاموش رہو اللہ میری حفاظت کرنے والا ہے جب تک کہ میرا دین تمام مذہبوں پر غالب نہ آجائے آپؐ نے اس شخص کو نہ کوئی ملامت کی اور نہ کچھ کہا بلکہ آزاد چھوڑ دیا۔

۱۰ رشوال المکرم ۸ھ مطابق ماہ فروری ۶۳۰ء کو مسلمانوں کا لشکر حنین پہونچتا ہے تو بعض مسلمانوں کی زبان پر یہ آتا ہے کہ آج تو کوئی طاقت ہمیں شکست نہیں دے سکتی، اس کہنے کی وجہ یہ ہوئی کہ مسلمانوں کے لئے یہ پہلا موقع تھا کہ ان کا اتنا بڑا لشکر تھا اور بے شمار جنگی سامان ساتھ تھا جب کہ اس سے پہلے جنگ بدر وغیرہ میں صرف تین سو تیرہ اناڑی اور نہتے مسلمانوں نے ایک ہزار مسلح لشکر پر فتح پائی تھی۔ لہٰذا ان کو اپنی طاقت پر ناز ہوا جس کی وجہ سے ایسی بات ان کے منہ سے نکلی اور اللہ تبارک و تعالیٰ کو یہی چیز ناپسند ہے کہ اس کو بھول کر کوئی اپنی طاقت پر بھروسہ کرے بس ان کی تنبیہ کے لئے اللہ پاک نے یہ کیا کہ لڑائی کے شروع ہی میں دشمنوں کے وہ دستے جو انہوں نے چاروں طرف گھاٹیوں میں چھپا رکھے تھے ان سب نے چاروں طرف سے حملہ کر کے مسلمانوں کو پچھاڑ دیا جس سے مسلمان بھاگنے لگے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر سوار پیچھے ہٹنے کے بجائے آگے بڑھ رہے تھے اور تقریباً سو حضرات مہاجرین و انصار آپؐ کے ساتھ جمے ہوئے تھے وہ بھی یہ چاہتے تھے کہ حضورؐ آگے نہ بڑھیں خطرہ ہے۔ یہ حالت دیکھ کر آپؐ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ صحابہؓ کو پکاریں کہ کہاں ہیں، وہ حضرات جنھوں نے درخت کے نیچے جہاد کی بیعت کی تھی، اور کہاں ہیں وہ حضرات جنھوں نے

جان کی بازی لگانے کا عہد کیا تھا سب کو چاہیئے کہ واپس آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں ہیں، حضرت عباسؓ کی ایک آواز بجلی کی طرح دوڑ گئی جس سے بھاگنے والوں کو شرمندگی ہوئی اور فوراً ہی واپس آکر بڑی دلیری کے ساتھ دشمنوں کا مقابلہ کیا، اسی حالت میں اللہ پاک نے فرشتوں کی مدد بھیجدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی خاک دشمنوں کی طرف پھینکی جس کو قدرتِ خداوندی نے دشمنوں کے ہر سپاہی کی آنکھ میں پہونچا دیا، بہرحال دشمن مرعوب و مغلوب ہوئے۔

دشمنوں کا سردار مالک بن عوف یہ حالت دیکھ کر تمام مال و دولت اور اہل و عیال کو چھوڑ کر بھاگا جس سے پورے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی، مسلمانوں نے جوش انتقام میں بچوں اور عورتوں کی طرف ہاتھ بڑھانا شروع کر دیا تو حضورؐ نے ان کو اس سے منع فرمادیا۔

تفسیر آیات

اب ان آیات کی تفسیر ملاحظہ کیجئے، ارشاد ہے کہ بلاشبہ اللہ پاک نے بہت سی لڑائی کے موقعوں پر اے مسلمانوں تمہاری مدد و نصرت فرمائی جیسے جنگ بدر خیبر، حدیبیہ، اور فتح مکہ وغیرہ، اور جنگ حنین میں بھی ہم نے تمہاری بھرپور مدد کی باوجودیکہ تم کو اپنی تعداد و قوت پر بڑا فخر و ناز تھا جس کی وجہ سے تم اس بات کے مستحق تھے کہ تمہاری مدد نہ کی جائے مگر یہ طاقت تمہارے کچھ کام نہ آئی اور پہلے ہی ہلّے میں دشمنوں نے تمہارے چھکے چھڑا دیئے اور تم میدان چھوڑ کر بھاگ گئے، پھر اللہ نے غیب سے تمہاری مدد فرمائی کہ تم سے دشمنوں کا رعب ختم کر کے تسلی و اطمینان بخشا اور فرشتوں کے ذریعہ مدد و نصرت پہونچائی اور کافروں کو سزا دے کر انہیں ناکام کیا اور تم کو کامیاب

آخری آیت میں فرمایا گیا ہے کہ ان کافروں میں سے اللہ پاک جس کو چاہیں توبہ نصیب فرمادیں، چنانچہ ان میں سے بہت سے لوگ کفر سے توبہ کر کے مسلمان ہو گئے تھے واقعی اللہ پاک بڑی مغفرت کرنے والے ہیں کہ ان میں سے جو مسلمان ہو گئے ان کے پچھلے تمام گناہ معاف فرما کر جنت کا مستحق بنادیا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ

اے ایمان والو! مشرک لوگ (بوجہ عقائد خبیثہ) نرے ناپاک ہیں، سو یہ لوگ اس سال کے بعد مسجد

الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ

حرام کے پاس نہ آنے پاویں اور اگر تم کو مفلسی کا اندیشہ ہو تو (خدا پر توکل رکھو) خدا تم کو

اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٨﴾

اپنے فضل سے اگر چاہیگا، (ان کا محتاج نہ رکھے گا۔ بیشک اللہ تعالےٰ خوب جاننے والا ہے بڑا حکمت والا ہے

تفسیر اس آیت پاک میں ارشاد ہے کہ اے ایمان والو مشرک لوگ ناپاک ہیں، مفتی شفیع صاحبؒ نے لکھا ہے کہ ان میں عام طور پر تینوں قسم کی نجاست ہوتی ہے ۱ ظاہری ناپاکی ان میں اس طرح پائی جاتی ہے کہ وہ بہت سی ظاہری ناپاکیوں سے نہیں بچتے مثلاً شراب اور اس سے بنی ہوئی چیزیں جو سب ناپاک ہیں۔ یہ ان کو نہ ناپاک سمجھتے ہیں نہ پرہیز کرتے ہیں ۲ معنوی ناپاکی۔ جیسے حیض، نفاس اور جنابت، اس ناپاک حالت کو وہ ناپاک ہی نہیں سمجھتے ۳ عقیدہ کی ناپاکی۔ ظاہر ہے کہ ان کے عقائد باطل فاسد ہیں، لہٰذا یہ لوگ اس سال یعنی ۹ھ کے بعد مسجد حرام یعنی حدود حرم جو کئی مربع میل رقبہ ہے اور چاروں طرف حضرت ابراہیمؑ کی قائم کردہ حدود سے گھرا ہوا ہے، میں داخل نہ ہونے پائیں، اس ممانعت کے بعد مسلمانوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ مکہ میں تو کسی چیز کی پیداوار نہیں ہوتی، باہر کے آنیوالے ہی ضروریات کی چیزیں لاتے تھے اور موسم حج میں تمام ضروریات کی چیزیں مکہ والوں کے لئے جمع ہو جاتی تھیں۔ اب ان کا داخلہ ممنوع ہو جانے کے بعد کام کیسے چلے گا؟ اس کا جواب اسی آیت کے اخیر میں دیدیا گیا ہے کہ اگر تمہیں معاشی مشکلات کا اندیشہ ہو تو سمجھ لو کہ معاش کا بندوبست اور نظام تم کو پیدا کرنے والے حق تعالیٰ شانہٗ کے قبضہ میں ہے اگر وہ چاہے گا تو ان مشرکین سے تم کو بے نیاز کر دے گا، ان کا محتاج نہیں رکھے گا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں اور بڑی حکمت والے ہیں، بس جب اس نے یہ حکم مقرر کیا ہے تو تمہاری پریشانی کا حل نکالے گا، پس اے مسلمانوں تم کو چاہیئے کہ اس کی ذات پر پورا پورا یقین و بھروسہ رکھو۔

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ

اہل کتاب جو کہ نہ خدا پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں اور نہ قیامت کے دن پر، اور نہ ان چیزوں کو حرام

مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا

سمجھتے ہیں، جنکو خدا تعالیٰ نے اور اسکے رسول نے حرام بتلایا ہے، اور نہ سچے دین (اسلام) کو قبول کرتے ہیں۔ ان سے یہاں تک لڑو

الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴿٢٩﴾ ع ۴ ۵ ۱۰

کہ وہ ماتحت ہو کر اور رعیت بن کر جزیہ دینا منظور کریں

تفسیر اس سے پہلی آیات میں مشرکین مکہ سے جہاد کرنے کا حکم دیا گیا تھا، اس آیت میں اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے جنگ و جہاد کا حکم ہے، ارشاد خداوندی ہے کہ اہل کتاب سے جو نہ خدا پر پورا پورا ایمان رکھتے ہیں اور نہ قیامت کے دن پر ان کا یہ حال ہے کہ جن چیزوں کو اللہ و رسول نے حرام فرمایا ہے جیسے شراب ان کو حرام نہیں سمجھتے اور نہ مذہب اسلام کو (جو کہ سچا دین ہے) قبول کرتے ہیں

بس اے مسلمانو تم ان لوگوں سے اس وقت تک جنگ جاری رکھو جب تک کہ وہ ماتحت اور رعیت بن کر ٹیکس ادا نہ کریں۔

شانِ نزول حضرت مجاہد سے منقول ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رومیوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی، اس کے نازل ہونے کے بعد حضور علیہ السلام جنگ تبوک کے لئے تشریف لے گئے، جنگ تبوک کی تفصیل آگے اسی سورۂ توبہ میں آرہی ہے

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۨ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ

اور یہود (میں سے بعض) نے کہا کہ عزیر خدا کے بیٹے ہیں، اور نصاریٰ (میں سے اکثر) نے کہا کہ مسیح

ابْنُ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ

خدا کے بیٹے ہیں۔ یہ اُن کا قول ہے، اُن کے منہ سے کہنے کا یہ بھی ان لوگوں کی سی باتیں کرنے لگے۔

كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝۳۰

جو ان سے پہلے کافر ہو چکے ہیں خدا ان کو غارت کرے۔ یہ کدھر اُلٹے جا رہے ہیں۔

تفسیر اس سے پہلی آیت میں بیان تھا کہ یہود و نصاریٰ سے جنگ کرو اور ان پر ٹیکس لاگو کرو کیونکہ یہ ایمان نہیں رکھتے، اب اس آیت میں ان کے مومن نہ ہونے کی دلیل دی گئی ہے کہ یہود حضرت عزیر علیہ السلام جو کہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں ان کو اللہ کا بیٹا قرار دیتے ہیں اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیتے ہیں، ان دونوں فرقوں کی اللہ پاک نے یہ فرما کر تردید کر دی ہے کہ ان کا یہ کہنا صرف ان کے منہ کی باتیں ہیں یعنی اس کی کوئی اصل نہیں اور نہ ہی ان کے پاس اس کا کوئی ثبوت ہے۔ بس ان کا عزیرؑ و عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا کہنا مشرکین عرب کی طرح ہے جو کہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔

آیت کے اخیر میں ان یہود و نصاریٰ کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ اللہ ان کو غارت کرے یہ کدھر الٹے جا رہے ہیں کہ ایمان کا سیدھا راستہ چھوڑ کر کفر کے الٹے راستے پر چلے جا رہے ہیں جو سراسر تباہی کا راستہ ہے۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ

انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے علماء اور مشائخ کو (باعتبار اطاعت کے) رب بنا رکھا ہے اور مسیح ابن مریم

مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ

کو بھی ؛ حالانکہ اُن کو صرف یہ حکم کیا گیا ہے، کہ فقط ایک معبود (برحق) کی عبادت کریں جسکے سوا کوئی لائق

سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۱﴾ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ

عبادت نہیں، وہ انکے شرک سے پاک ہے ۔ وہ لوگ (یوں) چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (یعنی دین اسلام) کو اپنے منہ سے بجھا دیں

بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۳۲﴾

حالانکہ اللہ تعالےٰ مگر اسکے کہ اپنے نور کو کمال تک پہنچادے، مانے گا نہیں گو کافر لوگ کیسے ہی ناخوش ہوں۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ

(چنانچہ) وہ (اللہ) ایسا ہے کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت (کا سامان یعنی قرآن) اور سچا دین دے کر بھیجا ہے، تاکہ اس کو

عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾

تمام (بقیہ) دینوں پر غالب کردے ۔ گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں

النصف

تفسیر

ان آیات میں بھی یہود و نصاریٰ ہی کے متعلق ارشاد ہے کہ انہوں نے خدا کی توحید کو چھوڑ کر اپنے علماء و درویشوں کو رب بنالیا ہے، رب بنانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو چھوڑ کر اپنے راہبوں، درویشوں اور فقیروں کے احکام مانتے ہیں۔

ایک نصرانی کا واقعہ

ترمذی شریف میں حضرت عدی بن حاتم کا واقعہ منقول ہے۔ حضرت عدیؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ یہی آیت اِ اتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ الخ (یعنی یہود و نصاریٰ نے اپنے علماء کو رب بنالیا ہے) تلاوت فرما رہے تھے، جب آپ تلاوت سے فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ ہم علماء و مشائخ کی پوجا نہیں کرتے تھے نہ ہم ان کو اپنا رب مانتے تھے، آپؐ نے فرمایا کیا ایسی بات نہیں تھی کہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کو جب تمہارے علماء مشائخ حرام بتلاتے تھے تو تم اس کو حرام سمجھتے تھے اور اللہ کی حرام کی ہوئی چیز کو جب وہ حلال بتلاتے تھے تو تم اس کو حلال سمجھتے تھے، میں نے عرض کیا ایسا تو واقعی ہوتا تھا، آپؐ نے فرمایا بس یہی ان کی اطاعت و عبادت تھی، اسی وجہ سے قرآن کریم کی اس آیت میں ان کو رب بنانا بتلایا گیا ہے۔

اور حضرت مسیحؑ ابن مریم کو بھی رب بنالیا ہے حالانکہ ان کو رسولوں کے ذریعہ یہ حکم فرمایا تھا کہ صرف ایک معبود برحق اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں جس کے سوا عبادت و بندگی کے کوئی لائق نہیں وہ ان

کے شرک سے پاک ہے۔

دوسری آیت میں فرمایا کہ صرف یہی نہیں کہ یہ لوگ خود گمراہی میں مبتلا ہیں بلکہ دین اسلام کے خلاف جھوٹی باتیں پھیلا کر اس کو مٹانے کی کوشش کرتے ہیں ان کی اس حرکت کو قرآن کریم نے بطور مثال کے اس طرح فرمایا کہ یہ لوگ اللہ کے نور (دین اسلام) کو اپنے منہ سے پھونکیں مار مار کر بجھانا چاہتے ہیں، حالانکہ یہ ان کے بس کی بات نہیں اللہ تعالیٰ یہ طے کر چکے ہیں کہ وہ اپنے نور یعنی دین اسلام کو مکمل اور پورا ہی کر دیں گے خواہ کافر لوگ کیسے ہی ناخوش ہوں۔

تیسری آیت میں دین اسلام کی تکمیل کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ ہم نے اپنے رسول (محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہدایت کا سامان یعنی قرآن کریم اور دین حق دے کر اسی لئے بھیجا ہے تاکہ اس کو دنیا کے تمام مذہبوں پر غالب کر دے، چنانچہ حضرت مقدادؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روئے زمین پر کوئی بھی کچا پکا مکان ایسا باقی نہ رہے گا جس میں اسلام داخل نہ ہو جائے، عزت داروں کی عزت کے ساتھ اور ذلیل لوگوں کی ذلت کے ساتھ جن کو اللہ پاک عزت دیں گے وہ مسلمان ہو جائیں گے اور جن کو ذلیل کرنا ہوگا وہ اسلام کو قبول نہ کریں گے مگر اسلام کی حکومت کے ماتحت ہو جائیں گے، چنانچہ اللہ پاک کا یہ وعدہ پورا ہوا ایک ہزار سال کے قریب اسلام کی شان و شوکت پوری دنیا پر چھائی رہی اور اس کے بعد آئندہ بھی دلائل و حقائق کے اعتبار سے ہر زمانہ میں دین اسلام ایسا مکمل دین ہے کہ کسی معقول پسند انسان کو اس پر حرف گیری کا موقع نہیں مل سکتا اس لئے کفار کی مخالفتوں کے باوجود یہ دین حق اپنی حجت و دلیل کے اعتبار سے ہمیشہ غالب ہے اور جب مسلمان اس دین کی پوری پیروی کریں گے تو ان کا ظاہری غلبہ اور حکومت و سلطنت بھی لازمی ہے جیسا کہ تاریخ اس پر شاہد ہے کہ جب بھی مسلمانوں نے قرآن و سنت پر پوری طرح عمل کیا تو پوری دنیا پر غالب آکر رہے اور جب کبھی جہاں کہیں مسلمان مغلوب ہوئے تو وہ قرآن و سنت کے احکام سے غفلت و لاپرواہی اور خدا و رسول کی نافرمانی کی وجہ سے ہوئے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

اے ایمان والو!

اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ

اکثر احبار اور رہبان لوگوں کے مال نامشروع طریقے سے کھاتے ہیں اور اللہ

بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ

کی راہ سے باز رکھتے ہیں۔ اور (غایت حرص سے) جو لوگ سونا چاندی جمع کر کر رکھتے ہیں۔

الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ

اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے سو آپ ان کو ایک

بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ﴿۳۴﴾ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى

بڑی دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے۔ جو کہ اس روز واقع ہوگی کہ ان کو دوزخ کی آگ میں (اول) تپایا جائے گا۔

بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ

پھر اُن سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور ان کی کروٹوں اور ان کی پشتوں کو داغ دیا جائے گا۔ یہ ہے وہ جس کو تم نے اپنے

فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿۳۵﴾

واسطے جمع کر کے رکھا سو اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔

تفسیر

ان دونوں آیات میں سے پہلی آیت میں مسلمانوں کو مخاطب کر کے یہود و نصاریٰ کے علماء و مشائخ کے ایسے حالات کا ذکر ہے جن کی وجہ سے عوام میں گمراہی پھیلی، ارشاد خداوندی ہے کہ ان کے علماء و مشائخ میں بہت سے ایسے بھی ہیں جو باطل و ناجائز طریقہ سے لوگوں کے مال کھاتے ہیں، چنانچہ یہ لوگوں کی مرضی کے موافق توریت کے حکم کے خلاف فتویٰ دے کر ان سے مال وصول کرتے تھے، یہ بدبخت خود تو گمراہ تھے ہی دوسرے لوگوں کی بھی گمراہی کا سبب بنتے تھے کیونکہ یہ عوام کو غلط فتوے اور غلط تعلیمات دیتے تھے جس کی وجہ سے وہ گمراہ ہوتے تھے۔

ان کے غلط فتوے دینے کی وجہ مال و دولت کا لالچ اور دنیا کی حرص ہے اس لئے اس آیت میں فرمایا کہ جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے یعنی اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تو ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے اور یہ عذاب ان کو اس دن دیا جائے گا جب کہ ان کے جمع کئے ہوئے سونے چاندی کو دوزخ کی آگ میں تپا کر اس سے ان کی پیشانیوں پہلوؤں اور پشتوں پر داغ دیئے جائیں گے اور ان کی تکلیف کو بڑھانے اور ان کو ذلیل کرنے کے لئے کہا جائیگا کہ یہ وہ چیز ہے جس کو تم نے بڑے شوق سے جمع کیا تھا، اب اس کا مزہ چکھو۔

زکوٰۃ نہ دینے کی سزا

اس آیت سے یہ بات واضح ہو کر سامنے آگئی کہ جو شخص اپنے مال و دولت کی زکوٰۃ نہیں نکالے گا تو وہ مال جہنم کی آگ میں تپا کر اس سے اس کے بدن میں داغ دیئے جائیں گے، دوسری سزا حضرت ابوہریرہؓ سے یہ منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ جو (مالک نصاب) شخص اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دے گا تو قیامت کے دن اس کا وہ مال ایک ایسے گنجے سانپ کی شکل کا بنا دیا جائے گا جس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوتے ہیں یہ سانپ طوق بن کر اس کے گلے میں پڑ جائے گا اور اس کی دونوں باچھوں کو پکڑ کر چیرے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں۔

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا

یقیناً شمار مہینوں کا (جو کہ) کتاب الٰہی میں اللہ کے نزدیک (معتبر ہیں)

عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا

بارہ مہینے (قمری) ہیں جس روز اُسنے (یعنی اللہ تعالےٰ نے) آسمان اور زمین پیدا کئے تھے، (اسی روز سے اور)

أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۙ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ

ان میں چار خاص مہینے ادب کے ہیں یہی (امر مذکور) دین مستقیم ہے سو تم ان سب مہینوں کے بارے میں (دین کے خلاف)

أَنفُسَكُمْ ۚ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً ۚ

کرکے) اپنا نقصان مت کرنا، اور ان مشرکین سے سب سے لڑنا جیسا کہ وہ تم سب سے لڑتے ہیں۔

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿٣٦﴾ إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي

اور (یہ) جان رکھو، کہ اللہ تعالےٰ متقیوں کا ساتھی ہے یہ ہٹا دینا کفر میں اور ترقی ہے،

الْكُفْرِ ۖ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا

جس سے کفار گمراہ کئے جاتے ہیں کہ وہ اس (حرام مہینہ) کو کسی سال (نفسانی غرض سے) حلال کر لیتے ہیں،

لِّيُوَاطِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ ۚ زُيِّنَ

اور کسی سال (جب کوئی غرض نہ ہو) حرام سمجھتے ہیں تاکہ اللہ تعالےٰ نے جو (مہینے) حرام کئے ہیں (صرف) انکی گنتی پوری کر لیں

لَهُمْ سُوءُ أَعْمَالِهِمْ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿٣٧﴾

پھر اللہ کے حرام کئے ہوئے (مہینے) کو حلال کر لیتے ہیں انکی بداعمالیاں انکو حسن معلوم ہوتی ہیں اور اللہ تعالےٰ ایسے کافروں کو ہدایت کی توفیق نہیں

تفسیر

ان آیات میں زمانۂ جاہلیت کے عربوں کی ایک غلط رسم کا ذکر فرما کر مسلمانوں کو اس سے بچنے کی ہدایت کی گئی ہے، روز ازل سے بحکم خدا یہ دستور چلا آرہا ہے کہ

ایک سال کے بارہ مہینے ہوتے ہیں ان میں جو ترتیب حق تعالیٰ شانہٗ نے مقرر فرمادی ہے اس کو آگے پیچھے نہیں کیا جاسکتا اور ان میں سے چار مہینے ذی قعدہ ذی الحجہ محرم رجب بڑے متبرک ہیں تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعتیں اس پر متفق ہیں کہ ان چار مہینوں میں ہر عبادت کا ثواب زیادہ ہوتا ہے اور گناہ کرنے پر عذاب بھی زیادہ ہوتا ہے، ان مہینوں میں جنگ کرنا بھی منع ہے، البتہ مذہب اسلام میں یہ حکم منسوخ ہوگیا، یعنی ضرورت پڑجائے تو ان مہینوں میں جہاد کیا جاسکتا ہے۔

زمانۂ جاہلیت کی ایک غلط رسم

عرب کے جاہلوں نے اس خدائی دستور کو بدل کر ایک غلط رسم کو جنم دے رکھا تھا وہ یہ کہ ان چار ماہ میں اگر ان کو لڑائی کی ضرورت پیش آجاتی یا لڑتے لڑتے یہ مہینے آجاتے تو کہتے کہ اس سال یہ مہینہ حرام نہیں، اگلا مہینہ حرام ہوگا، مثلاً محرم آگیا تو کہتے کہ اس سال محرم کا مہینہ حرام نہیں بلکہ صفر کا مہینہ حرام ہوگا، یا یہ کہتے کہ اس سال صفر کا مہینہ پہلے آگیا محرم کا بعد میں آئے گا، بس ان کا یہ حال تھا کہ جس مہینے کو چاہیں ذی الحجہ کہہ دیں اور جس کو چاہیں رمضان کہدیں، اور تعداد میں بھی اگر ضرورت پڑجاتی تو بارہ مہینے کے بجائے چودہ مان لیتے مثلاً لڑتے لڑتے دس ماہ ہوگئے تو کہہ دیتے یہ سال چودہ ماہ کا ہے بقیہ چار ماہ جو رہ گئے ہیں وہ اشہر حرم ہیں۔ بہرحال وہ سال بھر میں جو چار مہینے قابل احترام ہیں پورا کرتے تھے چاہے اس کے لئے سال کے چودہ مہینے ہی کیوں نہ ماننا پڑے اور چاہے مہینوں کو آگے پیچھے ہی کیوں نہ ماننا پڑے۔

بہرحال یہ ان کی بددینی وگمراہی تھی بس دین مستقیم اور خدا کا پسندیدہ دستور تو وہی ہے جو حضرت ابراہیمؑ و دیگر تمام انبیاء کی شریعتوں میں مقرر رہا ہے کہ سال میں بارہ مہینے ہوتے ہیں اور ان کے ناموں کی جو ترتیب خدا کے یہاں سے مقرر ہوکر آئی ہے وہی اصل ہے، پس جو شخص خدا کے اس حکم کو ماننے سے گریز کرے گا یا اس میں ردوبدل کرے گا وہ اپنے اوپر ظلم کرے گا کہ خدا کی نافرمانی وجہ سے مستحق جہنم ہوگا۔

وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً الخ اس حصہ میں وہی حکم فرمایا گیا ہے جو اس سورت کے شروع میں دیا گیا تھا یعنی صلح و معاہدہ کی میعاد ختم ہوجانے کے بعد تمام مشرکین وکفار سے جہاد کے لئے ہر وقت تیار رہو اور ان کی تعداد و قوت سے مت گھبراؤ اور اس پر پورا یقین رکھو کہ اللہ پاک متقیوں کا ساتھی ہے بس ایمان وتقویٰ کو اپنائے رکھو خدا کی مدد و نصرت تمہارے ساتھ رہے گی۔

دوسری آیت میں ارشاد ہے کہ ان مشرکین عرب نے سال اور مہینوں میں ردوبدل کرکے یہ سمجھا تھا کہ ہماری نفسانی اغراض بھی پوری ہوجائے گی اور خدا کے حکم کی تعمیل بھی ہوجائے گی، مگر ان کی اس غلط حرکت کے متعلق خدائے تعالیٰ نے واضح طور پر فرمادیا کہ اس سے ان کے کفر وسرکشی میں زیادتی ہی ہوگی

بس ان کفار و مشرکین کو بداعمالیاں اچھی اور بھلی معلوم ہوتی ہیں اور وہ ایک کے بعد ایک گناہ کرتے جاتے ہیں اور اپنی اس صلاحیت کو جو ایمان قبول کرنے کی ہر شخص میں ہوتی ہے فنا کر لیتے ہیں، ایسے ہی لوگوں کے متعلق حق تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم کافروں کو ہدایت کی توفیق نہیں دیتے کیونکہ یہ خود ہی راہِ حق پر آنا نہیں چاہتے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ

دیتا ۔ اے ایمان والو! تم لوگوں کو کیا ہوا؟ کہ جب تم سے کہا جاتا ہے، کہ اللہ کی راہ میں (جہاد کیلئے) نکلو تو تم

اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ ۚ أَرَضِيتُم بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ۚ

زمین کو لگے جاتے۔ ہو کیا تم نے آخرت کے عوض دنیوی زندگی پر قناعت کر لی؟

فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ﴿٣٨﴾ إِلَّا تَنفِرُوا

سو دنیوی زندگی کا تمتع تو آخرت کے مقابلہ میں (کچھ بھی نہیں) بہت قلیل ہے اگر تم نہ نکلو گے تو وہ (یعنی

يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ

اللہ تعالیٰ) تم کو سخت سزا دے گا (یعنی تم کو ہلاک کر دے گا) اور تمہارے بدلے دوسری قوم کو پیدا کر دیگا (اور اسے اپنا کام لے گا) اور تم اللہ

شَيْئًا ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٣٩﴾ إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ

(کے دین) کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکو گے، اور اللہ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے اگر تم لوگ آگے (یعنی رسول اللہ صلعم کی) مدد نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ نے

اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ

آپ کی مدد اسوقت کر چکا ہے، جبکہ آپ کو کافروں نے جلاوطن کر دیا تھا، جبکہ دو آدمیوں میں ایک آپ تھے جبوقت کہ دونوں

إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ۖ فَأَنزَلَ اللَّهُ

غار میں تھے جبکہ آپ اپنے ہمراہی سے فرما رہے تھے، کہ تم (کچھ) غم نہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ہمراہ ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے آپ

سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ

(کے قلب) پر اپنی تسلی نازل فرمائی اور آپ کو ایسے لشکروں سے قوت دی، جن کو تم نے نہیں دیکھا، اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کی بات

الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ ۚ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ

(اور تدبیر) نیچی کر دی، (کہ وہ ناکام رہے) اور اللہ ہی کا بول بالا رہا۔ اور اللہ زبردست

حَكِيمٌ ﴿٤١﴾ انْفِرُوا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ

حکمت والا ہے۔ نکل پڑو (خواہ) تھوڑے سامان سے (ہو) اور (خواہ) زیادہ سامان سے (ہو) اور اللہ کی راہ میں اپنے

فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٤١﴾

مال اور جان سے جہاد کرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے، اگر تم یقین رکھتے ہو (تو دیر مت کرو)

واقعۂ جنگ تبوک

ان آیات میں جنگ تبوک کا تذکرہ ہے اور اس کے ضمن میں بہت سے احکامات کا بھی بیان ہے۔ ان کے سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے جنگ تبوک کے واقعہ کی کچھ تفصیل ذہن نشین کرلی جائے۔

۹ھ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ شاہ روم ہرقل نے اپنی جنگی فوجیں مقام تبوک میں ملک شام کی سرحد پر جمع کردی ہیں، یہ اطلاع پاکر آپؐ نے یہ ارادہ فرمالیا کہ ان کے حملہ آور ہونے سے پہلے ہی وہاں پہونچکر ان کا مقابلہ کیا جائے جہاں ان کی فوجیں جمع ہیں۔

مسلمانوں کے لئے یہ وقت بہت ہی آزمائش کا تھا کیونکہ اول تو یہ وقت سخت گرمی کا تھا اور حضرات صحابہ کرامؓ کی کھیتیاں اور باغات تیاری پر تھے جن پر ان کے پورے سال کے گذارہ کا دارومدار تھا۔ مگر حالات کا تقاضہ یہ تھا کہ جہاد کے لئے لازمی نکلا جائے اور پھر یہ جہاد اپنی نوعیت میں پہلی تمام جنگوں سے ممتاز تھا کیونکہ اس سے پہلے تو اپنی ہی طرح (اہل عرب) عوام سے مقابلہ ہوا۔ اور یہ مقابلہ شاہ روم ہرقل کی تربیت یافتہ فوج سے تھا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کے پورے مسلمانوں کو اس جہاد کے لئے نکلنے کا حکم دیدیا اور کچھ آس پاس کے دوسرے قبیلوں کو بھی اس جہاد میں شرکت کی دعوت دی گئی۔

اسلام میں چندہ کا رواج جنگ تبوک سے

شاہ روم سے مقابلہ کے لئے جنگی ساز وسامان وغیرہ کے لئے پیسہ کی ضرورت بھی اور جنگوں سے زیادہ تھی، اس لئے آپ نے مالی تعاون کی طرف بھی لوگوں کی توجہ دلائی یہ پہلی جنگ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرامؓ سے چندہ کی اپیل کی۔ اور پھر حضرات صحابہؓ نے دل کھول کر مالی تعاون دیا، حضرت عثمان غنیؓ نے دس ہزار دینار، تین سو اونٹ اور پچاس گھوڑے پیش کئے ان سے خوش ہوکر حضورؐ نے دعا فرمائی اے خدا تو عثمانؓ سے راضی ہو اس لئے کہ میں اس سے راضی ہوں، حضرت عمر فاروقؓ نے تو اپنا کاروبار اور گھر کا آدھا مال و دولت حضورؐ اقدس کی خدمت میں پیش کردیا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تو وہ کردار ادا کیا کہ اس کی مثال

ناممکن ہے۔ آپؐ کے ایک اشارہ پر اپنے ساتھ مختلف قسم کا بے شمار سامان لئے چلے آرہے ہیں یہ دیکھ کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابوبکرؓ گھر میں بھی کچھ سامان چھوڑ کر آئے ہو؟ عرض کیا ہاں یارسول اللہ میں اپنے گھر میں اللہ اور اس کے رسول کا نام چھوڑ کر آیا ہوں، ان کے علاوہ دیگر حضرات نے بھی اپنی ہمت سے بڑھ چڑھ کر تعاون پہونچایا، عورتوں نے اپنے زیورات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں پیش کر دیئے۔

بہرحال عظیم الشان تیاریوں کے بعد جب مسلمانوں کا لشکر جرار اعلاء کلمۃ اللہ کے فداکارانہ ولولہ اور جوش کے ساتھ مقام تبوک کی طرف بڑھا تو شاہ روم ہرقل کو بھی جاسوسوں نے خبر کر دی، ہرقل یا تو کرّوفر کے ساتھ جنگ کی تیاریوں میں مشغول تھا اور یا یہ خبر سنتے ہی اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھا مسلمانوں کے اس بے مثال جذبۂ ایثار کو دیکھ کر وہ خوف زدہ ہوکر مسلمانوں کے پہنچنے سے پہلے ہی میدان چھوڑ کر بھاگ لیا۔

اللہ پاک نے جہاد کا عام حکم فرماکر اول تو ان لوگوں کا نفاق کھول دیا جو صرف زبان سے اسلام کے دعوے دار تھے اور پھر چونکہ مسلمانوں کے حالات بھی مختلف تھے کہ کچھ وہ حضرات تھے جو آپؐ کے ارشاد کے بعد فوراً جہاد کے لئے تیار ہو گئے اور کچھ وہ حضرات تھے جنھیں شروع میں کچھ پس وپیش ہوا اور پھر جہاد کے لئے آمادہ ہو گئے، اور کچھ وہ حضرات بھی تھے جو واقعی عذر کی وجہ سے جہاد میں شریک نہ ہوسکے اور بعض وہ لوگ بھی تھے جو صرف کاہلی کی وجہ سے جہاد میں شریک نہ ہوئے۔

ان آیات میں ان ہی چوتھی قسم کے لوگوں کو تنبیہ فرمائی گئی ہے جو کاہلی کی وجہ سے شریک جہاد نہیں ہوئے ارشاد ہے اے ایمان والو تم کو کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلو تو تم زمین کو چمٹ جاتے ہو یعنی اپنے گھروں سے نکلنا پسند نہیں کرتے، کیا تم نے آخرت کی نعمتوں اور راحتوں کے مقابلہ میں دنیوی راحت وآرام اور ساز وسامان کو پسند کر لیا ہے، بس یاد رکھو چند روزہ دنیوی زندگی کا آرام آخرت کی غیر فانی نعمتوں کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں، اور اگر تم جہاد کے لئے نہ نکلے تو اللہ تم کو دردناک سزا دے گا دنیا میں بھی کہ دوسری قوموں کے ماتحت بن کر ذلیل ورسوا ہوگے اور آخرت میں بھی خدا کے غضب وعذاب کے مستحق بنوگے اور تمہاری اس نافرمانی کی صورت میں اللہ پاک تمہاری جگہ کسی دوسری قوم کو کھڑا کر دیں گے جو فرماں بردار ہوگی اور تمہاری سستی ونافرمانی خدا کے دین کو کوئی نقصان نہیں پہونچا سکے گی اللہ ہر چیز پر قادر ہے لہٰذا وہ غیب سے انتظام فرما دیتا ہے۔

غار ثور میں حضورؐ کی حفاظت کے غیبی انتظامات

اگر تم لوگ رسول کی مدد نہیں کرو گے تو اللہ آپ کرے گا۔ جیسا کہ اس نے اپنے رسول کی مدد اس وقت کی تھی جب اس سے بھی زیادہ پریشانی کا وقت تھا اس میں ہجرت کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب آپ کو آپ کی برادری اور اہل وطن نے مکہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا، سفر میں آپ کا ساتھی ایک صدیق اکبرؓ کے سوا کوئی نہ تھا دشمن پیچھے لگے ہوئے تھے اس وقت اللہ پاک نے غار ثور میں چھپا کر آپ کی حفاظت اس طرح فرمائی کہ دشمن غار کے کنارے پہونچنے کے باوجود واپس ہو گئے، چنانچہ انس بن مالکؓ سے منقول ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار کے اندر تشریف لے گئے تو غار کے منہ پر اللہ نے ایک درخت اگا دیا جس نے غار کا منہ چھپا لیا اور بحکم خدا مکڑی نے غار کے منہ پر جالا تن دیا۔ اور بحکم خداوند جنگلی کبوتروں نے اس جالے پر اپنا گھونسلہ بھی بنا لیا، جس سے دشمنوں کو اس غار میں ہونے کا شبہ تک بھی نہیں ہوا۔ اس موقع پر بھی صدیق اکبرؓ کو اپنی جان سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی فکر تھی انہوں نے سوچا اگر میں مارا جاؤں تو کچھ حرج نہیں کیونکہ اس صورت میں صرف ایک آدمی کا قتل ہوگا اور اگر خدا نخواستہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے تو پوری امت ہلاک ہو جائے گی۔

چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو اس خدا کی قسم جس نے آپؐ کو نبیؐ برحق بنا کر بھیجا ہے آپ اس غار کے اندر نہ جائیں پہلے میں اندر جا کر دیکھ لوں کوئی موذی جانور تو نہیں اور پھر اندر گھس کر غار کو صاف کیا اور اس میں جو سوراخ تھے ان کو اپنے کپڑوں سے بند کیا صرف ایک سوراخ رہ گیا۔ جس کو بند کرنے کے لئے آپ کے پاس کپڑا نہ بچا تو اس کو اپنے پاؤں سے بند کیا اور پھر حضورؐ سے عرض کیا اندر تشریف لے آیئے، حضورؐ اندر پہونچ گئے اور ابو بکرؓ کی گود میں سر رکھ کر سو گئے، جس سوراخ کو حضرت ابو بکرؓ نے اپنے پاؤں سے بند کر رکھا تھا اس میں کسی کیچوا وغیرہ نے آپ کو ڈسنا شروع کیا جس سے آپ کو بے پناہ تکلیف ہوئی مگر صرف اس وجہ سے کہ آپ کے آرام میں خلل آئے گا نہ کوئی حرکت کی اور نہ ہی منہ سے کوئی آواز نکلنے دی، غیر اختیاری طور پر آنکھوں سے آنسو بہہ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر ٹپکے تو آپ بیدار ہو گئے اور ابو بکرؓ سے وجہ معلوم کی تو آپ نے عرض کیا مجھے اس سوراخ سے کسی جانور نے ڈس لیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دم فرمایا جس سے حضرت ابو بکرؓ کی تمام تکلیف فوراً ختم ہو گئی۔

بعض روایات میں ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر حضرت ابو بکرؓ کے لئے دعا فرمائی کہ اے اللہ ابو بکر کو جنت کے اندر میرے درجہ میں میرے ساتھ کر دینا، اللہ نے وحی کی کہ آپ کی دعا قبول ہوئی۔

اس موقع پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوہ ثبات بنے ہوئے تھے اور اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا، اے ابوبکر تم غم نہ کرو یقیناً اللہ کی نصرت ہمارے ساتھ ہے چنانچہ نصرت یہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں اپنی طرف سے تسلی نازل فرمائی اور آپ کو فرشتوں کے لشکر سے قوت دی، اور بالآخر اللہ تعالیٰ نے کافر دشمنوں کی تمام تدبیریں ناکام کردیں اور اللہ ہی کا بول بالا ہوا یعنی اللہ نے جو وعدہ حضورؐ سے کیا تھا کہ تمہاری نصرت وحفاظت کروں گا پورا ہوا، بلاشبہ اللہ پاک اپنے تمام امور اور تدبیروں میں غالب اور حکمت والا ہے۔

آخری آیت میں پھر تاکید کے طور پر اس حکم کو دہرایا گیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو جہاد کا حکم دے دیا ہے تو تم پر نکلنا بہرحال فرض ہو گیا ہے اور آپ کا حکم ماننے ہی میں تمہاری بھلائی ہے۔

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوكَ وَلٰكِنْ بَعُدَتْ

اگر کچھ لگتے ہاتھ ملنے والا ہوتا، اور سفر بھی معمولی سا ہوتا تو یہ (منافق) لوگ ضرور آپکے ساتھ ہولیتے، لیکن ان کو تو مسافت

عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۭ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا

ہی دور دراز معلوم ہونے لگی اور ابھی خدا کی قسمیں کھا جاویں گے، کہ اگر ہمارے بس کی بات ہوتی تو ہم ضرور تمہارے

مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝۴۲

ساتھ چلتے۔ یہ لوگ جھوٹ بول بول کر اپنے آپ کو تباہ کر رہے ہیں۔ اور اللہ جانتا ہے کہ یہ لوگ یقیناً جھوٹے ہیں۔

تفسیر ابن عقبہ کا بیان ہے کہ منافق لوگ جنگ تبوک میں شریک نہیں ہوئے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ رسول اللہ ایک ایسی طاقت (شاہ روم) سے ٹکرانے جا رہے ہیں جس سے بچ کر کبھی واپس نہ آسکیں گے، مگر جب آپ مع لشکر کے واپس تشریف لے آئے تو اب منافقوں نے یہ چالاکی اختیار کی کہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر جھوٹی معذرتیں کرنے لگے اور قسمیں کھا کھا کر کہنے لگے کہ اگر ہمارے سامنے مجبوریاں نہ ہوتیں تو ہم ضرور جان ومال کے ساتھ آپ کے قدموں میں حاضر ہو جاتے اور پھر آپ کے اشارہ پر جان دیدیتے۔

اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ڈانٹا ہے کہ تم جھوٹی قسمیں کھا کر اپنے آپ کو ہلاکت وبربادی میں ڈال رہے ہو اور اپنے آپ کو ہمارے عذاب کا مستحق بنا رہے ہو، حضور علیہ السلام پر یہ بات بھی واضح فرمادی کہ یہ لوگ مال ودولت کے لالچی ہے اگر آپ ان کو کسی ایسی جنگ کے لئے بلاتے جس میں انہیں مال غنیمت ملنے کا یقین ہوتا اور جس میں نہ لمبا سفر ہوتا اور نہ

کسی تکلیف و دکھ کا اندیشہ ہوتا تو یہ ضرور آپ کے ساتھ جنگ کے لئے نکلتے مگر انہیں تو سفر بہت لمبا نظر آیا اور مقابلہ بھی ایسی طاقت سے کرنے کے لئے کہا گیا جس کے نام سے ہی ان کی جان نکلتی تھی بھلا اس سے مقابلہ کے لئے یہ کیسے نکل سکتے تھے۔ بس اب جھوٹی قسمیں کھا کر آپ کو فریب دینا چاہتے ہیں مگر ہم ان کی حقیقت حال سے پورے واقف ہیں ان کی اس حرکت پر ان کو سخت سزا دیں گے۔

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ

اللہ تعالےٰ نے آپ کو معاف (تو) کر دیا (لیکن) آپنے انکو (ایسی جلدی) اجازت کیوں دیدی تھی؟ جب تک کہ آپکے سامنے سچے لوگ

صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۴۳﴾ لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ

ظاہر نہ ہو جاتے، اور آپ جھوٹوں کو معلوم نہ کر لیتے۔ جو لوگ اللہ تعالےٰ پر اور قیامت کے دن

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ

پر ایمان رکھتے ہیں، وہ اپنے مال اور جان سے جہاد کرنیکے بارے میں آپ سے رخصت نہ مانگیں گے (بلکہ وہ حکم کیساتھ

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۴﴾ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

دوڑ پڑینگے) اور اللہ تعالےٰ (ان) متقیوں کو خوب جانتا ہے۔ البتہ وہ لوگ (جہاد میں نہ جانے کی) آپ سے رخصت مانگتے ہیں، جو اللہ پر اور

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ

قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے، اور انکے دل شک میں پڑے ہیں، سو وہ اپنے شکوک میں پڑے ہوئے

يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ

حیران ہیں۔ اور اگر وہ لوگ (غزوہ میں) چلنے کا ارادہ کرتے، تو اسکا کچھ سامان تو درست کرتے۔ لیکن (خیر ہوئی)

كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۴۶﴾

اللہ تعالےٰ نے انکے جانے کو پسند نہیں کیا، اسلئے ان کو توفیق نہیں دی اور (بحکم تکوینی یوں) کہہ دیا گیا کہ اپاہج لوگوں کے ساتھ

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ

تم بھی یہاں ہی ٹھہرے رہو۔ اگر یہ لوگ تمہارے ساتھ شامل ہو کر جاتے تو سوائے اسکے کہ اور دو نا فساد کرتے اور کیا ہوتا اور تمہارے درمیان

يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾

فتنہ پردازی کی فکریں دوڑے دوڑے پھرتے اور اب بھی تم میں انکے کچھ جاسوس (موجود) ہیں اور (ان) ظالموں کو اللہ تعالےٰ خوب سمجھے گا۔

منافقین کی فریب بازی

جنگ تبوک میں شریک نہ ہونے کے لئے منافقوں نے بڑی فریب بازی سے کام لیا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے جھوٹے عذر پیش کر کے جنگ میں نہ جانے کی اجازت لے لی۔

پہلی آیت میں ایک لطیف انداز میں حضور علیہ السلام سے اس بات کی شکایت ہے کہ ان منافقین نے جھوٹ بول کر اپنے آپ کو معذور و مجبور ظاہر کیا اور آپ نے بغیر ان کے حالات کی تحقیق کئے ہی ان کو جنگ میں نہ جانے کی اجازت دے دی جس کی وجہ سے یہ کہنے لگے کہ ہم نے محمد عربیؐ کو خوب دھوکہ دیا ہے۔ اگرچہ اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات بھی واضح فرمادی کہ یہ منافق جھوٹے حیلے بہانے بنا کر عذر کر رہے تھے، اگر ان کو اجازت نہ بھی دی جاتی جب بھی یہ لوگ جنگ میں شریک ہونے والے نہ تھے، اور ایک آیت میں یہ بھی ظاہر فرمادیا کہ اگر بالفرض محال یہ لوگ اس جنگ میں جاتے بھی تو ان سے مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہ پہونچتا، بلکہ ان کی سازش اور فتنہ پردازی سے اور خطرہ ہوتا لیکن منشار یہ ہے کہ اگر ان کو اجازت نہ دی جاتی تب بھی یہ جانے والے تو نہ تھے مگر ان کا نفاق کھل جاتا اور ان کو مسلمانوں پر طعنے کسنے کا موقع نہ ملتا کہ ہم نے ان کو خوب بے وقوف بنایا ہے۔

اس کے بعد کی دوسری اور تیسری آیت میں مومنوں اور منافقوں کا یہ فرق بتلادیا کہ جو سچے مومن ہیں اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، ان کی یہ صفت ہے کہ ان سے جہاد کے لئے کہا جاتا ہے تو وہ اپنے جان و مال کی پروا کئے بغیر فوراً جہاد کے لئے تیار ہو جاتے ہیں، اور منافقین جن کا اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں وہ آپ سے جہاد میں جانے کی اجازت مانگتے ہیں چوتھی آیت میں ان کے عذر کے غلط ہونے کا یہ قرینہ بتایا گیا ہے کہ اگر یہ لوگ واقعی جہاد کے لئے نکلنے کا ارادہ رکھتے تو اس کے لئے ضروری تھا کہ کچھ تیاری بھی تو کرتے لیکن انہوں نے کوئی تیاری نہیں کی جس سے معلوم ہوا کہ عذر کا بہانہ غلط تھا، اور حقیقت میں ان کا ارادہ ہی جنگ میں جانے کا نہیں تھا۔

پانچویں آیت میں یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ ان منافقین کا تمہارے ساتھ جنگ میں نہ جانا ہی بہتر ہوا کیونکہ اگر یہ تمہارے ساتھ ہو لیتے تو بہت فتنہ و فساد برپا کرتے، تمہاری اندرونی خبریں دشمنوں کو پہونچاتے تم میں آپس میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کرتے، دشمنوں کا رعب تمہارے دلوں میں ڈال کر تمہیں ہراساں کرنے کی کوشش کرتے وَفِيكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ .. یعنی ان کی اس طرح کی باتیں سن کر تمہارے کچھ کمزور لوگ ان باتوں کو مان لیتے، اس کی دوسری تفسیر حضرت قتادہؓ سے یہ منقول ہے کہ اب بھی تمہارے اندر ان منافقین کے کچھ جاسوس موجود ہیں جو تمہاری خبریں دشمنوں کو پہنچاتے ہیں

اس آیت کے اخیر میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ پاک ان ظالموں کو خوب جانتا ہے یعنی ان کے اندرونی خیالات اور بیرونی حرکات سے اچھی طرح واقف ہے وہ ان کو سخت سزا دے گا۔

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوا لَكَ الْأُمُورَ

انہوں نے تو پہلے بھی فتنہ پردازی کی فکر کی تھی اور آپ کے لئے کارروائیوں کی اُلٹ پھیر

حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۴۸﴾

کرتے ہی رہے، یہاں تک کہ (وعدہ) حق آگیا، اور (اسکا آنا یہ کہ) اللہ کا حکم غالب رہا، اور انکو ناگوار ہی گزرتا رہا

تفسیر پچھلی آیات میں منافقوں کی فریب بازی اور فتنہ پردازی کا بیان تھا، اب یہاں ارشاد ہے کہ فتنہ و فریب ان کی پرانی عادت ہے چنانچہ اس سے پہلے جنگ احد میں بھی منافقین کا سردار عبداللہ ابن ابی اپنے ساتھیوں کو لے کر واپس لوٹ چکا تھا، وہ چاہتا تھا کہ آپ کے کام بگڑ جائیں آپ کے صحابہؓ بے حوصلہ ہو کر اِدھر اُدھر ہو جائیں اور کامیابی کی جگہ آپ کو ناکامی ملے، بس وہ اسی طرح آپؐ کو اور مذہب اسلام کو نقصان پہونچانے کی کوششیں کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ کا سچا وعدہ دین اسلام کو بلند کرنے کا آگیا اور دین اسلام بلند ہوا اور منافقین کی تمام تدبیریں اور کوششیں بے کار گئیں۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ۭ أَلَا فِي

اور ان (منافقین متخلفین) میں بعض شخص وہ ہے جو کہتا ہے، کہ مجھ کو اجازت دیجئے۔ اور مجھ کو خرابی

الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ۭ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ ۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۹﴾

میں نہ ڈالیئے، خوب سمجھ لو کہ یہ لوگ خرابی میں تو پڑ ہی چکے اور یقیناً دوزخ (آخرت میں) ان کافروں کو گھیرے گی

شان نزول یہ آیت ایک خاص منافق جد بن قیس کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اس نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے جنگ میں نہ جانے کی اجازت مرحمت فرما دیجئے کیونکہ میں عورتوں کا بے حد شیدائی ہوں وہاں رومی عورتوں کو دیکھ کر میں اپنے نفس کو قابو میں نہیں رکھ پاؤں گا اور فتنہ میں مبتلا ہو جاؤں گا، یہ سن کر آپ نے اس کی طرف سے منہ موڑ لیا، اس آیت پاک میں فرمایا گیا ہے کہ فتنہ میں تو یہ پڑ ہی چکا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرنا اور جہاد میں شریک نہ ہونا سب سے بڑا فتنہ اور خرابی کی بات ہے بس دوزخ ان سب کافروں کو گھیرے ہوئے ہے یعنی یہ ایسے کام کر رہے ہیں جس کے نتیجہ میں دوزخ یقینی طور پر ان کا ٹھکانا ہوگا۔

إِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ

اگر آپکو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے تو وہ انکے لئے موجب غم

وَإِنْ تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ يَقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا أَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ

ہوتی ہے اور اگر آپ پر کوئی حادثہ آپڑتا ہے۔ تو (خوش ہو کر) کہتے ہیں کہ ہم نے تو (اسی لئے) پہلے سے اپنا احتیاط (کا پہلو) اختیار کر لیا تھا، اور وہ

وَيَتَوَلَّوْا وَهُمْ فَرِحُونَ ﴿٥٠﴾ قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ

خوش ہوتے ہوئے واپس چلے جاتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ ہم پر کوئی حادثہ نہیں پڑ سکتا، مگر وہی جو اللہ نے ہمارے لئے

لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿٥١﴾ قُلْ هَلْ

مقدر فرمایا ہے، وہ ہمارا مالک ہے، اور اللہ کے تو سب مسلمانوں کو اپنے سب کام سپرد رکھنے چاہئیں آپ فرما دیجئے کہ

تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۖ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ

تم تو ہمارے حق میں دو بہتریوں میں سے ایک ہی کے منتظر رہتے ہو۔ اور ہم تمہارے حق میں اسکے منتظر رہا کرتے ہیں

أَنْ يُصِيبَكُمُ اللَّهُ بِعَذَابٍ مِنْ عِنْدِهِ أَوْ بِأَيْدِينَا ۖ فَتَرَبَّصُوا

کہ خدا تعالیٰ تم پر کوئی عذاب واقع کرے گا (خواہ) اپنی طرف سے (دنیا یا آخرت میں) یا ہمارے ہاتھوں سے، سو تم (اپنے طور پر)

إِنَّا مَعَكُمْ مُتَرَبِّصُونَ ﴿٥٢﴾

انتظار کرو (اور) ہم تمہارے ساتھ (اپنے طور پر) انتظار میں ہیں

منافقین کی کم ظرفی

ان آیات میں منافقوں کی کم ظرفی کا بیان ہے کہ اگرچہ ظاہر میں یہ لوگ مسلمانوں سے ملے جلے رہتے ہیں مگر ان کا حال یہ ہے کہ جب مسلمانوں کو فتح و کامیابی ملتی ہے تو ان کو بے حد ناگواری ہوتی ہے اور اگر ناکامی و مصیبت کا کوئی حادثہ ان کو پیش آجائے تو ان کو بڑی خوشی ہوتی ہے، اور یہ کہتے ہوئے واپس ہو جاتے ہیں کہ ہم تو پہلے ہی جانتے تھے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو مصیبت میں ڈال رہے ہیں اسی لئے ہم نے اپنا بچاؤ اور حفاظت پہلے ہی کر لیا تھا کہ جنگ ہی میں شرکت نہیں کی۔

ان کی اس کم ظرفی اور ذلیل حرکت پر اللہ پاک نے اپنے پیغمبر سے فرمایا کہ ان کم بختوں سے دو باتیں فرما دیجئے اول یہ کہ ہم کو صرف وہی حادثہ پیش آئے گا جو ہمارے مقدر میں ہے اور ہمارے مالک نے جو ہمارے مقدر میں لکھ دیا ہے اس پر خوش رہنا ہم پر واجب ہے اور تمام مومنوں کو چاہیئے کہ اپنے سب

کام اللہ ہی کے سپرد رکھے صرف اسی کی ذات پر بھروسہ یقین رکھے، اور دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے لئے جیسے اچھی حالت فتح و کامیابی بہتر ہے اسی طرح حوادث و ناکامی بھی انجام کے لحاظ سے بہتر ہے کیونکہ اس میں ہمیں شہادت نصیب ہوتی ہے درجے بلند ہوتے ہیں اور جنت کے مستحق بنتے ہیں بس ہمارے لئے دونوں ہی حالتیں بہتر ہیں۔

اور اے منافقوں ہم تمہارے بارے میں دو باتوں میں سے ایک کے منتظر ہیں، یا تو خدا کا عذاب دفعۃً براہ راست تم پر ٹوٹ پڑے، یا پھر ہمارے ذریعہ تم پر خدا کا عذاب ہو کہ ہمارے ہاتھوں تم قتل یا قید ہو بس اب تم اپنی جگہ اور ہم اپنی جگہ خدا کے فیصلہ کے منتظر رہیں دیکھیں پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ

آپ فرما دیجئے! کہ تم (خواہ) خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے تم سے کسی طرح خدا کے

مِنْكُمْ ؕ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ

نزدیک (مقبول نہیں ہو کیونکہ) بلاشبہ تم حدود حکمی کرنے والے لوگ ہو۔ اور ان کی (خیر) خیرات قبول ہونے سے اور

مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّاۤ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ

کوئی چیز بجز اسکے مانع نہیں، کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ، اور اسکے رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ لوگ نماز

الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۵۴﴾

نہیں پڑھتے، مگر ہارے جی سے، اور خرچ نہیں کرتے مگر ناگواری کے ساتھ،

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ

سو ان کے اموال اور اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ کو صرف یہ منظور ہے

لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۵۵﴾

کہ ان (مذکورہ) چیزوں کی وجہ سے دنیوی زندگی میں (بھی) ان کو گرفتار عذاب رکھے اور ان کی جان کفر ہی کی حالت میں نکل جاوے

منافقین کا صدقہ مقبول نہیں

ان آیات میں سے پہلی آیت میں ارشاد ہے کہ منافقین جہاد وغیرہ کے لئے جو مال دیتے ہیں چاہے خوش دلی سے دیں یا ناگواری سے وہ عند اللہ مقبول نہیں، کیونکہ یہ اللہ و رسول کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور کافر کی کوئی بھی عبادت خواہ مالی

ہو یا جانی مقبول نہیں۔ اور جو یہ نماز پڑھتے ہیں تو وہ صرف دکھاوے کے لئے جس کی کھلی علامت یہ ہے کہ تھکے ہارے جی سے بے پناہ سستی و کاہلی کے ساتھ الٹی سیدھی کچھ رکعتیں پڑھ کر بھاگ آتے ہیں۔

ایک سوال کا جواب

دوسری آیت میں ایک سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ آپ کو ان منافقین کے مال و اولاد تعجب میں نہ ڈالیں کہ جب یہ اللہ کے نزدیک غیر مقبول اور مردود ہیں تو پھر ان کو اتنی فراخی سے مال و اولاد کیوں مل رہا ہے؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ یہ لوگ دنیا میں بھی عذاب و مصیبت میں مبتلا رہیں کہ مال جمع کرنے اور اولاد کی دیکھ بھال کرنے کے لئے یہ طرح طرح کی فریب کاریاں کرتے ہیں، ہر طرح کا دکھ اور تکلیفیں اٹھاتے ہیں بس مال جمع کرنے کی فکر ان کو چین نہیں لینے دیتی، جس سے یہ دنیا ہی میں عذاب و مصیبت کا شکار بن جاتے ہیں اور پھر اس ناجائز اور دھوکہ و فریب سے جمع کئے ہوئے مال کو یہ ناجائز راستوں میں خرچ کر کے آخرت کا عذاب خرید لیتے ہیں ان کے جس مال و اولاد کو نعمت و رحمت سمجھا جا رہا ہے وہ درحقیقت ان کے لئے زحمت و مصیبت اور دنیا و آخرت کا عذاب ہے۔

وَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ۭ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ

اور یہ (منافق) لوگ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں، کہ وہ تم میں کے ہیں حالانکہ (واقع میں) وہ تم میں کے نہیں،

وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ۝۵۶ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ

لیکن (بات یہ ہے کہ) وہ ڈرپوک لوگ ہیں۔ اُن لوگوں کو اگر کوئی پناہ ملجا، یا غار، یا کوئی گھس بیٹھنے کی

اَوْ مُدّٰخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ۝۵۷

ذرا جگہ (ملجا) تو یہ ضرور منہ اٹھا کر ادھر چل دیتے (اور اظہار ایمان نہ کرتے)۔

تفسیر

ان آیات میں منافقوں کی ایک اور فریب کاری کا ذکر ہے کہ یہ لوگ حقیقت میں کافر ہیں مگر صرف اس خوف سے کہ اگر ہمارا کفر ظاہر ہو گیا تو ہمارے ساتھ بھی کافروں جیسا معاملہ کیا جائے گا وہ اپنے آپ کو مسلمان بتلاتے ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اگر انہیں آج بھی اپنے بچاؤ کیلئے کوئی پناہ گاہ، کوئی قلعہ، کوئی غار یا کسی اچھی اور محفوظ سرنگ کا پتہ چل جائے تو یہ سب وہیں کا راستہ پکڑ لیں اور آپ کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھیں کیونکہ ان کو آپ سے کوئی تعلق و محبت تو ہے نہیں صرف وقتی طور پر اپنے امان کی خاطر آپ کی چاپلوسی کرتے ہیں۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا

اور ان میں بعض وہ لوگ ہیں جو صدقات (تقسیم کرنے) کے بارہ میں آپ پر طعن کرتے ہیں۔ سو اگر ان (صدقات)

رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ

میں سے (انکی خواہش کے موافق) ان کو ملجاتا ہے تو وہ راضی ہو جاتے ہیں، اور اگر ان (صدقات) میں سے انکو (انکی خواہش کے موافق) نہیں ملتا

رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ

تو وہ ناراض ہو جاتے ہیں اور (انکے لئے بہتر ہوتا) اگر وہ لوگ اسپر راضی رہتے، جو کچھ ان کو اللہ نے اور اسکے رسول نے دیا تھا اور (یوں) کہتے کہ ہم کو اللہ

مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ﴿۵۹﴾ ع ۷ ۱۳

کافی ہے، آئندہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمکو (اور) دیگا، اور اسکے رسول دینگے ہم (اول سے) اللہ ہی کی طرف راغب ہیں۔

شانِ نزول

ایک موقع پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صدقات تقسیم فرما رہے تھے، بیچ میں ایک منافق ابو الجواظ بول پڑا حضورؐ تقسیم صحیح کیجئے آپ انصاف سے کام نہیں لے رہے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا ہے کہ ان منافقین میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو صدقات کی تقسیم کے متعلق آپ پر نکتہ چینی کرتے ہیں غلط الزام اور تہمت لگاتے ہیں اور ان کا یہ حال ہے کہ اگر ان کو ان کی مرضی کے مطابق حصہ مل جاتا ہے تو خوش ہو جاتے ہیں اور اگر مرضی کے مطابق حصہ نہیں ملتا تو ناراض ہو کر تقسیم کے صحیح نہ ہونے کا الزام لگانے لگتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ ان کا الزام سراسر غلط ہے بلکہ اس الزام تراشی سے ان کا اصل منشاء یہ ہے کہ ان کو زیادہ سے زیادہ دنیا کا مال مل جائے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان کے لئے بہتری اس میں تھی کہ ہمارے پیغمبر نے ان کو جتنا حصہ دیا تھا وہ اس پر راضی ہو جاتے اور زبان سے یوں کہتے کہ ہمیں اللہ کا دیا ہوا اتنا ہی کافی ہے، آئندہ جب ہمیں ضرورت ہوگی تو حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے پھر عنایت فرمائیں گے اور ان کو چاہیئے تھا کہ اللہ ہی کی طرف متوجہ رہتے اسی سے امید رکھتے اسی سے مانگتے، بلاشبہ وہی سب کی حاجات و ضروریات کو پورا فرماتا ہے۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ

صدقات تو صرف حق ہے غریبوں کا

وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ

اور محتاجوں کا اور جو کارکن ان صدقات پر متعین ہیں اور جنکی دلجوئی کرنا منظور ہے اور غلاموں کی گردن چھڑانے

وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ

میں اور قرضداروں کے قرضہ میں، اور جہاد میں، اور مسافروں میں یہ حکم اللہ کی طرف سے (مقرر) ہے

اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۰﴾

اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے، اور بڑی حکمت والے ہیں۔

تفسیر

اس سے پہلی آیت میں صدقہ کی تقسیم کے بارے میں بعض منافقین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام لگایا کہ آپ انصاف سے تقسیم نہیں کر رہے ہیں، ان کی اس غلط فہمی کو اس آیت میں ختم کیا گیا ہے کہ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی مرضی سے تقسیم نہیں فرماتے بلکہ اللہ پاک نے جو مصارف متعین فرمائے ہیں ان ہی میں تقسیم فرماتے ہیں، چنانچہ ابو داؤد شریف میں حضرت زیاد بن حارث صدائی رضؓ سے مروی ہے کہ میں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ کے ہاتھ پر بیعت کی، اسی مجلس میں ایک شخص نے آکر سوال کیا کہ مجھے صدقہ (زکوٰۃ) میں سے کچھ دلوا دیجئے، آپ نے اس کو جواب میں فرمایا کہ صدقات (زکوٰۃ) کی تقسیم اللہ پاک نے کسی نبی یا غیر نبی کے حوالہ نہیں کی بلکہ خود اس کے آٹھ مصارف متعین فرمائے ہیں اگر تو ان آٹھ میں سے ہے تو میں تجھے دے سکتا ہوں۔

مصارف صدقات

اس آیت پاک میں ان آٹھ طرح کے لوگوں کا بیان ہے جن کو فرض صدقات

اقوال و تحقیق

مؤلفۃ القلوب میں عام خیال کے مطابق مسلم و غیر مسلم دونوں طرح کے لوگ تھے غیر مسلموں کی دلجوئی قبول اسلام کی ترغیب کے لئے اور نومسلموں کی دلجوئی اسلام پر مضبوطی سے جمے رہنے کے لئے کی جاتی تھی لیکن امام قرطبیؒ نے فرمایا کہ دلجوئی کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقات کے مد سے نہیں دیا ہے اور جن کو دیا ہے وہ سب مسلمان تھے ان میں غیر مسلم کوئی نہیں تھا، صاحب مظہریؒ اور صاحب کشافؒ بھی یہی فرماتے ہیں۔

فی الرقاب مکاتب کے بارے میں جمہور فقہاء محدثین کا اتفاق ہے کہ اس کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے البتہ زکوٰۃ کے پیسے سے خرید کر غلام کو آزاد کرنا یا اس کے آقا کو زکوٰۃ کی رقم دے کر معاہدہ کرلینا کہ وہ اس کو آزاد کردے اس میں ائمہ فقہاء کا اختلاف ہے امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ امام احمدؒ وغیرہ اس کو جائز نہیں سمجھتے اور امام مالکؒ سے دو روایات ہیں ایک ائمہ مذکورین کے موافق دوسری ان کے خلاف، کہ صورت مذکورہ سے بھی غلام کو آزاد کرنے میں مال زکوٰۃ صرف کرنا جائز ہے

دزکوٰۃ وغیرہ دیئے جا سکتے ہیں۔ ۱ فقیر ۲ مسکین ۳ عاملین یعنی وہ لوگ جو اسلامی حکومت کی طرف سے صدقات دزکوٰۃ وغیرہ لوگوں سے وصول کر کے بیت المال میں جمع کرنے کے کام میں لگے ہوئے ہیں ان کی تنخواہ اسی مال زکوٰۃ میں سے دی جائیں گی ۴ جن لوگوں کی دلجوئی کرنا مقصود ہے یعنی وہ مالدار نو مسلم اور کمزور ایمان والے لوگ جن کے دلوں میں ابھی ایمان پختگی کے ساتھ نہیں جم پایا ہے ان کی دلجوئی کی خاطر تاکہ یہ ایمان پر مضبوطی سے جمے رہیں اس مصلحت وحکمت کے پیش نظر ان کو بھی زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔

حضرت عمر فاروق رضؓ حسن بصریؒ امام ابو حنیفہؒ وغیرہ حضرات نے فرمایا کہ یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ اب دلجوئی کے لئے مالداروں کو زکوٰۃ نہیں دی جائے گی، امام شافعیؒ امام احمدؒ وغیرہ حضرات نے فرمایا کہ یہ حکم حضرت ابو بکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ کے زمانہ میں ساقط ہو گیا تھا کیونکہ اس زمانہ میں اسلام کو ہر طرح سے مضبوطی اور ترقی حاصل ہو چکی تھی لہٰذا آئندہ اگر پھر وہی ابتدائی اسلام والے حالات لوٹ آئیں تو پھر سے اس حکم پر عمل کر کے دلجوئی کی خاطر زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔

۵ غلام کو آزاد کرنے میں۔ یعنی زکوٰۃ ان غلاموں کو بھی دی جا سکتی ہے جن کا اپنے آقا سے معاہدہ ہو گیا ہے کہ وہ اتنی رقم ادا کرنے کے بعد آزاد ہیں ۶ قرض دار۔ یعنی وہ شخص جس کے ذمہ قرض ہے اور اس کے پاس اتنا مال نہیں کہ وہ قرض ادا کر سکے تو اس کو بھی زکوٰۃ دی جا سکتی ہے ۷ فی سبیل اللہ۔ اس سے مراد وہ غازی و مجاہد ہے کہ جس کے پاس اسلحہ اور جنگ کا ضروری سامان خریدنے کے لئے مال نہ ہو، یا وہ شخص جس کے ذمہ حج فرض ہو چکا تھا مگر اب اسکے پاس مال نہ رہا جس سے وہ حج فرض ادا کر سکے، یہ دونوں کام خالص دینی خدمت اور عبادت ہیں اس لئے زکوٰۃ کا مال ان پر خرچ کرنے میں ایک مفلس کی امداد بھی ہے اور ایک عبادت کی ادائیگی میں تعاون بھی اس لئے حضرات فقہاء نے طالب علموں کو بھی اس میں شامل کیا ہے کہ وہ بھی ایک عبادت کے لئے لیتے ہیں، حضرت مفتی شفیع صاحبؒ بدائع کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ہر وہ شخص جو کوئی نیک کام یا عبادت کرنا چاہتا ہے جیسے دین کی تعلیم و تبلیغ اور ان کے لئے نشر واشاعت اور اس کے لئے مال کی ضرورت ہے اور اس کے پاس اتنا مال نہ ہو جس سے اس کام کو پورا کر سکے تو وہ بھی فی سبیل اللہ میں داخل ہے اس کو بھی زکوٰۃ دی جا سکتی ہے، شرط یہ ہے کہ وہ شخص صاحب نصاب نہ ہو البتہ اگر صاحب نصاب کا موجودہ مال اس کی ضرورت پورا نہ کر سکتا ہو جو جہاد یا حج وغیرہ کے لئے درپیش ہے تو اس صورت میں وہ مستحق زکوٰۃ ہی ٹھہرے گا۔

۸ مسافر۔ اس سے مراد وہ مسافر ہیں جن کے پاس سفر میں بقدر ضرورت مال نہ ہو اگرچہ ان کے وطن میں ان کے پاس کتنا ہی مال کیوں نہ ہوں ایسے مسافر کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے تاکہ وہ اپنے سفر کی ضروریات پوری کر کے اپنے وطن واپس جا سکے۔

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَ

اور ان (منافقین) میں سے بعضے ایسے ہیں کہ نبی کو ایذائیں پہنچاتے ہیں اور

يَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ۭ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ

کہتے ہیں، کہ آپ ہر بات کان دھر کر سن لیتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے، کہ (وہ نبی) کان دے کر تو وہی بات سنتے ہیں جو تمہارے حق میں خیر (ہی خیر) ہے

لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ

وہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور مومنین کا یقین کرتے ہیں اور آپ ان لوگوں کے حال پر مہربانی فرماتے ہیں جو تم میں ایمان کا اظہار کرتے ہیں

رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۱﴾

اور جو لوگ رسول اللہ کو ایذائیں پہنچاتے ہیں، انکے لئے دردناک سزا ہوگی

واقعہ شانِ نزول

ایک جگہ کچھ منافق جمع تھے ان کا پروگرام بنا کہ حضورؐ کے متعلق کچھ گستاخانہ باتیں اور برائی کریں ان ہی میں سے ایک منافق نے ان کو منع کیا کہ تم لوگ ایسا مت کرو تمہاری اس حرکت کی خبر محمد عربیؐ کو پہنچ جائے گی اور پھر ہم سب مجرم ٹھہریں گے، ان ہی میں سے ایک منافق جلاس بن سوید بولا کہ محمد عربی تو کانوں کے بڑے کچے ہیں جو بھی سنتے ہیں سچ مان لیتے ہیں پس اگر ہماری یہ باتیں ان تک پہونچ بھی گئیں تو ہم ان کے پاس پہونچ کر قسمیں کھا کر تردید کر دیں گے کہ بخدا ہم نے یہ باتیں بالکل نہیں کہیں اور وہ ہماری باتوں کو بھی سچ مان کر ہمیں مجرم و قصوروار نہیں سمجھیں گے۔ اس واقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں ان کی بے وقوفی کو ظاہر کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ ہمارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم منافقوں اور مخالفوں کی غلط اور گستاخانہ باتیں سن کر اپنے بلند اخلاق کی وجہ سے خاموش رہتے ہیں، اسی وجہ سے وہ تمہاری معذرت بھی سن لیتے ہیں، احمقو! تم اس سے یہ مت سمجھو کہ ہمارے پیغمبر کو حقیقت حال کا پتہ نہیں ہوتا صرف تمہارے کہنے پر یقین کرتے ہیں، ایسا نہیں ہے بلکہ وہ تم سب کی پوری پوری حقیقت سے باخبر ہیں وہ تمہاری غلط معذرت سے تم کو سچا نہیں جان لیتے بلکہ اپنی رحم دلی، نرم طبیعت اور شرافت کی وجہ سے تمہارا پردہ فاش نہیں کرتے بلکہ درگذر اور خاموشی اختیار فرماتے ہیں، چنانچہ ترمذی شریف میں حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن بھولا شریف ہوتا ہے اور کافر کمینہ و خبیث ہوتا ہے۔

آیت کے اخیر میں فرمایا گیا ہے کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیفیں پہنچاتے ہیں خواہ وہ کسی بھی طرح کے ہوں ان کو خدائے تعالیٰ دردناک سزا دیں گے۔

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ

یہ لوگ تمہارے سامنے اللہ کی (جھوٹی) قسمیں کھاتے ہیں تاکہ

لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا

تم کو راضی کرلیں (جبکہ میں مال و جان محفوظ رہے) حالانکہ اللہ اور اسکا رسول زیادہ حق رکھتے ہیں، کہ اگر یہ لوگ سچے مسلمان ہیں تو اس کو

مُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ

راضی کریں کیا ان کو خبر نہیں، کہ جو شخص اللہ کی اور اسکے رسول کی مخالفت کریگا (جیسا کہ یہ لوگ کر رہے ہیں) تو (یہ بات

لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۳﴾

ٹھیر چکی ہے کہ ایسے شخص کو دوزخ کی آگ (اس طور پر) نصیب ہوگی (کہ) وہ اسمیں ہمیشہ رہے گا، یہ بڑی رسوائی ہے۔

شانِ نزول

یہ آیت ان منافقین کے بارے میں نازل ہوئی جو جنگ تبوک میں شریک نہیں ہوئے تھے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ سے واپس تشریف لے آئے تو ان لوگوں نے ذات اقدس میں حاضر ہو کر قسمیں کھا کر طرح طرح کے عذر پیش کئے۔

اصل کامیابی اللہ کو راضی کرنے میں ہے

اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ اے مسلمانوں یہ منافق تم کو خوش کرنے کے لئے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں اور معذرت کرتے ہیں، کہ ہم نے فلاں بات نہیں کہی یا اس وجہ سے ہم جنگ میں شرکت نہیں کرسکے، یہ سب باتیں اس لئے کرتے ہیں تاکہ مسلمانوں سے ان کا جان و مال محفوظ رہ سکے، حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں، حالانکہ اللہ و رسول زیادہ مستحق ہیں اس بات کے کہ ان کو راضی رکھا جائے اسی میں ان کے دین و دنیا کی کامیابی ہے اور اللہ و رسول ایمان و اخلاص سے راضی و خوش ہوتے ہیں، حاصل یہ نکلا کہ جھوٹی معذرت اور قسمیں کھا کر یہ کامیابی حاصل نہیں کرسکتے بلکہ ان کے جان و مال کی حفاظت اور دین و دنیا کی کامیابی موقوف ہے ایمان قبول کرکے اخلاص کے ساتھ اعمال صالحہ کرنے پر مگر انہوں نے نہ اللہ کو راضی کیا نہ اللہ کے رسول کو اور نہ ہی خلوص کے ساتھ ایمان لائے بلکہ ظاہر میں اپنا مسلمان ہونا ظاہر کیا اور در پردہ اسلام کو نقصان پہونچانے کی فکر میں لگے رہے اس لئے اس آیت کے اخیر میں فرمایا گیا ہے، کیا ان کو یہ معلوم نہیں کہ جو بھی اللہ و رسول کی مخالفت کرے گا اس کے حق میں یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ وہ ہمیشہ جہنم کے انگاروں میں جلتا رہے گا اور یہ بڑی رسوائی کی بات ہے۔

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ

منافق لوگ (طبعاً) اس سے اندیشہ کرتے ہیں، کہ مسلمانوں پر کوئی ایسی سورت (مثلاً یا آیت) نازل (نہ) ہو جاوے، جو اُن کو ان (منافقین) کے خفی الضمیر

قُلُوْبِهِمْ ۭ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ۝۶۴

پر اطلاع دیدے، آپ فرما دیجئے کہ اچھا تم استہزار کرتے رہو، بیشک اللہ تعالےٰ اس چیز کو ظاہر کر کے رہیگا جس (کے اظہار) سے تم اندیشہ کرتے تھے

وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ۭ قُلْ

اور اگر آپ ان سے پوچھیے تو کہہ دینگے، کہ ہم تو محض مشغلہ اور خوش طبعی کر رہے تھے۔ آپ (ان سے)

اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۶۵ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ

کہہ دیجئے گا، کہ کیا اللہ کے ساتھ اور اس کی آیتوں کے ساتھ اور اسکے رسُول کے ساتھ تم ہنسی کرتے تھے؟ تم اب (یہ بیہودہ) عذرت کرو

كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ۭ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَاۗىِٕفَةٍ مِّنْكُمْ

تم تو اپنے کو مومن کہہ کر کفر کرنے لگے۔ اگر ہم تم میں سے بعض کو چھوڑ بھی دیں تاہم بعض کو تو

نُعَذِّبْ طَاۗىِٕفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝۶۶ ع

(ضرور ہی) سزا دینگے، بسبب اسکے کہ وہ (ازلی میں) مجرم تھے

تفسیر

منافقین مذہب اسلام کا، مسلمانوں کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرح طرح سے مذاق اڑاتے اور ان کے خلاف مختلف قسم کی سازشیں کرتے، مگر طبعی طور پر ان کو اس بات کا اندیشہ و خوف رہتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کوئی سورت یا آیت نازل فرما کر مسلمانوں کو ہمارے اس حسد و عداوت سے مطلع فرما دیں جو ان کے خلاف ہمارے دلوں میں ہے۔

اسی آیت میں اللہ پاک نے اپنے پیغمبر کے ذریعہ ان منافقوں کو باخبر کر دیا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے مذاق و دل لگی سے واقف ہے چنانچہ ارشاد ہے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے فرما دیجئے کہ تم مذاق کرتے رہو اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ اس چیز کو ظاہر فرما کر رہیں گے جس کا تمہیں اندیشہ و خوف ہے یعنی مسلمانوں اور حضور کے خلاف تم جس حسد و عداوت کو چھپائے ہوئے ہو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور ظاہر کر کے رہیں گے۔

شانِ نزول

اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ، علامہ بغویؒ نے لکھا ہے کہ یہ آیت ان بارہ منافقوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو گھاٹی کے اوپر جا کر اس غرض سے کھڑے ہو گئے تھے کہ جب محمد عربیؐ جنگ تبوک سے واپسی پر اس گھاٹی پر سے گذریں گے تو ہم ان کا خاتمہ کر دیں گے۔ اللہ پاک حضرت جبرئیلؑ کے ذریعہ اپنے پیارے نبیؐ کو ان منافقوں کے ذلیل ارادہ سے پہلے ہی باخبر کر دیا۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ الخ اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ ان منافقوں سے پوچھیں کہ تم مذہب اسلام کا مذاق کیوں اڑاتے تھے؟ تو فریب کاری اختیار کرتے ہوئے جواب دیں گے کہ ہم تو صرف ایسے ہی ہنسی کے طور پر اپنا جی بہلانے کو جس سے سفر آسانی سے گذر جائے اس طرح کی باتیں کر رہے تھے۔

حضرت قتادہؓ سے اس آیت کا شان نزول یہ منقول ہے کہ کچھ منافقوں نے جنگ تبوک میں حضور علیہ السلام کے متعلق کہا کہ یہ شخص امید کئے ہوئے ہے کہ ملک شام کے قلعے اور محلات فتح کرے گا، حالانکہ ایسا ہونا بہت مشکل ہے، ان کی اس بات کی اطلاع اللہ پاک نے اپنے نبی کو فرمادی آپؐ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم نے یہ بات کہی ہے تو کہنے لگے ہم تو یونہی مذاق کر رہے تھے۔

اللہ پاک نے ان کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا کیا تم اللہ کے ساتھ اس کی آیتوں کے ساتھ، اس کے رسول کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے تھے، بس اب تمہارا یہ بہودہ اور جھوٹا عذر چلنے والا نہیں ہے، تم اپنے کو مومن کہنے کے بعد کفر کرنے لگے یعنی تم پہلے زبان سے اپنا مومن ہونا ظاہر کرتے تھے مگر اب تم نے اللہ و رسول اور قرآن کریم کا مذاق اڑا کر اپنے کفر کا کھلم کھلا اعلان کر دیا ہے، علماء اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ و رسول اور مذہب اسلام کا مذاق اڑانے والا کافر ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ اگر ہم تم میں سے بعض لوگوں کو چھوڑ بھی دیں کہ ان کو عذاب میں مبتلا نہ کریں تو تمہارے کچھ لوگوں کو ضرور عذاب دیں گے، یعنی تم میں سے بعض وہ لوگ جو دل سے توبہ کر کے سچے پکے مسلمان ہو جائیں تو ہم انہیں اپنے عذابات سے بچا لیں گے اور وہ لوگ جنھوں نے توبہ نہیں کی بلکہ نفاق پر جمے رہے اور اللہ و رسول اور قرآن کا مذاق اڑاتے رہے تو ایسے مجرم لوگوں کو ہم خود سزا دیں گے۔

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ

منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک طرح کے ہیں۔ کہ بری بات (یعنی کفر و مخالفت اسلام کی تعلیم دیتے ہیں

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ۭ نَسُوا اللّٰهَ

اور اچھی بات (یعنی ایمان و اتباع نبوی) سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں، انہوں نے خدا کا خیال

فَنَسِيَهُمْ ۭ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۶۷ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ

نہ کیا پس خدا نے ان کا خیال نہ کیا بلاشبہ یہ منافق بڑے ہی سرکش ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں

وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ هِىَ حَسْبُهُمْ ۚ

اور منافق عورتوں اور (علانیہ) کفر کرنے والوں سے دوزخ کی آگ کا عہد کر رکھا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ وہ انکے لئے (سزا)

وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿٦٨﴾ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ

کافی ہے۔ اور اللہ انکو اپنی رحمت سے دور کر دیگا اور انکو عذاب دائمی ہوگا۔ (اے منافقو!) تمہاری حالت ان لوگوں کی سی ہے

كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۭ فَاسْتَمْتَعُوْا

جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں، جو شدتِ قوت میں اور کثرتِ اموال و اولاد میں تم سے بھی زیادہ تھے، تو انہوں نے اپنے

بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ

(دنیوی) حصہ سے خوب فائدہ حاصل کیا سو تم نے بھی اپنے (دنیوی) حصہ سے خوب فائدہ حاصل کیا، جیسا کہ تم سے پہلے

مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ۭ اُولٰۗىِٕكَ

لوگوں نے اپنے حصہ سے فائدہ حاصل کیا تھا اور تم بھی (بُری) باتوں میں ایسے ہی گھسے جیسے وہ لوگ گھسے تھے۔ اور ان لوگوں کے

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ

اعمال (حسنہ) دُنیا و آخرت میں ضائع گئے اور وہ لوگ بڑے

الْخٰسِرُوْنَ ﴿٦٩﴾ اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ

نقصان میں ہیں کیا ان لوگوں کو اُن (کے عذاب و ہلاک) کی خبر نہیں پہنچی جو اُن سے پہلے ہوئے ہیں

وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۙ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ

جیسے قوم نوح اور عاد اور ثمود اور قوم ابراہیم اور اہلِ مدین

وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ۭ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ

اور اُلٹی ہوئی بستیاں، کہ اُنکے پاس اُنکے پیغمبر صاف نشانیاں (حق کی) لے کر آئے (لیکن نہ ماننے سے برباد ہوئے)

لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٧٠﴾

سو (اس بربادی میں) اللہ تعالیٰ نے اُن پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے

منافقین کی حالتِ بد

پیچھے سے منافقین کی گندی حرکتوں کا ذکر ہو رہا ہے ان آیات میں بھی ان ہی کی حالت بد کا تذکرہ ہے۔ ارشاد خداوندی ہے کہ منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک ہی طرح کے ہیں یعنی سب کی فطرت خبیث ہے، سب ہی کفر و شرک اور نفاق میں مبتلا ہیں، سب ہی ایمان سے بہت دور ہیں، اور ان سب کی یہ عادت ہے کہ برے کاموں کا حکم کرتے ہیں یعنی اللہ و رسول کی نافرمانی و مخالفت کیلئے لوگوں کو آمادہ کرتے ہیں اور اچھے کاموں سے روکتے ہیں کہ اللہ و رسول کی

اطاعت و فرماں برداری مت کرو، اور ان منافقین کا حال یہ ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں، وہ اللہ کو بھول گئے یعنی گویا کہ وہ بھول گئے کہ ان کا کوئی خالق ہے جو ان کے اعمال کی باز پرس کرے گا، بس اللہ بھی ان کو بھول گیا یعنی ان کو اپنی دنیوی و اخروی رحمتوں سے محروم کر دیا، بلاشبہ منافق بڑے ہی سرکش ہیں۔ بس اللہ تعالیٰ نے ان منافق مرد اور منافق عورتوں سے اور کھلم کھلا کفر کرنے والوں سے دوزخ کی آگ کا عہد کر رکھا ہے جس میں وہ ہمیشہ جلتے رہیں گے دوزخ کی آگ ان کے لئے کافی ہے اور اللہ پاک نے ان پر پھٹکار کر دی یعنی اپنی رحمت سے دور کر دیا اور جہنم کو ہمیشہ کے لئے ان کا ٹھکانا بنا دیا۔

اے منافقو! تم ان کافروں کی طرح ہو جو تم سے پہلے تھے، یعنی جس طرح کی سرکشیاں انہوں نے کی تھیں اسی طرح تم کرتے ہو وہ کافرین طاقت و قوت مال و دولت اور اولاد میں تم سے بڑھے ہوئے تھے بس انہوں نے اپنے دنیوی حصہ سے خوب فائدہ حاصل کیا یعنی جس طرح وہ کافر دنیوی راحت و آرام اور لذتوں کے چکر میں پھنس کر آخرت کی تیاریوں کو بالکل بھول گئے تھے اسی طرح تم بھی آخرت کو بالکل بھول گئے ہو، اور تم بھی بری باتوں میں ویسے ہی گھسے جیسے وہ گھسے تھے، ان کافروں کے اچھے کام دونوں جہاں میں ضائع ہو گئے کہ دنیا میں ان کے اچھے کاموں پر ثواب کی کوئی خوش خبری نہیں اور آخرت میں اس کا کوئی ثواب نہیں کہ یہ مستحق جنت ہو سکیں بس وہ لوگ بڑے ہی خسارہ میں رہے کہ دنیا و آخرت میں کچھ بھی نہ مل سکا پس چونکہ تم بھی ان ہی کے نقش قدم پر چل رہے ہو اس لئے تم بھی دونوں جہان میں ان کی طرح نقصان و خسارہ میں رہو گے جیسے مال و اولاد ان کے کچھ کام نہ آیا اسی طرح تمہارے کام بھی نہ آئے گا۔

ان منافقوں کو پچھلی بعض نافرمان قوموں کے حالات پر غور کرنے کے لئے فرمایا جا رہا ہے کہ دیکھو جب انہوں نے ہماری مخالفت و سرکشی کی تو ہم نے ان کو دنیا ہی کے اندر تباہ کر ڈالا ۱ قوم نوح جو پوری کی پوری غرق کر دی گئی سوائے مسلمانوں کے کوئی نہ بچ سکا ۲ قوم عاد جو آندھی کے طوفان سے تباہ ہو گئی ۳ قوم ثمود جس کو زلزلہ سے تباہ کر ڈالا ۴ قوم ابراہیم حضرت ابراہیم کی مخالفت و دشمنی کرنے والے تباہ و برباد ہوئے اور نمرود جیسا زبردست شان و شوکت والا بادشاہ مع اپنے لشکر کے غارت ہوا ۵ قوم شعیب یعنی مدین والے جن پر خدا کا عذاب آسمان سے آیا کہ خوب بادل چھا گئے اور پھر اس سے آگ برسی جس سے سب ہلاک ہو گئے ۶ قوم لوط۔ یعنی قوم لوط کی الٹی ہوئی بستیاں کہ ان کی بستیوں کو الٹ پلٹ کر کے اوپر سے ان پر نوک دار کنکریاں برسائی گئیں۔

انبیاءؑ کی نافرمانی کا انجام

دیکھو ان سب قوموں نے اپنے نبیوں کی مخالفت و نافرمانی کی تو اللہ پاک نے ان پر دنیا ہی میں اپنا عذاب مختلف صورتوں سے نازل فرما کر تباہ کر ڈالا انہوں نے اللہ و رسول کی مخالفت کر کے اپنے نفسوں پر ظلم کیا کہ اپنے آپ کو عذاب

دجہنم کا مستحق بنایا، بس اے منافقو! تم بھی ان ہی پچھلی قوموں کی طرح اپنے رسول محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کر رہے ہو بس ڈر دکھیں تم پر بھی ان ہی کی طرح دنیا میں اللہ کا عذاب کسی شکل سے نازل نہ ہو جائے اور ابھی موقع ہے، سچی توبہ کر کے خدا اور رسول کے فرماں بردار بن کر اللہ کے عذاب سے اپنے کو بچالو اور جنت کی نعمتوں کا اپنے آپ کو مستحق بنالو۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے (دینی) رفیق ہیں، نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ

اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ

الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۭ

دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانتے ہیں، ان لوگوں پر ضرور اللہ تعالیٰ رحمت کرے گا

اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۷۱ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

بلاشبہ اللہ تعالیٰ قادرِ (مطلق) ہے حکمت والا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں سے

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ

ایسے باغوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کے نیچے سے نہریں چلتی ہونگی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور نفیس مکانوں

طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ ذٰلِكَ

کا جو کہ اُن ہمیشگی کے باغوں میں ہوں گے۔ اور (ان نعمتوں کے ساتھ) اللہ تعالیٰ کی رضامندی سب (نعمتوں) سے

هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۷۲ ع

بڑی چیز ہے، یہ (جزائے مذکور) بڑی کامیابی ہے۔

مومنین کی نیک صفات

اس سے پہلی آیات میں منافقین کی صفات بد اور انجام کار ان کو جہنمی ہونا بیان ہوا، اب ان آیات میں مومنین کی صفات نیک اور انجام کار ان کا جنتی ہونا بیان ہے۔ مومنین کی پہلی صفت یہ ہے کہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے رفیق و مددگار، مخلص دوست اور سچے ہمدرد ہوتے ہیں، اور پھر چونکہ یہ دوستی و ہمدردی خالص اللہ کے لئے ہوتی ہے اس میں اپنی کوئی غرض دلالچ نہیں ہوتی، اس لئے وہ ہمیشہ پائدار رہتی ہے صحیح حدیث پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مومن مومن کے لئے مثل دیوار کے ہے جس کا ایک حصہ دوسرے

حصہ کو مضبوطی پہونچاتا ہے۔ اور پھر آپنے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈال کر دکھائیں کہ اس طرح۔ دوسری صفت یہ ہے کہ وہ نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں تیسری صفت یہ ہے کہ نماز پابندی سے ادا کرتے ہیں چوتھی صفت یہ ہے کہ اپنے پورے مال کی زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ پانچویں صفت یہ ہے کہ اللہ و رسول کے مکمل فرماں بردار اور اطاعت گذار ہوتے ہیں۔ ان مومنین پر اللہ پاک ضرور رحم فرمائیں گے چنانچہ اللہ پاک نے مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں سے ایسے باغات کا وعدہ کر رکھا ہے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور ان سے عمدہ قسم کے کوٹھی اور محلات کا وعدہ کر رکھا ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

جنت عدن

جنت عدن سے کیا مراد ہے؟ اس کی کئی تفسیریں منقول ہیں ہم یہاں صرف ایک کو قلم بند کرتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آیت وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنّٰتِ عَدْنٍ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جنت عدن موتی کا ایک محل ہوگا جس میں سرخ یاقوت کے ستر کمرے ہوں گے ہر کمرے میں ایک تخت ہوگا ہر تخت پر مختلف رنگوں کے ستر بستر ہوں گے ہر بستر پر بڑی بڑی آنکھوں والی بے پناہ حسین و جمیل حوریں ہوں گی، ہر کمرہ میں ستر خادم اور خادمائیں ہوں گی، ہر کمرہ میں روزانہ صبح و شام عمدہ عمدہ کھانے پینے کی چیزیں آئیں گی۔

اللہ کی خوشنودی سب سے بڑی نعمت ہے

سچے مومنوں کو ان سب نعمتوں سے بڑھ کر ایک عظیم نعمت خدائے تعالیٰ کی رضا و خوشنودی نصیب ہوگی ایک حدیث پاک میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائیں گے کیا تم کو کسی اور چیز کی ضرورت ہے جنتی عرض کریں گے اے ہمارے پروردگار جو کچھ آپ نے ہمیں عطا فرمایا ہے اس سے بڑھ کر اور کیا چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میری خوشنودی سب سے بڑی نعمت ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَ

اے نبی! کفار (سے بالسنان) اور منافقین سے (باللسان) جہاد کیجئے اور

اغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۳﴾

ان پر سختی کیجئے (یہ دنیا میں تو اسکے مستحق ہیں) اور (آخرت میں) انکا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ اور وہ بری جگہ ہے۔

تفسیر

اس آیت پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین و کفار کے معاملہ میں سختی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ آپ ان دونوں سے جہاد کیجئے۔ کفار سے جہاد تو ظاہر ہے بذریعہ تلوار

کیا جائے اور منافقین سے زبانی جہاد کیا جائے کہ ان کو زبانی اسلام کی حقانیت سمجھائیے اور ان پر شرعی احکامات کے نافذ کرنے میں کسی قسم کی نرمی اور رعایت نہ کی جائے یہی حضور علیہ السلام کے عمل سے ثابت ہے یہ معاملہ تو ان کے ساتھ دنیا میں کیا جائے گا اور آخرت میں ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بری جگہ ہے۔

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ۗ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ

وہ لوگ اللہ کی قسمیں کھا جاتے ہیں کہ ہم نے (فلانی بات انہیں کہی حالانکہ یقیناً انہوں نے کفر کی بات

الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ

کہی تھی، اور وہ بات کہہ کر) اپنے اسلام (ظاہری) کے بعد (ظاہر میں بھی) کافر ہو گئے اور انہوں نے ایسی بات کا ارادہ کیا تھا

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ

جو انکے ہاتھ نہ لگی، اور یہ انہوں نے صرف اس بات کا بدلہ دیا ہے کہ انکو اللہ نے اور اسکے رسول نے رزق خداوندی سے مالدار کر دیا سو اگر (اس

فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ

کے بعد بھی) توبہ کریں، تو انکے لئے (دونوں جہان میں) بہتر ہو گا۔ اور اگر روگردانی کی، تو اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور

عَذَابًا اَلِيْمًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِى الْاَرْضِ

آخرت میں دردناک سزا دے گا اور ان کا دنیا میں نہ کوئی یار ہے،

مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿٧٤﴾

اور نہ مددگار

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے فرمانے لگے ابھی ایک شخص آئے گا جو شیطان کی آنکھوں سے دیکھتا ہے آپ کے یہ فرماتے ہی نیلی آنکھوں والا ایک شخص سامنے سے آتا ہوا نظر آیا آپ نے اس کو بلایا اور فرمایا تو اور تیرے ساتھی مجھے کیوں برا کہتے ہیں، یہ سن کر وہ چلا گیا اور اپنے ساتھیوں کو لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور سب نے قسم کھا کر کہا کہ ہم نے آپ کے متعلق کوئی بری بات نہیں کہی ان کے اس قسمیہ بیان کے بعد آپ نے ان سے درگذر کی پھر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

منافقین کی کذب بیانی

اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ منافق لوگ قسمیں کھا جاتے ہیں کہ ہم نے فلاں بات نہیں کہی مثلاً یہ کہ ہم حضورؐ کو قتل کریں گے حالانکہ انہوں نے

یقیناً کفر کی بات کہی یعنی حضورؐ کے متعلق قتل کی بات کی جو کہ سراسر کفر ہے اول تو یہ لوگ پہلے ہی سے کفر میں مبتلا تھے بس دنیوی مفاد کی خاطر مسلمانوں کے سامنے اپنے کو مسلمان ظاہر کرتے تھے اور اب حضورؐ کے قتل کی سازش کے بعد یہ ظاہر میں بھی کافر ہو گئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ایسی بات کا ارادہ کیا جو ان کے قبضہ میں نہیں ہے یعنی قتل رسول اور یہ انہوں نے اس بات کا صلہ و بدلہ دیا ہے کہ ان کو اللہ نے اور اس کے رسولؐ نے اپنے فضل (رزق) سے ان کو مالدار کر دیا یعنی اللہ اور اس کے رسول نے جو بھلائی کی تو انہوں نے آپ کے ساتھ اس احسان کا بدلہ یہ دیا کہ طرح طرح سے آپ کی برائی کرتے پھرتے ہیں اور آپ کو نقصان پہونچانے حتی کہ قتل کرنیکی سازشیں کرتے ہیں۔

حضرت عکرمہؓ سے مروی ہے کہ جلاس منافق کا غلام مارا گیا تھا اس کی دیت میں حضورؐ نے اس کو بارہ ہزار درہم دلوائے، حضرت کلبی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے مدینہ منورہ تشریف لانے سے پہلے مدینہ والے بہت تنگ دست اور پریشان حال تھے حضورؐ کی تشریف آوری کے بعد غنیمت کا مال ملنے کی وجہ سے ان کی پریشانی خوش حالی میں بدل گئی جس کا بدلہ انہوں نے یہ دیا کہ اہل اسلام کے دشمن بن گئے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر ان تمام ذلیل حرکتوں کے باوجود یہ لوگ اب بھی اپنے کفر و نفاق سے توبہ کرلیں گے تو ان کے لئے دونوں جہان میں بہتر و نفع بخش ہوگا، چنانچہ جلاس منافق نے جب یہ آیت سنی تو فوراً کھڑے ہو کر کہنے لگا کہ یارسول اللہ اب میں اقرار کرتا ہوں کہ واقعی میں نے آپ کو بہت برا کہا ہے جو میری سخت غلطی ہے، اس آیت میں اللہ پاک نے مجھے توبہ کرنے کا حق دیا ہے، لہٰذا اب میں اللہ تعالیٰ سے اپنی ان تمام غلطیوں کی توبہ و مغفرت کرتا ہوں، آئندہ آپ کی شان میں کوئی گستاخی نہیں کروں گا، رسول اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمالی اور پھر یہ آخر وقت تک اپنی اس توبہ پر قائم رہے رضی اللہ عنہ،

آگے فرماتے ہیں کہ جو کوئی اپنے کفر و نفاق کی وجہ سے توبہ نہیں کرے گا تو اللہ پاک اس کو دونوں جہان میں دردناک سزا دیں گے اور دنیا میں ان کا کوئی یار و مددگار نہ ہوگا جو ان کو ہماری سزا سے بچا سکے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ

اور ان (منافقین) میں بعض آدمی ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے

اقوال و تحقیق کلمۃ الکفر سے کیا مراد ہے؟ بعضؒ نے فرمایا کہ اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینا ہے، بعضؒ نے فرمایا کہ جلاس کا یہ قول کہ محمدؐ اگر سچے ہیں تو ہم گدھوں سے بھی بدتر ہیں بعضؒ نے فرمایا کہ عبد اللہ بن ادس کا یہ قول ہے کہ مدینہ پہونچکر عزت والے (منافق) ان ذلیلوں (مسلمانوں) کو مدینہ سے باہر نکالدیں گے

اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾

عہد کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے فضل سے (بہت سا مال) عطا فرمادے تو ہم خوب خیرات کریں اور ہم اسکے ذریعہ سے اچھے

فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ

نیک نیک کام کیا کریں سو جب اللہ تعالیٰ نے انکو اپنے فضل سے (بہت سا مال) دے دیا تو وہ اسمیں بخل کرنے لگے (کہ زکوٰۃ نہ دی) اور (اطاعت سے)

مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ

روگردانی کرنے لگے سا اور وہ روگردانی کے عادی ہیں سو اللہ تعالیٰ نے اسکی سزا میں انکے دلوں میں نفاق (قائم) کر دیا جو خدا کے پاس جانے کے دن تک رہیگا)

بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿۷۷﴾ اَلَمْ

اس سبب سے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ سے اپنے وعدہ میں خلاف کیا اور اس سبب سے کہ وہ (اس وعدہ میں شروع ہی سے) جھوٹ بولتے تھے۔

يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۷۸﴾

کیا ان کو خبر نہیں، کہ اللہ تعالیٰ کو انکے دل کا راز اور اُن کی سرگوشی سب معلوم ہے، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام غیب کی باتوں کو خوب جانتے ہیں

تفسیر

اور ان منافقین میں بعض ایسے بھی ہیں جو رسول کے واسطے سے اللہ سے وعدہ کرتے ہیں کہ اگر ہمیں خوب مال و دولت مل جائے تو ہم تمام حقوق ادا کریں گے، پورے مال کی پابندی سے زکوٰۃ نکالیں گے اور ہم یقیناً نیک و صالح بن جائیں گے کہ اپنا پورا وقت خدا کی اطاعت و فرماں برداری میں گذاریں مگر ہوا یہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے مالا مال کر دیا تو وہ اس میں بخل کرنے لگے نہ زکوٰۃ دی نہ دوسرے حقوق ادا کئے اور مزید یہ کہ اللہ کی اطاعت و عبادت سے بھی روگردانی کرنے لگے یعنی جس قدر نماز و روزہ وغیرہ پہلے کر لیا کرتے تھے اب وہ بھی ختم ہوا، بس ان کے اس جرم کی سزا میں اللہ پاک نے ان کے دلوں میں نفاق کو ہمیشہ کے لئے قائم کر دیا جس کی وجہ سے ان کو اب توبہ کی بھی توفیق نہیں ہو سکے گی۔

آخری آیت میں ارشاد ہے کہ ان منافقوں کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کے تمام رازوں کو جانتا ہے اور وہ تمام غیب کی باتوں سے خوب واقف ہے۔

واقعہ شانِ نزول

یہ آیات ایک خاص واقعہ کے سلسلے میں نازل ہوئی ہیں جس کی تفصیل حضرت امامہ رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے کہ ایک شخص ثعلبہ ابن حاطب انصاری نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ آپ میرے لئے دعا فرما دیجئے کہ میں مالدار ہو جاؤں آپؐ نے فرمایا کیا تجھے میرا طریقہ (فقیری) پسند نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میں چاہتا تو مدینہ کے پہاڑ سونا بن کر میرے ساتھ پھرا کرتے، یہ شخص

خاموش ہوکر چلا گیا اور دوبارہ پھر حاضر ہو کر اس نے یہی درخواست کی اور معاہدہ کیا کہ اگر میں مالدار ہو گیا تو ہر حقدار کا حق ضرور ادا کردوں گا، حضور علیہ السلام نے اس کے لئے دعا فرمادی جس کا اثر یہ ہوا کہ اس کی بکریوں میں بے پناہ زیادتی ہونا شروع ہو گئی یہاں تک کہ مدینہ کی جگہ اس کے لئے تنگ ہو گئی جس کی وجہ سے یہ اپنی تمام بکریوں کو لے کر مدینہ سے باہر چلا گیا اور ظہر وعصر کی صرف دو نمازیں مدینہ میں آکر آپؐ کے ساتھ پڑھ لیا کرتا تھا باقی نمازیں جنگل ہی میں ادا کرتا تھا، پھر ان بکریوں میں اور زیادتی ہوئی اور ان کی تعداد اس قدر بڑھ گئی کہ یہ جگہ بھی ناکافی اور تنگ ہو گئی تو مدینے سے کہیں دور جاکر ان بکریوں کے رہنے کا بندوبست کیا وہاں سے صرف نماز جمعہ کے لئے مدینہ آجایا کرتا تھا، اس کے بعد اس کی بکریوں میں اور زیادتی ہوئی یہاں تک کہ اس کو یہ جگہ بھی بدلنا پڑی اور مدینہ منورہ سے بہت دور جاکر اس نے اپنا پڑاؤ ڈالا، وہاں سے یہ شخص نماز جمعہ کے لئے بھی مدینہ نہ آسکا غرضیکہ جماعت کی نماز اور جمعہ سے محروم ہو گیا۔

کچھ عرصہ کے بعد حضور علیہ السلام نے لوگوں سے اس کا حال معلوم کیا تو لوگوں نے بتلایا کہ اسکی بکریاں اس قدر بڑھ گئیں کہ شہر کے قریب میں ان کو رکھنے کی گنجائش ہی نہ رہی تھی اس لئے اس نے کسی اور جگہ جاکر رہنا شروع کر دیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر تین مرتبہ "یَاوَیْحَ ثَعْلَبَۃَ" فرمایا یعنی افسوس ہے ثعلبہ پر۔

اتفاق سے اسی زمانہ میں آیت صدقات نازل ہو گئی جس میں حضور علیہ السلام کو مسلمانوں سے صدقات وصول کرنے کا حکم ہوا، آپؐ نے صدقات کی وصولیابی کے لئے دو شخصوں کو مقرر فرمایا اور ان سے فرمایا کہ تم ثعلبہ کے پاس بھی جانا اور سلیمی کے پاس بھی جانا، جب یہ دونوں حضرات ثعلبہ کے پاس پہونچے اور رسول اللہ کا فرمان دکھا کر اس کے جانوروں کی زکوٰۃ کا مطالبہ کیا تو کہنے لگا یہ تو جزیہ (ٹیکس) ہے جو غیر مسلموں سے لیا جاتا ہے اور پھر کہا کہ اچھا اب تو آپ جائیں جب واپس ہوں تو یہاں آجائیں، اس کے بعد یہ دونوں حضرات سلیمی کے پاس پہونچے اور ان کو آپؐ کا فرمان سنایا تو سلیمی اپنے جانوروں میں جو سب سے زیادہ بہتر تھے نصاب صدقہ کے مطابق وہ جانور لیکر خود ان دونوں حضرات کے پاس پہونچے ان دونوں حضرات نے کہا کہ ہمیں حکم ہے کہ درمیانی قسم کے جانور لیں، اس لئے ہم یہ اعلیٰ قسم کے جانور نہیں لے سکتے، سلیمی نے کہا یہ تو میں اپنی خوشی سے دے رہا ہوں، آپ ان کو قبول کر لیجئے، ان سے رخصت ہو کر دیگر مسلمانوں سے صدقات وصول کرنے کے بعد یہ دونوں حضرات واپسی میں پھر ثعلبہ کے پاس پہنچے تو اس نے کہا کہاں ہے وہ صدقات کا قانون مجھے دکھاؤ، پھر اس کو دیکھ کر یہی کہنے لگا کہ یہ تو ایک قسم کا ٹیکس ہے، جو مسلمانوں سے نہیں لینا چاہئے، خیر ابھی تو آپ حضرات جائیں میں پھر فرصت میں اس پر غور کر کے کوئی فیصلہ کروں گا۔

جب یہ دونوں حضرات مدینہ طیبہ واپس پہونچے اور حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے

تو آپ نے ان سے حالات معلوم کرنے سے پہلے ہی پھر وہی کلمہ تین مرتبہ دہرایا، یَاوَیْحَ ثَعْلَبَۃَ ،، سخت افسوس ہے ثعلبہ پر، اور پھر سلیمی کے معاملہ سے خوش ہو کر اس کے لئے دعا فرمائی۔

اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ

یہ منافقین ایسے ہیں کہ نفلی صدقہ دینے والے مسلمانوں پر صدقات کے بارے میں طعن کرتے ہیں

فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَیَسْخَرُوْنَ

اور (خصوص) ان لوگوں پر (اور زیادہ) جنکو بجز محنت (و مزدوری کی آمدنی) کے اور کچھ میسّر نہیں ہوتا، یعنی ان سے تمسخر کرتے ہیں،

مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۷۹﴾ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ

اللہ انکو اس تمسخر کا تو خاص بدلہ دیگا اور (مطلق طعن کا یہ بدلہ ملے ہی گا کہ) ان کے لئے (آخرت میں) دردناک سزا ہوگی۔ آپ خواہ

اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً فَلَنْ

ان (منافقین) کے لئے استغفار کریں، یا انکے لئے استغفار نہ کریں، اگر آپ انکے لئے ستر بار بھی استغفار کرینگے، تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو

یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ

نہ بخشے گا یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اللہ اور اسکے رسول کے ساتھ کفر کیا۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے

لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۸۰﴾

سرکش لوگوں کو ہدایت نہیں کیا کرتا۔

واقعہ شان نزول بخاری و مسلم شریف میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس وقت (نفلی) صدقہ کا حکم نازل ہوا تو ہمارے پاس کچھ مال نہ تھا، محنت و مزدوری کر کے گذارہ کرتے تھے اور اسی میں سے کچھ صدقہ بھی کر دیا کرتے تھے چنانچہ ابو عقیل نے آدھا صاع یعنی تقریباً پونے دو سیر صدقہ دیا، ایک دوسرے صحابی نے اس سے کچھ زیادہ صدقہ دیا تو منافقین نے ان پر طعن کیا اور مذاق اڑانے لگے اور ہم میں جو حضرات مالدار تھے انہوں نے دل کھول کر خوب مال صدقہ کیا تو منافقین ان پر یہ کہہ کر طعن کرنے لگے یہ لوگ دکھاوے اور نام شہرت کے لئے صدقہ دیتے ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا ہے کہ ہم مذاق اڑانے والے منافقین کو خاص بدلہ دیں گے یعنی کوئی سخت قسم کی سزا دی جائے گی اور طعن کرنے کا بدلے ہم ان کو آخرت میں دردناک عذاب میں گرفتار کریں گے۔

۱۰ ع ۱۲

عبداللہ ابن ابی منافقوں کا سردار تھا مگر اس کا بیٹا سچا دلکا مومن تھا، جب ان کا باپ مرض موت میں مبتلا تھا تو انہوں نے اپنے باپ کے لئے حضور علیہ السلام سے مغفرت کی دعا کی درخواست کی تو حضورؐ نے دعاء فرمادی اس پر یہ آیت استغفر لہم انا نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا ہے کہ آپ ان مخالفین کے لئے چاہے دعا استغفار کریں یا نہ کریں دونوں برابر ہیں، آگے مزید فرمایا کہ اگر آپ ان کے لئے ستر مرتبہ بھی خوب دعاء استغفار کریں گے تب بھی ہم ان منافقین کی مغفرت نہیں کریں گے۔ کیونکہ انہوں نے اللہ و رسول کے ساتھ کفر کیا یعنی بے پناہ کفر و شرک اور فسق و فجور اور سرکشی و نافرمانیاں کیں اور اللہ تعالیٰ کا یہ دستور ہے کہ وہ ایسے فاسقوں کو ہدایت نہیں فرماتے۔

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ

یہ پیچھے رہ جانے والے خوش ہو گئے،

خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ

رسول اللہ کے جانے کے بعد اپنے بیٹھے رہنے پر، اور اُن کو اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان کے ساتھ

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ

جہاد کرنا ناگوار ہوا، اور (دوسروں کو بھی) کہنے لگے کہ تم گرمی میں مت نکلو۔ آپ کہہ دیجئے کہ جہنم کی آگ

اَشَدُّ حَرًّا ۭ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۝۸۱ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا

(اس سے بھی) زیادہ گرم ہے کیا خوب ہوتا اگر وہ سمجھتے۔ سو تھوڑے (دنوں دنیا میں) ہنس لیں، اور بہت (دنوں آخرت میں)

كَثِيْرًا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۸۲ فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى

روتے رہیں۔ ان کا مونکے بدلہ میں جو کچھ (کفر و نفاق و خلاف) کیا کرتے تھے۔ تو اگر خدا تعالیٰ آپ کو (اس سفر سے مدینہ کو صحیح وسلم)

طَاۗىِٕفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا

اُنکے کسی گروہ کی طرف واپس لائے، پھر یہ لوگ (کسی جہاد میں) چلنے کی اجازت مانگیں، تو آپ (یوں) کہہ دیجئے کہ تم کبھی بھی

مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ۭ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ

میرے ساتھ نہ چلو گے اور نہ میرے ہمراہ ہو کر کسی دشمن (دین) سے لڑو گے تم نے پہلے بھی بیٹھے رہنے کو پسند کیا تھا، تو

بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ۝۸۳

اُن لوگوں کے ساتھ بیٹھے رہو، جو (واقعی) پیچھے رہ جانے کے لائق ہی ہیں

جنگ تبوک میں منافقین کا شریک نہ ہونا

پچھلی آیات میں منافقین کے حالات بیان ہوتے چلے آئے ہیں انہوں نے ہمیشہ اسلام سے مخالفت و دشمنی اختیار کی ہے، اب ان آیات میں ان کی مخالفت کا خاص واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ جنگ تبوک کے موقع پر جب کہ اس جنگ میں شرکت کا حکم تمام لوگوں کے لئے تھا مگر منافقین اپنے کفر و مخالفت اور کاہلی و بزدلی کی وجہ سے اس میں شریک نہ ہوئے، اور انہوں نے دوسرے لوگوں کو بھی جنگ میں نہ جانے کی ترغیب دی اور لوگوں سے کہا کہ اس قدر سخت اور تیز گرمی میں جنگ کے لئے نکل کر تم اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ موسم کی گرمی سے جہنم کی گرمی بہت ہی زیادہ سخت اور تیز ہے افسوس ہے تمہاری بے وقوفی پر کہ تم اپنے آپ کو اس ہلکی پھلکی گرمی سے بچا رہے ہو اور جہنم کی سخت گرمی میں اللہ و رسول کی مخالفت کر کے جانے کی تیاری کر رہے ہو، کیا ہی اچھا ہوتا کہ تم سمجھداری سے کام لیتے، بس تھوڑے دنوں ہنس کھیل لو پھر ہمیشہ رونا ہی ہے، حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ دنیا چند روزہ ہے اس میں جتنا چاہو ہنس لو پھر جب دنیا ختم ہو گی اور اللہ کے پاس حاضری ہو گی تو رونا شروع ہو گا جو کبھی ختم نہ ہو گا۔

اس کے بعد اللہ نے اپنے پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جب آپ کو ان کی حقیقت و اصلیت کا پتہ چل گیا ہے کہ یہ بزدلی اور مخالفت کی وجہ سے جنگ میں شرکت نہیں کریں تو جب اللہ پاک آپ کو سلامتی کے ساتھ اس جنگ سے مدینہ واپس پہونچا دے اور ان منافقین میں سے کوئی جماعت آپ سے جنگ میں شرکت کی درخواست کرے تو آپ ان سے صاف صاف فرما دیجئے نہ تم میرے ساتھ چل سکتے ہو اور نہ میرے ساتھ دشمنوں سے جنگ کر سکتے ہو، تم نے پچھلی مرتبہ جنگ تبوک کے موقع پر بھی بیٹھے رہنے کو پسند کیا تھا، اور اب بھی درحقیقت تمہارا یہی ارادہ ہے، میرے سامنے تم خواہ مخواہ جھوٹی باتیں کیوں بناتے ہو، بس تم اب ان لوگوں کے ساتھ بیٹھے رہو جو واقعی جنگ سے پیچھے رہ جانے کے لائق ہیں، جیسے مجبور اپاہج بوڑھے، بچے اور عورتیں۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى

اور ان میں کوئی مرجاوے تو اس (کے جنازہ) پر کبھی نماز نہ پڑھیے اور نہ دفن کے لئے) اس کی قبر پر کھڑے ہو جیئے

قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾

کیونکہ انہوں نے اللہ اور اسکے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور وہ حالت کفر ہی میں مرے ہیں

منافقین کی نماز جنازہ پڑھانے کی حضور کو ممانعت

اس آیت میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا جارہا ہے کہ آپ ان منافقین سے بالکل بے تعلق ہو جائیے یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی مر جائے تو آپ اس کے جنازہ کی نماز بھی نہ پڑھائیے اور دفن وغیرہ کے واسطے اس کی قبر پر بھی نہ کھڑے ہوئیے کیونکہ انہوں نے اللہ و رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور کفر ہی پر مرے ہیں۔

شانِ نزول

اس آیت کا شان نزول مسلم شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے کہ جب منافقوں کا سردار عبداللہ ابن ابی مرگیا تو اس کے صاحب زادے عبداللہ جو سچے مومن اور صحابی تھے، انہوں نے حضور علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپ میرے والد کے کفن کیلئے اپنا کرتہ شریف عنایت فرمادیں آپ نے مرحمت فرمادیا دوسری درخواست یہ کی کہ آپ ہی میرے والد کی نماز جنازہ پڑھا دیں آپ نے اس کو بھی قبول فرمالیا جب آپ نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کا کپڑا پکڑ کر عرض کیا کہ آپ اس منافق کی نماز پڑھا رہے ہیں حالانکہ اللہ نے آپ کو منع فرمایا ہے حضورؐ نے فرمایا ایسا نہیں ہے بلکہ مجھے ان منافقین کے سلسلہ میں اختیار دیا ہے کہ چاہے آپ ان کے لئے دعاء مغفرت کریں چاہے نہ کریں، پھر حضورؐ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی، اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی جس میں حضورؐ کو واضح طور پر منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے اور ان کے دفن میں شرکت سے منع کر دیا گیا ہے چنانچہ اس کے بعد آپ نے کبھی بھی کسی منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔

صحابہؓ کا حضورؐ سے ایک سوال

رحمۃ للعالمین نے منافقوں کے سردار عبداللہ ابن ابی کے ساتھ جو حسن سلوک فرمایا کہ اس کے کفن کے لئے اپنا قمیص مبارک عنایت فرمایا اس کے متعلق حضرات صحابہ کرامؓ نے حضور علیہ السلام سے سوال کیا کہ آپ نے اس دشمن اسلام کے ساتھ یہ سلوک کیوں فرمایا؟ اس کے جواب میں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا کرتہ اور میری نماز جنازہ پڑھنا اس کو خدا کے عذاب سے نہیں بچائے گی، خدا کی قسم میری یہ خواہش و تمنا تھی کہ میرے اس فعل کی وجہ سے اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی مسلمان ہو جائیں، چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے دشمن کے ساتھ یہ حسن سلوک دیکھ کر اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی مشرف باسلام ہو گئے۔

وَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ

اور انکے اموال اور اولاد آپکو تعجب میں

وَاَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا

نہ ڈالیں ۔ اللہ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان (مذکورہ چیزوں) کی وجہ سے دنیا میں (بھی) انکو گرفتار عذاب

وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝۸۵ وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ

رکھے اور ان کا دم حالتِ کفر ہی میں نکل جاوے اور جب کبھی کوئی ٹکڑا قرآن کا (اس مضمون میں)

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ

نازل کیا جاتا ہے کہ تم (خلوص دل سے) اللہ پر ایمان لاؤ اور اسکے رسول کے ہمراہ ہو کر جہاد کرو، تو امیروں کے مقدور والے

مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ۝۸۶ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا

آپ سے رخصت مانگتے ہیں اور کہتے ہیں، ہم کو اجازت دیجئے، کہ ہم بھی یہاں بیٹھنے والوں کے ساتھ رہ جائیں وہ لوگ غایت بے حمیتی سے زنانہ نشین

مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝۸۷

عورتوں کے ساتھ رہنے پر راضی ہو گئے۔ اور انکے دلوں پر مہر لگ گئی، جس سے وہ حمیت یا بے حمیتی کو کچھ سمجھتے ہی نہیں۔

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ

(ہاں) لیکن رسول اور آپ کی ہمراہی میں جو مسلمان ہیں، انہوں نے (اس حکم کو مانا اور) اپنے مالوں سے اور جانوں سے

وَاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۸۸

جہاد کیا اور انہی کے لئے ساری خوبیاں ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں، جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ

فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۸۹

رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔

ع ۱۱ ۹ ۱۷

تفسیر ان آیات میں بھی ان ہی منافقوں کا حال بیان کیا گیا ہے، جو جنگ تبوک میں شریک نہیں ہوئے تھے ان میں بعض مالدار بھی تھے۔ ان کی مالداری و خوش حالی سے مسلمانوں کو یہ خیال بھی ہو سکتا تھا کہ جب یہ لوگ اللہ کے نزدیک مردود و نامقبول ہیں تو پھر ان کو دنیا میں ایسی نعمتیں کیوں ملیں؟۔

ان آیات میں سے پہلی آیت میں اس کا جواب دیا گیا ہے۔ کہ اگر غور کرو گے تو ان کے مال واولاد ان کے لئے رحمت ونعمت نہیں۔ بلکہ دنیا میں بھی عذاب ہی ہیں، اس طور پر کہ مال کی محبت، اس کی حفاظت اور اس کو بڑھانے کی فکر ان کو چین سے بیٹھنے نہیں دیتی حاصل یہ کہ ان کے پاس راحت وآرام اور چین وسکون کا ساز وسامان گرچہ بہت ہے مگر اس سے ان کو چین وسکون بالکل حاصل نہیں اور پھر یہ مال واولاد آخرت سے بھی غفلت کا سبب بن رہا ہے، اس لئے بھی یہ ان کے حق میں رحمت نہیں بلکہ زحمت ہے۔

منافقین کی بزدلی

اگلی آیت میں ان منافقین کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ جب ایسی کوئی سورت یا آیت قرآن کریم کی نازل ہوتی ہے جس میں حضورؐ کے ساتھیوں کو یہ حکم ہوتا ہے کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ وجہاد کے لئے نکلو تو ان میں سے وہ لوگ جن میں باوجودیکہ پوری پوری قدرت ہے یعنی جسمانی طاقت وقوت بھی ہے اور گھریلو اخراجات سے بھی بے فکر ہیں وہ آپ سے جنگ میں نہ جانے کی رخصت واجازت طلب کرتے ہیں، اس سے مراد وہی منافقین ہیں جو کہ باوجود خوشحال کے جنگ میں صرف بزدلی کی وجہ سے نہیں جاتے کہ کہیں ہم مارے نہ جائیں، اللہ تعالیٰ نے ان پر طنز کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے گھریلو پردہ نشین عورتوں کی طرح گھروں میں رہنا پسند کیا مجاہد بہادر مردوں کی طرح جنگ میں جانا ان کو پسند نہیں، بس ان کے دلوں پر مہر لگ گئی جس کی وجہ سے ان کو اچھائیوں کی خوبی اور برائیوں کی خرابی سمجھ میں نہیں آتی۔

مومنین کی بہادری

اور آپ کے ساتھیوں میں وہ حضرات جو سچے پکے مومن ہیں ان کی بہادری اور جاں نثاری کا یہ عالم ہے کہ حکم آتے ہی اپنی جان ومال کو حاضر کر دیتے ہیں اور دلیرانہ سے جنگ میں شریک ہوتے تھے، ان حضرات کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہی وہ خوش نصیب ہیں جن کے لئے تمام بھلائیاں اور دونوں جہان کے منافع ہیں، اور یہی لوگ پورے پورے کامیاب ہیں اور ان کی کامیابی یہ ہے کہ دنیا میں عزت ملنے کے ساتھ ساتھ آخرت میں بھی عزت نصیب ہوگی اور ایسے باغات ملیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور یہ ان باغات میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا

اور کچھ بہانہ باز لوگ دیہاتیوں میں سے آئے تاکہ ان کو (گھر رہنے کی) اجازت ملجائے، اور (ان دیہاتیوں میں سے) جنہوں نے خدا

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۹۰

سے اور اسکے رسول سے (دعوئے ایمان میں) بالکل ہی جھوٹ بولا تھا، وہ بالکل ہی بیٹھ رہے، ان میں سے جو (آخر تک) کافر رہینگے، انکو دردناک عذاب ہوگا

تفسیر اس آیت میں ان دیہاتیوں کا تذکرہ ہے جو بلا کسی عذر اور مجبوری کے جنگ میں شریک نہیں ہوئے ان میں دو قسم کے لوگ تھے ایک وہ جو حاضر خدمت ہوئے اور جھوٹے عذر آپ سے بیان کئے کہ ہمارے سامنے یہ مجبوریاں ہیں لہٰذا آپ ہمیں جنگ میں شریک نہ ہونے کی رخصت واجازت مرحمت فرمادیں، آپ نے اجازت تو دیدی مگر یہ سمجھ لیا کہ یہ لوگ جھوٹے عذر کر رہے ہیں، اور دوسرے وہ لوگ تھے جنھوں نے اس کی بھی پروا نہیں کی کہ حاضر خدمت ہو کر رخصت واجازت ہی لے لیں وہ بلا کچھ کہے ہی جنگ سے رک کر اپنے گھروں میں بیٹھے رہے اس آیت میں وعید سنائی گئی ہے کہ ان میں جو آخر تک کافر رہیں گے ان کو دردناک عذاب دیا جائیگا۔

علماء مفسرین نے لکھا ہے کہ الذین کفروا منھم میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان میں بعض کا عذر کفر ونفاق کی وجہ سے نہ تھا بلکہ کاہلی دبزدلی کی وجہ سے تھا، لہٰذا اگر یہ لوگ سچی توبہ کرلیں تو عذاب خداوندی سے بچ سکتے ہیں۔

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ

کم طاقت لوگوں پر کوئی گناہ

وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ

نہیں، اور نہ بیماروں پر اور نہ ان لوگوں پر جن کو خرچ کرنے کو میسر نہیں،

حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ

جبکہ یہ لوگ اللہ اور رسول کے ساتھ (اور احکام میں) خلوص رکھیں (ان) نیکوکاروں پر کسی قسم کا الزام

سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۱﴾ وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ

(عائد) نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں اور نہ ان لوگوں پر (کوئی گناہ اور الزام ہے) کہ جبوقت

لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۖ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ

وہ آپکے پاس اسواسطے آتے ہیں، کہ آپ ان کو کوئی سواری دے دیں اور آپ (ان سے) کہہ دیتے ہیں کہ میرے پاس تو کوئی چیز نہیں

تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ ؕ اِنَّمَا

جسپر میں کو سوار کردوں، تو وہ (ناکام) اس حالت سے واپس چلے جاتے ہیں، کہ انکی آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے ہیں اس غم میں کہ افسوس انکو خرچ کرنیکو کچھ بھی میسر نہیں

السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ

پس الزام (اور مؤاخذہ) تو صرف ان لوگوں پر ہے، جو باوجود مال سامان (دولت) ہونیکے (گھر رہنے کی) اجازت چاہتے ہیں، وہ لوگ (غایت بے حمیتی سے)

يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٩٣﴾

خانہ نشین عورتوں کے ساتھ رہنے پر راضی ہو گئے اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی جس سے وہ (گناہ و ثواب کو) جانتے ہی نہیں

جنگ میں عدم شرکت پر معذوروں سے کوئی مواخذہ نہیں

ان آیات میں ان سچے مومنوں کا تذکرہ ہے جو کسی مجبوری کی وجہ سے جنگ میں شریک نہیں ہو سکے مثلاً ۱ کمزور بوڑھے اپاہج وغیرہ ۲ مریض جنھیں کوئی جسمانی بیماری ہو یا آنکھوں وغیرہ کی بیماری کہ ان کو نظر نہ آتا ہو چنانچہ حضرت ضحاک نے فرمایا کہ یہ آیت حضرت عبداللہ ابن مکتوم کے حق میں نازل ہوئی یہ نابینا صحابی تھے ۳ وہ لوگ جن کو جہاد کے لئے ساز و سامان (اسلحہ و سواری وغیرہ) میسر نہ ہو، ۴ وہ لوگ جو جہاد کے لئے پورے طور پر تیار ہیں مگر سواری کا بندوبست نہیں، شدید گرمی اور لمبا سفر ہونے کی وجہ سے پیدل چلا نہیں جا سکتا ہے، لہٰذا وہ حضور علیہ السلام سے سواری کے جانور طلب کرتے ہیں تو آپ منع فرما دیتے ہیں کہ میرے پاس اس وقت سواری کا کوئی انتظام نہیں یہ سن کر وہ اپنے گھروں کو مایوس واپس ہو جاتے ہیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہوتے ہیں اس غم میں کہ نہ ہی تو ان کے پاس خود جہاد میں شرکت کے اسباب موجود ہیں اور نہ ہی رسالت مآبؐ سے کچھ مل سکا۔

بس ایسے لوگوں کے لئے جو اللہ و رسول کے ساتھ خلوص رکھیں دل و جان سے اس کے احکامات پر عمل کرنے کو تیار رہیں تو ایسے مخلص و نیک لوگوں کے لئے جنگ میں شرکت نہ کرنے پر کوئی گناہ نہیں کیونکہ یہ واقعتاً مجبور ہیں اور دلی خواہش ان کی جہاد میں شرکت کی ہے۔

ہاں گناہ و الزام ان لوگوں پر ہے جن کو کسی قسم کی کوئی مجبوری نہیں، طاقت و قوت بھی ہے گھریلو اخراجات سے بے فکری بھی ہے اور جنگ کے لئے اسلحہ و سواری بھی موجود ہے اس کے باوجود وہ لوگ آرام طلبی کرتے ہوئے گھریلو عورتوں کی طرح گھر پر ہی رکے رہیں، بس یہ لوگ سخت گنہ گار اور شدید عذاب کے مستحق ہیں

الحمد للہ پارہ واعلموا کی تفسیر بحسن و خوبی مکمل ہوئی

تفسیر ھذا ذیلی کتب تفاسیر سے مستفاد ہے

(۱) بیان القرآن (۲) معارف القرآن (۳) جلالین مع حاشیہ
(۴) روح المعانی (۵) تفسیر مظہری (۶) تفسیر حقانی
(۷) فوائد عثمانیہ (۸) تفسیر مظہری - وغیرھم

قسط وار شائع ہونے والی تین عظیم الشان کتابیں

رحمت کے خزانے

یہ کتاب اعمالِ حسنہ کی ترغیب سے متعلق حدیثِ پاک کا عظیم مجموعہ ہے جس کو علامہ ابن کثیر علیہ الرحمہ کے اُستادِ محترم محدثِ جلیل امام شرف الدین دمیاطی علیہ الرحمہ نے ''المتجر الرابح فی ثواب العمل الصالح'' کے نام سے ترتیب دیا ہے۔ یہ کتاب اہل عرب کثرت سے اپنے مطالعہ میں رکھتے ہیں۔

اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر حضرت مولانا مفتی امداد اللہ انور صاحب مدظلہ نے اس کا اُردو ترجمہ ''رحمت کے خزانے'' کے نام سے کیا ہے۔ موصوف نے ترجمہ کے ساتھ حسبِ ضرورت احادیثِ پاک کی مختصر و عام فہم تشریح بھی فرمائی ہے اور احادیث کی تخریج بھی کی ہے۔

الحمدللہ یہ مکمل کتاب قسطوں میں چھپ کر تیار ہو چکی ہے۔

آسان تفسیر

قرآن کریم کے نزول کا اصل مقصد اس کو سمجھ کر عمل کرنا ہے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے آسان تفسیر کا سلسلہ جاری کیا گیا ہے۔ یہ تفسیر اکابرِ اُمت کی قدیم و جدید مستند و معتبر تفاسیر کا خلاصہ و نچوڑ ہے۔ جس کو نہایت آسان و عام فہم زبان اور مختصر و جامع انداز میں مولانا محمد یعقوب قاسمی نے قلمبند کیا ہے۔ ترجمہ کلام پاک حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ الحمدللہ یہ تفسیر ۳۲ قسطوں میں مکمل ہو چکی ہے۔

تذکرۃ الانبیاء

اس کتاب میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزماں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تک مشہور پیغمبروں کے واقعات و حالات اور ان کے ماننے والوں کی فلاح و نجات اور جھٹلانے والوں کا انجام تفصیل کے ساتھ مستند طور پر سلیس و عام فہم انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ الحمدللہ یہ کتاب سولہ قسطوں میں تیار ہو چکی ہے۔

وی، پی رجسٹری کے ذریعہ روانہ کی جاتی ہیں۔

نوٹ:- خواہش مند حضرات کے مکمل پتے روانہ فرما کر اشاعتِ دین میں تعاون فرمائیں۔ فجزاکم اللہ

IDARA DAWAT-O-TABLEEGH
Gali No. 2, Aali ki Chungi, Mandi Samiti Road, Saharanpur-247001 (U.P.), Mob.: 9837375773